

مَكْمَلٌ وَمُنَدَّلٌ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

جلد ۱۵

افترض الفضل والکرم انما هو العادة الذميمة لا قراد الفلاح والوجهة الفاتحة
الوجهة الزاوية الغصب بالشفعة المذمومة الذبائح والقصيد الرضحية والحقيلة

اقادات

مفتی اعظم ہند علامہ محمد رفیع الرحمن صاحب عثمانی

مرقب

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب عثمانی

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب عثمانی

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب عثمانی

ناشر مکتبہ دارالعلوم دیوبند



مَكْمَلًا وَمُدَلَّلًا

فَتَاوَى كَالْعَالَمِ يُونُسَ

جلد ۱۵

القرض، القضاء والتحكيم، الشهادة، الوكالة، الدعوى، الاقرار، الصلح، الوديعة، العارية
الهبة، الجارة، الغصب، الشفعة، المزاعة، الذبائح والصيد، الأضحية والعقيقة

افادات | مفتی اعظم، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی

مفتی اول دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۳۷ھ)

مرتب | حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پال بن پوری

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

ملاحظہ | حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پال بن پوری

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

حسب ہدایت | حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ

ہیثم دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے علوم کا سہارا
دینی علمی کتابوں کا بھرپور ذخیرہ
حقی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نکالی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

جملہ حقوق بحق دارالعلوم دیوبند محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (جلد ۱۵)
مسائل	:	القرض، القضاء و التحکیم، الشهادة، الوكالة، الدعوى، الأقرار الصلح، الوديعة، العارية، الهبة، الأجارة، الغصب، الشفعة المزارعة، الذبائح والصید، الأضحية والعقيقة۔
افادات	:	مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی مفتی اول دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۳۷ھ)
مرتب	:	مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند
ملاحظہ	:	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند
سن اشاعت	:	2016
تعداد صفحات	:	۶۲۸ (تعداد فتاویٰ: ۱۲۲۳)
ناشر	:	مکتبہ دارالعلوم دیوبند



فہرست مضامین

۵۰ آگاہی ❁

قرض کا بیان

- ۵۱ قرض حسنہ کی تعریف اور نالش کر کے اس کو وصول کرنا ❁
- ۵۲ قرض حسنہ کوئی چیزوں میں درست ہے؟ اور قرض میں مدت معین ہوتی ہے یا نہیں؟ ❁
- ۵۲ قرض حسنہ میں اجل لازم نہیں ہوتی ❁
- ۵۳ قرض حسنہ میں کیا بات ملحوظ رکھنی چاہیے؟ جس سے باہم رنجش نہ ہو ❁
- ۵۴ جو مقرض سود ادا کرتا ہے اس کی امداد کرنا ❁
- ۵۴ حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا ❁
- ۵۵ کسی سے حرام مال قرض لے کر تجارت کی اور اس میں نفع ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟ ... ❁
- ۵۵ حرام مال سے قرض لینا یا قرض وصول کرنا ❁
- ۵۵ غیر مسلم سے خنزیر کی قیمت اپنے قرض میں وصول کرنا ❁
- ۵۶ ہندو کے قرض میں افیون دینا ❁
- ۵۶ کسی سے قرض کے طور پر چاول لینا درست ہے ❁
- ۵۶ قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں ❁
- ۵۸ قرض دے کر اس پر کسی قسم کا نفع لینا سود ہے ❁
- ۵۹ تاجر کو روپیہ قرض دے کر اس سے بلا قیمت کپڑا لینا درست نہیں ❁
- ۵۹ بلا شرط اور بلا تعین قرض دار کچھ روپیہ بطور شکریہ دے، تو لینا جائز ہے ❁

- ۵۹ قرض دار کا خوشی سے اصل رقم سے کچھ زیادہ دینا درست ہے۔
- ۶۱ قرض خواہ کے ڈر سے جماعت میں شریک نہ ہونا
- ۶۱ قرض خواہ کا مقروض کے گھر کھانا، پینا اور آرام کرنا۔
- ۶۲ لوگوں سے رقم لے کر کسی کو قرض دینا اور اس پر نفع لینا درست نہیں۔
- ۶۲ غریب کا شتکاروں کو قرض دے کر ان سے کام لینا اچھا نہیں۔
- ۶۳ مقروض وقت پر قرضہ ادا نہ کرے تو مزید لینا جائز نہیں۔
- ۶۳ چندہ جمع کر کے ایک مدبرائے اعانت غرباء قائم کرنا۔
- ۶۴ سرکار کو سود پر قرضہ دینا۔
- ۶۴ کفیل نے مع سود قرضہ ادا کیا ہو تو اس کو مکفول عنہ سے وصول کر سکتا ہے۔
- ۶۵ وقت مقررہ پر قرضہ ادا نہ کرنے کی صورت میں دس روپے ماہوار تاوان وصول کرنا۔
- ۶۵ قرض ادا کرنے تک زمین کی چوتھائی آمدنی قرض خواہ کو دینا۔
- ۶۶ مقروض معین جگہ میں قرض ادا نہ کرے تو کیا حکم ہے؟
- ۶۶ سود پر قرض لے کر جو زمین خریدی ہے اس کی پیداوار حلال ہے۔
- ۶۷ سود کے بارے سے سبکدوش ہونے کی غرض سے سودی قرض سے بنایا ہوا مکان فروخت کرنا
- ۶۷ پانچ روپے اس شرط پر قرض لینا کہ دو مہینے کے بعد ایک من دھان دوں گا۔
- غیر موسم میں دس روپے کے دو من گہیوں قرض کے طور پر دے کر موسم میں دس روپے کے تین من گہیوں لینا۔
- ۶۸ اس شرط پر اناج قرض دینا کہ چھ ماہ میں اس اناج کا سوایا ڈیوڑھالوں گا۔
- ۶۸ گہیوں اُدھار لیے ہوں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟
- ۶۸ گنی قرض لی ہو تو گنی ہی واپس کرے۔
- ۶۹ جس قدر اناج قرض لیا ہے اسی قدر واپس کرے۔
- ۶۹ غلہ کی جو جنس قرض دی ہے اس کے علاوہ دوسری جنس سے ڈیوڑھایا سوایا غلہ وصول کرنا
- ۷۰ دین کی مقدار یا دنہ ہو تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

- ۷۰ حاضر و غیر حاضر قرض داروں کا قرضہ معاف کرنا
- ۷۰ ملازمت کی شرط پر قرض دینا
- ۷۱ قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے مقروض مر جائے تو آخرت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں؟
- ۷۱ اپنا قرضہ جس طرح ہو سکے وصول کرنا درست ہے
- ۷۲ اپنا روپیہ وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرنا
- ۷۲ اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے جھوٹ بولنا
- ۷۳ مقروض کی رقم اس کی اجازت کے بغیر قرض خواہ کو دینا
- ۷۳ قرض خواہ اور اس کے ورثاء میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۷۴ مدرس نے مدرسہ سے قرض لیا پھر ادائیگی سے پہلے مر گیا تو کیا حکم ہے؟
- ۷۴ امدادِ معصیت کی غرض سے قرض دینا
- ۷۴ حج کو جانے سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
- ۷۴ ”میں کسی کو قرض دار رکھ کر نہیں جاتا، کوئی اپنی جانب سے قرض دار رہے تو رہے“ کہنے سے قرض ساقط نہیں ہوا
- ۷۵ بڑے بھائی کی زمین فروخت کر کے دونوں بھائیوں کا مشترک قرض ادا کیا گیا ہو تو بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے قرض کا حصہ لے سکتا ہے
- ۷۵ جوڑ کے باپ کے ساتھ سوداگری کرتے ہیں ان سے دکان کے قرض کا مطالبہ کرنا ...
- ۷۶ تقسیم ترکہ سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے
- ۷۶ مقروض کے انتقال کے بعد اس کا مکان جس کے پاس رہن ہے وہ اپنا قرضہ دیگر قرض خواہوں سے پہلے وصول کر سکتا ہے
- ۷۷ متروکہ جائیداد میں تمام قرض خواہ یکساں حق دار ہیں
- ۷۷ شوہر نے اپنی بیوی کو دین مہر کے عوض جو مکان دیا ہے اس میں سے دوسرا قرض خواہ کچھ نہیں لے سکتا
- ۷۸ قرض خواہ کے ورثاء موجود ہوں تو قرض کی رقم مدرسہ میں دینا درست نہیں

- ۷۸ قرض خواہ اور اس کے ورثاء لاپتا ہوں تو قرض کس طرح ادا کیا جائے؟
- ۸۰ دائن و مقروض میں یہ معاہدہ ہوا کہ تین سو روپے لے لینا باقی چھوڑ دینا، لیکن مقروض نے وعدہ خلافی کی تو کیا حکم ہے؟
- ۸۰ نالش کے وقت اصل قرض سے زیادہ ظاہر کرنا اور قرضہ مع سود وصول کرنا
- ۸۱ قرض کے ساتھ جو سود ملا ہے اس کو عدالتی اخراجات میں محسوب کرنا
- ۸۱ امانت کا روپیہ قرض لیا پھر دائن مر گیا تو روپیہ کس کو دیا جائے؟
- ۸۱ نکاح کے وعدے پر ہندہ نے بکر سے روپیہ لیا پھر وعدہ پورا نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟
- ۸۲ باپ نے اولاد کی شادی میں جو کچھ صرف کیا وہ اولاد کے ذمے قرضہ نہ ہوگا
- ۸۳ کسی شخص نے مدرسہ کو جو قرض حسنہ دیا ہے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار کون ہے؟
- ۸۴ مدیون کی نماز جنازہ سے متعلق چند احادیث
- ۸۵ مسلمان نے غیر مسلم سے قرض لیا پھر مر گیا تو اس کی ادائیگی ورثاء پر ضروری ہے یا نہیں؟
- ۸۶ قرض دار نے کہا: ”میں اللہ کے واسطے معافی چاہتا ہوں“ تو قرض معاف ہوا یا نہیں؟

قضا اور حکم بنانے کا بیان

- ۸۷ کافر بادشاہ کی جانب سے قضا کی ذمہ داری قبول کرنا
- ۸۸ موجودہ وقت میں قاضی کس کو تسلیم کیا جائے؟
- ۹۰ فریقین کا مقرر کردہ محکم اور باختیار مسلمان حاکم کے فیصلہ کا حکم
- ۹۱ موجودہ زمانے میں عدالت کا حج شرعی قاضی ہے یا نہیں؟
- ۹۱ عیسائی سلطنت کا قاضی شرعی قاضی ہے یا نہیں؟
- ۹۲ شرعی پنچایت میں نو مسلم عالم کو بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟
- ۹۲ حکم مقرر کرنے کے بعد متنازع فیہ جائیداد کو فروخت کر دینا
- ۹۲ فریقین میں سے ہر فریق کا الگ الگ حکم مقرر کرنا
- ۹۳ حکم بنانا اور فیصلہ کرنا درست ہے

- ۹۴ غیر مقلد کو سر پنچ مقرر کرنا اور اہل سنت کا اس کی اتباع سے انحراف کرنا
- ۹۴ جو قاضی یہ کہے کہ مجھے شریعت سے کچھ واسطہ نہیں وہ منصب قضا و امامت کے لائق نہیں
- ۹۵ خلاف شرع کام کرنے والے قاضی کی امامت و قضا کا حکم
- ۹۶ تعز یہ بنانے والے کو قاضی بنانا
- ۹۷ منصب قضا میں وراثت نہیں چلتی، بلکہ اہلیت شرط ہے
- ۹۷ فاسق قاضی کو معزول کرنا
- ۹۸ کیا اونچا سننے والا شخص قاضی بن سکتا ہے؟ اور اطرش و اصم میں فرق
- ۹۹ قاضی اور حکم کا فیصلہ کرنے پر اجرت لینا
- ۹۹ فریقین سے روپیہ لے کر فیصلہ کرنا
- ۱۰۰ قاضی یا مفتی کا ہدیہ لینا اور خاص دعوت قبول کرنا اور قاضی و مفتی میں فرق
- ۱۰۲ تنخواہ دار قاضی کا رعایا سے حق نکاح خوانی لینا
- ۱۰۲ قضائے قاضی ٹوٹ سکتی ہے یا نہیں؟
- ۱۰۳ بہ وقت ضرورت قضا علی الغائب نافذ ہو سکتی ہے یا نہیں؟
- ۱۰۵ حکم کے فیصلہ کرنے کے بعد ایک فریق کا فیصلہ ماننے سے انکار کرنا
- فریقین سے شہادت لینے کے بعد ثالثوں نے مقدمہ کو فیصلے کے واسطے عالم کے سپرد کر دیا تو اب ان کی ثالثی کا کیا حکم ہے؟
- ۱۰۶ کیا قاضی یا حکم فریقین کے بیان و شہادت کے بغیر فیصلہ کر سکتا ہے؟
- ۱۰۷ قاضی کو بغیر دعویٰ کے کسی کا حق کسی کے ذمے ثابت کرنے کا حق نہیں
- ۱۰۸ ایک قاضی کے فیصلے کو دوسرا قاضی رد کر سکتا ہے یا نہیں؟
- ۱۰۸ قاضی اور حکم کے ذمے کتاب کا حوالہ دینا ضروری نہیں
- ۱۰۸ عہدہ قضا میں اختلاف ہو جائے تو کس کو ترجیح دی جائے گی؟
- ۱۰۹ قومی پنچ کی شرائط
- ۱۱۰ مقدمات کی کارروائی کے کچھ طریقے اور ان کا حکم

- ۱۱۱ مدعا علیہ سے مقدمہ کا خرچ لینا
- ۱۱۲ ترکہ کی تقسیم میں حکم بنانا اور تقسیم کے بعد بعض ورثاء کا ناراضگی ظاہر کرنا
- ۱۱۳ نائب قاضی سبکدوش ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہو سکتا ہے یا نہیں؟
- ۱۱۳ ہندوستان میں منصب قضا قائم کرنے سے متعلق چند اہم سوالات کے جوابات
- ۱۲۶ قاضی و والی کا مطالبہ اور قاضی کے اختیارات
- ۱۲۶ مشورہ کے بعد فیصلہ میں کثرتِ رائے کا اتباع لازم ہے یا نہیں؟
- ۱۲۷ قاضی کا اپنے آپ کو قاضی القضاۃ، رفیع الدرجات، کافی الہمات سلمہ اللہ تعالیٰ لکھنا ...
- ۱۲۷ قاضی شاہد بن سکتا ہے یا نہیں؟
- ۱۲۸ قوم کا سردار کیسا ہونا چاہیے؟
- ۱۲۹ افیون و گانجا کے تاجر کو سردار بنانا

گواہی کا بیان

- ۱۳۰ گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے
- ۱۳۰ عادل گواہ میں کن باتوں کا ہونا ضروری ہے؟
- ۱۳۱ جو عدالت میں جھوٹی شہادتیں دیتا ہے اس کی گواہی معتبر نہیں
- ۱۳۱ گواہوں کا تزکیہ کب ضروری ہے؟
- ۱۳۲ علانیہ تزکیہ کافی نہیں، خفیہ تزکیہ ضروری ہے
- ۱۳۲ شہادت میں لفظ أشہد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ کہنا ضروری ہے
- ۱۳۳ گواہ سے قسم کس طرح لی جائے؟
- ۱۳۴ عورت نکاح کا انکار کرتی ہو تو فاسق اور متہم کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟
- ۱۳۴ کھیل، تماشہ اور گانے بجانے کی محفل میں شرکت کرنے والا عادل نہیں
- ۱۳۴ گواہی کس شخص کی معتبر ہے؟

- ✽ انعقاد نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں مگر ثبوت نکاح اور طلاق کے لیے
- ۱۳۵ گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے
- ۱۳۶ اہل ہوا کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟
- ۱۳۶ قبول شہادت کے لیے مسائل دقیقہ یا غیر دقیقہ دریافت کرنا ضروری نہیں
- ۱۳۷ بغیر دیکھے گواہی دینا
- ۱۳۷ سماعی شہادت معتبر نہیں
- ۱۳۸ نصاب شہادت کافی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۱۳۸ جن لوگوں نے الگ الگ وقت میں تہا تنہا زنا کرتے دیکھا ہو، ان کی گواہی کا حکم
- ۱۳۹ مدعی کا بھائی مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے سکتا ہے
- ۱۳۹ اپنی بیٹی کے حق میں ماں کی گواہی اور نابالغ کی گواہی معتبر نہیں
- ۱۴۰ ماں باپ اور ملازم و خدمت گار کی گواہی معتبر نہیں
- ۱۴۰ شرابی، زانی اور فاسق کی شہادت وامامت کا حکم
- ۱۴۱ رشوت دینے والے کی گواہی مقبول نہیں
- ۱۴۱ ڈاڑھی مند آنے اور کتر آنے والے شخص کی گواہی معتبر نہیں
- ۱۴۲ دوستی غایت درجہ کی ہو تو گواہی معتبر نہیں
- ۱۴۲ دشمن کی اور یتیموں کا مال کھانے والے کی گواہی مقبول نہیں
- ۱۴۳ جو شخص اپنی بیوی کا فرض روزہ مار کر توڑ وادیتا ہو اس کی شہادت معتبر نہیں
- ۱۴۳ چوری کرنے والے کا اقرار معتبر ہے اور گواہی غیر معتبر
- ۱۴۳ سزا یافتہ چور کی گواہی سے نکاح اور طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟
- ۱۴۴ جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے
- ۱۴۴ جھوٹی شہادت دینے والے کے لیے کیا سزا ہے؟
- ۱۴۵ جھوٹی شہادت دینے والے کو حکم اور فیصل بنانا
- ۱۴۵ رفع ظلم کے لیے بہ ظاہر جھوٹی گواہی دینا

- ۱۴۵ عداوت قبولِ شہادت کے لیے مانع ہے یا نہیں؟
- ۱۴۶ دشمن کی شہادت سے طلاق ثابت نہ ہوگی
- ۱۴۶ مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟
- ۱۴۷ مدعا علیہ گواہوں کا فسق ثابت کر دے تو ان کی گواہی معتبر نہ رہے گی
- ۱۴۷ اس اقرار کے بعد کہ میرا اور کوئی گواہ نہیں: دوبارہ گواہ پیش کرنا
- ۱۴۸ گواہوں کو ناقابلِ شہادت قرار دیا جائے تو مدعی دوسرے گواہ پیش کر سکتا ہے
- ۱۴۹ ہندو چمار کی گواہی شرعاً معتبر نہیں
- ۱۴۹ فوت شدہ اور نابینا گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہیں
- ۱۴۹ حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ کافی ہیں
- ۱۵۰ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟
- چند مرد الفاظ کنائی کی گواہی دیں اور شوہران الفاظ سے طلاق کی نیت کا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟
- ۱۵۱ ایک شخص کی گواہی اور قسم سے چوری کا ثبوت نہیں ہو سکتا
- حاضرین مجلس میں سے دو شخص طلاق دینے کی اور دیگر حاضرین طلاق نہ دینے کی گواہی دیں تو کس کی گواہی معتبر ہوگی؟
- ۱۵۱ قرآن شریف کا حلف اٹھا کر گواہی دینا
- ۱۵۲ اقرار مقرر کی ذات تک محصور رہتا ہے اور شہادت سب پر حجت ہوتی ہے
- ۱۵۳ گواہی دینے پر اگر عدالت سے کچھ دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟
- ۱۵۴ قابض و خارج دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہیں؟

وکالت کا بیان

- ۱۵۵ وکالت کا پیشہ جائز ہے یا نہیں؟
- ۱۵۵ سچے مقدمہ کی پیروی کر کے اجرت یا ہدیہ لینا

- ۱۵۶ وکالت کی آمدنی کا شرعی حکم ❀
- ۱۵۷ جھوٹے مقدمہ کی پیروی کر کے روپیہ لینا ❀
- ۱۵۷ وکیل کو موکل کسی بھی وقت معزول کر سکتا ہے ❀
- ۱۵۷ سودی اور غیر سودی مقدمات کی پیروی کرنے والے وکیل کی آمدنی مشتبہ ہے ❀
- ۱۵۸ سود کے مقدمات کی پیروی وکیلوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ ❀

دعویٰ کا بیان

- ۱۵۹ ایک نزاع میں مدعی و مدعا علیہ کی تعیین ❀
- ۱۶۱ بغیر ثبوت کے کسی پر دعویٰ کرنا درست نہیں ❀
- ۱۶۱ ثبوت دعویٰ میں غیر مسلم کی شہادت مقبول نہیں ❀
- ۱۶۲ مدعا علیہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندوؤں کی گواہی معتبر نہیں ❀
- ۱۶۲ مدعی کی غیر موجودگی میں مدعا علیہ سے حلف لینا ❀
- ۱۶۳ مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ قبول کیے جائیں؟ ❀
- ۱۶۳ عرصہ دراز کے بعد اپنے حق کا دعویٰ کرنا ❀
- ۱۶۴ مدعی کے گواہوں کی گواہی سننے سے بچوں کا انکار کرنا درست نہیں ❀
- ۱۶۵ سرکش مدیون سے نالش کا خرچہ لینا درست ہے ❀
- ۱۶۶ قرض سے زیادہ کا دعویٰ کرنا درست نہیں ❀
- ۱۶۶ کیا حساب فہمی کا دعویٰ درست ہے؟ ❀
- ۱۶۶ مدعا علیہ حاضر ہو تو دعویٰ میں صرف اس کا نام لینا کافی ہے، اشارہ ضروری نہیں ❀
- چچا اور بھتیجے نے مشترکہ کمائی سے جو جائیداد خریدی ہے اس میں چچا ملکیت کا دعویٰ کرے ❀
- ۱۶۷ تو کیا حکم ہے؟ ❀
- ۱۶۸ مسجد کے پیچھے پڑی ہوئی زمین کی ملکیت کا کوئی دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے؟ ❀

- ۱۶۹ منگنی کے بارے میں ایک فریق کا دعویٰ کرنا اور دوسرے فریق کا انکار کرنا
- تقسیم ترکہ سے پہلے ایک بھائی کی شادی میں زیادہ اور دوسرے کی شادی میں کم خرچ
- ۱۶۹ ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۱۶۹ نکاح کے ثبوت کے بعد غیر ولی کا نکاح نہ ہونے کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۰ مشتری کا انکار کرنے کے بعد ملکیت کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۱ مشتری کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرنا
- ۱۷۱ جھوٹا دعویٰ کر کے کسی سے روپیہ وصول کرنا
- ۱۷۲ سجادہ نشین کا دعویٰ کرنا کہ میرے علاوہ کوئی امام نہیں بن سکتا
- ۱۷۲ نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی کے وقت لڑکی کو دیے گئے سامان کی واپسی کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۲ مقروض باپ کے قرض کا دعویٰ باپ بیٹے دونوں پر کرنا
- ۱۷۳ بیوی کے مرنے کے بعد خسر کا شوہر پردین مہر کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۳ سارق پر چوری کا دعویٰ کرنے کی صورت میں قسم کس پر آئے گی؟
- ۱۷۴ بیع نامہ کے فرضی ہونے کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۴ مودع کا امانت کی رقم کے بارے میں وصیت کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۵ دو فریقوں کا ایک ہی زمین خریدنے کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۶ کرایہ دار کا مکان کی ملکیت کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۶ مدعا علیہ سے کب حلف لیا جاتا ہے؟
- شوہر کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد عورت نے دوسرا نکاح کیا اور عورت کے ورثاء
- ۱۷۷ وفات شدہ شوہر سے حاملہ ہونے کا دعویٰ کریں تو کیا حکم ہے؟
- ۱۷۷ خریدی ہوئی زمین میں تعمیر کرنے کے بعد کسی شخص کا اپنی حصہ داری کا دعویٰ کرنا
- ۱۷۸ نکاح کے گواہوں کے بیان میں اختلاف ہو تو نکاح ثابت نہ ہوگا
- ۱۷۸ مرد حلیہ زنا کا دعویٰ کرتا ہے اور عورت حلیہ انکار کرتی ہے تو کس کی قسم معتبر ہوگی؟ ...
- ۱۷۹ بالغہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کرنا جب کہ عورت انکار کرتی ہے

- ✽ عورت کا یہ دعویٰ کرنا کہ میرا شوہر عنین ہے اور شوہر کا انکار کرنا ۱۷۹
- ✽ مہر کی ادائیگی کے بعد بچی ہوئی جائداد میں تقسیم ترکہ کا دعویٰ کرنا ۱۸۰
- ✽ عورت وطی کی مدعی ہے اور شوہر ثانی منکر ہے؛ تو کس کا قول معتبر ہے؟ ۱۸۱
- ✽ عورت چار طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟ ۱۸۱

اقرار کا بیان

- ✽ اپاہج، فالج زدہ اور چلنے پھرنے سے عاجز کا وارث کے لیے اقرار کرنا ۱۸۲

صلح کا بیان

- ✽ ایک شریک کے قبضے میں سکنائی زمین اور دوسرے کے قبضے میں صحرائی زمین ہے تو صلح کر لینا بہتر ہے ۱۸۴
- ✽ صلح کنندگان کی اولاد کو صلح کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ۱۸۴
- ✽ مسلم بیٹے کا ہندو باپ کو سرکاری قانون کے سہارے مصالحت کرنے پر مجبور کرنا ۱۸۵
- ✽ شرکاء میں جھگڑا ہو جائے تو مصالحت کر لینا بہتر ہے ۱۸۵
- ✽ بیوی کی جانب سے شوہر کا صلح کرنا اور بیوی کا تسلیم نہ کرنا ۱۸۶
- ✽ دو آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس دوسرے کا مال ہے اور دونوں میں سے ایک حساب صاف نہیں کرنا چاہتا تو کیا حکم ہے؟ ۱۸۶
- ✽ صلح مع الانکار کا حکم ۱۸۸

ودیعت کا بیان

- ✽ کسی کی امانت دوسرے کو سپرد کرنا جائز نہیں ۱۸۹
- ✽ امانت کا روپیہ ادا نہ کر سکے تو معاف کروانا ضروری ہے ۱۸۹
- ✽ حفاظت کے باوجود امانت کا روپیہ چوری ہو گیا تو اس کا تاوان واجب نہیں ۱۹۰

- ۱۹۰ امانت کی چیز دروازے میں رکھوادی اور گم ہوگئی تو کیا حکم ہے؟
- ۱۹۱ امانت کا روپیہ اپنے روپے میں مخلوط کرنے کے بعد ادا کرنا
- ۱۹۱ امانت کی رقم اپنی رقم کے ساتھ ملانے کے بعد چوری ہو جائے تو تاوان واجب ہوگا ...
- ۱۹۲ امانت کا زیور چوری ہو جائے تو تاوان واجب نہیں
- ۱۹۲ امانت کا روپیہ چوری ہو جائے تو تاوان واجب نہیں ہوتا
- ۱۹۳ کسی کی چیز بلا اجازت استعمال کی، پھر گم ہوگئی تو تاوان واجب ہوگا
- ۱۹۳ امانت میں خیانت کی ہو تو معافی کی کیا صورت ہے؟
- ۱۹۳ مدرس کا چندہ کی رقم میں خیانت کرنا اور مہتمم کا چشم پوشی کرنا
- ۱۹۴ مہتمم یا متولی کے پاس جو چندہ کی رقم جمع ہے اس کو اپنے تصرف میں لانا یا قرض دینا
- ۱۹۵ مسجد کی امانت میں سے قرض دینا درست نہیں
- ۱۹۵ چندہ کی کچھ رقم رکھی ہوئی ہے اب اس کا مصرف ختم ہو گیا ہے اس کو کہاں صرف کیا جائے؟
- ۱۹۶ امانت کے روپے سے کوئی تجارت کرے تو نفع کس کا ہے؟
- ۱۹۶ امانت رکھنے والا لاپتا ہو جائے تو امانت کو کیا کرے؟
- ۱۹۷ درزی کی دکان میں امانت رکھے ہوئے کپڑے کو فروخت کر کے دکان کا کرایہ وصول کرنا
- ۱۹۷ سامان منگوانے کے واسطے کسی کو روپیہ دیا اور راستہ میں چوری ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ ...
- ۱۹۸ مالک کی طلب پر امانت کا روپیہ نہ دیا اور ضائع ہو گیا تو امانت دار ضامن ہوگا
- مودع کی وفات کے بعد ایک شخص ودیعت کا دعویٰ کرتا ہے اور ورثاء انکار کرتے ہیں تو
- ۱۹۹ کیا حکم ہے؟
- ۲۰۰ امانتی زیور جہاں رکھنے کو کہا تھا وہاں نہیں رکھا اور چوری ہو گیا تو کیا حکم ہے؟
- ۲۰۰ امانت کی چیز کو ہدیہ سمجھ کر خرچ کر لیا تو کیا حکم ہے؟
- ۲۰۱ شوہر نے بیوی کی امانت رقم خرچ کر دی تو بیوی شوہر کے ترکہ میں سے وصول کر سکتی ہے
- ۲۰۱ امانت واپس کرنے کے سلسلہ میں ہندو کی قسم معتبر ہے یا نہیں؟

- ✽ کارِ خیر میں خرچ کرنے کے لیے وکیل کے پاس جو رقم امانت رکھی تھی وہ مالک کے مرنے کے بعد ترکہ میں شامل ہوگی ۲۰۲
- ✽ امانت رکھوانے والا مرتد ہو جائے تو اس کی امانت واپس کی جائے یا نہیں؟ ۲۰۲
- ✽ جس کے پاس مختلف قسم کی امانتیں تھیں وہ مر گیا تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۳
- ✽ ربیب کی شادی میں اس کی رقم بلا اجازت خرچ کرنا ۲۰۳

عاریت کا بیان

- ✽ مستعار مکان میں وراثت کا دعویٰ کرنا درست نہیں ۲۰۴
- ✽ مستعار مکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟ ۲۰۵
- ✽ دودھ پینے کے لیے کسی کو گائے عاریت کے طور پر دینا درست ہے ۲۰۵
- ✽ مستعار بیل واپس کرنے کے بعد مر جائے تو اس کی قیمت وصول کرنا درست نہیں ۲۰۶
- ✽ مستعار چیز گم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۷
- ✽ یہ یاد نہیں رہا کہ مستعار کتاب واپس کی یا نہیں تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۷
- ✽ میں نے یہ انجن تم دونوں کے لیے کر دیا: تمہلیک منافع (عاریت) ہے ۲۰۸

ہبہ کا بیان

- ✽ زبانی ہبہ کرنے کا طریقہ ۲۱۰
- ✽ وارث کے لیے ہبہ درست ہے، اور وصیت نادرست اور ہبہ اور وصیت میں فرق ۲۱۰
- ✽ بوقت ہبہ موہوب لہ کا مجلس ہبہ میں موجود ہونا ضروری نہیں ۲۱۱
- ✽ ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ۲۱۲
- ✽ باپ نے اپنی حیات میں بیٹوں کو جائیداد تقسیم کر کے دے دی ہو تو باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کچھ رد و بدل نہیں کر سکتے ۲۱۴
- ✽ کسی اولاد کو زیادہ اور کسی کو کم دینا ۲۱۵

- ۲۱۵ مرض موت کی تعریف
- ۲۱۶ مرض موت میں ہبہ کرنے کا حکم
- ۲۱۹ مشاع یعنی مشترک چیز کو ہبہ کرنے کا حکم
- ۲۲۲ اگر کسی نے مشترک جائیداد ہبہ کی ہو تو موہوب لہ تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟
- ۲۲۳ ایک قریہ کی جائیداد ایک لڑکے کو اور دوسرے قریہ کی جائیداد بقیہ اولاد کو ہبہ کرنے کا حکم
- ۲۲۴ نیوتا کا حکم
- ۲۲۵ شوہر نے بیوی کو جو زیورات دیے ہیں ان کا مالک کون ہے؟
- نکاح کے وعدہ پر محبوبہ کو جو ساز و سامان دیا ہے نکاح نہ ہونے کی صورت میں اس کا مالک کون ہے؟
- ۲۲۶ گروی رکھی ہوئی جائیداد ہبہ کرنا
- ۲۲۷ دین مانع ہبہ نہیں
- ۲۲۷ باپ نے فرضی طور سے بیٹے کے نام پر جو زمین خریدی ہے اس کا مالک کون ہے؟
- ۲۲۷ نابالغ لڑکوں کے نام سے جائیداد خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے کافی نہیں
- ۲۲۸ ہبہ نامہ میں موہوب لہ کی بیوی کا نام لکھایا، تو موہوب کا مالک کون ہوگا؟
- ۲۲۸ ہبہ شدہ جائیداد موہوب لہ اور واہب کے ورثاء میں سے کس کو ملے گی؟
- ۲۲۹ بھائی کے نام سے ہبہ شدہ جائیداد میں بہن کے ورثاء کا کچھ حق نہیں
- ۲۲۹ ہبہ ایجاب و قبول سے صحیح اور قبضہ سے تام ہوتا ہے
- ۲۳۰ ہبہ میں قبول ضروری ہے یا قبضہ کافی ہے؟
- ۲۳۰ افتادہ زمین کا ہبہ صحیح ہے
- ۲۳۱ واہب اگر موہوبہ مکان کو خالی نہ کرے تو کیا حکم ہے؟
- ۲۳۱ موہوبہ جائیداد پر واہب کا خود قابض رہنا
- ۲۳۲ نابالغ موہوب لہ کی طرف سے باپ کا قبضہ کافی ہے

- ✽ باپ کی وفات کے بعد دادا نے نابالغ پوتے کو مکان ہبہ کیا اور اس پر زندگی بھر دادا کا قبضہ رہا تو ہبہ صحیح ہے ۲۳۲
- ✽ نابالغ کا ہبہ قبول کرنا درست ہے ۲۳۳
- ✽ گونگی بہری عورت کا اشارہ سے ہبہ کرنا ۲۳۳
- ✽ بیٹی اپنا مہر وصول کر کے باپ کو ہبہ کر دے تو کیا حکم ہے؟ ۲۳۴
- ✽ جو چیز کسی جدیہ کو ہبہ کی گئی ہے اس میں تصرف کرنا ۲۳۴
- ✽ میت کو کتابیں ہبہ کر کے واپس لینا ۲۳۴
- ✽ راستے میں کسی نے یہ کہہ کر مال رکھ دیا کہ جو شخص پہلے اٹھائے گا اسی کا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ۲۳۵
- ✽ ہبہ نامے پر موہوب لہ کے دستخط نہ ہوں تب بھی ہبہ صحیح ہے ۲۳۵
- ✽ صحت ہبہ کے لیے ہبہ نامے کی رجسٹری کرنا ضروری نہیں ۲۳۶
- ✽ جوزمین موہوب لہ کے قبضہ میں ہے وہ سرکاری رجسٹر میں واہب کے نام درج ہے تو اس کا مالک کون ہے؟ ۲۳۶
- ✽ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد وغیرہ تقسیم کرنے کا طریقہ ۲۳۶
- ✽ اولاد کو ہبہ کرنے کے سلسلے میں حنفیہ کا مذہب ۲۳۸
- ✽ بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے زیادہ دینا ۲۳۹
- ✽ بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو زیادہ دینا کب درست ہے؟ ۲۴۰
- ✽ نافرمان لڑکے کو محروم کرنا ۲۴۰
- ✽ بے نمازی اور آوارہ لڑکے کو محروم رکھنا ۲۴۱
- ✽ بیٹی کو محروم رکھ کر پوتوں کو جائداد ہبہ کرنا ۲۴۱
- ✽ بیٹے کی موجودگی میں کل جائداد پوتے کو ہبہ کرنا ۲۴۲
- ✽ بھتیجے کو محروم رکھ کر تمام جائداد نو اسے کو دینا ۲۴۳
- ✽ بیٹوں کے نام ہبہ کی ہوئی جائداد میں بیٹیوں کو تنسیخ ہبہ کا حق ہے یا نہیں؟ ۲۴۳

- ۲۴۳ غیر وارث کو اپنا تمام مال ہبہ کرنا
- ۲۴۴ فوت شدہ لڑکے کا حصہ اس کی بیٹی اور بیوہ کو دینا
- ۲۴۴ مکان ہبہ کر کے اس کا عوض لینا اور یہ شرط لگانا کہ تاحیات میں قابض رہوں گا
- ۲۴۵ دین مہر کے عوض بیوی کو اپنی جائیداد ہبہ کرنا اور شرط لگانا
- ۲۴۵ ہبہ بالعوض میں عوض کا مجہول ہونا
- ۲۴۶ ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- ۲۴۷ بھائی کو اپنی جائیداد وغیرہ ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں
- ۲۴۸ شوہر نے بیوی کو جو چیزیں ہبہ کی ہیں ان کو زبردستی واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟
- ۲۴۸ پوتی کو اپنی جائیداد ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں
- ۲۴۹ زیادتی متصلہ کے بعد ہبہ سے رجوع کرنا درست نہیں
- ۲۴۹ مطلقہ عورت کو جائیداد ہبہ کر کے واپس لینا
- ۲۴۹ باپ نے بیٹے کو جو مکان ہبہ کر دیا اس کو باپ کسی ضرورت کی وجہ سے بھی واپس نہیں لے سکتا
- ۲۴۹ ایک دوست نے دوسرے دوست کو جو چیز دی ہے نا اتفاقی کے بعد اس کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟
- ۲۵۰ بدکار عورت نے حرام مال سے جو زمین خریدی ہے اس کو قرآن شریف کے عوض ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟
- ۲۵۱ جس ہبہ نامے کے تمام گواہ فوت ہو چکے ہوں یا نہ ہوں وہ معتبر ہے یا نہیں؟
- ۲۵۱ فالج زدہ شخص کا اپنی جائیداد میں بیع، ہبہ، محابات وغیرہ تصرفات کرنا
- ۲۵۳ ہبہ بہ شکل بیع کا حکم
- ۲۵۵ بہن بہ خوشی متروکہ جائیداد میں سے اپنا حصہ بھائیوں کو دیدے اور لادعویٰ لکھ دے تو کیا حکم ہے؟
- ۲۵۵ سرکار نے جو زمین رعایا کو دے دی اس کی پیداوار حلال ہے

اجارے کا بیان

- ۲۵۶ اجارہ کی حقیقت ❁
- ۲۵۶ صحت اجارہ کے لیے مدت اور اجرت کی تعیین ضروری ہے ❁
- ۲۵۷ شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے ❁
- ۲۵۸ مدت ختم ہونے سے پہلے اجارہ فسخ کرنا ❁
- ۲۶۰ مدت اجارہ پوری ہونے سے پہلے کرایہ دار مکان چھوڑنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ ❁
- ۲۶۰ کرایہ دار مفلس ہو جائے تو اجارہ فسخ کر سکتا ہے ❁
- ۲۶۱ اجارہ پردی ہوئی زمین اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے کسی اور کے ہاتھ بیچ دینا ❁
- ۲۶۲ اجارہ نسلاً بعد نسل درست نہیں ❁
- ۲۶۳ اجارہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ❁
- ۲۶۳ اجیر پر ضمان ہے یا نہیں؟ ❁
- ۲۶۴ جزمین اجارہ پر لی ہے اس پر قبضہ کا استحقاق کب ہوتا ہے؟ ❁
- ۲۶۴ مال نیلام کرنے کی اجرت فیصدی کے حساب سے لینا جائز نہیں ❁
- ۲۶۵ ملازمت کے لیے حلفیہ عہد و پیمان کرنا ❁
- ملازم سے یہ معاہدہ کرنا کہ ملازمت چھوڑنے کی اطلاع پندرہ روز پہلے دینی ہوگی ورنہ
- ۲۶۵ تنخواہ نہیں دی جائے گی ❁
- ۲۶۶ استاذ کا مہتمم کو اطلاع دیے بغیر دوسرے مدرسہ میں چلا جانا ❁
- ۲۶۶ فاسد اجارہ کا حکم ❁
- زمین دار نے کاشتکار کو جزمین دے دی اُس کو جزمین دار یا اس کے ورثاء واپس
- ۲۶۷ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ❁
- ۲۶۷ زمین کو اجارہ پر دینا درست ہے ❁
- ۲۶۸ زمین کے ایک قطعہ میں سے لافعلی تعیین کچھ زمین اجارہ پر دینا درست نہیں ❁

- ۲۶۸ اجارہ فاسدہ میں مقررہ اجرت کے بجائے اجرت مثل دینا ضروری ہے
- ۲۶۸ پیشگی روپیہ دے کر کئی سال کے واسطے زمین اجارہ پر لینا
- ۲۶۹ ہفتہ واری بازار کا ٹھیکہ لینا
- ۲۶۹ عاقدین میں سے ایک کی موت سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے
- ۲۷۰ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے
- ۲۷۰ دینی علوم کی تعلیم اور وعظ پر اجرت لینا جائز ہے
- ۲۷۱ مسجد کے ملازم کو زمانہ علالت کی تنخواہ دینا
- مہتمم نے ایام تعطیل میں کام کرنے کے لیے کسی مدرس کو کہا اور مدرس نے ایام تعطیل میں کام نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟
- ۲۷۱ امامت و اذان پر اجرت لینا اور امام و مؤذن کو زکوٰۃ، صدقہ فطر اور چرم قربانی کی قیمت دینا
- ۲۷۲ متولی نے امام کو بہ غرض ملازمت بلایا ہے تو راستہ کا خرچہ کس کے ذمے ہے؟
- ۲۷۳ امام اپنی ذمہ داری نہ نبھائے تو ان کو تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟
- ۲۷۳ تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے
- بلا اجرت نماز پڑھانے والے کی موجودگی میں اجرت پر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
- ۲۷۴ امام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہو تو باقی ماندہ تنخواہ وصول کر سکتا ہے
- ۲۷۴ امام کو رعایتی رخصت کے زمانہ کی اجرت دینا درست ہے
- ۲۷۵ باجہ بجانے والے اور بھیک مانگنے والے نمازیوں سے تنخواہ لینا جائز ہے
- ۲۷۵ امام فارغ اوقات میں دوسری ملازمت کر سکتا ہے
- ۲۷۵ امام و مدرس کا ایام رخصت کی تنخواہ لینا اور اپنا نائب مقرر کرنا
- ۲۷۶ تنخواہ دار امام رخصت لے سکتا ہے
- ۲۷۶ جو امام صرف ایک وقت کی امامت کرتا ہے وہ امامت کی پوری تنخواہ نہیں لے سکتا
- ۲۷۷ امام کے مقررہ وظیفہ میں اہل محلہ کمی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

- ۲۷۷ امام کا اپنا نائب مقرر کرنا اور اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ اُسے دینا
- ۲۷۷ مہتمم کا خلاف ضابطہ کسی ملازم کو چھٹی دینا
- ۲۷۸ ناظم مدرسہ بیماری کے زمانہ کی تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟
- ۲۷۸ مدرس کو ایام رخصت اور ایام بیماری کی تنخواہ لینا درست ہے
- ۲۷۹ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر مدرس کو جو مال دیا جاتا ہے اس کا حق دار کون ہے؟
- ۲۷۹ جو مدرسہ سرکار سے امداد لیتا ہے اس میں ملازمت کرنا
- ۲۸۰ دفع بلا کے واسطے مسجد میں سورہ یونس پڑھ کر اجرت لینا
- ۲۸۱ کرایہ کی دکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟
- ۲۸۱ وعظ کہنے اور فتاویٰ لکھنے کی اجرت لینا
- جن شرائط پر مدرس کا تقرر ہوا ہے ان کو توڑ کر از سر نو معاملہ کرنا اور علیحدگی پر مدرس کا چند ماہ کی زائد تنخواہ طلب کرنا
- ۲۸۳ مدرس کا دس پانچ منٹ اپنی ضرورت کے لیے مدرسہ سے چلا جانا
- ۲۸۴ تعویذ و عملیات پر اجرت لینا درست ہے
- ۲۸۵ مسجد کی زمین کی آمدنی میں سے امام کو تنخواہ دینا
- ۲۸۵ دلالی لینا جائز ہے
- ۲۸۵ آڑھت کا دونوں جانب سے لینا اور آڑھتی کا عمدہ پھل چھانٹ کر لینا درست ہے یا نہیں؟
- ۲۸۸ دلالی بائع و مشتری دونوں سے لینا درست ہے
- ۲۸۹ بائع اور مشتری دونوں سے دلالی لینا کب جائز ہے؟
- ۲۸۹ کپڑے بیچنے کی دلالی میں فی روپیہ ایک پیسہ کی دلالی لینا
- عدالت نے کرایہ دار کو تین ماہ میں دکان خالی کرنے کا حکم دیدیا تو کرایہ دار اس فیصلہ کی اپیل دائر کر سکتا ہے یا نہیں؟
- ۲۹۰ مکان کرایہ پر دینا سود نہیں
- ۲۹۱

- کرایہ دار نے جس شخص کو اپنے ساتھ کرایہ کے مکان میں شریک کیا ہے اس کو علیحدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۹۱
- طے شدہ کرایہ میں سے کچھ رقم چھوڑ دینا درست ہے ۲۹۱
- پنشن لینا جائز ہے ۲۹۲
- سرکار سے پنشن لینا درست ہے ۲۹۳
- دارالحرب میں پولس اور فوج میں ملازمت کرنا اور اس پر پنشن لینا ۲۹۳
- فوت شدہ شخص کی پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟ ۲۹۳
- تنخواہ میں سے وضع شدہ رقم پر کچھ اضافہ کر کے دینا درست ہے ۲۹۴
- اسکول کی کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر سود دینا ۲۹۴
- گورنمنٹ انعام اور سود کے نام سے جو رقم ملازمین کو دیتی ہے اس کا لینا درست ہے ... ۲۹۵
- نکاح خوانی کی اجرت لینا درست ہے ۲۹۵
- نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے ۲۹۶
- نکاح خواں کی اجرت میں دوسرے رشتہ داروں کا کچھ حق نہیں ۲۹۸
- مشن اسکول میں نوکری کرنا ۲۹۸
- گورنمنٹ اسکولوں میں عربی پڑھانے کی ملازمت کرنا ۲۹۹
- میونسپل بورڈ کی ملازمت کرنا اور اس کے لیے رائے دینا ۳۰۰
- رشوت، سود، کسی اور وکیل کی کمائی میں فرق ۳۰۱
- غیر معتبر قصے بیان کرنے والے واعظ کا وعظ سننا اور اس کو کچھ دینا ۳۰۱
- ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھ کر اجرت لینا ۳۰۲
- مرنے کے بعد ایصال ثواب کے لیے زندگی میں اجرت دے دینا ۳۰۴
- تراویح میں قرآن سنا کر اجرت لینا ۳۰۴
- نابینا مفلس امام کی تراویح میں قرآن سننے کے بعد امداد کرنا ۳۰۵

- ✽ اجرت لے کر تراویح میں قرآن شریف سنانے کی صورت میں تراویح کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ ۳۰۵
- ✽ اجرت لے کر قبور پر قرآن شریف پڑھنا ۳۰۵
- ✽ ختم اور فاتحہ خوانی پر اجرت لینا ۳۰۶
- ✽ ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا ۳۰۶
- ✽ وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا ۳۰۷
- ✽ کمیشن پر چندہ کرنا ۳۰۸
- ✽ سفیر نے کمیشن پر جو چندہ کیا ہے اس میں سے سفیر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینا ۳۰۸
- ✽ نصف، ثلث یا ربع چندہ پر سفارت کرنا ۳۰۹
- ✽ چندہ وصول کرنے کے لیے ملازم رکھنے کی چند فاسد صورتیں ۳۱۰
- ✽ گائے یا بھینس گا بھن کرانے کی اجرت لینا ۳۱۱
- ✽ یتیم بچوں کے مال میں سے معلم کو تنخواہ دینا ۳۱۲
- ✽ یتیم بچوں کا مکان دس برس تک کرایہ پر دینا ۳۱۲
- ✽ استاذ کا ختم قرآن پر بچوں سے کچھ لینا ۳۱۳
- ✽ نماز جنازہ پڑھانے پر اجرت لینا ۳۱۴
- ✽ امامت کی اجرت میں صدقہ فطر اور عشر کا غلہ دینا ۳۱۴
- ✽ ایک مٹھی چاول اللہ واسطے نکال کر امام و مؤذن کو تنخواہ میں دینا ۳۱۵
- ✽ تعویذ گنڈے کو روزگار بنانا ۳۱۵
- ✽ تعویذ گنڈے کے نام پر دھوکے سے پیسہ لینا ۳۱۵
- ✽ رنڈیوں سے لیا ہوا تعویذ گنڈے کا نذرانہ حلال ہے یا نہیں؟ ۳۱۶
- ✽ ڈاک خانہ کی ملازمت جس میں سود کا حساب لکھنا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ ۳۱۶
- ✽ بینک میں ملازمت کرنا اور سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا ۳۱۶

- ۳۱۷ سود خوار، راشی اور غاصب کے یہاں ملازمت کرنا اور ان سے دیگر معاملات کرنا
- ۳۱۷ شراب فروش کو مکان کرایہ پر دینا
- ۳۱۹ شراب کے ڈرم اٹھانے کی اجرت لینا
- ۳۱۹ شراب کا حساب لکھنے کی نوکری کرنا
- ۳۱۹ محکمہ شراب میں ملازمت کرنا
- ۳۲۰ جس دکان میں شراب کے علاوہ اور چیزیں بھی بکتی ہیں اس میں نوکری کرنا
- ۳۲۰ مسکرات کا ٹھیکہ لینا
- ۳۲۰ مسجد کا کچھ حصہ کرایہ پر دینا
- ۳۲۱ مرہونہ زمین مرتہن کو اجارے پر دینا
- ۳۲۲ چھپنے لگانے کا پیشہ کرنا کیسا ہے؟
- ۳۲۲ غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت کا حکم
- ۳۲۲ معین غلہ کے عوض زراعتی زمین کا اجارہ درست ہے
- ۳۲۳ درختوں کو اجارہ پر دینا درست نہیں
- ۳۲۴ مسلمان بنانے پر اجرت لینا
- ۳۲۴ اعانت علی المعصیت والے اجارے کا حکم
- ۳۲۶ مسجد کی دکانوں کو تین سال کے لیے ٹھیکہ پر دینا
- ۳۲۶ مزدور نے جو بھیتی کاٹی ہے اس میں سے کاٹنے کی اجرت دینا درست نہیں
- ۳۲۷ مزدور کو اسی کے کیے ہوئے کام میں سے مزدوری دینا کب درست ہے؟
- ۳۲۸ گیہوں یا چاول پسوا کر اسی میں سے اجرت دینا
- ۳۲۸ ذبح کرنے کی اجرت لینا
- ۳۲۸ ذبح کرنے کی اجرت میں گوشت لینا
- ۳۲۹ ناف ملنے کی اجرت لینا

- ۳۲۹ بچے کے کان میں اذان کہنے پر رقم لینا ❀
- ۳۲۹ جو شخص سود لیتا ہے اس کے یہاں ملازمت کرنا ❀
- ۳۲۹ جس محکمہ میں سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں، اُس میں ملازمت کرنا ❀
- ۳۳۰ ایسی ملازمت کرنا جس میں جاندار کی تصویر کشی کرنی پڑتی ہے ❀
- ۳۳۰ خلاف شرع کام پر ملازمت کرنا ❀
- ۳۳۱ زمین اجارے پر لے کر مالک کو یا دوسرے کو اجارہ پر دینا ❀
- ۳۳۱ غیر کی زمین میں درخت لگانے کا حکم ❀
- ۳۳۱ جانور پالنے کے لیے بٹائی پر دینا ❀
- ۳۳۲ رنڈی کے لڑکوں کو پڑھا کر تنخواہ لینا اور رنڈی کی نبض دیکھ کر فیس لینا ❀
- ۳۳۲ جھیل و دریا ماہی گیروں کو کرایہ پر دینا ❀
- ۳۳۲ خدمت گاران سے اجرت مقرر کیے بغیر خدمت لینا ❀
- ۳۳۵ جو شخص از خود دین کی خدمت کرتا ہے اس کا نفقہ اہل قصبہ پر واجب ہے؟ ❀
- ۳۳۵ قصابی کا پیشہ کرنا جائز ہے ❀
- ۳۳۶ مالک نے جو مکان کرایہ پر دیا ہے اس کو فروخت کرنا ❀
- ۳۳۶ خا کرو ب کا پیشہ کرنا اور اس پر اجرت لینا ❀
- ۳۳۷ سود خور کے یہاں ملازمت کرنا ❀
- ۳۳۷ افیون کے تاجر کے یہاں ملازمت کرنا ❀
- ۳۳۸ گھٹیا دو اتیار کرنے والے حکیم کے یہاں ملازمت کرنا ❀
- ۳۳۸ زانیہ عورت کا دودھ بچہ کو اجرت پر پلانا ❀
- ۳۳۹ جو آٹا پیسا ہے اس کے علاوہ آٹا اجرت میں دینا درست ہے ❀
- ۳۳۹ خنزیر کی تجارت کے متعلق خطوط لکھنے پر اجرت لینا درست نہیں ❀
- ۳۳۹ رنڈیوں کی مزدوری کرنا اور ان سے تنخواہ لینا ❀

- ۳۳۹ میت کو غسل دینے کے لیے کسی کو نوکر رکھنا ❀
- ۳۴۰ میت کو قبر میں اتارنے کی قیمت لینا ❀
- ۳۴۰ حکم کا عدالت سے یا فریقین سے فیس لینا ❀
- ۳۴۲ جنگی کی طرف سے مقرر طبیب کا جنگی سے تنخواہ لینا ❀
- سال بھر کے لیے دکان کرایہ پر لے کر درمیان سال میں بیماری کی وجہ سے چھوڑ دے ❀
- ۳۴۲ تو کیا حکم ہے؟ ❀
- ۳۴۳ مکان کی قیمت کے بقدر کرایہ ادا کرنے سے بھی کرایہ دار مکان کا مالک نہیں بنتا ❀
- سرکاری قانون کے مطابق پندرہ سال گزرنے کے بعد کرایہ دار مکان کا مالک بن سکتا ❀
- ۳۴۳ ہے یا نہیں؟ ❀
- ۳۴۴ متولی وقف کا کام کیے بغیر اجرت لینا، اور مدرس وقف کو پیشگی تنخواہ دینا ❀
- ۳۴۵ بلا ٹکٹ ٹرین کا سفر کیا ہو تو اس کا کرایہ ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟ ❀
- ۳۴۵ ریلوے کا ملازم اگر بلا ٹکٹ کسی کو سفر کرائے تو کیا حکم ہے؟ ❀
- ۳۴۵ چودہ یا پندرہ سال کے لڑکے کا نصف ٹکٹ لینا ❀
- ۳۴۶ مسکین نابینا وغیرہ کا بلا کرایہ سفر کرنا ❀
- ۳۴۶ ہندوستان میں کفار سے سود لینا اور بلا کرایہ ریل میں سفر کرنا ❀
- ۳۴۷ طبیب و ڈاکٹر کا فیس مقرر کرنا اور لینا ❀
- ۳۴۷ بوجہ مصالحت پیروی کی ضرورت نہ رہے تو وکیل کو پیشگی دی ہوئی رقم واپس لینا ❀

غصب کا بیان

- ۳۴۸ قیامت کے دن غاصب کو کیا سزا ہوگی؟ ❀
- ۳۴۹ صدقہ خیرات کرنے کے لیے مریدوں سے زبردستی روپیہ وصول کرنا ❀
- ۳۵۰ غاصب سے اپنی زمین کسی بھی طریقے سے حاصل کرنا درست ہے ❀
- ۳۵۰ غصب کردہ چیز عیب دار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ❀

- ۳۵۱ زیادہ زمانہ گزرنے سے کسی کا حق ساقط نہیں ہوتا
- ۳۵۱ بلا اجازت کافر و مشرک کا مال کھانا حرام و غصب ہے
- ۳۵۲ یتیموں کے مال پر قبضہ کرنا سخت ظلم اور معصیت ہے
- ۳۵۲ مشترک مال میں سے کچھ رقم خفیہ طور پر علیحدہ رکھنا
- ۳۵۳ مستعار زیور فروخت کرنا بہ حکم غصب ہے
- ۳۵۳ نکاح خوانی کی اجرت نکاح خواں سے چھین لینا صریح ظلم ہے
- ۳۵۴ کسی سے جبراً زمین لے کر مدرسہ میں شامل کرنا
- ۳۵۴ دھوکہ سے کسی کی زمین لینے والا ظالم و غاصب ہے
- ۳۵۴ موروثی زمین کی تعریف اور حکم
- ۳۵۵ قرآن وحدیث کی روشنی میں کاشت موروثی کا حرام ہونا
- ۳۵۵ موروثی زمین کی دو صورتیں اور ان کے احکام
- ۳۵۶ موروثی زمین سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟
- ۳۵۶ کاشتکار موروثی زمین کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟
- ۳۵۶ ہندو کی موروثی زمین نہ چھوڑنا اور اس میں تصرف کرنا
- ۳۵۷ موروثی زمین کو ٹھیکہ پر دینا
- ۳۵۷ شرکاء میں سے ایک شریک موروثی زمین چھوڑنا چاہتا ہے تو کس طرح چھوڑے؟
- موروثی زمین کے لگان کا نقصان وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرنا اور دعویٰ میں
- ۳۵۸ سود کی رقم شامل کرنا
- ۳۵۸ موروثی کاشت کی آمدنی مسجد، مدرسہ اور مساکین پر صرف کرنا درست نہیں
- موروثی زمین کا لگان کم ہو تو زمیندار کسی ترکیب سے پورا لگان وصول کر سکتا ہے یا
- ۳۵۹ نہیں؟
- ۳۵۹ موروثی زمین کی آمدنی سے حج کرنا یا زکاة دینا
- ۳۶۰ موروثی زمین کی پیداوار کھانے والوں سے رشتہ داری رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

✽ غیر مالک کا بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کو پکڑ کر فروخت کرنا جائز نہیں ۳۶۰

شفعہ کا بیان

✽ ثبوت شفعہ کے دلائل ۳۶۱

✽ بلا شرکت وجوار کوئی شخص شفعہ نہیں ہو سکتا ۳۶۲

✽ پٹواری نے غلط طور سے جس کا نام سرکاری کاغذات میں درج کر دیا ہے وہ شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا ۳۶۳

✽ شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے اور طلب مواثبت وغیرہ نہ کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے ۳۶۳

✽ طلب شفعہ میں تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے ۳۶۴

✽ طلب مواثبت اور طلب اشہاد کا طریقہ اور طلب مواثبت کے گواہوں کا وقت کے بیان میں اختلاف کرنا ۳۶۷

✽ طلب مواثبت و اشہاد کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں ۳۶۸

✽ طلب اشہاد مبیع کے پاس کرنا بھی کافی ہے اور بیع نامہ میں زر ثمن زیادہ لکھ دیا گیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ۳۷۰

✽ اگر کسی جائداد کے چند شفعہ ہوں تو ہر شفعہ کے لیے پوری مبیع کا شفعہ طلب کرنا ضروری ہے ۳۷۱

✽ بعض مبیع کا شفعہ طلب کرنے سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے ۳۷۲

✽ بیع شدہ اراضی کے چند شفعہ ہوں تو تنہا ایک شفعہ پوری مبیع کا شفعہ طلب کر سکتا ہے ۳۷۳

✽ دو خریداروں میں سے ایک سے شفعہ طلب کرنا ۳۷۳

✽ شریک فی حق المبیع کے ہوتے ہوئے جار ملاصق شفعہ کا حق دار نہیں اور جار ملاصق

کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا ۳۷۴

✽ شریک فی حق المبیع فروخت شدہ مکان لینا نہ چاہے تو جار ملاصق لے سکتا ہے ۳۷۵

- ✽ بیٹے جس مکان کی وجہ سے شفعہ کے دعویدار ہیں وہ باپ کی ملک ہو تو بیٹے شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے ۳۷۶
- ✽ فاتر العقل اور مجنون کی طرف سے اس کا ولی شفعہ طلب کر سکتا ہے ۳۷۷
- ✽ شفیع کا غیر کے واسطے شفعہ طلب کرنا اور اس صورت میں مشتری کا زیادہ قیمت طلب کرنا ۳۷۸
- ✽ شفیع کو حق شفعہ سے محروم کرنے کے لیے زیادہ قیمت لکھوانا ۳۷۸
- ✽ جوزین مسجد سے متصل ہے اس کے شفعہ کا دعویٰ متولی یا اہل محلہ نہیں کر سکتے ۳۷۹
- ✽ موقوفہ جائداد کی طرف سے یا موقوفہ جائداد کا شفعہ طلب کرنا درست نہیں ۳۷۹
- ✽ مندر کی وجہ سے ہنود کو حق شفعہ حاصل نہیں ۳۸۰
- ✽ حق شفعہ میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں ۳۸۱
- ✽ شوہر نے دین مہر کے عوض بیوی کو جو مکان دیا ہے اس میں شفعہ کا دعویٰ کرنا درست ہے ۳۸۱
- ✽ زرٹمن لے کر اپنی جائداد کسی کو ہبہ کرنے سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا ۳۸۲
- ✽ رہن میں شفعہ نہیں ہوتا ۳۸۲
- ✽ ہبہ بلا عوض میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا ۳۸۲
- ✽ بیع فاسد میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ ۳۸۳
- ✽ شفعہ جو اساقط کرنے کا حیلہ ۳۸۳
- ✽ دوزمینوں کے درمیان سرکاری حد حائل ہو تو شفعہ جو ثابت ہوگا یا نہیں؟ ۳۸۵
- ✽ حق شفعہ باقی نہ رہنے کے باوجود مشتری نے شفیع کو جو جائداد دے دی، شفیع اس کا مالک ہو گیا ۳۸۶
- ✽ شفیع مکان کی فروختگی کو گواہوں سے ثابت کر کے شفعہ طلب کر سکتا ہے ۳۸۷

مزارعت کا بیان

- ✽ صحت مزارعت کی شرطیں ۳۸۸
- ✽ صحت مزارعت کے لیے پیداوار میں شرکت ضروری ہے ۳۸۹

- ۳۸۹ مزارعت کی ایک جائز صورت ❀
- ۳۹۰ بٹائی پر کھیت دینا ❀
- ۳۹۰ مزارعت کی چند فاسد صورتیں ❀
- ۳۹۱ مزارعت میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانا ❀
- ۳۹۱ مزارعت میں غلہ کی مقدار من و سیر سے مقرر کرنا درست نہیں ❀
- ۳۹۲ قرض حسنہ کی شرط پر زمین بٹائی پر دینا ❀
- ۳۹۳ مزارعت میں عشر کی ادائیگی کس کے ذمے ہے؟ ❀
- ۳۹۳ مسلمان ہندو کی زمین بٹائی پر کاشت کر سکتا ہے ❀
- ۳۹۴ کاشتکار اپنے حق کاشت کو نہ رہن رکھ سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے ❀
- ۳۹۴ کاشتکار کا مالک زمین کی اجازت کے بغیر زمین میں تصرف کرنا ❀
- ۳۹۴ کاشتکار یا زمیندار کا تقسیم سے پہلے پیداوار میں تصرف کرنا ❀
- ۳۹۵ بارہ برس کے بعد کاشتکار کا دعویٰ ملکیت کرنا ❀

ذباح اور شکار کرنے کا بیان

- ۳۹۶ شرائط و آداب ذبح ❀
- ۳۹۷ وقت ذبح جانور کو کس کروٹ پر لٹانا چاہیے؟ ❀
- ۳۹۸ ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانا اور شکار جب پانی پینے کے لیے تالاب پر آئے تو گولی مارنا ❀
- ۳۹۸ نحر کے معنی اور اونٹ کو نحر کے بجائے ذبح کرنا ❀
- ۳۹۹ راحت کے لیے ذبح کے بعد ذبیحہ کا سینہ کھولنا ❀
- ۳۹۹ ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے تک ذبیحہ کو دبائے رکھنا ❀
- ۴۰۰ ذبح کرنے کے بعد جانور کو آگ میں تپانا ❀
- ۴۰۰ بطخ اور مرغابی کے پردور کر کے کھال کے ساتھ آگ پر بھوننا ❀
- ۴۰۱ مرغ کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈالنا ❀

- ❁ ذبح کرتے وقت سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ وغیرہ پڑھنا ۴۰۱
- ❁ ذبح کے وقت پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا بسم اللہ اکبر؟ ۴۰۲
- ❁ پلے ہوئے کبوتر یا مرغی کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارنا ۴۰۲
- ❁ غلط تلفظ کے ساتھ بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنا ۴۰۲
- ❁ ذبح کی پوری نیت معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟ ۴۰۲
- ❁ مسلمان کا تکبیر پڑھنا اور غیر مسلم کا ذبح کرنا ۴۰۳
- ❁ جو جانور صحیح طریقے پر ذبح نہ ہوا ہو اس کو دوبارہ ذبح کرنا ۴۰۳
- ❁ اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کرنا ۴۰۴
- ❁ جس کا داہنا ہاتھ نہیں اس کا بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا ۴۰۴
- ❁ ذابح کا با وضو ہونا ضروری نہیں ۴۰۵
- ❁ مسلمان کا ہندو کے واسطے مرغ یا بکر ذبح کرنا ۴۰۵
- ❁ اجرت لے کر ذبح کرنا ۴۰۵
- ❁ فوق العقدہ ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟ ۴۰۵
- ❁ جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنا ۴۰۸
- ❁ ذبح کے وقت شکار نہ حرکت کرے نہ خون نکلے تو کیا حکم ہے؟ ۴۰۸
- ❁ ذبح کے وقت بیمار جانور یا شکار حرکت کرے یا خون نکلے تو ذبیحہ حلال ہے ۴۰۸
- ❁ ذبح کے وقت جانور کی صرف دو رگیں کٹیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا ۴۰۹
- ❁ دو رگیں کٹنے کے بعد جانور بھاگ گیا پھر دوسرے شخص نے پکڑ کر بقیہ رگیں کاٹیں تو ۴۰۹
- ❁ کیا حکم ہے؟ ۴۱۰
- ❁ حلقوم کاٹتے وقت جانور زندہ ہو اور بقیہ رگیں کاٹتے وقت بالکل مردہ ہو جائے تو کیا ۴۱۰
- ❁ حکم ہے؟ ۴۱۰
- ❁ بلی سے مرغی چھڑا کر ذبح کی اور خون ایک منٹ کے بعد نکلا تو کیا حکم ہے؟ ۴۱۰

- ❁ بلی یا غیر شکاری کتے نے مرغے کا سر جدا کر دیا پھر زندگی کی حالت میں ذبح کیا گیا
 ۴۱۱ تو کیا حکم ہے؟
- ❁ اس مرغی کے ذبح کرنے کا طریقہ جس کی گردن بلی نے جدا کر دی ہے
 ۴۱۱
- ❁ شکار کردہ جانور کا زیادہ حصہ درندہ نے چبا لیا ہو، مگر جانور زندہ ہے تو ذبح سے حلال نہیں ہوگا
 ۴۱۲
- ❁ شیر یا چیتے نے جس جانور کا گلہ زخمی کر دیا ہے وہ ذبح کرنے سے حلال ہوگا یا نہیں؟
 ۴۱۲
- ❁ جو جانور کنویں میں گر گیا اور ذبح کرنا دشوار ہو تو کیا کیا جائے؟
 ۴۱۲
- ❁ بندوق کی گولی لگنے سے شکار کا سر کٹ جائے یا ذبح کے وقت سر علیحدہ ہو جائے تو کیا
 ۴۱۳ حکم ہے؟
- ❁ ہر قسم کی چھری سے جس سے رگیں کٹ جائیں ذبح کرنا درست ہے
 ۴۱۴
- ❁ ہر دھار دار ہتھیار سے ذبح کرنا درست ہے
 ۴۱۴
- ❁ بندوق صاف کرنے کی سلاخ یا دھار دار پتھر سے شکار کو ذبح کرنا
 ۴۱۵
- ❁ مرغی یا کبوتر کو دھار دار ہتھیار سے زخمی کرنا
 ۴۱۵
- ❁ جس پرندے کو انگلیوں سے چیر کر ذبح کیا ہو اس کا کھانا حرام ہے
 ۴۱۶
- ❁ کلہاڑی مار کر ذبح کرنا
 ۴۱۶
- ❁ میخ سے ذبح کرنا
 ۴۱۶
- ❁ کھرپا سے ذبح کرنا
 ۴۱۷
- ❁ لاٹھی مار کر جان نکالنے سے جانور مردار ہو جاتا ہے
 ۴۱۷
- ❁ قصائی کا ذبیحہ حلال ہے
 ۴۱۷
- ❁ محض وہم اور شک سے قصائی کا ذبیحہ حرام نہیں ہوتا
 ۴۱۸
- ❁ عورت کا ذبیحہ حلال ہے
 ۴۱۸
- ❁ نابالغ عورت، مخنث اور اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟
 ۴۱۸
- ❁ جنبی کا ذبیحہ حلال ہے
 ۴۱۹
- ❁ جنبی، حائضہ اور نفساء کا ذبیحہ حلال ہے
 ۴۱۹

- ۴۱۹ یہودی یا عیسائی عورت کا ذبیحہ درست ہے مگر احتیاط کرنا اچھا ہے
- ۴۲۰ ناخواندہ شخص کے ذبیحہ کا حکم
- ۴۲۰ دیوانہ مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟
- ۴۲۰ گونگے اور دیوانہ مسلم کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟
- ۴۲۱ غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے
- ۴۲۱ عنین کا ذبیحہ حلال ہے
- ۴۲۱ عمدۃ بسم اللہ ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں
- ۴۲۲ بھول سے بسم اللہ ترک ہو جائے تو ذبیحہ حلال ہے
- ۴۲۲ جاہل بے نمازی مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے
- ۴۲۲ بے نمازی، بے وضو اور طہارت کا خیال نہ رکھنے والے کا ذبیحہ حلال ہے
- ۴۲۲ فاسق کے ذبیحہ کا حکم
- ۴۲۳ بدعتی کے ذبیحہ کا حکم
- ۴۲۳ شیعہ کے ذبیحہ کا حکم
- ۴۲۵ قادیانی کے ذبیحہ کا حکم
- ۴۲۵ بدفعی کا ارتکاب کرنے والے شخص کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟
- ۴۲۶ مردار کی کھال اور ہڈی نکالنے والے کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟
- ۴۲۷ ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور جانور کو پکڑنے والا غیر مسلم ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۴۲۸ صرف ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضروری ہے
- ۴۲۹ کافر کے واسطے گلا گھونٹ کر جانور کو مارنا جائز نہیں
- ۴۳۰ کافر کے واسطے جانور کو جھٹکا سے مارنا جائز نہیں
- ۴۳۰ جھٹکا کے واسطے بکرا وغیرہ دینا یا دلانا کیسا ہے؟
- ۴۳۰ بسم اللہ پڑھ کر یا بغیر بسم اللہ کے چوری کی گائے ذبح کی تو کیا حکم ہے؟
- ۴۳۱ چوری کا بکرا ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے یا نہیں؟

- ✽ ہندو اور چمار نے جو بکر اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کرنے کے لیے دیا ہے اس کا
 ۴۳۱ کھانا حلال ہے یا نہیں؟
- ✽ غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا ۴۳۲
- ✽ اہل ہندو نے جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہیں ان کو مالکوں سے خریدنا اور ذبح
 ۴۳۴ کر کے کھانا
- ✽ بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا کھانا ۴۳۵
- ✽ پرندہ وغیرہ کو کسی کے سر پر گھوما کر ذبح کرنا ۴۳۵
- ✽ جو جانور غیر اللہ کے نام کا ہو اس کو نیت بدل کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا ۴۳۶
- ✽ جو جانور بزرگوں کی قبروں پر ذبح کیے جاتے ہوں ان کا حکم ۴۳۷
- ✽ جو مسلمان غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور ذبح کر کے کھاتے ہیں ان کے بارے میں
 ۴۳۸ شرعی حکم کیا ہے؟
- ✽ بارانِ رحمت کے لیے ولی کی قبر پر بیل وغیرہ ذبح کرنا ۴۳۸
- ✽ مہمان کے لیے مرغ یا بکرا ذبح کرنا ۴۳۹
- ✽ مسلمان سے ذبح کرا کر (کافر) کھٹیک گوشت فروخت کرتا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے
 ۴۴۰ یا نہیں؟
- ✽ ہندو سے گوشت خرید کر کھانا ۴۴۳
- ✽ مشرک سے گوشت خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ ۴۴۴
- ✽ مسلمان نے ذبح کیا اور غیر مسلم نے چمڑا اتارا تو کیا حکم ہے؟ ۴۴۴
- ✽ عیسائی ملازم کا دکان تک مسلمان کا ذبیحہ پہنچانا اور کولڈ اسٹور میں ذبیحہ رکھنا ۴۴۴
- ✽ بت پرست سے گوشت خرید کر کھانا ۴۴۵
- ✽ جس جانور کو ہندو نے ذبح کیا ہے مسلمانوں کے لیے اس کا گوشت کھانا حرام ہے ... ۴۴۶
- ✽ بھینس کے پیٹ میں بچہ مر گیا پھر بھینس کو ذبح کر دیا تو اس کا گوشت حلال ہے ۴۴۶

- ✽ جو جانور چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ہو اس کو ذبح کرنا چاہیے یا اپنی موت مرنے دینا چاہیے؟ ۴۴۷
- ✽ ذبیحہ کا گوشت ہندوؤں کے پانی سے صاف کرنا ۴۴۷
- ✽ مردہ بکری ذبح کر کے کھلانے والے اور کھانے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ ۴۴۸
- ✽ مذبح کے پیٹ میں سے بچہ نکلے تو کیا حکم ہے؟ ۴۴۹
- ✽ گائے ذبح کرنے کی حلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے ۴۴۹
- ✽ جو گھوڑی گدھے سے گابھن تھی اس کو ذبح کیا گیا تو اس کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ۴۵۰
- ✽ بکری کا بچہ کتے کے ہم شکل ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ۴۵۱
- ✽ گندگی کھانے والی مرغی کو کب ذبح کرنا چاہیے؟ ۴۵۲
- ✽ بکری یا گائے کے بچہ نے خنزیر کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۵۳
- ✽ بکری کے بچہ نے کتے کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۵۳
- ✽ حلال جانوروں کی تفصیل کہاں ہے؟ ۴۵۳
- ✽ گھوڑے کا گوشت کھانا اور قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ ۴۵۴
- ✽ کچھوا، مینڈک اور گھڑیال کا کھانا حرام ہے ۴۵۴
- ✽ ساہی (خاردار جنگلی چوہا) کھانا حرام ہے ۴۵۵
- ✽ کوّا حلال ہے یا حرام؟ ۴۵۶
- ✽ بگلا حلال ہے ۴۵۶
- ✽ گوہ کا کھانا حلال نہیں ۴۵۷
- ✽ خرگوش حلال ہے ۴۵۷
- ✽ پیلو مرغ حلال ہے ۴۵۸
- ✽ ایک پہاڑی جانور اور اس کا حکم ۴۵۹
- ✽ مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور حلال نہیں ۴۵۹
- ✽ غیر مذبح مچھلی کے حلال ہونے کی دلیل ۴۵۹

- ✽ طافی مچھلی کا کھانا مکروہ ہے ۴۶۰
- ✽ کتے وغیرہ شکاری جانور کی پکڑی ہوئی مچھلی حلال ہے چاہے اس میں سے کتے نے کچھ کھا لیا ہو ۴۶۰
- ✽ بڑی مچھلی جس کا وزن ایک من سے زائد ہو حلال ہے ۴۶۰
- ✽ سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا حلال ہے ۴۶۱
- ✽ جریٹ و مارماہی مچھلی حلال ہے ۴۶۱
- ✽ جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟ ۴۶۳
- ✽ جو مچھلیاں انتڑیوں سمیت خشک کی جاتی ہیں ان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ ۴۶۵
- ✽ نہایت چھوٹی مچھلیاں جن کی انتڑیاں نکالنا دشوار ہو ان کا کیا حکم ہے؟ ۴۶۵
- ✽ مذبوہ جانور میں کتنی چیزیں حرام ہیں؟ ۴۶۶
- ✽ حرام مغز حلال ہے یا مکروہ؟ ۴۶۷
- ✽ اوجھڑی حلال ہے ۴۶۸
- ✽ کنویں میں گرے ہوئے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر نیزہ یا گولی مارنا ۴۶۸
- ✽ جس شکار کو بندوق کی گولی لگی اور ذبح کرنے سے پہلے مر گیا اس کا کھانا حرام ہے ۴۶۹
- ✽ بندوق کا شکار ذبح سے پہلے مرجائے تو حرام ہو جاتا ہے ۴۷۰
- ✽ بندوق اور توپ سے شکار کرنا تعذیب بالنار میں داخل ہے یا نہیں؟ ۴۷۱
- ✽ بندوق کے ایک فائر سے بیس چڑیا شکار کرنے کے بعد تین چار کو ذبح کیا بقیہ مر گئیں تو کیا حکم ہے؟ ۴۷۱
- ✽ گولی کھا کر شکار ایسی جگہ گھس گیا کہ گردن ہاتھ نہیں آتی تو کیا کرے؟ ۴۷۲
- ✽ غلا، ڈھیلا اور گوپیا سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مرجائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ۴۷۳
- ✽ نوک دار تیر سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مرجائے تو حلال ہے ۴۷۳
- ✽ روزانہ شکار کرنا کیسا ہے؟ ۴۷۳
- ✽ جمعرات یا جمعہ کو شکار کرنا ۴۷۴

- ۴۷۴ شکاری کتابالنا اور اس سے شکار کرنا
- ۴۷۵ کتاب معلّم ہوتا ہے اور اس کا کیا ہوا شکار کب حلال ہوتا ہے؟
- ۴۷۶ معلّم کتاب شکار کو پکڑ کر جان سے مار ڈالے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟
- ۴۷۶ مچھلی پکڑنے کے لیے مینڈک یا کچھوے کو کانٹے میں لگانا
- ۴۷۷ مرے ہوئے جنین کے گوشت، کچھوے اور گائے کی کلیجی سے مچھلی کا شکار کھیلنا
- ۴۷۷ زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا
- ۴۷۷ جو مچھلی چھپ اُکھاڑ کر بھاگ گئی اس کا مالک کون ہے؟
- ۴۷۸ جو مچھلیاں کسی کے حظیرہ یا پنجرہ میں ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟
- ۴۷۹ جو مچھلیاں برسات میں کسی کے مملوکہ تالاب میں آگئی ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے
- ۴۷۹ شکاری پرندے سے مچھلی چھڑا کر کھانا
- ۴۷۹ جو گائیں وحشی ہو جاتی ہیں ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے
- ۴۸۰ شکار کا گوشت فروخت کرنا درست ہے

قربانی کا بیان

- ۴۸۱ قربانی کس پر واجب ہے؟
- ۴۸۱ صاحب نصاب پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے
- ۴۸۱ سب بھائی مالک نصاب ہوں تو ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے
- ۴۸۲ باپ اور بیٹے سب صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے
- ۴۸۲ مشترک مال میں جس کا حصہ نصاب سے کم ہے اس پر قربانی واجب نہیں
- ۴۸۲ بیوی کے پاس نصاب کے بقدر زیور ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے
- ۴۸۲ کرایہ پر دیے ہوئے مکان اور غیر مستعمل اسباب خانہ داری کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

- ✽ ایک شخص کسی قدر جائداد کا مالک ہے مگر اس کی آمدنی نا کافی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ۴۸۳
- ✽ صاحب قربانی کی نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صاحب قربانی کے والدین کی طرف سے قربانی کر دی تو کیا حکم ہے؟ ۴۸۴
- ✽ بلا اجازت مالک کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنا ۴۸۴
- ✽ بیچوے پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ۴۸۵
- ✽ صاحب نصاب نے اپنے کسی عزیز یا آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کی تو اس کے ذمے سے واجب قربانی ساقط نہیں ہوئی ۴۸۵
- ✽ صاحب نصاب کا ایک سال اپنی طرف سے اور دوسرے سال اپنی بیوی یا ماں کی طرف سے قربانی کرنا ۴۸۶
- ✽ جس پر قربانی واجب نہیں وہ ایک برس اپنی طرف سے اور دوسرے برس اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے ۴۸۶
- ✽ اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں ۴۸۷
- ✽ نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ۴۸۷
- ✽ نابالغ اولاد مالکِ نصاب ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۸۹
- ✽ بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ۴۸۹
- ✽ نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے، قربانی واجب نہیں ۴۸۹
- ✽ نابالغ اولاد کی طرف سے ان کے مال میں سے قربانی کرنا درست نہیں ۴۹۰
- ✽ جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کا قربانی کرنا درست ہے ۴۹۰
- ✽ قربانی کا روپیہ مظلومین، بیوگان اور یتامی کی امداد میں صرف کرنا اور قربانی نہ کرنا ۴۹۰
- ✽ جانوروں پر مہربانی کرنے کی غرض سے قربانی نہ کرنا ۴۹۱
- ✽ قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا ۴۹۱
- ✽ غیر اقوام کی رضا جوئی کے خیال سے گائے کی قربانی نہ کرنا، یا خفیہ طور سے کرنا ۴۹۳

- ✽ قربانی ایک اسلامی فریضہ ہے اس میں کسی قسم کی پابندی لگانا مذہب میں مداخلت ہے ۴۹۴
- ✽ کفار کے خوف سے قربانی نہ کرنا ۴۹۶
- ✽ قرض لے کر قربانی کرنا جائز ہے ۴۹۷
- ✽ قربانی کے لیے نامزد کیا ہوا بکرا فروخت کرنا کیسا ہے؟ ۴۹۷
- ✽ قربانی کے واسطے خریدا ہوا بکرا تنگ کرتا ہو تو اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ ۴۹۸
- ✽ مالدار عرفہ کے دن مفلس ہو گیا اور اس نے قربانی کے لیے جو جانور خریدا تھا وہ لنگڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ ۴۹۸
- ✽ قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے غریب پر اس کی قربانی کرنا کیوں ضروری ہے؟ اور مالدار پر کیوں نہیں؟ ۴۹۹
- ✽ میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے ۵۰۰
- ✽ میت کی طرف سے قربانی کرنے کا طریقہ ۵۰۱
- ✽ حضور پاک ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا ۵۰۱
- ✽ ایک گائے کی تمام مؤمنین کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے ۵۰۱
- ✽ کئی مردوں کی طرف سے ایک قربانی کرنا ۵۰۲
- ✽ ایک گائے کی زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے ۵۰۳
- ✽ اپنی اور اولاد متوفیہ کی طرف سے قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ ۵۰۳
- ✽ میت کی طرف سے وصیت کے بغیر واجب قربانی ادا نہیں ہوتی ۵۰۳
- ✽ جو مالدار مر گیا اس کی طرف سے ہر سال قربانی کرنا لازم نہیں ۵۰۴
- ✽ فوت شدہ شوہر یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا ۵۰۴
- ✽ ایک شخص نے والدین کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے گائے خریدی اور قربانی کرنے سے پہلے مر گیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۰۵
- ✽ ایام نحر کا ثبوت قرآن و حدیث سے ۵۰۵
- ✽ شہر میں قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟ ۵۰۸

- ۵۰۸ شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو قربانی کب کرنی چاہیے؟
- ۵۰۹ گاؤں میں قربانی کر کے شہر میں نماز کے لیے جانا درست ہے
- ۵۰۹ نماز عید سے پہلے قربانی کرنا
- ۵۱۰ گاؤں میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہے
- ۵۱۱ چھوٹے گاؤں میں جہاں لوگ عید کی نماز پڑھتے ہیں وہاں نماز سے پہلے قربانی کرنا
- ۵۱۱ عذر شرعی کی بنا پر دس ذی الحجہ کو عید کی نماز نہ ہوئی تو زوال کے بعد قربانی کر سکتے ہیں
- ۵۱۲ تیرہویں تاریخ میں قربانی کی تو کیا حکم ہے؟
- ۵۱۳ قضا قربانیوں سے سبکدوش ہونے کا طریقہ
- ۵۱۴ قضا قربانی کی قیمت افطاری میں صرف کرنا درست نہیں
- صاحب نصاب کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکا تو ایک متوسط بکرے یا مینڈھے کی قیمت
- ۵۱۴ صدقہ کرنا ضروری ہے
- ۵۱۴ قربانی کا جانور گم ہو گیا تو کیا حکم ہے؟
- ۵۱۵ ایام قربانی گزر جانے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو کیا حکم ہے؟
- ۵۱۵ قربانی کرنے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو اس کو کیا کرے؟
- ۵۱۶ قربانی کا جانور قریب المرگ ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟
- ۵۱۶ اپنی قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے
- ۵۱۷ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت شرکاء کا نام لینا ضروری نہیں
- ۵۱۷ قربانی کی خریداری یا ذبح کے وقت سب شرکاء کا موجود رہنا ضروری نہیں
- ۵۱۸ شرکاء کی نیتوں کا حال معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۵۱۸ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ کب کہنا چاہیے؟
- ۵۱۹ قربانی کے ہاتھ پیر پکڑنے والوں نے تکبیر نہ کہی ہو تو کیا حکم ہے؟
- قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کے بجائے دوسرے جانور کی قربانی کرنا کب
- ۵۱۹ درست ہے؟

- ۵۲۰ ان پڑھ آدمی بھی بسم اللہ کہہ کر قربانی ذبح کر سکتا ہے
- ۵۲۰ قربانی کرنے والے کے لیے یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے
- ۵۲۲ گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے
- ۵۲۳ حضور ﷺ کا ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کرنا
- ۵۲۳ گائے کی قربانی قرآن وحدیث سے ثابت ہے
- ۵۲۴ بھیڑ اور مینڈھے کی قربانی درست ہے
- ۵۲۴ بھینس کی قربانی جائز ہے
- ۵۲۵ گائے کی قربانی افضل ہے یا بکرے کی؟
- ۵۲۶ ہر قسم کے خسی کی قربانی کرنا جائز ہے
- ۵۲۷ گنجی بکری کی قربانی درست ہے
- ۵۲۷ بانجھ جانور کی قربانی درست ہے
- ۵۲۷ قریب الولادت گا بھن گائے کی قربانی بہ کراہت درست ہے
- ۵۲۸ گا بھن بکری کو قربانی کے واسطے خرید سکتے ہیں
- ۵۲۸ رسولی والے بکرے کی قربانی درست ہے
- ۵۲۹ کھانسنے اور دست کرنے والی گائے کی قربانی جائز ہے
- ۵۲۹ بیمار گائے کی قربانی کا حکم
- ۵۳۰ چھوٹے کان والے جانور کی قربانی درست ہے
- ۵۳۰ تہائی سے کم کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے
- ۵۳۰ جانور کے کان میں سوراخ ہو یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟
- ۵۳۱ جس بیل کی ناک چھیدی ہوئی ہو اس کی قربانی درست ہے
- ۵۳۱ جانور کی ایک آنکھ میں معمولی عیب ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۵۳۱ جس جانور کے اکثر دانت باقی ہیں اس کی قربانی درست ہے

- ۵۳۲ جس کے سینگ ظاہر نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے
- ۵۳۲ سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کب درست ہے؟
- ۵۳۳ قربانی کے لیے جو جانور خریدا تھا وہ عیب دار ہو گیا تو کیا حکم ہے؟
- ۵۳۴ جس جانور کے ایک سینگ کا آدھا خول اتر گیا ہے اس کی قربانی درست ہے
- ۵۳۴ قربانی کے لیے گراتے وقت جانور کا سینگ ٹوٹ جائے تو قربانی درست ہے
- ۵۳۴ داغدار جانور کی قربانی درست ہے
- ۵۳۵ جنگلی جانور اور پرندوں کی قربانی درست نہیں
- ۵۳۶ خنثی جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟
- ۵۳۷ جس گائے کے دو تھن سے دودھ نہیں آتا اس کی قربانی درست نہیں
- ۵۳۸ جس بکری نے عورت کا دودھ پیا ہو اس کی قربانی اور گوشت کا حکم
- ۵۳۸ جس بھیڑ کو سور کا گوشت کھلایا ہو اس کی قربانی کرنا جائز ہے
- ۵۳۸ ایک سال کے بکرے کی قربانی باتفاق ائمہ درست ہے
- ۵۳۹ کتنی عمر کے بکرے، بھیڑ اور دنبہ کی قربانی ہو سکتی ہے؟
- ۵۴۰ چھ ماہ کے بھیڑ اور دنبہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟
- ۵۴۱ ایک سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری ہو تو اس کی قربانی درست نہیں
- ۵۴۲ بکرا سال بھر سے ایک دن کم کا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں
- ۵۴۲ ۱۳/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال اس کی قربانی درست نہیں
- ۵۴۳ ۱۱/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال ۱۲ تاریخ کو اس کی قربانی درست ہے
- ۵۴۳ قربانی کے بکرے کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟
- ۵۴۳ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا
- ۵۴۴ قربانی اور نذر کے لیے مقرر کردہ جانور نے بچہ دیا تو کیا حکم ہے؟
- ۵۴۴ قربانی کے دنبہ کی اون کاٹنا
- ۵۴۵ جس برتن میں قربانی کے جانور کو چارہ کھلایا ہے اس کو صدقہ کرنا ضروری نہیں

- ۵۴۵ جس قربانی کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا اس کا کیا حکم ہے؟
- ۵۴۵ ایک قربانی میں کتنے حصے دار ہو سکتے ہیں؟
- ۵۴۶ ایک گائے میں سات سے کم حصہ دار ہو سکتے ہیں
- ۵۴۷ ایک گائے میں سات سے زیادہ حصہ دار نہیں ہو سکتے
- ۵۴۷ ایک قربانی میں سات حصہ دار ہوں تو قیمت کی تقسیم میں برابری ضروری ہے یا نہیں؟
- ۵۴۸ ایک گائے میں پانچ شریک ہوں تو حصے کس طرح تقسیم کریں؟
- ۵۴۸ جس شخص سے جانور خریدا ہے اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے
- ۵۴۸ شریک غائب کی طرف سے قربانی کرنے کے بعد اس کا حصہ ایک اور شخص کو شریک کر کے دے دیا تو کیا حکم ہے؟
- ۵۵۰ قربانی ہو جانے کے بعد کسی شریک کا اپنے حصے کو فروخت کرنا درست نہیں
- ۵۵۰ ایک حصہ میں چند آدمی شریک ہیں تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی
- ۵۵۰ ایک گائے میں شریک چھ آدمیوں کا مل کر ساتواں حصہ حضور ﷺ کی طرف سے کرنا
- ۵۵۱ چندہ کر کے میت کی طرف سے قربانی کرنا
- ۵۵۱ ایک گائے میں ایک حصہ حضور ﷺ کا، ایک حصہ قربانی کرنے والے کا اور پانچ حصے
- ۵۵۱ مرحوم رشتے داروں کے ہوں تو کیا حکم ہے؟
- ۵۵۲ ایک گائے کی قربانی اپنے اور مرحوم والدین کی طرف سے کرنا درست ہے
- ۵۵۲ سب گھر والوں کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کرنا کافی نہیں
- ۵۵۳ ذبح سے پہلے حصوں کی تعیین ضروری ہے
- ۵۵۳ ایک قربانی کے بعض حصے زندوں اور بعض حصے مرحومین کی طرف سے کرنا درست ہے
- ۵۵۴ مالدار ذبح سے پہلے اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے
- ۵۵۴ جو صاحب نصاب نہیں اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے
- ۵۵۵ مستورات کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے
- ۵۵۵ قربانی میں فاسق کی شرکت جائز ہے

- ۵۵۶ قربانی میں شیعہ کو شریک کرنا ❀
- ۵۵۶ قربانی میں قادیانی کو شریک کرنا ❀
- ۵۵۶ قربانی کے شرکاء میں سے کسی شریک کا الگ ہونا درست ہے ❀
- ۵۵۶ غریب پر صدقہ کیا ہوا جانور خرید کر قربانی کرنا ❀
- ۵۵۷ فاسد طریقہ پر بکرا خرید کر قربانی کرنا ❀
- ۵۵۸ بٹائی پر پلے ہوئے جانور کی قربانی کرنا ❀
- ۵۵۸ موروثی زمین کی پیداوار سے قربانی کرنا ❀
- ۵۵۸ مال حرام کی قربانی مقبول ہے یا نہیں؟ ❀
- ۵۵۹ کسی کا بکرا جبراً لے کر قربانی کرنا درست نہیں ❀
- ۵۵۹ کانچی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرنا درست ہے ❀
- ۵۶۱ سجادہ نشین سے جانور خرید کر قربانی کرنا ❀
- ۵۶۱ شراب فروش سے بکرا خرید کر قربانی کرنا ❀
- ۵۶۱ ادھار خریدے ہوئے بکرے کو چھوڑ کر گائے میں ایک حصہ لینا ❀
- ۵۶۲ بعض شرکاء کا گھر والوں کی دل جوئی کے لیے قربانی کرنا ❀
- ۵۶۲ مصلحت کی وجہ سے گائے کی قربانی نہ کرنا ❀
- ۵۶۳ ہنود نے قربانی کا گوشت دفن کر دیا تو قربانی ہوئی یا نہیں؟ ❀
- ۵۶۳ ذبح کرنے کے لیے نہیں لیتا: کہہ کر جو گائے خریدی ہے اس کی قربانی کرنا ❀
- ۵۶۴ قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کو بدلنا ❀
- ۵۶۴ واجب اور نفل قربانی کو ایک جانور میں جمع کرنا درست ہے ❀
- ۵۶۵ کوئی اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرے تو ثواب کس کو ملے گا؟ ❀
- ۵۶۵ ماں کی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے ضرورت مند کی امداد کرنا ❀
- ۵۶۵ قربانی کی ہڈی توڑنا درست ہے ❀
- ۵۶۶ قربانی کی ہڈیوں وغیرہ کو دفن کرنا ضروری نہیں ❀

- ۵۶۶ احاطہ مسجد میں قربانی کرنا
- ۵۶۶ صدقہ کے جانور میں شرائط قربانی کا ہونا ضروری نہیں

گوشت اور چرم قربانی کے مصارف و احکام

- ۵۶۷ اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے
- ۵۶۸ اپنی قربانی کا سارا گوشت خود کھانا اور مسکینوں کو نہ دینا
- ۵۶۸ فقیر کا اپنی قربانی میں سے خود کھانا اور اغنیاء کو کھانا درست ہے
- ۵۶۹ قربانی کا گوشت پکا کر چاول روٹی کے ساتھ کھانا درست ہے
- ۵۶۹ قربانی کا گوشت سکھا کر رکھنا درست ہے
- ۵۶۹ قربانی کرنے والوں کے یہاں قربانی کا گوشت بھیجنا
- ۵۷۰ قربانی کا گوشت سید کو دینا جائز ہے
- ۵۷۰ قربانی کا گوشت مسلمانوں کو دینا بہتر ہے
- ۵۷۰ قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا جائز ہے
- ۵۷۱ قربانی کا گوشت وغیرہ دھوبی و حجام کو دینا
- ۵۷۱ قصاب کو گوشت دینا کیسا ہے؟
- ۵۷۲ قربانی کے ساتوں حصے ایک ہی فیملی کے ہوں تو سب کے حصے تول کر تقسیم کرنا ضروری نہیں
- ۵۷۲ باقی ماندہ گوشت اندازے سے تقسیم کرنا
- ۵۷۳ پانچ آدمی اونٹ وغیرہ کی قربانی کریں تو گوشت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟
- ۵۷۳ آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم
- ۵۷۴ میت کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم
- ۵۷۵ والدین مرحومین کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم
- ۵۷۵ قربانی کا گوشت شادی میں استعمال کرنا درست ہے
- ۵۷۵ قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا چوری کرنا

- ۵۷۶ صاحبِ قربانی اپنی قربانی کی کھال خود استعمال کر سکتا ہے
- ۵۷۷ چرمِ قربانی سے ڈول، دسترخوان وغیرہ بنانا درست ہے
- ۵۷۷ صدقہ کرنے کی غرض سے قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے
- ۵۷۸ چرمِ قربانی اور اس کی قیمت کا بہتر مصرف
- ۵۷۹ چرمِ قربانی کے مستحق کون لوگ ہیں؟
- ۵۷۹ چرمِ قربانی کی قیمت کا مستحق کون ہے؟
- ۵۸۰ چرمِ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے
- ۵۸۰ قرض لے کر قربانی کی تو بھی قیمت چرم کا صدقہ کرنا ضروری ہے
- ۵۸۰ قربانی کا چمڑا فروخت کرنے سے پہلے واجب التصدق نہیں
- ۵۸۱ صاحبِ نصاب اور غیر صاحبِ نصاب کی قربانی کی کھالوں کا حکم ایک ہے
- ۵۸۱ چرمِ قربانی مسجد میں لگانا یا مؤذن کو دینا
- جو امام صاحبِ نصاب ہے اس کو قربانی کا چمڑا دینا یا فروخت کر کے مسکینوں کو کھانا کھلانا
- ۵۸۲
- ۵۸۳ مقروض امام کو چرمِ قربانی کی قیمت دینا
- ۵۸۴ چرمِ قربانی کی قیمت امام کو معاوضہ میں دینا
- ۵۸۴ چرمِ قربانی کی قیمت محتاج امام مسجد کو دینا
- ۵۸۵ چرمِ قربانی قاضی کو اس کا حق سمجھ کر دینا درست نہیں
- ۵۸۵ فقیر چرمِ قربانی کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کر سکتا ہے
- ۵۸۵ بہ حالتِ مجبوری چرمِ قربانی کی قیمت مسجد میں صرف ہو سکتی ہے یا نہیں؟
- ۵۸۶ قربانی کی کھالیں متولیوں کو مساجد بنانے کے لیے دینا درست نہیں
- ۵۸۸ قربانی کی کھالوں کی قیمت مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا
- ۵۸۸ چرمِ قربانی کی قیمت مسجد کے شامیانہ میں لگانا
- ۵۸۸ مسجد وغیرہ کے لیے لاعلمی سے چرمِ قربانی کے روپیہ سے اینٹیں خریدی گئیں تو کیا حکم ہے؟

۵۸۹		قیمتِ چرم قربانی سے دُکانات مسجد کا قرض ادا کرنا
۵۸۹		چرم قربانی مدرسہ میں دینا اور اس کی قیمت سے تنخواہ دینا
۵۹۲		قیمتِ چرم قربانی سے محتاج مدرسین کی تنخواہیں دینا
۵۹۳		قیمتِ چرم قربانی سے غنی مدرسین کی تنخواہیں دینا
۵۹۳		چرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر وقف کرنا
۵۹۴		چرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر طلبہ کو دینا
۵۹۴		چرم قربانی کی قیمت سے طلبہ کو وظیفہ دینا
۵۹۵		چرم قربانی کی رقم اسکول میں صرف کرنا
۵۹۵		چرم قربانی کی قیمت مسافر خانے میں صرف کرنا
۵۹۶		چرم قربانی کی قیمت مذہبی مقدمات میں صرف کرنا
۵۹۶		چرم قربانی کی قیمت تبلیغ اسلام میں صرف کرنا
۵۹۷		چرم قربانی کی رقم رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا
۵۹۷		چرم قربانی کی رقم سے محلہ میں فانوس روشن کرنا
۵۹۸		چرم قربانی کی قیمت سے سڑک بنانا
۵۹۹		چرم قربانی کی قیمت سے لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کرنا
۵۹۹		اغنیاء کو چرم قربانی یا اس کی رقم دینا
۶۰۰		چرم قربانی یا اس کی قیمت اپنے بالغ غریب لڑکے کو دینا
۶۰۰		چرم قربانی اور گوشت سید کو دینا
۶۰۰		قربانی کی کھال سقہ کو دینا
۶۰۱		قربانی کی اجرت میں گوشت یا چرم قربانی کی قیمت دینا
۶۰۱		چرم قربانی کی قیمت غیر مسلم کو دینا درست نہیں
۶۰۱		قربانی کی کھال، سری اور اوجھڑی وغیرہ میں کسی کا حق نہیں

- ✽ محتاج کو کچھ رقم اس نیت سے دینا کہ جب چرم قربانی کی قیمت وصول ہوگی تو اتنی رقم رکھ لوں گا ۶۰۲
- ✽ قربانی کی کھال دباغت کر کے فروخت کی ہو تو دباغت کا صرفہ لینا کیسا ہے؟ ۶۰۲
- ✽ چرم قربانی کی قیمت آئندہ قربانی تک گھر میں رکھنا ۶۰۳
- ✽ بعض شرکاء کا چرم قربانی کی قیمت بے موقع صرف کرنا ۶۰۳
- ✽ افسران کا زبردستی چرم قربانی وصول کرنا ۶۰۳

عقیقہ کا بیان

- ✽ عقیقہ کرنا مستحب ہے ۶۰۵
- ✽ عقیقہ کے چند احکام ۶۰۵
- ✽ عقیقہ نہ کرنے میں کوئی مواخذہ نہیں ۶۰۶
- ✽ دو ماہ کے بعد بھی عقیقہ کرنا اچھا ہے ۶۰۷
- ✽ عقیقہ کا وقت اور اس کے گوشت کی ہڈیاں توڑنا ۶۰۷
- ✽ لڑکے کے عقیقہ میں دو اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے ۶۰۸
- ✽ عقیقہ کے گوشت کو تین حصوں پر تقسیم کرنا ضروری نہیں ۶۰۸
- ✽ جو جانور قربانی میں ذبح ہو سکتا ہے وہ عقیقہ میں بھی ہو سکتا ہے ۶۰۹
- ✽ قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ لینا درست ہے ۶۰۹
- ✽ اونٹ، گائے اور بھینس کو عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے ۶۱۰
- ✽ اونٹ، گائے اور بھینس میں سات عقیقہ ہو سکتے ہیں ۶۱۱
- ✽ پورا کٹڑا عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے ۶۱۲
- ✽ ایک گائے تین لڑکوں کے عقیقہ میں کافی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ۶۱۳
- ✽ ایام قربانی میں سے کوئی دن عقیقہ کا نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ۶۱۳
- ✽ تاریخ پیدائش یا دن نہ ہو تو عقیقہ کس طرح کرے؟ ۶۱۳

- ۶۱۴ جن بچوں کی تاریخ پیدائش الگ الگ ہے ان کا عقیقہ ایک ساتھ کرنا درست ہے
- ۶۱۴ قربانی کی نیت سے پالا ہوا بکرا عقیقہ میں ذبح کرنا
- ۶۱۴ عقیقہ کے جانور کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ ادا نہ ہوگا
- ۶۱۵ عقیقہ کا بکرا یا اس کی قیمت مدرسہ میں دینا
- ۶۱۵ جو بچہ عقیقہ کرنے سے پہلے مر گیا وہ والدین کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے
- ۶۱۷ عقیقہ کا جانور ذبح کرنے کے لیے کونسا وقت اور کون شخص بہتر ہے؟
- ۶۱۸ بنام آنحضرت ﷺ عقیقہ کرنا
- ۶۱۸ عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟
- ۶۱۹ جس جگہ عقیقہ کیا جا رہا ہے وہاں بچہ کا ہونا ضروری نہیں
- ۶۱۹ ایک ہی وقت میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا اور سر مونڈنا ضروری نہیں
- ۶۲۰ عقیقہ کے وقت پیدائشی بالوں کے برابر سونا چاندی صدقہ کرنا بہتر ہے
- نوسال کی عمر میں عقیقہ کیا تو پیدائش سے اب تک کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا کیسا ہے؟
- ۶۲۱ بڑی عمر میں عقیقہ کرنا بھی کار ثواب ہے اور جوان عورت عقیقہ کے وقت سر کے بال نہ منڈوائے
- ۶۲۱ فوت شدہ اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنا مستحب نہیں
- ۶۲۲ عقیقہ کے لیے سامان فراہم کرنے کے بعد بچے کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟
- ۶۲۵ مردہ بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کا عقیقہ ضروری نہیں
- ۶۲۵ عرس رسول ﷺ پر عقیقہ کا جانور ذبح کرنا
- ۶۲۵ عقیقہ کے گوشت کا حکم
- ۶۲۶ عقیقہ کا گوشت دائی کو دینا ضروری نہیں، اور کافر کو دینا جائز ہے
- ۶۲۶ عقیقہ کے چمڑے اور سری پائے کا حکم

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال دیوبند
موطین	مکتبہ بلال دیوبند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال دیوبند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
ہدایہ	الامین کتابستان دیوبند
فتاویٰ شامی	دارالکتب دیوبند
فتاویٰ ہندیہ	دارالکتب دیوبند
بدائع الصنائع	دارالکتب دیوبند
شرح وقایہ	دارالکتب دیوبند
حلبی کبیری	دارالکتب دیوبند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتب دیوبند
البحر الرائق	زکریا بک ڈپو دیوبند

باب القرض

قرض کا بیان

قرض حسنہ کی تعریف اور نالاش کر کے اس کو وصول کرنا

سوال: (۱)..... (الف) قرض حسنہ کس کو کہتے ہیں؟

(ب) کیا قرض حسنہ کا دینے والا مقروض سے واپسی زر قرض حسنہ کا تقاضا کر سکتا ہے یا نالاش (دعویٰ، مقدمہ) کر کے وصول کر سکتا ہے؟

(ج) اگر تقاضا یا نالاش سے قرض حسنہ وصول کر لیا جائے تو کیا دینے والا بدستور ثواب کا مستحق

رہے گا؟ (۱۴۴۰/۱۴۴۱ھ)

الجواب: (الف- تا- ج) ہر ایک قرض جو بدون کسی معاوضہ کے اور بدون سود لینے کے کسی کو دیا جائے وہ قرض حسنہ ہے، اور قرض دینے والا جس وقت اس کو ضرورت ہو، تقاضا قرض کے ادا کرنے کا مقروض پر کر سکتا ہے، اور اگر مقروض قرض کے دینے میں باوجود قدرت کے لیت و لعل کرے اور ٹلاوے تو قرض دینے والا نالاش کر کے بھی اپنا قرض وصول کر سکتا ہے، اور یہ تقاضا اور نالاش کرنا اس کو قرض حسنہ ہونے سے نہیں نکالتا، اور ثواب نیت پر ہے جب کہ نیت قرض دینے والے کی اعانت و امداد مقروض تھی تو ثواب اس کو حاصل ہو گیا۔ فقط

سوال: (۲) قرض حسنہ کی شرعی تعریف کیا ہے؟ (۲۰۲۱/۱۴۴۲ھ)

الجواب: قرض کی تعریف فقہاء نے یہ فرمائی ہے: ہو..... عقد مخصوص أي بلفظ القرض

و نحوه یرد علی دفع مال مثلی إلخ لاخر لیرد مثله إلخ (۱) در مختار اور شامی میں ہے کہ لفظ دین سے عقد قرض منعقد ہو جاتا ہے۔

قرض حسنہ کو نسی چیزوں میں درست ہے؟

اور قرض میں مدت معین ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳) مثلاً قرض حسنہ نقد روپیہ کا ہو تو اس کے لینے دینے کی کیا صورت ہے؟ قرض حسنہ دیگر اشیاء سے ہو تو اس کے لینے دینے کی کیا شکل؟ شرعاً قرض حسنہ میں رسید یا تحریری خط کا ہونا لازمی ہے یا نہیں؟ قرض حسنہ میں مدت معین ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مدت مقررہ سے قبل مطالبہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر قرض دار قرض لے کر ادانہ کرے تو بذریعہ سرکار برطانیہ کے وصول ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۷/۱۹۳۳ھ)

الجواب: قرض مثلیات میں ہو سکتا ہے غیر مثلیات میں نہیں یعنی دراہم، دنانیر وکیل و موزون وغیرہ میں صحیح ہے اور قرض میں مدت معین نہیں ہوتی، اس سے پہلے بھی مطالبہ قرض کا کر سکتا ہے، رسید یا تحریر ہونا ضروری نہیں ہے، اگر لکھا لیا جائے بغرض استحکام کے تو کچھ حرج نہیں ہے اور جب کہ قرض لینے والا ویسے ادانہ کرے تو بذریعہ حکام کے وصول کیا جاسکتا ہے ہذا کلمہ من الدر المختار (۲) فقط

قرض حسنہ میں اجل لازم نہیں ہوتی

سوال: (۴) یہاں کی مسجد کو کچھ زمین خریدنے کی ضرورت تھی تو چار مسلمانوں نے روپیہ قرض حسنہ کا دیدیا کہ بعد منہائے خرچ مسجد کی آمدنی میں سے حصہ رسدی قرض حسنہ ادا ہوتا رہے گا، دو سال ہو گئے فاضل روپیہ نہیں بچا، اب ایک شخص نے ناش کردی ہے، اب اس کو زبردستی قرض حسنہ لینے کا اختیار ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) یعنی قرض: کسی کو ایسا مال دینا جو مثلی ہو؛ تاکہ وہ اس کا مانند واپس کرے۔ الدر المختار مع رد المحتار ۲۹۳/ کتاب البیوع، باب المراجعة والتولية، فصل في القرض.

(۲) فیصح استقراض الدراهم والدنانیر وکذا کل ما یکال أو یوزن أو یعدّ متقارباً (الدر مع الرد ۲۹۴/ کتاب البیوع - باب المراجعة والتولية، فصل في القرض)

الجواب: قرض حسنہ میں اجل لازم نہیں ہوتی، قرض دینے والے کو ہر وقت اختیار مطالبہ کا ہے، پس اگر مہتمم مسجد نے مسجد کے کاموں کے لیے کسی سے قرض لیا (تو) مہتمم سے مطالبہ ادائے قرض کا ہر وقت ہو سکتا ہے۔ فقط

سوال: (۵) قرض حسنہ آخرت میں جزائے خیر ملنے کی امید پر دیا جاتا ہے کیا وہ مقروض سے کسی وقت طلب بھی کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا اس صورت میں قرض دینے والوں کو آخرت میں اجر مل سکتا ہے؟ اور کیا اس کی نالاش عدالت میں ہو سکتی ہے؟ (۲۰۴۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرض حسنہ دینے میں ثواب ہے اور مطالبہ اس کا ہر وقت ہو سکتا ہے اور جب کہ مقروض باوجود (ادا کرنے پر قادر) ہونے کے نہ دیوے اور ٹلاوے تو اس کی نالاش بھی ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **مطل الغنی ظلم الحدیث (۱)**

قرض حسنہ میں کیا بات ملحوظ رکھنی چاہیے؟ جس سے باہم رنجش نہ ہو

سوال: (۶) قرض حسنہ لینے دینے میں کیا بات ملحوظ رکھنی چاہیے، جس سے باہم رنجش نہ ہو؟ (۸۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قرض جتنے روز کے وعدے پر لیا جائے اس کو پورا کیا جائے، قدرت کے باوجود کسی کا قرض ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: **مطل الغنی ظلم (۲)** اور بلا شرط اگر بہ وقت ادائے قرض کچھ زیادہ رقم تبرعاً دیدے، تو یہ درست ہے (۳)

(۱) عن معمر عن ہمام بن منبہ أخى وهب بن منبہ أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **مطل الغني ظلم** (صحيح البخاري ۳۲۳/۱ کتاب في الاستقراض و أداء الديون والحجر والتفليس، باب: **مطل الغني ظلم**)

(۲) حوالہ سابقہ۔

(۳) یعنی قرض لینے والا بغیر شرط کے اپنی مرضی سے زیادہ دے تو وہ سود نہیں ہے، جیسا کہ آگے سوال (۲۰) کے جواب میں آ رہا ہے۔ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: **أُتيتُ النبي صلى الله عليه وسلم وهو في المسجد قال مسعراً: أراه، قال: ضحى. فقال: صلّ ركعتين، وكان لي عليه دين فقضاني، وزادني (صحيح البخاري ۳۲۲/۱ کتاب في الاستقراض و أداء الديون والحجر والتفليس، باب: **حسن القضاء**)**

جو مقروض سود ادا کرتا ہے اس کی امداد کرنا

سوال: (۷) ایک شخص مقروض ہے اور سود ادا کرتا ہے، اگر مسلمان اس کی امداد کر کے سود سے رہائی دلا دیں تو ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیا اجر ملے گا؟ اور وہ لوگ کس اجر کے مستحق ہوں گے؟ (۱۳۳۵/۱۳۵۱ھ)

الجواب: اس میں ان لوگوں کو بہت بڑا اجر و ثواب ہے، جو اس مدیون کے دین کے ادا کرنے میں امداد کریں اور اس کو اس بار دین سے اور سود سے خلاصی دلوائیں، احادیث میں کسی مدیون کے دین کے ادا کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے (۱) مسلمانوں کو اس بیچارہ کی اعانت کرنا اور امداد دینا بہت ضروری ہے۔

حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا

سوال: (۸) زید کے ذمے سو روپیہ قرض ہے، اس نے رنڈی سے نکاح کیا، اس کے پاس تین سو روپیہ حرام آمدنی کا جمع ہے، زید اس سے اپنا قرض ادا کرتا ہے اور مابقیہ اپنے خرچ میں لاتا ہے، یہ جائز اور حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۳۳ھ)

الجواب: صورت مذکورہ میں حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا اور اس میں تصرف کرنا حرام ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ مالکوں کو یا ان کے وارثوں کو واپس کیا جائے اور اگر یہ متعذر ہو تو فقراء پر صدقہ کیا جائے کذا فی الدر المختار والشامی (۲)

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: ليس من عبد مسلم يقضى عن أخيه دينه إلا فك الله رهانه يوم القيامة، رواه في شرح السنة (مشكاة المصابيح ص: ۳۵۳ كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار)

(۲) در مختار میں ہے: وفي حظر الأشباه: الحرمة تتعدى مع العلم بها اهـ وفي الشامي: لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئا من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام (الدر المختار و رد المحتار ۷/۲۲۲-۲۲۳ كتاب البيوع، مطلب: الحرمة تتعدى)

کسی سے حرام مال قرض لے کر تجارت کی

اور اس میں نفع ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۹) اگر زید ایسے شخص سے کچھ روپیہ قرض لے جس کا مال شرعاً حرام ہے، مثلاً سود یا وکالت کی آمدنی ہو اور اس روپیہ سے تجارت کرے یا اس روپیہ سے کوئی صنعت سیکھے، تو زید کو جو اس تجارت و صنعت سے مال حاصل ہو وہ حلال ہے یا نہیں؟ یا زید ایسے شخص سے قرض لے کہ جس میں چند شریک ہیں اور ان میں ایک یتیم نابالغ بھی ہے اور وہ شخص مذکور بلا اجازت شرکاء کے قرض دیدے، مگر وہ شرکاء ایسے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے تو وہ اجازت دیدیں تو اس سے جو زید روپیہ حاصل کرے گا وہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اگر شخص مذکور زید کو روپیہ ہدیہ دیدے اور زید اس سے روپیہ حاصل کرے تو وہ جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۱۹۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مذکورہ سوال کی صورتوں میں زید کے لیے وہ آمدنی اور نفع جو روپیہ مذکورہ کے ذریعہ سے تجارت میں حاصل ہو حلال ہے۔

حرام مال سے قرض لینا یا قرض وصول کرنا

سوال: (۱۰) ناجائز رقم میں سے قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مقروض سے ناجائز رقم اپنے قرض میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۸۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر وہ رقم مغصوبہ یا امانت میں سے نہیں ہے تو قرض لینا درست ہے، علیٰ ہذا مستقرض اپنے قرض کی ادائیگی میں جو رقم مقرض کو دے گا مقرض کو لینا درست ہے، بشرطیکہ مقرض کو یہ معلوم نہ ہو کہ کس مال سے قرض ادا کیا ہے، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مال مغصوبہ یا امانت میں سے یہ ادا کر رہا ہے تو پھر قرض دہندہ کے حق میں وہ حلال نہیں۔ فقط

غیر مسلم سے خنزیر کی قیمت اپنے قرض میں وصول کرنا

سوال: (۱۱) مسلم کو غیر مسلم قرض دار سے اپنا قرض قیمت خنزیر سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۱۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کافر کی بیع و شراء خمر و خنزیر میں درست ہے، لہذا مسلم کو غیر مسلم سے قیمت خنزیر کی اپنے قرض میں لینا درست ہے، درمختار میں ہے: والذمی کالمسلم فی بیع غیر الخمر والخنزیر إلخ (۱)

ہندو کے قرض میں افیون دینا

سوال: (۱۲) مسلمان کے پاس اگر افیون ہو تو ہندو کو قرضہ میں دے کر بری ہو جاوے گا یا نہیں؟ اور سود و رشوت بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۳۵/۲۷۸-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر کچھ پاس نہ ہو تو ہندو کے قرض میں افیون ہی دیدے قرضہ ادا ہو جاوے گا، اور سود اور رشوت دینا درست نہیں ہے۔

کسی سے قرض کے طور پر چاول لینا درست ہے

سوال: (۱۳) کسی نے ایک سیر چاول اس شرط پر لیا کہ کل ایک سیر چاول دیدوں گا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے، تو ایک جنس کی اشیاء میں جویداً بید کی قید ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ (۱۱۷۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ جائز ہے، کیوں کہ یہ قرض ہے بیع نہیں ہے، البتہ اگر بیع ہو تو ایک جنس میں مثلاً بمثل بیداً بید ہونی چاہیے۔

قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں

سوال: (۱۴)..... (الف) دکان داروں کو اور کاشت کاروں وغیرہ کو بلا تعین منافع تجارت کے واسطے روپیہ قرض دینا اس طرح پر کہ اس روپیہ سے وہ جو مال مناسب سمجھیں یا جس نفع بخش جائز کاروبار میں چاہیں لگائیں اور منافع میں سے جو چاہیں بلا حساب روپیہ والے کو دیں، اور اگر ٹوٹا ہو تو بھی روپیہ والا دینے کو تیار اور کل یا جزو رقم کا ہر روز یا ہفتہ وار یا ماہوار وغیرہ باقساط یا یکمشت مالک کو واپس کیا جائے۔

(ب) کوئی جنس گھی یا تیل یا غلہ وغیرہ کسی شخص کو نرخ مقرر کر کے طے شدہ قیمت پر اس شرط سے دینا کہ بعد کسی مدت معینہ کے وہی جنس کم یا زیادہ نرخ سے مالک کو واپس کر دی جائے یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ (۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں ہے جیسا کہ وارد ہے: کل قرض جرّ نفعاً فهو ربا (۱) پس یہ صورت درست نہیں ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ مضارب بت کے طور سے روپیہ دیوے اور نفع میں آدھا یا تہائی اپنا مقرر کرے، بلا تشخیص نفع مضارب بت جائز نہیں ہے، اور مضارب کے پاس جو روپیہ مال والے کا ہوتا ہے وہ امانت ہوتا ہے قرض نہیں ہوتا، الغرض مضارب بت کے قواعد اور شرائط معلوم کر لینے چاہئیں (۲)

(ب) دوسری صورت بھی جو سوال میں مذکور ہے درست نہیں ہے، اگر گھی قرض دیوے تو جتنا گھی دیوے اسی قدر لیوے، اور اگر وہ گھی فروخت کیا ہے تو اس کی قیمت لیوے، قیمت لینے کے وقت یہ اختیار ہے کہ اس قیمت کے بدلے جس نرخ پر وہ دیوے گھی لے لیویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵)..... (الف) سو روپیہ اس شرط پر قرض دینا کہ ایک سال کے بعد ۹۵ روپیہ اور پانچ روپیہ کے عوض ۱۲ سیر گھی دینا ہوگا یہ درست ہے یا نہیں؟

(ب) فاروق نے عمران کو سو روپیہ بوعده ایک سال اس شرط پر دیا کہ ہر ماہ میں ایک من چاول ادا کرنا ہوگا یہ درست ہے یا نہ؟ (۹۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) قرض میں یہ شرط ناجائز اور باطل ہے سو روپیہ کے عوض سو روپیہ ہی لازم ہوں گے۔

(۱) عن عُمارة الهمداني: سمعتُ عليّاً رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل قرض جرّ منفعة فهو ربا" (للحارث) المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانية ۴۱۱/۱

حدیث: ۱۳۷۳۔ وفيه سوار بن مصعب متروك الحديث ، ضعفه البوصيري، وقال: له شاهد من حدیث نضلة بن عبيد ، رواه الحاكم وعنه البيهقي (من هامش المطالب العالیة) وفي فتح القدیر ۳۵۵/۶ كتاب الحوالة ، عند قول صاحب الهداية: ويكره السفاتج. وعن الحكم عن إبراهيم قال: كل قرض جرّ منفعة فهو ربا (مصنف ابن أبي شيبة ۴۳۳/۴ كتاب البيوع والأقضية ، باب من كره كل قرض جرّ منفعة ، المطبوعة : دار الكتب العلمية ، بيروت ، لبنان)

(۲) دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹۷-۹۹ اوائل کتاب المضارب بت۔

(ب) یہ معاملہ بھی ناجائز ہے۔

قرض دے کر اس پر کسی قسم کا نفع لینا سود ہے

سوال: (۱۶)..... (الف) ایک شخص سلائی کا کارخانہ چلانا چاہتا ہے، اور وہ دوسرے شخص سے مبلغ دو صد روپیہ مشین وغیرہ دیگر ضروریات کے لیے قرض لیتا ہے، اس شرط پر کہ میں آمدنی سے چھٹا حصہ بطور منافع آپ کو دیتا رہوں گا، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر قرض دہندہ بجائے چھٹے حصے کے بطور کرایہ مشین پانچ روپیہ ماہوار مقرر کرنا چاہے تو یہ صورت بھی جائز ہوگی یا نہیں؟ (۱۸۸۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف، ب) قرض دینے کی حالت میں قرض دینے والے کو کسی قسم کا نفع روپیہ کا لینا خواہ کرایہ کے نام سے یا ویسے یہ سب ناجائز اور ربا ہے۔ لحدیث کل قرض جو نفعاً فہو ربا (۱) البتہ اگر بطریق مضاربہ کسی شخص سے روپیہ لیوے، اور یہ مقرر کرے کہ میں اس روپیہ سے تجارت کروں گا اور جو کچھ نفع ہوگا اس میں نصف یا ثلث یا سدس مثلاً تیرا ہوگا اور باقی میرا، اور اگر نقصان ہو تو وہ نقصان تمام روپیہ والے کے ذمے پڑے گا، تو اس طرح معاملہ کرنا درست ہے اور اس کا نام شریعت میں مضاربہ ہے کہ ایک کا روپیہ اور دوسرے کی محنت اور نفع میں حسب حصص مقررہ دونوں شریک ہوں (۲) فقط

سوال: (۱۷) زید نے بکر سے دو صد روپیہ قرض لے کر مثلاً دس بیگھہ آراضی بکر کے سپرد کر دی کہ بکر اس کی آمدنی اپنے صرف میں لائے، جب زید روپیہ مذکورہ بکر کو واپس دے گا، اس وقت بکر زید کی زمین چھوڑ دے گا، یہ معاملہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۰۳۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ بکر نے زید کو قرض دے کر اس کی زمین سے نفع اٹھانا مشروط کیا ہے، اور حدیث شریف میں ہے: کل قرض جو نفعاً فہو ربا (الحدیث) (۳)

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹۷-۹۹، اوائل کتاب المضاربہ۔

(۳) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

تاجر کو روپیہ قرض دے کر اس سے بلا قیمت کپڑا لینا درست نہیں

سوال: (۱۸) ایک شخص نے کسی کو تجارت کے لیے کچھ روپیہ قرض دیا اور وہ کپڑا خرید کر لایا تو اس میں سے کبھی کبھی روپیہ دینے والے نے کچھ کپڑا لیا اور قیمت نہیں دی یہ کیسا ہے؟ (۳۳/۸۸۳-۱۳۳۲ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعاً فهو ربا أو کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (۱) پس قرض کی وجہ سے مقروض سے بلا قیمت کپڑا لینا درست نہیں ہے سود میں داخل ہے۔

بلا شرط اور بلا تعیین قرض دار کچھ روپیہ بطور شکر یہ دے، تو لینا جائز ہے

سوال: (۱۹) زید لوگوں کو اکثر قرض حسنہ دیتا رہتا ہے، اس کے پاس اکثر قرض دار ایسے بھی آتے ہیں جو روپیہ لے کر بطور پھیری کے تجارت کرتے ہیں، ایک دو پھیروں کے بعد بطور شکر یہ کے زید کو کچھ پیش کر دیتے ہیں تو زید کے لیے یہ روپیہ شکر یہ کا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بلا شرط اور بلا تعیین بطور تبرع و احسان کچھ زیادہ دینا قرض دینے والوں کو اچھا اور جائز ہے۔ حدیث شریف میں ایسا وارد ہوا ہے (۲) حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (سورہ رجم، آیت: ۶۰) فقط

قرض دار کا خوشی سے اصل رقم سے کچھ زیادہ دینا درست ہے

سوال: (۲۰) اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بغرض تجارت یا برائے اخراجات خانگی کسی فائدہ کی امید پر بلا تعیین مقدار نفع کچھ رقم بہ تقرر مدت قرض دے، اور مقروض بہ وقت ادائے قرض اپنی خوشی سے دائن کو اس کی اصل رقم سے کچھ زیادہ دیدے، تو جائز ہے یا نہیں؟ روپیہ بغرض تجارت قرض دے یا اخراجات خانگی کے لیے دے، دونوں صورتوں میں زیادہ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر مسلم وغیر مسلم میں یہ معاملہ ہو تو کیا حکم ہے؟ (۲۵۶/۱۳۳۳ھ)

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۶) کے جواب میں آچکی ہے۔

الجواب: اس طرح بلا شرط زیادہ دینے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے (۱) لہذا دونوں صورتوں میں زیادتی درست ہے، اور مسلم اور غیر مسلم میں اگر معاملہ ہو تب بھی بلا شرط بعد میں زیادہ دینا اور لینا درست ہے۔ فقط

سوال: (۲۱) زید نے عمرو سے کچھ قرض لیا، اور لیتے وقت کچھ منافع یا سود کی کوئی شرط نہ لگائی، اگر ادا کرنے کے وقت کچھ زیادہ دیدے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۸۸/۴۳-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر قرض لینے کے وقت سود یا منافع دینے کی کچھ شرط قرار نہ پاوے تو پھر ادائے قرض کے وقت کچھ زیادہ دے دینا جائز ہے، اور حدیث سے ثابت ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۲) اگر کسی ہندو سے کچھ روپیہ بلا معاہدہ سود کے قرض لیا جائے، اور بہ وقت ادائیگی علاوہ زراصل کے کچھ روپیہ بطور معاوضہ یا بہ رغبت خود بطور احسان اس کو دیدیا جائے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۱۸ھ)

الجواب: بلا معاہدہ اور شرط سود کے اگر قرض لیا جائے اور پھر بوقت ادائیگی کے کچھ زیادہ بطور تبرع و احسان کے دے دیا جائے، تو یہ جائز ہے، بلکہ اچھا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: إن خياركم أحسنكم قضاءً (۳) فقط

(۱) قال الكرخي : هذا إذا كانت المنفعة مشروطة في العقد بأن أقرض غلة ليرد عليه صحاحاً أو ما أشبه ذلك ، فإن لم تكن المنفعة مشروطة في العقد ، فأعطاه المستقرض أجود مما عليه فلا بأس به (الفتاوى الهندية ۲۰۲/۳ کتاب البيوع ، الباب التاسع عشر في القرض والاستقراض الخ) من استقرض شيئاً ، فرد أحسن أو أكثر منه من غير شرطه ، كان محسناً و يحل ذلك للمقرض وقال النووي : يجوز للمقرض أخذ الزيادة ، سواء زاد في الصفة أو في العدد ؛ ومذهب مالك أن الزيادة في العدد منهي عنها . وحجة أصحابنا قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فإن خير الناس أحسنهم قضاء ، وفي الحديث دليل على أن رد الأجود في القرض أو الدين من السنة و مكارم الأخلاق وليس هو من قرض جرّ منفعة ، لأن المنهي عنه ما كان مشروطاً في عقد القرض (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۹۹/۶ کتاب البيوع ، باب الإفلاس والإنظار ، الفصل الأول)

(۲) یہ حدیث ابھی سوال (۲۲) کے جواب میں آرہی ہے۔

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : كان لرجل على النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سنّ من الإبل فجاءه يتقاضاه فقال: أعطوه..... قال النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إن خياركم أحسنكم قضاءً (صحيح البخاري ۳۲۲/۱ کتاب في الاستقراض و أداء الديون والحجر والتفليس ، باب: حُسن القضاء)

قرض خواہ کے ڈر سے جماعت میں شریک نہ ہونا

سوال: (۲۳) ایک شخص پر قرضہ کی ڈگری ہے جس کی وجہ سے مسجد میں جانا اور شرکت جماعت متروک ہے اور نیت ادا نیکی قرضہ کی نہیں رکھتا ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۵۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ترک جماعت سے بلا عذر فاسق ہو جاتا ہے اور قرض خواہ کا خوف اس وقت عذر ہے کہ مفلس ہو قولہ: أو من غريم أي إذا كان معسراً (۱)

قرض خواہ کا مقروض کے گھر کھانا، پینا اور آرام کرنا

سوال: (۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کا مسلمان کے ذمے تجارت کے متعلق روپیہ باقی ہو، یعنی اس سے سلسلہ تجارت کا ہو اور تجارت کے سبب سے قرض ہو، اور وہ حالت مسافرت میں ہو، اور اس حالت میں مقروض کے پاس واسطے تقاضا کے جائے، تو ایسی حالت میں مقروض کے گھر کھانا پینا، آرام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔ (۱۳۳۲/۲۶۰۸ھ)

الجواب: چونکہ یہ کھانا اور پینا اور ٹھہرنا عادت تجارت میں داخل ہے، اس لیے یہ جائز ہے، اور بظاہر یہ اس میں داخل نہیں ہے جس کی ممانعت حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو مثلاً قرض روپیہ دیوے، تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرے (۲) فقط واللہ اعلم

باقی احتیاط اس میں ہے کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھائے، اور وہاں قیام نہ کرے یعنی اگر اس میں

(۱) رد المحتار ۲/۲۵۰ کتاب الصلاة، باب الإمامة .

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أقرض أحدكم قرضاً، فأهدى إليه أو حملة على الدابة فلا يركبه ولا يقبلها إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك. رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الإيمان .

وعنه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا أقرض الرجل الرجل فلا يأخذ هدية. رواه البخاري في تاريخه هكذا في المنتقى (مشكاة المصابيح ص: ۲۳۶ كتاب البيوع، باب الربا - الفصل الثالث)

کچھ حرج نہ ہو، اور احتیاط کر سکے تو بہتر ہے، ورنہ وہاں قیام کرنا اور کھانا کھانا جائز اور درست ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لوگوں سے رقم لے کر کسی کو قرض دینا اور اس پر نفع لینا درست نہیں

سوال: (۲۵) زید عمر کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ کو مثلاً چھ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے، آپ مجھ کو کسی دوسرے شخص سے اپنی ضمانت پر چار ماہ کے واسطے لے کر دیجیے، میں آپ کو اس کے عوض مبلغ پانچ سو روپیہ بطور حق الامداد کے دوں گا، عمر نے چھ ہزار روپیہ اور لوگوں سے بطور قرضہ کے لیا، اور زید کو چار ماہ کے واسطے دیدیا، اور زید نے مبلغ موعودہ عمر کو دیدیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ مبلغ پانچ سو روپیہ جو عمر نے لیے سود اور ربا ہوا یا نہیں؟ (۱۰۸۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: آخر سوال میں تصریح ہے کہ عمر نے چھ ہزار روپیہ اور لوگوں سے بطور قرض کے لیا اور زید کو چار ماہ کے واسطے دیدیا، تو اس سے ظاہر ہوا کہ زید کو عمر نے ہی قرض دیا ہے، لہذا زیادتی مشروط اس کے حق میں حرام ہوگئی، بحکم کل قرض جرنفعاً فہورباً (۱) فی الدر المختار: عن الخلاصة:
القرض بالشرط حرام والشرط لغو إلخ وفي الأشباه: كل قرض جرنفعاً حرام إلخ (۲)

غریب کاشتکاروں کو قرض دے کر ان سے کام لینا اچھا نہیں

سوال: (۲۶) کاشتکار غریب کو قرض دے کر ان سے کام لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۷۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قرض کے دباؤ سے ان سے کام لینا اچھا نہیں ہے۔ کماورد: كل قرض جرنفعاً فہورباً (۳) اگرچہ یہ خدمت بدنی لینا ربا نہیں ہے، مگر احترام اس سے اولیٰ ہے۔

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) الدر المختار مع الشامی ۷/ ۲۹۸ کتاب البیوع ، باب المراجعة والتولية ، فصل في القرض ، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض .

(۳) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مقروض وقت پر قرضہ ادا نہ کرے تو مزید لینا جائز نہیں

سوال: (۲۷) عمر نے زید تاجر سے پچاس روپیہ کا کپڑا خریدا، اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک ماہ کا وعدہ کیا، لیکن تقریباً دو سال تک روپیہ ادا نہ کیا، جس سے زید کا صریح نقصان متصور ہے، ایسی صورت میں عمر سے سود یا منافع لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۳۲۰ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کو زیادہ پچاس روپیہ سے لینا عمر سے درست نہیں ہے۔

چندہ جمع کر کے ایک مد برائے اعانت غرباء قائم کرنا

سوال: (۲۸) اس اطراف میں ربا کا رواج بکثرت ہے، قرض حسنہ ملتا ہی نہیں، اور اگر کوئی دیدیتا ہے تو اس کا روپیہ بہ مشکل ادا ہوتا ہے، اس لیے بندہ نے اپنے دل میں ایک منصوبہ سوچا ہے، اور وہ یہ کہ گاؤں کے مسلمانوں سے بلا جبر کچھ ماہواری چندہ جمع کر کے ایک مد برائے اعانت غرباء قائم کروں، اور چندہ دہندگان میں سے چند معتمدین کو لے کر ایک کمیٹی بھی قائم کروں، جب چندہ سے ایک معتمد بہ رقم جمع ہو جائے گی، اس وقت قرض خواہ (یعنی قرض طلب کرنے والے) کو جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے اتنے روپیہ میں اس سے کچھ زمین زرعی خرید کر قبضہ کر لیں گے، پھر دوسرے جلسہ میں بائع کو کہہ دیا جائے گا کہ ہم اس زمین کو بعد اتنی مدت کے بیچ ڈالیں گے، اگر تم خریدو گے تو تم سے خرید کردہ قیمت ہی پر بیع کریں گے، اور اس وعدہ کے لیے ایک وثیقہ بھی کمیٹی کی طرف سے اس کو دیا جائے گا، اس کے بعد اس زمین کو اسی شخص کو بٹائی پردی جائے گی، بٹائی سے جو منافع حاصل ہوگا وہ مد میں داخل کیا جائے گا، جب مدت معینہ کے بعد بائع اس زمین کو ہم سے خرید لے گا، اس وقت ہم بطور تبرع اس کو منافع مذکورہ سے بعد وضع اخراجات ربح یا نصف جیسا کمیٹی مناسب سمجھے دیا کریں گے، اور اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارا مد بھی بڑھتا رہے گا اور صاحب ضرورت کا سہ چند نفع ہوگا، ایک بوقت ضرورت روپیہ ملا۔ دوسرا سود ہی سے بچا، تیسرا تبرعاً بھی کچھ مل گیا، اس بارے میں حضور والا کی کیا رائے ہے؟

(۱۳۴۵/۶۸۸ھ)

الجواب: یہ صورت اگر اسی طرح سے موجود رہی تو جائز ہے، اور بیع الوفاء کے جو عدم جواز کی

صورت ہے (۱) بسبب شرط واپسی کے وہ بھی اس میں نہیں ہے، اور اگر کچھ شبہ ہے تو وہ بہ ضرورت مذکورہ متحمل ہو سکتا ہے۔ فقط

سرکار کو سود پر قرضہ دینا

سوال: (۲۹) سرکار عالی نے قرضہ کا اعلان کیا ہے، جس کا سود فیصدی چھ روپیہ سالانہ دیا جاوے گا، اہل اسلام میں یہ شبہات ہو رہے ہیں کہ ایسا سود لینا جائز ہوگا کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر کوئی اہل اسلام اس قرض میں نہیں شریک ہو سکیں گے، شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۶۰۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سود کا لینا اور دینا تو بے شک حرام ہے اس کے جواز کی تو کوئی صورت شرعاً نہیں ہو سکتی، باقی قرضہ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، غایت یہ کہ بوقت واپسی کے سود نہ لیا جاوے یا لیوے تو مساکین کو دیدے۔ فقط

کفیل نے مع سود قرضہ ادا کیا ہو تو اس کو

مکفول عنہ سے وصول کر سکتا ہے

سوال: (۳۰) ایک ہندو کا ایک مسلمان پر قرض سودی تھا، اس کا اور ایک مسلمان کفیل بالامر ہوا، اور اس ہندو کا قرضہ مع سود ادا کیا، اب اس کفیل مسلم کو یہ حق ہے کہ وہ قرضہ بمعہ سود مکفول عنہ سے وصول کرے یا نہیں؟ (۹۳۱/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ کفیل بالامر نے قرضہ مع سود کے ادا کیا، تو اس کو مکفول عنہ سے لے سکتا ہے، جیسا کہ عموم روایت درمختار: و لو كفّل بأمره إلخ رجع عليه بما أدى إن أدى بما ضمن إلخ (۲) (درمختار) سے ظاہر ہے۔ و أيضًا فيه: متى أدى بكفالة فاسدة رجع كصحيحه. جامع الفصولین (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) بیع الوفاء کی تعریف اور اس کے حکم کی تفصیل کے لیے دیکھیں: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳۲۳۔

(۲) الدر المختار مع الشامی ۷/۴۶۷-۴۶۸ کتاب الکفالة، مطلب في ضمان المهر.

وقت مقررہ پر قرضہ ادا نہ کرنے کی صورت

میں دس روپے ماہوار تاوان وصول کرنا

سوال: (۳۱) زید نے بکر کو ایک ہزار روپیہ قرض دیا اس معاہدہ پر کہ اگر بکر وقت معینہ پر روپیہ ادا نہ کرے، تو بکر اس کو دس روپیہ ماہوار تاوان کے ادا کرے گا، کیا اس قسم کا معاہدہ درست ہے؟

(۳۵۵۲/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر بکر بوجہ مجبوری وقت معینہ پر زید کا روپیہ ادا نہ کرے، تو بکر کو دس روپیہ ماہوار علاوہ اصل رقم کے زید کو ادا کرنا سود ہے، اور بکر کے ذمے اس کا ادا کرنا لازم نہیں ہے، اور نہ زید کو اس کا لینا جائز ہے، اگر بکر دس روپیہ ماہوار زید کو ادا کرے تو وہ اصل رقم میں مجرا ہونا چاہیے، لیکن اگر بکر زید کا روپیہ ادا نہ کرے اور زید کو نالاش کرنا پڑے، تو خرچہ نالاش کا بکر سے لینا جائز ہے، علاوہ خرچہ کے زیادہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

قرض ادا کرنے تک زمین کی چوتھائی آمدنی قرض خواہ کو دینا

سوال: (۳۲) زید نے ایک قطعہ زمین چار سو روپیہ میں لیا اور اپنے نام داخل خارج کرا لیا، اس نے بکر سے ایک سو روپیہ لے کر یہ چار سو ادا کیا، اور اس سے یہ وعدہ کیا گیا کہ جب تک زمین کا روپیہ ادا نہ کروں اس وقت تک اس کا منافع چوتھائی حصہ آپ کو دیتا رہوں گا، اور بعد میں تم کو اس زمین سے کچھ علاقہ نہیں اس میں دینے والے اور لینے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ (۳۱۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ بکر سے جو ایک صد روپیہ زید نے لیا وہ قرض لیا ہے، پس بکر کو درست نہیں ہے کہ اس قرض پر کچھ نفع حاصل کرے، بکر کو اس زمین کا چوتھائی نفع مشروط لینا حرام ہے اور سود ہے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: کل قرض جرنفعاً فهو ربا، أو كما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱)

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مقروض معین جگہ میں قرض ادا نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳) اگر مدیون سے بوقت دین یہ شرط قرار دی جائے کہ روپیہ مقروضہ اسی جگہ آکر ادا کیا جائے، اور اس نے وعدہ بخوشی کر لیا اور کہہ دیا کہ اگر میں اس جگہ آکر قرض ادا نہ کروں تو جو کچھ دائن کو ہرجہ دکان اور صرفہ کرایہ سواری وغیرہ کی زیر باری قرضہ وصول کرنے میں ہو، وہ بھی میں مدیون ادا کروں گا، اب صورت مذکورہ میں دائن کو مدیون سے ہرجہ دکان اور کرایہ سواری وغیرہ کا وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۵۸۹ھ)

الجواب: دائن کو ہرجہ دکان و کرایہ سواری وغیرہ اس صورت میں مقروض سے وصول کرنے کا کچھ حق نہیں ہے اور شرط مذکور لغو ہے: وفيها: القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا يبطله ولكنه يلغو شرط رد شيء آخر إلخ (۱)

سود پر قرض لے کر جو زمین خریدی ہے اس کی پیداوار حلال ہے

سوال: (۳۴) زید نے عمر سے ایک سو روپیہ سودی قرض لیا، اور اسی روپیہ سے زید نے ایک زمین خریدی، اس زمین کی پیداوار زید کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۳۳ھ)

الجواب: اقول وبالله التوفيق: صورت مذکورہ میں جو روپیہ قرض لیا، اور اس سے جو زمین خریدی، اس زمین کی پیداوار حلال ہے، کیونکہ اس میں اصل روپیہ حلال ہے، گناہ سود کی شرط کا ہے، اور وہ شرط زیادتی کی باطل اور لغو ہے، سود دینا لازم نہ ہوگا، اور نہ جائز ہے۔ درمختار میں ہے: القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا يبطله ولكنه يلغو شرط رد شيء آخر. فلو استقرض الدراهم المكسورة على أن يؤدي صحيحاً كان باطلاً، وكذا لو أقرضه طعماً بشرط رده في مكان آخر وكان عليه مثل ما قبض إلخ (۲) (درمختار)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۲۹۸/۷ کتاب البيوع، باب المراجعة والتولية، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض.

(۲) الدر مع الرد ۲۹۸/۷ کتاب البيوع - باب المراجعة والتولية، فصل في القرض، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض.

سود کے بار سے سبکدوش ہونے کی غرض سے

سودی قرض سے بنایا ہوا مکان فروخت کرنا

سوال: (۳۵) زید نے سودی قرض لے کر ایک مکان بنایا، اب زید اس کے بار سے سبکدوش ہونے کی غرض سے اور نقصان سے بچنے کے لیے اس مکان کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ تاکہ اس سودی قرض سے آزاد ہو جائے، اگر بالفرض اس کے رشتے دار نہ خریدیں، تو کیا وہ غیر کو بیچ سکتا ہے؟ اور گنہ گار تو نہ ہوگا؟ اور اگر کوئی مسلمان نہ خریدے تو کسی ہندو وغیرہ کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۱۸)

الجواب: بحالت مذکورہ جب کہ ادائے قرض کی اور کوئی صورت نہیں ہے، تو زید اپنے اس مکان مملوک کو فروخت کر سکتا ہے، اور اگر اس کے قرابت دار نہ خریدیں تو غیر کو دے سکتا ہے، اور اگر مسلمان کوئی خریدار نہ ہو تو کفار کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے، اس میں اس پر کچھ مؤاخذہ شرعاً نہیں ہے۔ فقط

پانچ روپے اس شرط پر قرض لینا کہ دو مہینے کے بعد ایک من دھان دوں گا

سوال: (۳۶) زید نے عمر سے پانچ روپیہ اس شرط پر قرض لیا کہ فی الحال ادا نہیں کر سکتا دو مہینے کے بعد ایک من دھان دوں گا، یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۲۳۳)

الجواب: صورت مذکورہ میں شرط واپسی دھان کی قرض میں باطل ہے، پانچ روپیہ ہی واپس کرنا مستقرض کے ذمے لازم ہے۔ کما مرّ عن الدر المختار: وکان علیہ مثل ما قبض الخ (۱) فقط

غیر موسم میں دس روپے کے دو من گیہوں قرض کے طور

پر دے کر موسم میں دس روپے کے تین من گیہوں لینا

سوال: (۳۷) اگر کسی نے دس روپیہ کے گیہوں آج کل بطور قرض دو من مثلاً دے اور فصل کے زمانہ میں بوجہ ارزاں ہونے کے تین من گیہوں دس روپیہ کے لے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۷۶۰)

(۱) الدر مع الرد ۲۹۸/۷ کتاب البیوع - باب المرباحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، مطلب فی شراء المستقرض القرض من المقرض.

الجواب: اس میں گنجائش جواز کی ہے (۱)

اس شرط پر اناج قرض دینا کہ چھ ماہ میں اس اناج کا سوایا ڈیوڑھالوں گا
سوال: (۳۸) جو اناج کسی کو بطور قرض دیا جائے اس وعدہ پر کہ چھ ماہ میں اس اناج کا سوایا
ڈیوڑھالوں گا کیسا ہے؟ (۱۳۳۱/۱۳۳۲ھ)

الجواب: یہ درست نہیں ہے کما ورد فی الحدیث (۲)

گیہوں اُدھار لیے ہوں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

سوال: (۳۹) اگر کوئی شخص کسی سے گیہوں مثلاً ادھار لیوے تو کیا صورت نکالی جاوے کہ اس
میں ربا لازم نہ آوے؟ (۱۸۰۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: دراہم و دنانیر اور اجناس غلہ گندم و نقود وغیرہ کا قرض درست ہے، پس ان اشیاء و
اجناس میں سے اگر کوئی جنس قرض لیوے، تو اس کا مثل ادا کر دیوے اس میں کچھ حرج شرعاً نہیں ہے اور
یہ ربا نہیں ہے، البتہ ایک جنس کا مبادلہ اگر دوسرے جنس سے کیا جائے تو اس میں ادھار یعنی نسیئہ درست
نہیں ہے اور تفاضل اس میں درست ہے۔ فقط

گنی قرض لی ہو تو گنی ہی واپس کرے

سوال: (۴۰) زید نے عمر سے دو گنی (۳) قرض لی، اور قرض کے وقت یہ معاہدہ نہ تھا کہ ادا
کرنے کے وقت گنی دے یا روپیہ، اب گنی کی قیمت تیرہ روپیہ ہے اور قرض کے وقت پندرہ تھی، اب گنی
(۱) یہ ایک طرح کا حیلہ ہے، بجائے گیہوں قرض لینے کے دس روپے قرض لیے ہیں، پھر روپے لیے بغیر گیہوں
خریدے ہیں، اسی طرح بہ وقت وصولی بھی روپے وصول کیے بغیر اس سے گیہوں خریدے ہیں: اس لیے گنجائش
کی بات فرمائی ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) حدیث: کل قرض جرنفعاً فهو ربا مراد ہے، اور اس کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب
میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) گنی: (GUINEA) سونے کا ایک سکہ جو اکیس شلنگ کا ہوتا ہے (فیروز اللغات)

دے یا روپیہ یا نوٹ وغیرہ؟ (۴۱/۸۵۶-۱۳۳۵ھ)

الجواب: گنی ہی دے۔ فقط

جس قدر اناج قرض لیا ہے اسی قدر واپس کرے

سوال: (۴۱) اگر کسی شخص نے غلہ گندم بطور قرض کے دیا، اور بلا بھاؤ کے دیدیا، بعد چھ ماہ کے وہ اس وقت کے نرخ سے سیر بھر کم لگا کر قیمت وصول کرنا چاہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵، ۴۲/۲۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جس قدر اناج اس نے قرض لیا ہے، اسی قدر اناج اس کو واپس دینا چاہیے، گویا یہ اناج کا قرض ہے، جیسا کہ روپیہ کا قرض لیا جاتا ہے اس صورت میں اناج قرض لیا ہے، لہذا جس قدر اناج قرض لیا ہے اسی قدر واپس کرے، اور اگر قیمت دی جائے تو اس قدر جو اس وقت نرخ ہے، اس نرخ پر قیمت کا حساب کر کے دی جائے۔ فقط

غلہ کی جو جنس قرض دی ہے اس کے علاوہ

دوسری جنس سے ڈیوڑھ یا سوایا غلہ وصول کرنا

سوال: (۴۲) یہاں یہ دستور ہے کہ مہاجن لوگ کاشتکاران کو خریف سے قبل غلہ گندم یا جو قرض دیتے ہیں، اور اس کے عوض خریف میں باجرہ گندم یا جو سے ڈیڑھا وصول کرتے ہیں، اور اسی طرح خریف کے غلے باجرہ کو ربیع کی فصل گندم یا جو پر ادھار دیتے ہیں، اور باجرہ کے عوض ربیع میں سوایا غلہ گندم یا جو لیتے ہیں؟ (۴۱/۷۴۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ صورت جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ بیع فرض کی جائے تو اگرچہ اختلاف جنس غلہ ہونے کی وجہ سے کمی و بیشی جائز ہے، لیکن نسیئہ اس میں جائز نہیں ہے، اور اگر قرض فرض کیا جائے تو قرض میں وہی جنس واپس ہونی چاہیے جو قرض لی ہے، اس میں دوسری جنس لینے کی شرط کرنا باطل ہے، البتہ اس میں صورت جواز اس طرح ہو سکتی ہے کہ جو غلہ گندم وغیرہ اس وقت قرض دیا جائے، اس کی قیمت اس وقت طے کر کے بذمے کاشتکار لازم کر دی جائے، اور اس قیمت سے باجرہ جس نرخ پر باہم ترازی ہو، لے لیا جائے۔

دین کی مقدار یاد نہ ہو تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۴۳) اگر کسی کے ذمے دین ہے، اور اس کو عرصہ گزر گیا اور اس کو تعداد دین کی یاد نہ رہی، تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ (۱۳۴۳/۲۰۳۱ھ)

الجواب: جو مقدار بہ ظن غالب یاد ہو وہ رقم دائن کو یا اس کے ورثہ کو دیوے، یا معاف کرا لیوے، یا کمی و بیشی معاف کرا لیوے۔

حاضر و غیر حاضر قرض داروں کا قرضہ معاف کرنا

سوال: (۴۴) ایک شخص نے بہ حالت صحت خود اس مجلس میں کہ اس کے تمام مدیون بھی حاضر تھے، سب کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ میں سلیم العقول ہوں، اگرچہ میرے لڑکے کے دفن کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، چونکہ میرے ذمے زکاۃ اور حج شرعاً واجب تھا، اور میں ان کو ادا نہ کر سکا، لہذا میں اپنے سب حاضر مدیون اور غیر حاضر مدیون کو جو کہ صاحب نصاب نہ ہوں اپنا حق دین یعنی قرضہ بخش دیا، بلکہ میں بشرط زندگانی اپنے قریب کے تین گاؤں کو سرکاری قرضہ سے یعنی قرضہ زمین دارہ بینک سے بری کراؤں گا، اب وہ شخص بعد میں بیمار ہو کر مر گیا، تو کیا مدیون اس کے اس قرضہ سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں یا نہ؟ اور اگر کوئی اس کے ورثاء میں سے دعویٰ قرضہ کرے، شرعاً مسموع ہو گا یا نہ؟ (۱۳۴۵، ۴۴/۱۱۴ھ)

الجواب: ولذا لو وهب الدين من الغريم لم يفتقر إلى القبول (۱) (رد المحتار) وكذا لو أبرأه صح الإبراء وبطل الشرط (۱) (درمختار) پس معلوم ہوا کہ دائن نے جن مدیون کا دین معاف کر دیا اور بخش دیا، وہ معاف ہو گیا، اور وہ مدیون بری الذمہ عند اللہ ہو گئے۔ فقط

ملازمت کی شرط پر قرض دینا

سوال: (۴۵)..... (الف) زید نے عمر کو اس شرط پر قرض دیا کہ اگر ہمارا یہ روپیہ آخر ذی الحجہ تک ادا نہ کیا، تو ہم بہ جبر تم کو اپنے یہاں نوکر رکھ کر اس روپیہ کو تمہاری تنخواہ سے وصول کریں گے، نقد

روپیہ نہ لیں گے، کیا یہ شرط جائز ہے؟

(ب) زید نے عمر کو بیس پچیس روپیہ اس شرط کے ساتھ قرض دیے کہ ان کو ہمارے یہاں ملازمت کر کے بہ ذریعہ تنخواہ ادا کرو، نقد روپیہ ہم نہیں لیں گے، کیا یہ شرط جائز ہے؟ (۱۳۴۵/۲۹۲۱ھ)

الجواب: (الف) اس صورت میں زید عمر کو جبراً ان کو نہیں رکھ سکتا اور یہ شرط باطل ہے۔

(ب) قرض میں اس قسم کی شرط جائز نہیں، درمختار میں ہے: القرض لا يتعلق بالجائز من

الشروط فالفساد منها لا يبطله ولكنه يلغو شرط رد شيء آخر إلخ (۱) وفي الخلاصة: القرض

بالشرط حرام والشرط لغو إلخ (۱) فقط

قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے مقروض مر جائے

تو آخرت میں مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۶) زید نے اگر کسی کافر سے قرض لیا، اور یہ کہا کہ میں فلاں تاریخ تک تم کو روپیہ

دیدوں گا، اور اس درمیان میں زید مر گیا، تو آخرت میں زید پر مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۲۱۴ھ)

الجواب: اگر زید کا کچھ ترکہ موجود ہے، تو یہ روپیہ اس میں سے ادا کیا جائے، اور اس کا ادا کرنا

ضروری ہے، ورنہ پھر اس کے ذمے اس کا کوئی گناہ نہیں ہے، اور امید ہے کہ بسبب نیت ادا کے زید

مؤاخذہ سے بری ہو، اور اللہ تعالیٰ دائن کو راضی فرمادے (۲) فقط

اپنا قرضہ جس طرح ہو سکے وصول کرنا درست ہے

سوال: (۴۷) اگر دائن مدیون سے اپنا قرض اس طرح وصول کر لے کہ مدیون کو معلوم نہ ہو،

جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۴۶۸ھ)

(۱) الدر المختار مع الرد ۲۹۸/۷ کتاب البيوع - باب المراجعة والتولية ، فصل في القرض ،

مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض .

(۲) وفي الفصول العلامية : لو لم يقدر على الأداء لفقره أو لنسيانه أو لعدم قدرته ، قال شداد

والناطفي رحمهما الله تعالى : لا يؤاخذ به في الآخرة إذا كان الدين ثمن متاع أو قرضاً إلخ

(رد المحتار ۳۴۲/۶ کتاب اللقطة ، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

الجواب: اپنا قرضہ جس طرح ہو سکے وصول کرنا درست ہے (۱)

اپنا روپیہ وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرنا

سوال: (۴۸) زید نے بکر کا روپیہ مار لیا یا چرائیا، کیا زید کو جھوٹ بول کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے بقدر اپنے روپیہ کے وصول کرنا بکر سے جائز ہے؟ (۱۳۳۹ھ/۱۲۳)

الجواب: بقدر اپنے قرض کے جس طریق سے وصول ہو سکے وصول کر سکتا ہے (۲) فقط

اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے جھوٹ بولنا

سوال: (۴۹) میرا چھوٹا بھائی اس وقت میرے دو ہزار روپے کا قرض دار ہے اور دینے سے قطعی انکار کرتا ہے، میرے ہاتھ میں اس کے صرف تیس روپے آگئے، اگر میں اس کو واپس نہ دوں اور قرضہ میں وضع کر لوں تو میں گنہ گار ہوں گا یا نہیں؟ اور اگر میں جھوٹ بول کر پانچ سو روپیہ اپنے چھوٹے بھائی سے وصول کر لوں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس کا بیٹا ملازم ہے اس نے بھی ادائے قرض کا وعدہ کیا تھا، بعد میں انکار کر دیا تو باپ بیٹے دونوں پر دعویٰ قرض کا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۰ھ/۱۳۳۷)

الجواب: اپنا حق مدیون سے جس طرح وصول ہو سکے وصول کرنا درست ہے، پس تیس روپے آپ اپنے قرض میں رکھ سکتے ہیں اور پانچ سو روپیہ اگر کسی تدبیر سے ہاتھ آسکیں وہ بھی اپنے قرض میں لے کر رکھ لینا درست ہے، مگر صریح جھوٹ بولنا درست نہیں ہے، اگر تعریضاً ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور دعویٰ قرض کا باپ بیٹے پر جائز ہے۔ فقط

(۱) اصل مسئلہ یہ ہے کہ جنس حق سے قرضہ وصول کرنا جائز ہے، خلاف جنس سے بغیر رضا مندی وصول کرنا جائز نہیں، مگر متاخرین نے خلاف جنس سے بھی قرضہ وصول کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ شامی میں ہے: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان لا سيما في ديارنا لمدادومتهم للعقوق (رد المحتار ۶/۱۱۷ کتاب السرقة: مطلب: يُعذَر بالعمل بمذهب الغير عند الضرورة) ۱۲

سعید احمد پالن پوری

(۲) مگر صریح جھوٹ بولنا درست نہیں، جیسا کہ اگلے سوال کے جواب میں آ رہا ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

مقروض کی رقم اس کی اجازت کے بغیر قرض خواہ کو دینا

سوال: (۵۰) ایک شخص مقروض ادائیگی قرضہ میں بلا وجہ شرعی ہمیشہ حیلہ حوالہ کرتا رہتا ہے، جس سے صاف طور پر مقروض کی بد نیتی معلوم ہوتی ہے، ایسی صورت میں شخص مذکور کا روپیہ جو ایک دوسرے شخص کے پاس رکھا ہوا ہے لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز جس کے پاس روپیہ رکھا ہے اس کو ایسی حالت میں بلا اجازت مالک کے روپیہ دینے میں شرعاً کوئی مداخلت یا گناہ تو نہیں ہے؟ (۱۳۶۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ مدیون سے دین کے ملنے کی کوئی صورت نہ ہو تو دائن بقدر اپنے حق کے مال مدیون سے جس طرح ہو سکے وصول کر سکتا ہے اور جس کے پاس مدیون کا روپیہ رکھا ہے اگر وہ اس وجہ سے کہ ایک مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہے روپیہ دائن کو دیدیوے اور اس کو اس کی قدرت ہو اور اس کو کچھ خوف نہ ہو تو اس پر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ مداخلت نہ ہوگا۔ فقط

قرض خواہ اور اس کے ورثاء میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱) ایک مسلمان نے کسی ہندو سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا، مرتے وقت اپنے لڑکوں سے کہہ دیا کہ فلاں ہندو کو اس قدر روپیہ ادا کر دینا، عرصہ کے بعد اس شخص کے لڑکے روپیہ ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر وہ ہندو یا اس کے وارثوں میں کوئی زندہ نہیں ہے جس کو روپیہ ادا کر دیا جائے، اب اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۳/۹۳۵ھ)

الجواب: ایسی صورت میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اس روپیہ کو فقراء پر صدقہ کر دیا جائے، پس اس وقت میں سیلاب زدہ لوگ جو بے جان و مال حیران پھرتے ہیں اس روپیہ کے بہترین مصارف ہیں۔ فقط

سوال: (۵۲) زید نے عمر کے پاس مثلاً بیس روپیہ بطور امانت یا قرض حسنہ کے حوالہ کیے اور چند مدت کے بعد زید مذکور قبل استیفائے دین یا ودیعت بقضائے الہی فوت ہو گیا، اور کوئی وارث شرعی بھی نہیں چھوڑا جس کے حوالے وہ مال کیا جائے اب عمر مذکور سوال کرتا ہے کہ وہ مال شرعاً کس جگہ خرچ کیا جائے (۱۳۴۳-۳۳/۸۰۲ھ)

الجواب: حکم ایسے مال کا شرعاً یہ ہے کہ فقراء پر صدقہ کر دیا جاوے۔ قال فی رد المحتار: وإن لم یجد المدیون ولا وارثه صاحب الدین ولا وارثه فتصدق المدیون أو وارثه عن صاحب الدین بریء فی الآخرة إلخ (۱) (۳/۳۲۳ کتاب اللقطة)

مدرس نے مدرسہ سے قرض لیا پھر ادائیگی سے پہلے مر گیا تو کیا حکم ہے؟
سوال: (۵۳) اگر معلم نے مدرسہ سے کچھ قرض لیا اور پھر وہ فوت ہو گیا، اور اس کے وارثوں نے قرض ادا نہ کیا، تو مہتمم کے ذمے اس کی ادائیگی واجب ہے یا نہیں؟ (۵۶۵/۱۳۳۳ھ)
الجواب: معلم مدرسہ نے جو قرض لیا وہ اس کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے وصول ہونا چاہیے، اور اگر ورثہ نے ادا نہ کیا تو متولی پر اس کا ضمان نہیں ہے۔ فقط

امدادِ معصیت کی غرض سے قرض دینا

سوال: (۵۴) مرتکب معاصی کو بغرض امدادِ معصیت قرض دینا کیسا ہے؟ (۱۰۵۶/۱۳۳۲ھ)
الجواب: بغرض مذکور قرض دینا بھی معصیت ہے۔

حج کو جانے سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵) اگر کوئی شخص حج کو جانا چاہے اور وہ قرض دار ہو تو اس کو حج کو جانے سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بغیر قرض ادا کیے حج کو جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)
الجواب: درمختار میں ہے: وغیرہا سنن و آداب کأن يتوسع في النفقة ويحافظ على الطهارة وعلى صون لسانه ويستأذن أبويه ودائنه وكفيله إلخ. اور شامی میں ہے: وكذا يكره بلا إذن دائنه وكفيله والظاهر أنها تحريمية لإطلاقهم الكراهة، ويدل عليه قوله فيما مرّ في تمثيله للحج المكروه كالحج بلا إذن مما يجب استيذانه فلا ينبغي عدّه ذلك من السنن والآداب إلخ (۲) ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج میں جانے کے وقت دائن سے اجازت لینا یا

(۱) الشامی ۳۲۲/۶ کتاب اللقطة .

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۴۱۹/۳ کتاب الحج، مطلب في فروض الحج و واجباته .

مستحب ہے یا واجب، ادائے قرض کا ضروری ہونا ثابت نہیں۔ فقط

”میں کسی کو قرض دار رکھ کر نہیں جاتا، کوئی اپنی جانب سے

قرض دار رہے تو رہے“ کہنے سے قرض ساقط نہیں ہوا

سوال: (۵۶) ایک شخص جو زید کا قرض دار ہے، جب زید حج کو جانے لگا تو اس نے کہا کہ اے زید! مجھ کو بھی قرض دار رکھ کر جاتے ہو، زید نے کہا: میں کسی کو قرض دار رکھ کر نہیں جاتا، کوئی اپنی جانب سے قرض دار رہے تو رہے، یہ کہہ کر زید حج کو چلا گیا، اس کہنے سے قرض داروں کے ذمے سے قرض ساقط ہوا یا نہیں؟ (۷۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زید کے اس کہنے سے قرض داروں کے ذمے سے قرض ساقط نہیں ہوا، اور معاف نہیں ہوا، ان کو قرض زید کا ادا کرنا چاہیے۔ فقط

بڑے بھائی کی زمین فروخت کر کے دونوں بھائیوں کا مشترک قرض

ادا کیا گیا ہو تو بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے قرض کا حصہ لے سکتا ہے

سوال: (۵۷) دو بھائی اکٹھے رہتے تھے اور قرضہ بھی اکٹھا تھا، اور سب لین دین روٹی کپڑا ساتھ تھا، اور زمین الگ الگ تھی، ایک ہندو کا قرضہ تھا، اس نے دعویٰ کیا تو روپیہ میسر نہ ہوا، زمین بیع کرنا چاہی، سرکار نے چھوٹے بھائی کو نابالغ قرار دے کر صرف بڑے بھائی کی زمین بیع کر دی، حالانکہ چھوٹا بھائی بالغ تھا، اب بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے آدھی زمین یا قرض کا حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۷۷/۲۶-۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ قرضہ دونوں کے ذمے تھا تو بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے حصہ قرض کا لے سکتا ہے۔

جو لڑکے باپ کے ساتھ سوداگری کرتے ہیں

ان سے دکان کے قرض کا مطالبہ کرنا

سوال: (۵۸) زید سوداگری کی دکان کرتا تھا اور اس کے چند پسر اس کے سامنے کام کرتے تھے

دکان کا، زید کو تجارت میں نقصان ہوا اور اس کے ذمے لوگوں کا قرضہ ہے، اب قرض خواہوں کو مطالبہ کا حق زید سے ہے جو زندہ ہے یا اس کے پسران سے بھی مطالبہ دین کا شرعاً حق حاصل ہے؟

(۱۳۳۷ھ/۴۶۳)

الجواب: جب کہ وہ پسران بھی دکان کا کام کرتے تھے اور لوگوں سے معاملہ لین دین کا کرتے تھے اور سامان دکان کا ان کے حوالہ ہے اور اس میں تصرفات کرتے ہیں تو لوگوں کے دیون اور مطالبات جو کہ سامان دکان سے متعلق ہیں ان کا مؤاخذہ اور مطالبہ اور ضمان بھی سب پر ہے مثلاً بعض دیون وہ ہیں کہ لوگوں سے اور تاجروں سے اسباب خرید اور اس کی قیمت دین ہے تو ظاہر ہے کہ اس دین کی ادائیگی کے وہ لوگ ضرور ذمے دار ہوں گے، جن کے قبضہ میں وہ سامان ہے اور جو اس میں تصرفات لین دین کرتے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے کوئی امانت رکھی ہو اور اس کو صرف کر لیا ہو تو وہ بھی دین ہے اور کبھی مثلاً بصورت انکار (امانت) بحکم غصب ہو جاتی ہے اور غصب میں مودع الغاصب اور غاصب الغاصب سے بھی مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ درمختار میں ہے: المَغْصُوبُ مِنْهُ مَخِيرٌ بَيْنَ تَضْمِينِ الْغَاصِبِ وَغَاصِبِ الْغَاصِبِ الْخِ وَفِي رَدِّ الْمَحْتَارِ عَنْ حَاوِي الْقَدْسِيِّ: الْغَاصِبُ إِذَا أُوْدِعَ الْمَغْصُوبُ عِنْدَ إِنْسَانٍ فَهَلَكَ فَلصاحبه أن يضمّن أيهما شاء فإن ضمن المودع رجع به على الغاصب وإن ضمن الغاصب لم يرجع بشيء إلخ (۱) فقط

تقسیم ترکہ سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے

سوال: (۵۹) زید جو کہ بکر کا مقروض تھا، اپنی بیوی اور ایک نابالغ لڑکا چھوڑ کر مر گیا، اس صورت میں بیوی اپنے خاوند کے متروکہ مال و اسباب سے بکر کو قرض ادا کر سکتی ہے اور بکر لڑکے کے بالغ ہونے سے پہلے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷ھ/۴۳۱)

الجواب: اس صورت میں زوجہ زید ترکہ زید سے اس کا قرض ادا کر سکتی ہے، کیونکہ ادائے قرض تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔

مقروض کے انتقال کے بعد اس کا مکان جس کے پاس رہن ہے

وہ اپنا قرضہ دیگر قرض خواہوں سے پہلے وصول کر سکتا ہے

سوال: (۶۰) زید نے انتقال کیا، زوجہ کا مہر پانچ سو روپیہ واجب الاداء ہے اور عمر کا زید کے ذمے پانچ سو روپیہ قرض ہے، بکر کا بھی زید پر پانچ سو روپیہ قرض ہے، اور زید کا ایک مکان متروکہ بکر کے پاس رہن ہے، تو بکر کا قرض مکان سے وصول ہونا مقدم ہے، یا زوجہ کا، یا عمر کا؟ (۱۳۴۱/۴۶-۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ وہ مکان بکر کے قرض کے عوض رہن ہے اور بکر کے قبضے میں ہے، تو بکر اپنا قرض سب سے پہلے وصول کر سکتا ہے، اور دعویٰ اس کا صحیح ہے کذا فی الدر المختار شامی میں ہے: فإذا رهن شيئاً وسلمه ولم يترك غيره فدين المرتهن مقدم على التجهيز إلخ (۱) فقط

متروکہ جائیداد میں تمام قرض خواہ یکساں حق دار ہیں

سوال: (۶۱) محمد ابراہیم نے ۱۲ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو ایک شخص سے مبلغ پانچ سو روپیہ قرض لیا، اور اس شخص کا عقد لطیفن سے ۲۹ مئی سنہ ۱۹۱۵ء کو پانچ سو روپیہ مہر پر ہوا، تقریباً دو سال کے بعد پانچ سو روپیہ کی جائیداد چھوڑ کر فوت ہو گیا، اس جائیداد سے قرض ادا کیا جاوے یا مہر؟ (۱۳۴۲/۶۸۹ھ)

الجواب: دونوں قرض ہیں اور دونوں کا حکم برابر ہے یعنی اس کی زوجہ کا دین مہر بھی ترکہ میں سے دلوایا جائے گا اور جو روپیہ قرض لیا وہ بھی ادا کیا جاوے گا اور یہ دونوں برابر ہیں تقدم وتأخر زمانہ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہے، پس جائیداد مذکورہ دونوں کو نصف نصف دی جائے گی۔ فقط

شوہر نے اپنی بیوی کو دین مہر کے عوض جو مکان دیا ہے

اس میں سے دوسرا قرض خواہ کچھ نہیں لے سکتا

سوال: (۶۲) زید نے اپنا مکان اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو بعوض دین مہر بدستی ہوش و حواس و صحت خود دیدیا، تحریری اقرار نامہ سے تکمیل کرادی؛ آیا دریں صورت قرض خواہ زید اس ملکیت ہندہ کو قرضہ زید

میں گردان کر کل یا کچھ لے سکتا ہے یا نہیں؟ یا ہندہ اس مکان مذکور کی مالک ہوگئی؟ (۱۳۳۵ھ/۷۹۸)

الجواب: جب کہ زید نے مکان مذکور اپنی زوجہ ہندہ کو دین مہر میں بہ حیات وصحت خود دے دیا تو قرض خواہ زید اس مکان میں سے کل یا بعض نہیں لے سکتا اور حسب اقرار زید جس تاریخ سے زید نے وہ مکان ہندہ کو دیا اسی وقت سے ہندہ اس کی مالک ہوگئی۔ فقط

قرض خواہ کے ورثاء موجود ہوں تو قرض کی رقم مدرسہ میں دینا درست نہیں

سوال: (۶۳) زید بلا ادائیگی دین ایک ہندو کا مرگیا، بعدہ ہندو دائن بھی مرگیا، اس کے رشتہ دار موجود ہیں، ورثہ زید چاہتے ہیں کہ زید کا قرضہ ادا کر دیا جاوے، تو ہندو دائن کے ورثہ کو کس طرح وہ قرض تقسیم کیا جاوے؟ اگر ورثہ زید وہ رقم قرض کسی مدرسہ اسلامی میں دے دیوں تو درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷ھ/۱۱۷۳)

الجواب: ورثہ زید کو چاہیے کہ وہ رقم قرض ذمگی زید کی اس ہندو دائن کے ورثہ کو موافق فرائض شرعی تقسیم کر دیوں، کیونکہ ہم لوگ مأمور ہیں موافق فرائض شرعی تقسیم کرنے کے۔ کما هو مصرح فی کتب الفقہ اور باوجود موجود ہونے ورثہ دائن کے کسی مدرسہ میں دینا اس رقم کا درست نہیں ہے۔

قرض خواہ اور اس کے ورثاء لاپتا ہوں تو قرض کس طرح ادا کیا جائے؟

سوال: (۶۴) زید نے کسی شخص سے قرض لیا، اب وہ لاپتا ہے تو کیا اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جاوے؟ (۱۳۳۵ھ/۷۴۲)

الجواب: اس کی طرف سے فقراء کو صدقہ کر دے جب کہ اس کا اور اس کے ورثہ کا پتا نہ لگے (۱)
سوال: (۶۵) زید نے ایک ہندو کا نادر بنام کچھن سے آٹا چاول وغیرہ قرض لیا، تھوڑے دنوں کے بعد زید فوت ہوا، زید کا بیٹا بکر جس کو اپنے باپ کا قرضہ ادا کرنے کی طاقت نہ تھی ادا نہ کر سکا، بعد تھوڑے دنوں کے کچھن بھی مرگیا، اور بکر ایران کی طرف چلا گیا، چار پانچ سال کے بعد جب بکر آیا

(۱) وإن لم يجد المديون ولا وارثه صاحب الدين ولا وارثه فتصدق المديون أو وارثه عن صاحب الدين بريء في الآخرة (الشامي ۳۴۲/۶ كتاب اللقطة، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

تو اس نے کچھمن کے عزیز و بال بچوں کو تلاش کیا مگر نہیں پتا ملا، اس صورت میں ادائے قرض کی کیا صورت ہے؟ (۱۰۲۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: حتی الوسع اس کے ورثہ قریب اور بعید کو تلاش کرے، اگر مل جاویں ان کو دیدے، ورنہ پھر وہ مقدار فقراء پر صدقہ کر دے، یہ حکم اس وقت ہے کہ بکر کے باپ نے اس قدر مال چھوڑا ہو کہ قرضہ مذکورہ اس میں سے ادا ہو سکے اور اگر کچھ نہیں چھوڑا یا اس قدر نہیں چھوڑا کہ پورا قرضہ اس سے ادا ہو سکے تو اوّل صورت میں بکر کے ذمے کچھ بھی دینا نہیں آتا، اور ثانی صورت میں جو مقدار چھوڑی ہے اسی کا دینا لازم ہے، زیادہ دینا لازم نہیں ہے۔

سوال: (۶۶) میں نے شیخ دھومن سے مبلغ چار روپیہ قرض لیا تھا، دو تین سال تک اس سے ملاقات ہوتی رہی، لیکن جب ادا نہ کر سکا، بعد اس کے اٹھارہ برس کا عرصہ ہوا کہ اس سے ملاقات نہ ہوئی اور نہ کسی سے کچھ پتا معلوم ہوا، نہ میں ان کے مکان کا پتا نشان جانتا ہوں، یقین ہے کہ وہ شخص مر گیا ہوگا، کیوں کہ اس وقت تقریباً ستر (۷۰) اسی (۸۰) برس کی عمر تھی، اس صورت میں کس طور سے قرض ادا ہو؟

(۱۳۳۷/۱۹۰۸ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ چار روپیہ شیخ دھومن کے وارثوں کو تلاش کر کے دیے جائیں، اور اگر کوئی وارث بھی نہ معلوم ہو تو محتاجوں پر صدقہ کر دیا جاوے اس نیت سے کہ ثواب شیخ دھومن کو ہو۔ فقط

سوال: (۶۷) میرے ذمے مبلغ ۱۳ روپیہ ایک شخص کا قرض تھا، وعدہ ادائیگی کے قبل دائن مر گیا، اس کے بال بچے ترک سکونت کر کے معلوم نہیں کہاں چلے گئے، تلاش کرنے سے بھی پتا نہیں چلا، سولہ سال ہو گئے، کیا صورت سبکدوشی دین کی ہے؟ اگر دائن کی جانب سے مبلغ ۱۳ روپیہ زر قرضہ مدرسہ دیوبند میں داخل کر دوں یا خیرات کر دوں تو مجھ کو سبکدوشی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۲۶۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ دائن اور اس کے ورثہ نہ مل سکیں اور ان کا کچھ پتا نہ چلے، حکم شرعی یہ ہے کہ وہ رقم فقراء و مساکین کو دیدی جاوے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے مؤاخذہ اخروی بار دین کا نہ رہے گا، اور مدرسہ کے طلبہ مساکین بھی اس کا مصرف ہیں، اگر مدرسہ میں طلبہ مساکین و غرباء کے لیے بھیج دیا جائے تب بھی درست ہے۔ فقط

سوال: (۶۸) ایک شخص نے تین آدمیوں سے مبلغ پانچ روپیہ قرض لیا تھا پندرہ بیس سال

ہوئے، اور جن لوگوں نے قرض دیا تھا ان کا کچھ پتا نہیں ہے، تو یہ روپیہ مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟ غرضیکہ اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۵/۳۰۳۳)

الجواب: اس روپیہ کو مسجد وغیرہ میں خرچ نہ کیا جائے، بلکہ فقراء و غرباء کو اس نیت سے صدقہ کر دیا جائے کہ مالک کو ثواب ہو، پھر اگر مالک کا کہیں پتا چل گیا اور وہ اس سے راضی رہا تو فیہا، ورنہ اگر وہ ضمان لینا چاہے، تو لے سکتا ہے۔ فقط

دائن و مقروض میں یہ معاہدہ ہوا کہ تین سو روپے لے لینا باقی

چھوڑ دینا، لیکن مقروض نے وعدہ خلافی کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۹) ایک شخص کے ایک شخص کے ذمے پانچ سو روپے تھے، دونوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ تین سو روپیہ لے لینا اور باقی چھوڑ دینا، لیکن مقروض نے وعدہ خلافی کی، اس پر دائن نے مدیون سے کہہ دیا کہ ہمارے درمیان میں فیصلہ قائم نہ رہا، اب میں تم سے پانچ سو روپیہ لوں گا، آیا شرعاً فیصلہ سابق باقی رہا یا نہیں؟ دائن کو کل روپیہ وصول کرنے کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۸۱۴)

الجواب: اب وہ فیصلہ سابقہ باقی نہ رہا، قرض خواہ کو اختیار ہے کہ کچھ چھوڑے یا نہ چھوڑے، پانچ سو روپیہ لے، لیکن کچھ چھوڑ دینا اور حسب وعدہ سابق تین سو روپیہ لینا اور باقی معاف کر دینا بہتر ہے، مگر لازم نہیں ہے۔ فقط

نالش کے وقت اصل قرض سے زیادہ ظاہر کرنا اور قرضہ مع سود وصول کرنا

سوال: (۷۰)..... (الف) زید اگر کسی مقروض کی نالش کرتا ہے تو اصل زر ثمن سے بڑھا کر کرتا ہے جائز ہے یا نہ؟

(ب) زید نے مدیون کی نالش کی، عدالت نے ڈگری کر دی، زید نے مدیون سے مع سود قرضہ وصول کر لیا، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳-۳۲/۷۸)

الجواب: (الف) اپنے اصل دین سے زیادہ ظاہر کرنا بہ وقت نالش کذب صریح اور ظلم ہے یہ درست نہیں ہے۔

(ب) یہ ربا ہے، جائز نہیں ہے۔

قرض کے ساتھ جو سود ملا ہے اس کو عدالتی اخراجات میں محسوب کرنا

سوال: (۷۱) زید کے ذمے بکر کا قرض تھا، لیکن زید نے ادائیگی میں ضرورت سے زیادہ تاخیر کی، جس کی وجہ سے مجبوراً بکر کو بذریعہ عدالت رقم وصول کرنی پڑی اور عدالت کے اخراجات و پریشانیاں برداشت کرنی پڑی، اب زید اصل معہ سود لے کر سود کو عدالتی اخراجات میں محسوب کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۲/۱۲۵۶ھ)

الجواب: احتیاط اس میں ہے کہ بکر اپنا اصل روپیہ لیوے، اس سے زیادہ نہ لیوے، لیکن اگر زید نے باوجود قدرت کے قرض بکر کا ادا نہ کیا اور بکر نے مجبور ہو کر نالش کی، تو بقدر اخراجات عدالت زید سے زیادہ رقم عند البعض لے سکتا ہے۔ فقط

امانت کا روپیہ قرض لیا پھر دائن مر گیا تو روپیہ کس کو دیا جائے؟

سوال: (۷۲) زید نے عمر سے سو روپیہ قرض لیا، عمر مر گیا، اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ عمر کے پاس بکر کا سو روپیہ امانت رکھا ہوا تھا، مگر عمر نے زید کو قرض دیتے وقت یہ نہیں بتلایا تھا کہ یہ روپیہ بکر کی امانت کا ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید اس قرض کو جو اس کے ذمہ واجب الاداء ہے، عمر کے وارثوں کو دے یا بکر کے وارثوں کو؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۰۷۸ھ)

الجواب: زید اس روپیہ قرض گرفتہ شدہ کو عمر کے وارثوں کو ادا کرے، بکر کا اگر کچھ روپیہ امانت عمر کے پاس رکھا تھا، تو بکر کے وارث اس کا ثبوت دیں گے اگر ثابت ہوا وصول کر لیں گے، مگر زید کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بکر کے ورثہ کو دیدیوے، اس کو یہی لازم ہے کہ عمر کے ورثہ کو دیدیوے۔ فقط

نکاح کے وعدے پر ہندہ نے بکر سے روپیہ لیا

پھر وعدہ پورا نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۳) اگر ہندہ نے بکر سے روپیہ بوعده نکاح لیا ہو تو کیا ایفاء وعدہ کے لیے بکر ہندہ

پر جبر کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر ہندہ نے بوعدہ نکاح روپیہ لیا ہے تو ہندہ نکاح پر مجبور نہیں ہو سکتی، اور بکر ہندہ پر جبر نہیں کر سکتا، لیکن نکاح نہ کرنے کی صورت میں ہندہ کو روپیہ واپس کرنا لازم ہے۔

باپ نے اولاد کی شادی میں جو کچھ صرف کیا

وہ اولاد کے ذمے قرضہ نہ ہوگا

سوال: (۷۴) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، عورت مذکورہ ایک لڑکا چھوڑ کر انتقال کر گئی، بعدہ شخص مذکور نے دوسرا نکاح کیا، زوجہ ثانیہ کے دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں، اور شخص مذکور نے تیسرا نکاح کیا، زوجہ ثالثہ کی دولڑکیاں ہیں، شخص مذکور زوجہ اولیٰ کے لڑکے کو شامل لے کر چھ سال تک تجارت کرتا رہا، تجارتی سرمایہ تخمیناً دس ہزار روپیہ کا ہوا، شخص مذکور اپنے لڑکے کی کل آمدنی اپنے ہی حساب میں جمع کر لیتا تھا اور لڑکے مذکور کا کل خرچ بھی اپنے ہی حساب سے خرچ کرتا تھا، لڑکے مذکور کا نکاح اور زوجہ ثالثہ کی ایک لڑکی کا نکاح شخص مذکور نے اپنے ذاتی روپیہ سے کیا، باقی کسی کا اپنی اولاد میں سے نہیں کیا، زوجہ اولیٰ کے لڑکے اور شخص مذکور کی دوسری زوجہ میں دشمنی تھی، اس دشمنی کی وجہ سے زوجہ ثانیہ نے شخص مذکور یعنی اپنے شوہر کو بہکا کر لڑکے مذکور کو وراثت سے محروم کرانے کی نیت سے یہ کاروائی کی کہ شخص مذکور سے لڑکے مذکور کے کل خرچ نکاح کو جو تخمیناً دو ہزار روپیہ ہوتا ہے، اپنے حساب سے وضع کر کے لڑکے کے نام بطور قرض لکھ کر تین سال کے بعد فوت ہو گیا، حالانکہ اس قرض لکھنے سے لڑکا مذکور راضی نہ تھا، اسی وجہ سے لڑکا مذکور تجارت سے علیحدہ ہو کر دوسرا معاملہ کرتا تھا۔ اس صورت میں اس لڑکے سے باقی وارث یہ کہتے ہیں کہ تمہارے والد تمہارے نام جو قرضہ لکھ گئے ہیں وہ تمہارے ذمے ہے، اور جو آمدنی تمہاری تمہارے والد نے اپنے حساب میں لکھی ہے وہ تم کو نہیں ملے گی، قرضہ وضع کر کے اگر تمہارے حصے میں کچھ آئے گا تو تم کو ملے گا ورنہ کچھ نہیں ملے گا؛ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۲۲۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اولاد جو باپ کے ساتھ مل کر کاروبار تجارت میں اعانت کریں وہ سب مملوکہ باپ کا ہوتا ہے اور باپ نے جو کچھ اپنی اولاد کے روزمرہ کے اخراجات یا نکاح شادی میں صرف کیا وہ اولاد

کے ذمے قرض نہ ہوگا، لہذا خرچ نکاح کو جو باپ نے اپنی پہلی زوجہ کے پسر کے نام قرض لکھ دیا ہے یہ قرض نہیں ہوا، اور اس پسر پر اس کا مطالبہ نہیں ہے، اسی طرح جو کچھ اس پسر کی اعانت سے بزمانہ شرکت مال تجارت حاصل ہوا اور آمدنی ہوئی وہ بھی باپ کی ہے اور باپ کے ترکہ میں شمار ہے، پس تمام ترکہ پدری میں سے پہلی زوجہ کا لڑکا بھی اسی طرح وارث ہوگا جس طرح دیگر زوجات کی اولاد یعنی مذکر کو دو سہام اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا، پس بقیہ ورثہ کا یہ کہنا کہ باپ نے جو کچھ خرچہ نکاح کا تمہارے ذمے قرض لکھ دیا ہے وہ تمہارے حساب میں رہے گا یہ غلط ہے، اس کے ذمے باپ کا خرچ کیا ہوا شادی میں قرض نہیں ہے، وہ تبرع ہے باپ کی طرف سے جیسا کہ عموماً باپ اپنی اولاد کی شادی میں روپیہ صرف کرتے ہیں وہ قرض ہرگز نہیں ہو سکتا، باقی تمام ترکہ باپ کا ہونے پر یہ عبارت شامی کی دال ہے۔ ثم هذا في غير الابن مع أبيه لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله، لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب الخ (۱) (شامی ۳/۳۴۹، فصل في الشركة الفاسدة) فقط

کسی شخص نے مدرسہ کو جو قرض حسنہ دیا ہے

اس کی ادائیگی کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال: (۷۵) اگر کوئی شخص امورات مصالح عامہ مثلاً مدرسہ وغیرہ کی تعمیر اور ترقی و تعلیم کے لیے قرض حسنہ عطا کرے تو ایسے قرضہ کی نالش سکرٹری مدرسہ پر ہو سکتی ہے؟ اور کیا سکرٹری اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے؟ (۲۰۴۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نالش ہو سکتی ہے، اور سکرٹری مذکور ادائے قرض کا ذمہ دار ہے، جیسا کہ حدیث

شریف میں ہے: علی الید ما أخذت حتی تؤدی (۲) فقط

(۱) رد المحتار ۶/۳۹۲ کتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب: اجتمع في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت فهو بينهما بالسوية.

(۲) عن سمرق رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: علی الید ما أخذت حتی تؤدی رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجه (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعارية)

مدیون کی نماز جنازہ سے متعلق چند احادیث

سوال: (۷۶) یہ حدیث کہاں ہے اور صحیح ہے یا نہ؟ وہ یہ ہے کہ ایک جنازہ نبی کریم ﷺ کے سامنے لایا گیا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس پر کسی کا قرضہ تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ قرض دار ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز تم ہی پڑھو میں نہیں پڑھتا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس میت کا قرضہ میرے ذمے ہے، تب آپ ﷺ نے اس میت پر نماز پڑھی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح علی نے اس کو عذاب الدین سے چھٹایا، علی کو بھی سبکدوش کر دے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی درہ فروخت کر کے اس میت کا قرضہ ادا کر دیا تھا، اور اگر کوئی شخص کافر کا قرض دار مر گیا، تو عذاب الدین کا مستحق ہو گا یا نہ؟ (۵۶۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ حدیث جو آپ نے نقل کی ہے مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور شرح السنۃ کی حدیث ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں: عن أبي سعيد الخدري قال: أتى النبي صلى الله عليه وسلم بجنازة ليصلي عليها فقال: هل على صاحبكم دين؟ قالوا: نعم، قال: هل ترك له من وفاء؟ قالوا: لا قال: صلّوا على صاحبكم. قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: على دينه يا رسول الله! فتقدم، فصلّى عليه، وفي رواية معناه، وقال: فكّ الله رهانك من النار كما فكّكت رهان أخيك المسلم، ليس من عبد مسلم يقضى عن أخيه دينه إلا فكّ الله رهانه يوم القيامة. رواه في شرح السنۃ (۱) اس روایت میں وہ سب قصے مذکور ہیں جو آپ نے سوال میں نقل کیے ہیں، اور اس قدر زیادتی ہے کہ جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا قرض ادا کر دے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے بچا دے گا، اور مشکوٰۃ شریف میں ایک دوسری حدیث صحیح بخاری سے نقل کی ہے، جو سلمہ بن اکوع سے مروی ہے، اس میں حضرت ابوقادحہ رضی اللہ عنہ صحابی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا جب کہ آپ ﷺ نے مدیون کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کیا کہ یا رسول اللہ! اس کا قرض میں ادا کر دوں گا، آپ اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں، تو اس پر

آنحضرت ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ رواہ البخاری (۱) اور واضح ہو کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا، پھر جب فتوحات کثیرہ ہونے لگیں، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مدیون مرے تو اس کو میں ادا کروں گا (۲) اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے تھے، اور کافر کا قرض بھی حق العبد ہے اس کا بھی حکم یہی ہے۔ فقط

مسلمان نے غیر مسلم سے قرض لیا پھر مر گیا تو

اس کی ادائیگی ورثاء پر ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۷) جو مسلمان کافر کا مقروض فوت ہو جائے اور اس کے وارث بھی قرض ادا نہ کریں

تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۳۳/۸۲۴-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قرض مسلمان کا ہو یا کافر کا اس کو ادا کرنا چاہیے، اگر بلا ادا مر گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اس نے مقدار قرض مال و جائیداد چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑی ہے تو وارثوں کو چاہیے کہ اس کا قرض ادا کریں اگر ادا نہ کریں گے تو وارثوں پر مؤاخذہ ہے (۳) اور اگر نہیں چھوڑا تو اگر مقروض کی نیت

(۱) عن سلمة بن أكوع أنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ، قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَتَى بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَصَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَصَلَّى عَلَيْهِ (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۲ كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار. وصحيح البخاری ۳۰۶/۱ كتاب الكفالة، باب من تكفل عن ميت ديناً الخ)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا توفي المؤمن وعليه دين، فيسأل هل ترك لدينه من قضاء؟ فإن قالوا: نعم، صلى عليه. وإن قالوا: لا، قال: صلوا على صاحبكم، فلما فتح الله عز وجل على رسوله صلى الله عليه وسلم. قال: أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم، فمن توفي وعليه دين فعلى قضاؤه، ومن ترك مالا فهو لورثته (سنن النسائي ۲۱۵/۱ كتاب الجنائز، الصلاة على من عليه دين)

(۳) قال في الشامي: وإن علم الوارث دين مورثه، والدين غصب أو غيره، فعليه أن يقضيه من التركة، وإن لم يقض فهو مؤاخذ به في الآخرة. وفيه قبيل أسطر: وهذا إن كان له مال (رد المحتار ۳۴۲/۶ كتاب اللقطة، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

ادا کی تھی تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دائن کو راضی فرما دیوے، اور مدیون پر مؤاخذہ نہ ہو (۱) اور ممکن ہے کہ مدیون مأخوذ ہو۔

قرض دار نے کہا: ”میں اللہ کے واسطے معافی چاہتا ہوں“

تو قرض معاف ہوا یا نہیں؟

سوال: (۷۸) زید کا قرض عمر کے ذمے ہے، زید نے قرض طلب کیا، عمر نے کسی وجہ سے ادا کرنے سے انکار کیا، حالانکہ عمر صاحب وسعت ہے، زید نے کہا کہ کیا تم اللہ کے واسطے معافی چاہتے ہو؟ تو عمر نے کہا: میں اللہ کے واسطے معافی چاہتا ہوں، یہ معافی کے الفاظ تین بار اعادہ کیے گئے، زید معافی کے الفاظ عمر سے کہلا کر دو منٹ خاموش رہا، پھر عمر سے کہا کہ تم صاحب وسعت ہو کر معافی چاہتے ہو، معافی اس کی ہوا کرتی ہے جو ذی وسعت نہ ہو، عمر کہتا ہے کہ جب تم معافی کے الفاظ مجھ سے ادا کرا چکے تو اب تم کو مجھ سے قرض طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ (۱۳۳۸/۲۲۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا قرض جو بذمہ عمر ہے ساقط نہیں ہوا، اور معاف نہیں ہوا، پس زید مطالبہ اپنے قرض کا عمر سے کر سکتا ہے۔ فقط

(۱) وفي الفصول العلامية : لو لم يقدر على الأداء لفقره أو لنسيانه أو لعدم قدرته ، قال شداد والناطفي رحمهما الله تعالى : لا يؤاخذ به في الآخرة إذا كان الدين ثمن متاع أو قرضاً إلخ (ردالمحتار ۳۴۲/۶ کتاب اللقطة ، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

کتاب القضاء والتحکیم

قضا اور حکم بنانے کا بیان

کافر بادشاہ کی جانب سے قضا کی ذمہ داری قبول کرنا

سوال: (۱) فتاویٰ مولانا عبدالحی صاحب اور درمختار میں قضا کا قبول کرنا بادشاہ کافر سے درست لکھا ہے، اگر حق کی تنفیذ سے سلطان کافر مانع نہ ہو، لہذا گزارش ہے کہ چونکہ ان ایام میں بیع و شراء اور طلاق اور نکاح کے احکام شریعت کے مطابق فیصل نہیں ہوتے تو قضا کے قبول کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

(۱۳۴۱/۶۴۶ھ)

الجواب: روایات فقہیہ ایسی موجود ہیں کہ بادشاہ کافر کی طرف سے تقلد قضا صحیح ہے، درمختار میں ہے: ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرًا ذكره مسكين وغيره إلا إذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم، ولو فقد والٍ لغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين والٍ وإمام للجمعة الخ وفي رد المحتار: في التارخانية: الإسلام ليس بشرط فيه أي في السلطان الذي يقلد — إلى أن قال — وكل مصرفيه والٍ من جهتهم تجوز فيه إقامة الجمع والأعياد وأخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الأيامي لاستيلاء المسلم عليه، وأما إطاعة الكفر فذاك مخادعة. وأما بلاد عليها ولاية كفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد، ويصير القاضي قاضيًا بتراضي المسلمين الخ (۱) الحاصل بہ ضرورت تقلد قضا من الوالی الکافر جائز ہے۔ فقط

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۸/۳۱-۳۲ کتاب القضاء۔ مطلب: أبو حنیفہ دعی إلى القضاء ثلاث مرات فأبی

سوال: (۲) إذا ولی الکافر علیہم قاضیاً و رضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلاشبہ (۱) سے کیا مراد ہے؟ (۱۳۳۳/۱۷۲ھ)

الجواب: اکثر مسلمین کی رضا کافی ہے۔

سوال: (۳) یہاں کا رئیس با اختیار راجہ ہے وہ قاضی کو مقرر کر کے یہ کہتا ہے کہ آپ کو مذہبی معاملات میں کلی اختیار ہے بشرطیکہ قانون ریاست کے خلاف نہ ہو، آیا ایسے قاضی کا حکم شرعی قاضی کا سا سمجھا جائے گا؟ (۱۳۳۵/۳۷۳ھ)

الجواب: بعض فقہاء نے ایسا فرمایا ہے کہ کافر حاکم کی طرف سے بھی تقرر قاضی صحیح ہے۔ فی الشامی: ولكن إذا ولی الکافر علیہم قاضیاً و رضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلاشبہ الخ (۱) (شامی ص: ۳۰۸ کتاب القضاء)

موجودہ وقت میں قاضی کس کو تسلیم کیا جائے؟

سوال: (۴)..... (الف) جن مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے ان میں آج کل عمل کی کیا صورت ہے؟ اس وقت قاضی کس کو تسلیم کیا جائے؟ اگر دلائل ذیل سے آج کل حکام مسلمین مثلاً ڈپٹی تحصیل دار، منصف، جج وغیرہ کو قاضی کہا جائے تو کیا وجہ مانع ہے؟ ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین (۲) وأهلہ أهل الشهادة..... والفاسق أهلها فیکون أهلہ لکنہ لا یقلد وجوباً ویأثم مقلده (الدر المختار) وفي الشامی فی الفتح: والوجه تنفيذ قضاء کل من ولاه سلطان ذو شوكة وإن کان جاهلاً فاسقاً وهو ظاهر المذهب عندنا، وحينئذ فی حکم بفتویٰ غیرہ اھـ وفي الدر: واستثنی الثانی الفاسق ذا الجاه والمروءة فإنه یجب قبول شهادتہ. بزازیة، قال فی النهر: وعليه فلا یأثم أيضاً بتولیتہ القضاء حیث کان كذلك (۳) (کذا فی الدر المختار والشامی)

(۱) الشامی ۴۲/۸ کتاب القضاء، مطلب فی حکم تولیة القضاء فی بلاد تغلب علیہا الکفار .
(۲) الدر المختار ورد المختار ۴۱/۸-۴۲ کتاب القضاء - مطلب: أبو حنیفة دعی إلى القضاء ثلاث مرات فأبى .

(۳) الدر والرد ۲۳/۸-۲۵ کتاب القضاء، مطلب فی حکم القاضی الدرزی والنصرانی .

(ب) کل مصرفیه والِ مسلم من جہتہم تجوز فیہ إقامة الجمع والأعیاد وأخذ الخراج وتقلید القضاة وتزویج الأیامی لاستیلاء المسلم علیہ..... وأما بلاد علیہا ولایة کفار فیجوز للمسلمین إقامة الجمع والأعیاد ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ، فیجب علیہم أن یلتمسوا والیاً مسلماً منهم (۱) (شامی) جب کفار کا مقرر کردہ والی شرعی والی کے حکم میں ہے جس سے اقامت جمعہ وعیدین، تزویج ایامی وغیرہ درست ہے تو کیا وجہ ہے کہ قاضی کے اختیارات قطع منازعات، فصل خصومات وغیرہ جس عہدہ دار کے ذمہ اور متعلق کیے جائیں وہ شرعی قاضی تسلیم نہ کیا جائے؟ ان حکام مسلمین کے قاضی شرعی نہ ہونے میں درمختار کی اس عبارت ذیل سے استدلال ہو سکتا ہے یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین وغیرہ إلا إذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم انتہی (۲) اس کا جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر قضا بالحق سے کافر ممانعت کرے تو عہدہ قضا قبول کرنا اس شخص پر ناجائز ہے، لیکن اگر قبول کر لیا تو قاضی ہو جائے گا۔ وفي الفتح: ومقتضى الدلیل أن لا یحل أن یقضی بها فإن قضی جاز ونفذ (۳) (شامی) (۱۳۴۳/۱۷۲ھ)

الجواب: (الف) جو دلائل آپ نے نقل کیے ہیں ان سے حکام مسلمین مثل ڈپٹی تحصیل دار، جج، منصف وغیرہ بحکم قضاۃ ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ احکام جو قضا پر موقوف ہیں نافذ ہو سکتے ہیں؟ اکابر علماء سے اس کی تصحیح منقول ہے۔

(ب) یہ نمبر بھی جو آپ نے تحقیق کیا ہے صحیح ہے اور والی مسلم جو من جہت الکفار ہے وہ تقلید قضاۃ وغیرہ امور کر سکتا ہے، اور جو جواب آپ نے عبارت إلا إذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم کا دیا ہے وہ صحیح ہے۔ غرض یہ ہے کہ وہ قاضی ہو جائے گا اور جن امور میں قضا بالحق کرے گا وہ نافذ ہوگی اور قضا بغیر الحق شرعاً نافذ نہ ہوگی۔ فقط

(۱) ردالمحتار ۴۱/۸-۴۲ کتاب القضاء ، مطلب : أبو حنیفة دعی إلى القضاء ثلاث مرات فأبی .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۴۱/۸-۴۲ کتاب القضاء ، مطلب : أبو حنیفة دعی إلى القضاء الخ .

(۳) الشامی ۲۵/۸ کتاب القضاء ، مطلب فی حکم القاضی الدرزی والنصرانی .

فریقین کا مقرر کردہ حکم اور باختیار مسلمان حاکم کے فیصلہ کا حکم

سوال: (۵) زمانہ موجودہ میں اگر فسخ نکاح وغیرہ کے لیے قاضی کی ضرورت ہو تو حاکم مسلم یا عالم قائم مقام قاضی کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۹۲ھ)

الجواب: حاکم مسلمان باختیار کا فیصلہ قائم مقام قاضی کے ہو سکتا ہے اور حکم مسلم فریقین کا حکم بھی قاضی کا سا ہے۔ فقط

سوال: (۶) فریقین کے مقرر کردہ حکم (ثالث) اور حاکم مسلمان ملازم سرکار کا فیصلہ شرعاً نافذ ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰-۲۹/۸۷۰ھ)

الجواب: حکم مقرر کردہ فریقین کا فیصلہ مثل قاضی کے نافذ ہے اور حاکم مسلمان کا فیصلہ بھی نافذ ہے۔ فقط

سوال: (۷) وہ عالم کہ جس کو فریقین اپنا حکم و قاضی بنالیں تو وہ نکاح فسخ کر سکتا ہے یا نہ؟

(۱۳۳۵-۲۴/۲۰۰ھ)

الجواب: حکم مسلم فریقین بہ منزلہ قاضی کے ہے، حکم فسخ نکاح اس صورت میں کر سکتا ہے۔ فقط

سوال: (۸) دریں دیار چند اشخاص از علمائے مسلمین برائے فیصلہ مقدمہ مسلمین مقرر اند، آں علمائے مسلمین شرعاً شہادت از مدعی و مدعا علیہ گرفته در عقود و فسخ وغیرہ حکم کنند، آں علماء شرعاً قضاۃ خواہ شد و حکم او نافذ خواہ شد یا نہ؟ (۱۳۳۷/۱۲۷۴ھ)

الجواب: از کتب فقہ معلوم شد کہ او شاں بحکم قضاۃ می شوند و فیصلہ شاں کہ مطابق شرع باشد نافذ می شود (۱) فقط

ترجمہ: سوال: (۸) اس علاقے میں علمائے مسلمین میں سے چند حضرات مسلمانوں کے مقدمہ کے فیصلے کے لیے مقرر ہیں، وہ علمائے مسلمین شرعاً مدعی اور مدعی علیہ سے شہادت لے کر عقود و فسخ وغیرہ میں فیصلہ فرماتے ہیں، کیا وہ علماء شرعاً قاضی شمار کیے جائیں گے؟ اور ان کا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہ؟

(۱) حکما رجلاً فحکم بینہما بیئۃ أو إقرار أو نکول و رضیا بحکمہ (ای الی أن حکم) صح (الدروالد ۱۱۳/۸ کتاب القضاء، باب التحکیم، مطلب: حکم بینہما قبل تحکیمہ ثم أجازہ جاز)

الجواب: کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات قضاۃ کے حکم میں ہوں گے، اور ان کا فیصلہ جو کہ شریعت کے مطابق ہو، نافذ ہوگا۔ فقط

سوال: (۹) یہاں پر تو قاضی نہیں، پھر جس مسئلے میں قاضی کے حکم کی ضرورت ہے اس میں کیا ہونا چاہیے؟ مثلاً لڑکی بالغہ ہو کر اگر نکاح فسخ کرنا چاہے تو کیسے کرے؟ اور قاضی کس کو قرار دیوے؟ اور جو عالم ہے اس کو قاضی قرار دینا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۴۸۱ھ)

الجواب: عالم قائم مقام قاضی کے نہیں ہو سکتا، البتہ جس کو فریقین حکم تسلیم کر لیں وہ قائم مقام قاضی کا؛ اختیار فسخ وغیرہ میں ہو سکتا ہے۔ کذا فی الدر المختار والشامی (۱)

موجودہ زمانے میں عدالت کا جج شرعی قاضی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰) موجودہ زمانے میں عدالت کا جج قاضی کا حکم رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور عدالت دیوانی کے فیصلے قابل عمل ہیں یا نہ؟ (۱۳۴۰/۳۷۴ھ)

الجواب: جج کو حکم قاضی کا نہیں ہے اور جج جو فیصلہ کرے گا وہ بہ منزلہ فیصلہ قاضی کے نہ ہوگا۔ فقط

عیسائی سلطنت کا قاضی شرعی قاضی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱) عیسائی سلطنت کے قاضی کو شرعی سمجھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۵۸۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین وغیرہ إلا إذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم ولو فقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعین وال وإمام للجمعة فتح. وفي الشامی: ولكن إذا ولی الکافر علیہم قاضیاً ورضیہ المسلمون صحت تولیته بلا شبهة الخ (۲) پس بناءً علیہ ان قضاۃ کی قضا کو من وجہ تسلیم کیا گیا ہے جو کہ سلاطین کفار کی طرف سے قضاۃ مقرر کیے جاویں مگر جمیع وجوہ سے وہ قاضی نہیں ہیں۔

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) الدر والرد ۸/۴۱-۴۲ کتاب القضاء، مطلب: أبو حنیفة دعی إلى القضاء ثلاث مرات فأبی.

شرعی پنچایت میں نو مسلم عالم کو بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲) شرعی فیصلہ کے متعلق کوئی پنچایت ہو تو اس میں نو مسلم عالم کو بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۷۱۸)

الجواب: فیصلہ شرعیہ عالم ہی کر سکتا ہے، لہذا اسی عالم نو مسلم سے فیصلہ کرانا چاہیے، اور اس کو بولنے کا حق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورۃ حجرات، آیت: ۱۳) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، دین کے معاملے میں، قومیت کا کچھ لحاظ نہیں ہے جس کو کوئی مسئلہ معلوم ہو وہ بتلا سکتا ہے اور فیصلہ کر سکتا ہے۔ فقط

حکم مقرر کرنے کے بعد متنازع فیہ جائداد کو فروخت کر دینا

سوال: (۱۳) زید و عمر نے اقرار نامہ ثالثی لکھ کر ایک شخص کو ثالث مقرر کر دیا، عمر نے قبل از فیصلہ جائداد متنازعہ فیہ بکر کے ہاتھ فروخت کر دی، بکر نے جائداد پر قبضہ کر کے ثالثی مذکورہ فسخ کر دی، آیا وہ اقرار نامہ فسخ ہو گیا یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۰۱۴)

الجواب: اقرار نامہ ثالثی کا اس صورت میں فسخ ہو گیا (۱)

فریقین میں سے ہر فریق کا الگ الگ حکم مقرر کرنا

سوال: (۱۴) حکم رجلاں حکمین یعنی حکم أحدهما حکمًا علاحدہ و حکم الآخر حکمًا علاحدہ، هل یصح حکمہما أم لا؟ (۱۳۳۵/۸۰۸)

الجواب: قال فی الدر المختار: حکمًا رجلین فلا بد من اجتماعہما علی المحکوم بہ إلخ. قال فی رد المحتار: قوله (فلا بد من اجتماعہما) فلو حکم أحدهما أو اختلفا لم یجز کما

(۱) و ینفرد أحدهما بنقضہ أي التحکیم بعد وقوعہ اھ (الدر المختار) الأولى أن یدلہ بقولہ: قبل الحکم (الشامی ۱۱۴/۸ کتاب القضاء، باب التحکیم) پس عمر کا متنازع فیہ جائداد کو بیچ دینا ثالثی کو فسخ کر دینا ہے، اور فریقین میں سے ایک کو فیصلے سے پہلے تحکیم کو ختم کرنے کا اختیار ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

فی البحر عن الولوالجیة. وفيه عن الخصاف: لو قال لامرأته: أنت علي حرام ونوى الطلاق دون الثلاث فحکماً رجلین فحکماً أحدهما بأنها بائن وحکماً الآخر بأنها بائن بالثلاث لم یجز، لأنهما لم یجتمعاً علی أمر واحد، انتهى (۱) (شامی ۳۴۹/۲ کتاب القضاء) فعلم أنه لم یجز حکم أحد المحکمین فی هذه الصورة لأنهما لم یجتمعاً علی حکم واحد. فقط

ترجمہ: سوال: (۱۴) دو آدمیوں نے دو شخصوں کو حکم بنایا، یعنی ان دونوں میں سے ایک نے ایک کو اور دوسرے نے دوسرے کو حکم بنایا تو کیا دو کا فیصلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے کہ دو شخصوں نے دو آدمیوں کو حکم مقرر کیا تو دونوں حکموں کا اتفاق محکوم بہ (فیصلہ) پر ضروری ہے۔

شامی میں ماتن کے قول فلا بد من اجتماعهما کے تحت ہے، پس اگر دونوں میں سے کوئی ایک فیصلہ کرے (اور دوسرا نہ کرے) یا فیصلہ کرنے میں دونوں اختلاف کریں تو فیصلہ صحیح نہ ہوگا، جیسا کہ ولوالجیة سے بحر میں منقول ہے، اور بحر میں خصاف سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور اس سے تین طلاق سے کم طلاق کی نیت کرے، پھر دونوں (میاں بیوی) نے دو آدمیوں کو حکم بنایا، چنانچہ ان دونوں میں سے ایک نے ایک طلاق بائن کا فیصلہ کیا اور دوسرے نے تین طلاق بائن کا فیصلہ کیا تو کسی کا فیصلہ صحیح نہ ہوگا، کیونکہ دونوں حکم کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے، پس اس سے معلوم ہوا کہ دو حکموں میں سے ایک کا فیصلہ اس صورت میں درست نہیں؛ کیوں کہ دونوں ایک حکم پر متفق نہیں ہوئے (جب کہ یہ ضروری ہے) فقط

حکم بننا اور فیصلہ کرنا درست ہے

سوال: (۱۵) حکم بننا اور معاملات فیصل کرنا درست ہے یا نہ؟ (۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حکم بننے میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ جانتا ہے کہ اس معاملہ کو شرع کے موافق طے کر دوں گا، اور اگر نیت اچھی ہے تو ثواب بھی ہے، مگر ضرور ہے کہ موافق شریعت کے فیصلہ کرے ورنہ گنہ گار ہوگا۔

غیر مقلد کو سر پنچ مقرر کرنا اور اہل سنت کا اس کی اتباع سے انحراف کرنا

سوال: (۱۶)..... (الف) کسی قوم نے جس میں چند حنفی اہل سنت بھی شامل ہوں اور باقی غیر مقلدین ہوں، سب نے ایک غیر مقلد کو اپنا سر پنچ مقرر کیا ہو، غیر مقلد کو سر پنچ مقرر کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(ب) اگر اہل سنت اس شخص کی تابعداری سے انحراف کریں تو گناہ ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲ھ/۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) غیر مقلد کو سر پنچ مقرر کیا جاسکتا ہے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے، باقی اپنے مصالح کو فریقین خود خیال کر لیں کہ آیا اس کے سر پنچ بنانے میں ان کا کچھ نقصان تو نہیں ہے اگر نقصان سمجھیں نہ بنائیں اور بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو سر پنچ مقرر نہ کریں۔

(ب) کچھ گناہ نہیں ہے۔

جو قاضی یہ کہے کہ مجھے شریعت سے کچھ واسطہ نہیں

وہ منصب قضا و امامت کے لائق نہیں

سوال: (۱۷) فی الحال بستی میں ایک خطیب نے ایک شخص کا نکاح اس کی زوجہ کی موجودگی میں اس کی سالی کی لڑکی سے پڑھایا، اس وقت قاضی صاحب کے والد حاضر تھے ان سے کہا گیا کہ قاضی صاحب آپ بستی کے قاضی اور مالک ہیں آپ کی اجازت کے بغیر اور خلاف شرع نکاح پڑھایا گیا ہے اس پر آپ اپنا حکم نافذ فرمائیں اور قانوناً مقدمہ چلائیں، مگر قاضی صاحب نے فرمایا کہ مجھے شریعت سے کچھ واسطہ نہیں، ایسا شخص منصب قضا کے لائق ہے یا نہیں؟ کیا بستی والے ایسے قاضی کو نکال کر دوسرا قاضی مقرر کر سکتے ہیں؟ جو قاضی اپنے منصب قضا کو انجام نہ دے اس کی جاگیر اور انعام سرکار ضبط کر سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ قاضی امامت جامع مسجد کو بھی انجام نہیں دیتا۔ (۱۳۳۷ھ/۲۳۵۱)

الجواب: جو شخص ایسے الفاظ کہے کہ مجھ کو شریعت سے کچھ واسطہ نہیں ہے وہ سخت گنہگار ہے ایسے الفاظ سے خوف کفر ہے اس سے توبہ کرے، اور بستی والوں کو مناسب ہے کہ وہ سرکار سے اس کی استدعاء کریں کہ قاضی موجود چونکہ لائق اس عہدہ کے نہیں ہے اس کو معزول کیا جائے اور اس کی جگہ ایسے شخص کو

قاضی مقرر کریں جو ضروری اسلامی خدمات انجام دیوے، اور امامت وغیرہ کا انتظام کرے اور جب تک سرکار کی طرف سے کوئی انتظام ہو مسلمانوں کو چاہیے کہ جامع مسجد کی امامت وغیرہ کا انتظام خود کر لیں اور کسی صالح اور عالم کو امام مقرر کریں اور سرکار میں درخواست کریں کہ قاضی موجود جب کہ خدمات اسلامیہ کو پورا نہیں کرتا تو اس کو اس عہدہ سے علیحدہ کیا جائے یا ہدایت کی جائے کہ آئندہ موافق شریعت کے کام کرے، اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر دوسرا قاضی مقرر کیا جائے، اور جاگیر و انعام اس کو دیا جائے، الغرض چونکہ قاضی موجود سرکار کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں تو اب بصورت ناراضی کے سرکار سے ہی استدعاء کرنی چاہیے، اور درخواست دینی چاہیے، از خود کوئی انتظام نہ کرنا چاہیے۔ فقط

خلاف شرع کام کرنے والے قاضی کی امامت و قضا کا حکم

سوال: (۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں: جو قاضی دہ (قریہ) ہو اور شرع کے خلاف کام کرتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اس نے ایک بیوہ عورت کو جس کو اس کے سسرال کا حمل تھا جب میعاد میں دس بیس روز رہ گئے تھے اس وقت اس کا نکاح اس کے متوفی خاوند کے برادر خورد کے ساتھ کر دیا گیا۔

(۲) ایک عورت جس کا خاوند زندہ ہے اور اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے لائل پور چلا گیا تھا اور اس کو گئے ہوئے عرصہ دو سال کا ہو گیا تھا، مگر وہ واپس نہیں آئے، اس کے جانے کے بعد ایام غیر حاضری میں اس عورت کے سسرال (میں) حمل ٹھہر گیا تھا جب میعاد حمل آٹھ ماہ ہو گئی اس کا نکاح اس کے خاوند کے برادر کلاں سے کر دیا اور جب قاضی صاحب کو عام محفل اسلام کے روبرو بلا کر پوچھا گیا تو اس نے یہ کہا کہ میں اسی طرح کروں گا کیونکہ ایسا نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۳) ایک لڑکی کا شرعی ایجاب ہوا تھا پھر گھر والوں کی بے ایمانی سے کسی دوسری جگہ قاضی نے نکاح کر دیا، حالاں کہ شرعی ایجاب عام مجلس اسلام کے روبرو ہوا تھا۔

(۴) کسی ملک میں اہل ہنود کی یہ رسم ہے کہ ایام تیسوں میں تمام گاؤں کے ہنود کی عورتیں گاؤں سے باہر ایک میدان میں جمع ہوتی ہیں اور مختلف اقسام سے فحش گفتگو ان سے سرزد ہوتی ہیں جو کہ اہل شرع لوگ ہیں گفتگو کو سن کر حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ ایسے قول و فعل والی مستورات کا کیا حشر ہوگا؟ اس

نے اپنی بالغہ دختر ان کو وہاں جانے کی اجازت دے دی ہے، طرفہ یہ ہے کہ شہر کا قاضی ہونے کا دم مارے اور کام ایسے کرے، اور شادیوں میں عورتوں کے ہمراہ اس کی لڑکیاں راگ گاتی ہیں۔

(۵) ایام محرم میں مستورات کے ہمراہ جا کر قاضی صاحب کی دختر ان بالغہ اماموں کے نام لے کر ماتم کرتی ہیں اور وہ بالکل ان باتوں سے منع نہیں کرتا، یہ گاؤں ایک بڑا قصبہ ہے جس میں ہندو بھی اور مسلمان بھی کثرت سے ہیں اس گاؤں میں قاضی نے امسال کی عید میں ایک نیا گل کھلایا ہے جس میں اس نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی، ہمارے گاؤں میں عالم کامل ہونے کے علاوہ تفسیر کے علم سے بھی بخوبی واقف ہیں، ہمیشہ لوگ اس کے پیچھے باجماعت نماز گزارتے ہیں، قاضی صاحب مدوح نے برموقع نماز عید دس پندرہ آدمی لے کر علیحدہ جماعت کرنی شروع کر دی، قاضی علم قرآن شریف سے بالکل ناواقف ہے، دو چار آدمیوں نے کہا: نماز ساتھ پڑھ لو مگر قاضی نے ایک نہ مانی اور کہنے لگا: میرے رزق میں فرق آتا ہے گویا اس کی روزی کا ذریعہ یہی ہے، جس شخص کے ایسے حالات ہوں اس کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۹۰۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایسا شخص جس کے افعال اوپر مذکور ہیں لائق امامت کے نہیں ہے، اور اہل نکاح خوانی کا شرعاً نہیں ہے، اور میل ملاپ بھی ایسے شخص سے اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال: (۱۹) اگر کوئی قاضی کسی شخص پر دباؤ دے کر اس کی زوجہ کو طلاق دلا دے، اور مطلقہ کا نکاح بدون گذرنے عدت کے دوسرے شخص سے کرادے ایسی صورت میں وہ قاضی اور متولی ہونے کے لائق ہے یا نہیں؟ (۱۳۲۵/۵۷۸ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے لائق قاضی ہونے کے نہیں ہے اور متولی بنانے کے (بھی) لائق نہیں ہے۔ فقط

تعز یہ بنانے والے کو قاضی بنانا

سوال: (۲۰) یہاں کا شہر قاضی اپنے ہاتھ سے تعز یہ بناتا ہے اس کو قاضی بنانا اور نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۴۳ھ)

الجواب: تعز یہ بنانا حرام ہے اس کا مرتکب فاسق اور مبتدع ہے، ایسے شخص سے قطع تعلق کر دینا

چاہیے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ نکاح خوانی اور عہدہ قضا پر بحال رکھا جائے، لیکن اگر یہ کسی کا نکاح پڑھ دے تو وہ ہو جائے گا۔

منصب قضا میں وراثت نہیں چلتی، بلکہ اہلیت شرط ہے

سوال: (۲۱) اسلامی بادشاہت کے زمانے میں جو لوگ قاضی مقرر ہوئے، ہندوستان میں کہیں کہیں ان کی نسل کے لوگ موجود ہیں تو کیا وراثت یہ لوگ بھی منصب قضا کے مستحق ہیں یا اہلیت قضا کی ضرورت ہے؟ (۲۸۰/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس میں وراثت نہیں ہے البتہ اگر اہل اسلام ان سے نکاح پڑھاویں اور ان کو ان کے حقوق ادا کریں تو یہ درست ہے باقی ان کا کچھ حق لازمی نہیں ہے۔

سوال: (۲۲) آیا وہ شخص قاضی ہو سکتا ہے کہ نہ علم عربی سے اور نہ مسائل شرعیہ سے واقف ہو، یا وہ شخص ہو سکتا ہے کہ جو علم عربی سے واقف اور مسائل شرعیہ ضروریہ لوگوں کو بتلائے؟ آیا قاضی کے ہونے میں وراثت جاری ہوگی یا لیاقت علمی شرعیہ ضروری ہے؟ (۲۱۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: امام اور نکاح خواں کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ مسائل نماز سے واقف ہو نکاح خوانی اور خطبہ خوانی کو انجام دے سکتا ہو، صالح و متدین ہو، علم عربی ہونا ضروری نہیں ہے، اگر اردو کتابوں میں سے نماز کے مسائل سے اور نکاح کے مسائل سے واقفیت حاصل کر لیوے تو وہ بھی امام و قاضی ہو سکتا ہے، اور امام و قاضی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فاسق و غیر مقلد نہ ہو کیونکہ امامت فاسق سود خوار وغیرہ کی مکروہ تحریمی ہے، اور غیر مقلد حنفیوں کا امام نہیں ہو سکتا۔ فقط

فاسق قاضی کو معزول کرنا

سوال: (۲۳) مسلمانوں نے نماز اور نکاح کے لیے ایک قاضی مقرر کیا بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ بالکل جاہل ہے، اور زانی ہے میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیتا ہے، اور غیر مسلموں کی صحبت میں اکثر رہتا ہے، اور در بدر گداگری کرتا پھرتا ہے تو کیسا قاضی ہونا چاہیے؟ اور ایسے قاضی کو معزول کرنا جائز ہے یا نہ؟

(۲۷۷/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے اور وہ قاضی و مقتدا بنانے کے لائق نہیں ہے، اس کو معزول کر کے دوسرا قاضی مسلمانوں کو مقرر کرنا ضروری ہے، البتہ اگر وہ توبہ کرے افعال ناشائستہ محرمہ سے تو پھر اس کو ہی امام و قاضی رکھا جاوے۔ فقط

کیا اونچا سننے والا شخص قاضی بن سکتا ہے؟ اور اطرش و اصم میں فرق

سوال: (۲۴) ایک شخص کی سماعت میں اس قدر خلل ہے کہ جب تک اس کے کانوں میں زور سے آواز نہ دی جائے بات اس کو سنائی نہیں دیتی آیا شخص مذکور فیصلہ نکاح میں حکم یا قاضی بن سکتا ہے اور اطرش اور اصم میں کیا فرق ہے؟ (۱۳۱۵/۱۳۲۲ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ شخص مذکور حکم اور قاضی ہو سکتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے و أما الأطرش وهو من يسمع الصوت القوى فالأصح الصحة بخلاف الأصم الخ قوله فالأصح الصحة لأنه يفرق بين المدعى والمدعى عليه وقيل: لا يجوز، لأنه لا يسمع الإقرار فيضيع حقوق الناس بخلاف الأصم الخ (۱) اطرش اور اصم کے فرق کے بارے میں عبارت درمختار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اطرش صوت قوی کو سنتا ہے بخلاف اصم کے کہ وہ بالکل نہیں سنتا۔ صاحب قاموس کی تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں: الطَّرَشُ: أهون الصمم (۲) اور بعض کتب لغات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرش صمم سے زیادہ بہرا پن ہے، اور عبارت شامی سے بھی کچھ ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ فرائد اللغة میں ہے: (وقر) ثقل أو ذهاب السمع، فإذا زاد فهو "صمم" فإذا زاد فهو "طرش" فإذا زاد حتى لا يسمع الرعد فهو "صلخ" (۳) بہر حال سوال میں جو صورت ہے کہ زور کی آواز کو وہ شخص سن لیتا ہے تو سن لینے کے بعد جو کچھ وہ فیصلہ اور حکم کرے گا صحیح ہوگا، اور ظاہر ہے کہ جب اس کو حکم یا قاضی

(۱) الدر والشامي ۲۹/۸-۳۰ کتاب القضاء، مطلب في قضاء العدو على عدوه .

(۲) القاموس المحيط للشيخ محمد بن يعقوب الفيروز ابادی الشيرازی ۵۷۴/۱ باب الشين - فصل الطاء .

(۳) فرائد اللغة للأب هنويكوس لامينس اليسوعي الجزء الأول في الفروق ص: ۱۲۴ باب الصاد - ۶۱۷: صمم و وقر و طرش و صلخ، المطبوعة: المطبعة الكاثوليكية للآباء اليسوعيين، بيروت. سنة: ۱۸۸۹۔

بنایا جائے گا تو کلام فریقین کے سننے کی کوشش کرے گا اور وہ صورت اختیار کرے گا جس سے فریقین کا کلام اس کو مسموع ہو اور فریقین میں سے ہر ایک کو پاس بلا کر زور سے کہنے کا حکم کرے گا اور اس وقت وہ مثل اصحاء کے ہو جائے گا۔ فقط

قاضی اور حکم کا فیصلہ کرنے پر اجرت لینا

سوال: (۲۵) در اکثر اطراف دستور است کہ چوں متخامین برائے فیصل خصوصت حکم سازندوبہ حکم اور اضنی شوند، حکم از وشاں روپیہ می گیرند والا بخانہ اونمی رود۔ ایں را بار برداری می گویند۔ ایں گرفت جائز است یا نہ؟ (۱۳۳۳/۳۹۸ھ)

الجواب: در کتب فقہ مسطور است کہ اگر قاضی را از بیت المال چیزے وصول نہ شود اور بقدر اجر مثل گرفتن جائز است، پس ہمیں محکم برائے محکم است (۱)

ترجمہ: سوال: (۲۵) اکثر علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب فریقین جھگڑے کے فیصلے کے لیے کسی کو حکم بناتے ہیں اور اس کا فیصلہ ماننے پر راضی ہو جاتے ہیں؛ تو حکم ان سے روپیہ لیتا ہے ورنہ ان کے گھر نہیں جاتا ہے، اور اسے بار برداری کہتے ہیں؛ یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہ؟

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قاضی کو بیت المال سے کچھ نہ ملتا ہو تو اس کو اجر مثل کے بقدر لینا جائز ہے، لہذا یہی محکم محکم کے لیے بھی ہوگا۔

فریقین سے روپیہ لے کر فیصلہ کرنا

سوال: (۲۶) ایک حکم نے فریقین سے سو روپیہ لے کر فیصلہ کیا، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہیے؟ اور اس شخص کو یہودی اور نصرانی کہنا درست ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۳۸۷ھ)

الجواب: قال في الشامي: ويؤيد الأول ما مر عن الفتح من أن تعليل النبي صلى الله

(۱) وليس له أجر وإن كان قاسماً ❀ وإن لم يكن من بيت مال مقرر

ورخص بعض لانعدام مقرر ❀ وفي عصرنا فالقول الأول ينصر

(الدر المختار مع الشامي ۱۵۲/۸ کتاب القضاء، قبیل کتاب الشهادات)

عليه وسلم دليل على تحريم الهدية التي سببها الولاية. وكذا قوله: وكل من عمل للمسلمين عملاً حكمه في الهدية حكم القاضي (۱) وفي الدر المختار في باب التحكيم: وينبغي أن لا يجوز إن أهدى إليه وقت التحكيم (۲) ان روايات سے قاضی و حکم کو ہدیہ متخامین سے لینے کی حرمت ثابت ہوئی، اور صورت مذکورہ میں جو ثالث یعنی حکم نے سو روپیہ فریقین سے لیے یہ صریح رشوت ہے، اس کی حرمت اور عدم جواز میں کچھ تردد نہیں ہے، اور رشوت لے کر جو شخص فیصلہ کرے اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، اور رد کرنا رشوت کا لازم ہے: في الدر المختار: أو ارتشى..... وحكم لا ينفذ حكمه. وفي الشامي عن الفتح: ثم الرشوة على أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة. الثاني: ارتشاء القاضي ليحكم وهو كذلك ولو القضاء بحق لأنه واجب عليه الخ وفي القنية: الرشوة يجب ردها ولا تملك (۳) پس اس ثالث کو لازم ہے کہ روپیہ فریقین کا واپس کر دے، ورنہ حقوق عباد کے مواخذہ میں گرفتار ہوگا، باقی یہودی اور نصرانی ہونے کی نسبت اس کی طرف نہ کی جاوے کہ یہ فعل اس کا موجب فسق ہے، نہ موجب کفر و ارتداد (۴) فقط

قاضی یا مفتی کا ہدیہ لینا اور خاص دعوت قبول کرنا اور قاضی و مفتی میں فرق

سوال: (۲۷) هل يجوز للقاضي أو المفتي قبول الهدية وإجابة الدعوة المخصوصة من المدعى أو المدعى عليه ليقضى بينهما. وأخذ الروية منهما بأن يقال لأحدهما إن أعطيتني كذا وكذا فأقضى لك وإلا فلا. وما الفرق بين القاضي والمفتي؟ (۲۴۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: لا يجوز للقاضي قبول الهدية والدعوة الخاصة (۵) وفي المفتي تفصيل

- (۱) الشامي ۲۶/۸ کتاب القضاء - مطلب في هدية القاضي .
- (۲) الدر مع الرد ۱۱۷/۸ کتاب القضاء - آخر باب التحكيم .
- (۳) الدر والرد ۳۳/۸ کتاب القضاء - مطلب في الكلام على الرشوة والهدية .
- (۴) حکم نے فریقین سے جو روپیہ لیا ہے اگر اس کو اجرت قرار دیا جائے؛ تو حکم دوسرا ہوگا، جیسا کہ گذشتہ سوال (۲۵) کے جواب میں گذرا، کیونکہ حکم کو حکومت کی طرف سے کچھ نہیں ملتا، برخلاف قاضی کے ۱۲ سعید احمد پالن پوری
- (۵) ويقضى في المسجد..... أو في داره ويأذن عمومًا، ويرد هدية. التكير للتقيل ابن كمال. وهي ما يُعطى بلا شرط إعانة، بخلاف الرشوة..... ويرد إجابة دعوة خاصة وهي التي لا يتخذها صاحبها لولا حضور القاضي (الدر مع الرد ۲۵-۲۸/۸ کتاب القضاء - مطلب في هدية القاضي)

ذکرہ فی الشامی (۱) ولا يجوز أخذ الفلوس على القضاء بالكيفية المذكورة. قال في الدر المختار: المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاهر الخ وقال فی الشامی: قوله (المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاهر الخ) مثلاً إذا قال رجل: قلت لزوجتی: أنت طالق قاصداً بذلك الإخبار كاذباً. فإن المفتی یفتیه بعدم الوقوع والقاضی یحكم علیه بالوقوع لأنه یحكم بالظاهر (۲) فقط

ترجمہ: سوال: (۲۷) کیا قاضی یا مفتی کے لیے جائز ہے مدعی یا مدعا علیہ سے ہدیہ اور خاص دعوت قبول کرنا؟ تاکہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے، اور (کیا جائز ہے) ان دونوں سے روپیہ لینا؟ اس طرح کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو کہا جائے کہ اگر تم مجھے اتنا اتنا دو گے تو میں تمہارے حق میں فیصلہ کروں گا ورنہ نہیں، نیز قاضی اور مفتی کے درمیان کیا فرق ہے؟

الجواب: قاضی کے لیے جائز نہیں ہے ہدیہ اور خاص دعوت قبول کرنا، اور مفتی کے بارے میں تفصیل ہے جو شامی میں ہے، اور مذکورہ بالا کیفیت کے ساتھ فیصلہ کرنے پر پیسہ لینا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر فیصلہ کرتا ہے اور شامی میں ماتن کے قول المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاهر الخ کے تحت فرمایا ہے: مثلاً جب کسی آدمی نے کہا: میں نے اپنی بیوی سے کہا: أنت طالق درانحالیکہ وہ اس سے جھوٹی خبر دینے کا ارادہ کرنے والا ہے، تو مفتی طلاق واقع نہ ہونے کا فتویٰ دے گا اور قاضی طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کرے گا، اس لیے کہ قاضی ظاہر پر فیصلہ کرتا ہے۔

(۱) قال في الدر المختار: وفيها (التارخانية): يجوز للإمام والمفتی والواعظ قبول الهدية الخ. وفي رد المحتار: في الخانية: من أنه يجوز للإمام والمفتی قبول الهدية وإجابة الدعوة الخاصة، ثم قال: إلا أن يراد بالإمام إمام الجامع الخ..... والأولى في حقهم إن كانت الهدية لأجل ما يحصل منهم من الإفتاء والوعظ والتعليم عدم القبول ليكون علمهم خالصاً لله تعالى، وإن أهدى إليهم تحبباً وتودداً لعلمهم وصلاحتهم فالأولى القبول الخ (الدر والرد ۸/۴۶-۴۷ كتاب القضاء، مطلب في حكم الهدية للمفتی)

(۲) الدر والرد ۸/۴۷ كتاب القضاء - مطلب في الاجتهاد وشروطه .

تنخواہ دار قاضی کا رعایا سے حق نکاح خوانی لینا

سوال: (۲۸) جس قاضی کو بغرض اداۓ خدمت منجانب سرکار جاگیر و ماہوار مقرر ہو اس قاضی کو رعایا سے حق نکاح خوانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر بخوشی خاطر لوگ اس کو کچھ ہدیہ دیویں درست ہے اور حلال ہے لإطلاق الحدیث: تهادوا تحابوا (۱) اور جبر کرنا اور جبراً کچھ لینا اس کو درست نہیں ہے کما ورد: لایحل مال امریء مسلم إلا بطیب نفس منہ الحدیث (۲) فقط

قضائے قاضی ٹوٹ سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹) قضائے قاضی ٹوٹ سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۲۰۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ مسئلہ معروف ہے کہ قضائے قاضی ٹوٹ نہیں سکتی مگر جب کہ وہ حکم خلاف کتاب و سنت مشہورہ و اجماع کے ہو یا یہ کہ مسئلہ مجتہد فیہا میں اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا ہو: قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہبہ..... لا ینفذ مطلقاً إلخ وبہ یفتی. قضی من لیس مجتہداً کحنفیة زماننا بخلاف مذہبہ عامداً لا ینفذ إتفاقاً و کذا ناسیاً عندهما ولو قیده السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف إلخ (۳) وفیہ تفصیل

سوال: (۳۰) ایک حادثہ میں قاضی نے قضا کی اور صحیح کی، کیا بعد قضائے صحیح کے کوئی شخص کسی

(۱) عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تهادوا تحابوا (شعب الإیمان للبیہقی ۶/۲۷۹ الباب الحادی والستون باب فی مقاربتہ أهل الدین وموادتهم إلخ. فصل فی المصافحة والمعانقة عند الالتقاء - المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) عن أبی حرة الرقاشی عن عمہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایحل مال امریء مسلم إلا بطیب نفس منہ (شعب الإیمان للبیہقی ۲/۳۸۷ الباب الثامن والثلاثون: باب فی قبض الید عن الأموال المحرمة ویدخل فیہ تحریم السرقة وقطع الطريق - المطبوعة: دارالکتب العلمیة)

(۳) الدر المختار مع الشامی ۸/۸۸-۸۹ کتاب القضاء - مطلب فی قضاء القاضی بغير مذہبہ .

دنیا دار کے لحاظ سے حکم فسخ کا دے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جملہ جو ہدایہ میں مسطور ہے فیان حکم بشہادتہم ثم رجعوا لم یفسخ الحکم (۱) صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۱۳۰ھ)

الجواب: اگر شرائط نفاذ قضا پائی گئیں تو وہ قضا منقوض نہ ہوگی والتفصیل یطلب من الشامی
 حیث قال: ثم اعلم أنهم قَسَمُوا الحکمَ ثلاثة اقسام: قسم: یُرَدُّ بكل حال الخ وقسم: یَمْضی
 بكل حال الخ وقسم: اختلفوا فيه الخ (۲) (کتاب القضاء جلد رابع شامی) فقط

بہ وقت ضرورت قضا علی الغائب نافذ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں: ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے بحالت نابالغی ہندہ زید سے کر دیا تھا، بعد بلوغت ہندہ؛ والدین ہندہ نے چاہا کہ زید و والد زید ہندہ کو رخصت کرا کر لے جائیں، چند سال تک والد زید اور زید ٹلاتے رہے، انجام ان سے یہ کہا گیا یا تو حسب دستور تم رخصت کرا کر ہندہ کو اپنے گھر لے جاؤ یا طلاق دیدو تا کہ بعد طلاق کے کسی اور جگہ انتظام کر دیا جائے، مگر اس کو بھی انہوں نے نہیں مانا کہ طلاق دیں، رخصت کے بارے میں دیری کرتے رہے، انجام عدالت ریاست میں دعویٰ من جانب زوجہ دائر کیا گیا کہ یا تو رخصت کرا کر لے جائیں اور نان و نفقہ ہندہ دیں یا تنسیخ نکاح کیا جائے، عرصہ دو سال سے زائد ہوا کہ زید زوج اور والد زوج روپوش ہیں، کام معماری سے مختلف اضلاع میں رہ کر گزر اوقات کرتے ہیں جہاں ان کا پتا معلوم ہوا سمن (۳) بھیجا گیا، تعمیل سمن نہیں ہونے دیتے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں، بنا برا چاری حاکم مسلمان عدالت نے حکم تنسیخ نکاح کا بوجہ عدم حاضری عدالت یک طرفہ ڈگری دے کر جاری کر دیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکم فسخ نکاح شرعاً نافذ ہے؟ اس حکم عدالت کی وجہ سے جو بہ مجبوری بلا حاضری مدعا علیہ دیا گیا ہے، حقیقۃً نکاح فسخ ہو گیا، اب عورت کو شرعاً اختیار ہے کہ دوسری جگہ نکاح کر لے، اگر حاکم مسلمان کا یہ حکم تنسیخ نکاح شرعاً نافذ نہیں تو ایسی صورت میں کہ زوج نہ نان و نفقہ دیتا ہے، نہ حقوق

(۱) الہدایۃ ۱۷۳/۳ کتاب الرجوع عن الشهادات .

(۲) الشامی ۷۲/۸ کتاب القضاء، مطلب: ما ینفذ من القضاء وما لا ینفذ .

(۳) سمن (SUMMON): حاضر عدالت ہونے کا تحریری حکم، پروانہ طلبی (فیروز اللغات)

زوجیت ادا کرتا ہے، نہ دیدہ و دانستہ حاضر عدالت ہوتا ہے، جا بجا روپوش ہوا پھرتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت کی مخلصی کی کیا صورت ہو کہ اس قید بے جا سے نجات ہو، ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بوقت ضرورت و مجبوری قضا علی الغائب کو جائز رکھا ہے؟ جو بوقت ضرورت مثل دیگر مسائل کے اس پر عمل کیا جائے؟ بینوا تو جروا۔ (۱۳۴۲/۴۱۵ھ)

الجواب: اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں ہے اور بصورت غائب ہونے زوج کے اور نفقہ نہ دینے کے زوجین میں تفریق نہیں کی جاسکتی، لیکن بہ ضرورت حنفیہ نے اس کو جائز رکھا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کیا جائے، اور زوجین میں تفریق کرادی جائے درمختار میں ہے: ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بأنواعها الثلاثة ولا بعدم ایفائه لو غائباً حقها ولو موسراً وجوزہ الشافعی بإعسار الزوج وبتضررها بغیبتہ، ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ، نعم! لو أمر شافعیاً فقضی بہ نفذ إلخ وفي الشامی بعد نقل الخلاف: نعم! یصح الثانی عند أحمد..... وعلیہ یحمل ما فی فتاویٰ قاریء الہدایۃ حیث سئل عن غاب زوجها ولم یتروک لها نفقة، فأجاب: إذ أقامت بینة علی ذلك وطلبت فسخ النکاح من قاضٍ یراہ ففسخ نفذ وهو قضاء علی الغائب. وفي نفاذ القضاء علی الغائب روايتان عندنا، فعلى القول بنفاذه يسوغ للحنفی أن یزوجها من الغیر بعد العدة و إذا حضر الزوج الأول وبرهن علی خلاف ما ادعت من ترکها بلا نفقة لا تقبل بینته لأن البينة الأولى ترجحت بالقضاء. فلا تبطل بالثانية الخ (۱) (شامی، باب النفقة) وفي کتاب القضاء منه: وقال فی جامع الفصولین: قد اضطربت آراؤهم و بیانهم فی مسائل الحکم للغائب وعلیہ، ولم یصف ولم ینقل عنهم أصل قوی ظاهر ینی علیہ الفروع — إلى أن قال — ففي مثل هذا لو برهن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی أنه حق لا تزوير ولا حيلة فيه، فينبغي أن يحكم علیه وله وكذا للمفتی أن یفتی بجوازه دفعاً للخرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضیاع، مع أنه مجتهد فيه، ذهب إليه الأئمة الثلاثة وفيه روايتان عن أصحابنا وینبغی أن ینصب عن الغائب وکیل یعرف أنه

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۲۴۳-۲۴۴/۵ کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی فسخ النکاح بالعجز عن النفقة وبالغیبة.

یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقہ اھ وأقرہ فی نور العین۔ قلت: ویؤیدہ مایأتی قریباً فی المسخر وكذا ما فی الفتح من باب المفقود: لا یجوز القضاء علی الغائب إلا إذا رأى القاضی مصلحة فی الحکم له وعلیہ فحکم فإنه ینفذ لأنه مجتہد فیہ اھ قلت: وظاہرہ ولو کان القاضی حنفیاً ولو فی زماننا ولا ینافی مامراً لأن تجویز هذا للمصلحة والضرورة انتهى (۱) (شامی) ان روایات سے واضح ہوا کہ صورت مسئلہ میں حکم فسخ نکاح صحیح ہو گیا اور عورت کو اختیار ہے کہ عدت کے بعد دوسرا نکاح کر لے۔ فقط۔

حکم کے فیصلہ کرنے کے بعد ایک فریق کا فیصلہ ماننے سے انکار کرنا

سوال: (۳۲) عبدالرحیم و کریم بخش مدعی، جانو دختر کریم بخش مدعا علیہا، فریقین مذکورین کے مابین عقد نکاح متنازع فیہ ہے۔ عبدالرحیم کہتا ہے کہ جانو کے ساتھ میرا عقد ہوا اور جانو مذکورہ اس انعقاد عقد نکاح سے منکرہ ہے، فریقین نے باقاعدہ مولوی محمد غازی صاحب کو جو ایک مذہبی فاضل ہیں حکم و ثالث تسلیم کیا، حکم مذکور نے مدعی کے چار گواہان کی شہادت صحیحہ پر یہ حکم صادر کیا کہ یہ عقد نکاح ثابت ہے، اور تا ظہور حکم، فریقین مذکورین میں سے کسی فریق نے محمد غازی صاحب حکم کی حکمیت سے انکار نہ کیا، لیکن بعد ظہور حکم مدعا علیہا مذکورہ نے بولایت کریم بخش باپ خود تسلیم فیصلہ مذکورہ سے انکار کیا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکم مذکور کا یہ حکم مذکور فریقین مذکورین کے لیے لازم ہے یا کوئی صورت اس حکم کے نقض کی ہو سکتی ہے؟ (۹۰۷/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: از مولوی مفتی غلام مرتضیٰ میانوی ضلع شاہ پور۔ حکم مذکور کا فیصلہ فریقین کے لیے لازم ہے، پس جو شخص بغیر طلاق یا موت عبدالرحیم مذکور کے جانو کا کسی اور سے نکاح کرے گا بغیر استحلال کے، وہ نکاح خواں فاسق ہے اور اگر یہ نکاح خواں مستحل ہے تب وہ کافر ہے۔

الجواب: أقول وبالله التوفیق یہ صحیح ہے کہ فریقین نے اگر کسی کو حکم تسلیم کر لیا اور قبل حکم کسی نے ان میں سے حکم مذکور کی حکومت سے رجوع نہ کیا تو حکم اس کا جو کہ مبنی ہو قواعد شرعیہ پر نافذ و صحیح

(۱) رد المحتار ۸/۹۶-۹۷ کتاب القضاء فی أواخر مطلب: المسائل التي يكون القضاء فيها على الحاضر قضاء على الغائب.

ہو جاتا ہے: قوله ورضيا بحكمه أى إلى أن حكم كذا في الفتح فأفاد أنه احتراز عما لورجعا عن تحكيمه قبل الحكم أو عما لورضى أحدهما فقط الخ (۱) (شامی) اور کسی فعل حرام کے مستحل کو کافر کہنے میں یہ تفصیل ہے جو کہ شامی میں نورالعین سے منقول ہے إذا لم تكن الآية ، أو الخبر المتواتر قطعى الدلالة أو لم يكن الخبر متواتراً أو كان قطعياً لكن فيه شبهة أو لم يكن الإجماع إجماع الجميع أو كان ولم يكن الإجماع إجماع الصحابة أو كان ولم يكن إجماع جميع الصحابة أو كان إجماع جميع الصحابة ولم يكن قطعياً بأن لم يثبت بطريق التواتر أو كان قطعياً لكن كان إجماعاً سكوئياً ففي كل من هذه الصور لا يكون الجحد كفوفاً — إلى أن قال — تنبيه: في البحر والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لا يكفر وإن كان لعينه فإن كان دليلاً قطعياً كفوفاً وإلا فلا إلخ (۲) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فریقین سے شہادت لینے کے بعد ثالثوں نے مقدمہ کو فیصلے کے

واسطے عالم کے سپرد کر دیا تو اب ان کی ثالثی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳) زید و بکر متخامین نے اپنے تصفیہ کے لیے چار ثالث مقرر کر کے ان کو لکھ دیا کہ جو فیصلہ آپ کریں گے ہمیں منظور ہوگا، ثالثان مذکورین نے فریقین سے شہادت لے کر مقدمہ کو فیصلہ کے لیے ایک عالم شرعی کے پاس بھیج دیا۔ اس صورت میں ان کی ثالثی قائم رہی یا وہ فیصلہ شرعی پر یا کاغذات پر کسی فریق کے حق میں دستخط یا کچھ اور لکھنے کے مجاز ہیں؟ (۱۳۴۵/۳۰۲)

الجواب: درمختار میں ہے و ليس له أى للمُحَكِّم تفويض التحكيم إلى غيره الخ. قال في الشامی: فلو فوض و حكم الثانی بلا رضاہما فأجازہ القاضی لم یجز إلا أن یجیزاہ بعد الحکم و قيل: ینبغی أن یکون کالوکیل الأول إذا أجاز فعل الوکیل الثانی فتح (۳) (شامی)

(۱) الشامی ۱۱۳/۸ کتاب القضاء ، باب التحکیم، مطلب: حکم بینہما قبل تحکیمہ ثم أجازہ جاز.

(۲) ردالمحتار ۶/۲۷۱ کتاب الجہاد ، باب المرتد ، مطلب في منکر الإجماع .

(۳) الدر والرد ۱۱۶/۸ کتاب القضاء ، باب التحکیم، مطلب: حکم بینہما قبل تحکیمہ ثم أجازہ جاز.

اور کتاب الوکالہ میں یہ لکھا ہے: الوکیل لا یوکل إلا بإذن آمره إلخ فإن وکل الوکیل غیره بدونهما أى بدون إذن و تفویض ففعل الثانی بحضرته أو غیبتہ فأجازه الوکیل الأول صح إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس عالم کے سپرد ثالثوں نے برضائے فریقین مقدمہ مذکورہ (تفویض) کیا ہے، اگر اس نے ثالثوں کی رضا و اجازت سے مقدمہ فیصلہ کیا تو وہ صحیح ہے اور لازم ہے اور ثالثان اس وجہ سے معزول نہیں ہوئے۔

کیا قاضی یا حاکم فریقین کے بیان و شہادت کے بغیر فیصلہ کر سکتا ہے؟

سوال: (۳۴) بلا حضور فریقین و بلا حضور گواہان قاضی اگر قضا کرے تو جائز ہے یا نہ؟

(۱۳۳۳/۱۷۳)

الجواب: یہ قضا صحیح نہ ہوگی۔ وتفصیلہ فی کتب الفقہ (۲)

سوال: (۳۵) زید کسی مقدمہ میں ثالث مقرر ہوا اور اس نے مدعی و مدعا علیہ کو روبرو اپنے حاضر نہ کیا اور نہ ان کا اظہار لیا (۳) اور نہ گواہان سے شہادت لی اور نہ ان کی عرضی و درخواست پر التفات کیا بلکہ ویسے ہی مقدمہ فیصلہ کر دیا، کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۴۵۹)

الجواب: اس طرح فیصلہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ فیصلہ اس ثالث کا موافق شریعت کے نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۶) محکم مقبول فریقین بغیر بیان فریقین و شہادت کے فیصلہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۰۵)

الجواب: محکم مقبول فریقین بدون بیان فریقین و بدون شہادت یا اقرار یا نکل فیصلہ نہیں کر سکتا۔

قاضی کو بغیر دعویٰ کے کسی کا حق کسی کے ذمے ثابت کرنے کا حق نہیں

سوال: (۳۷) قاضی بغیر دعویٰ کے کسی کا حق کسی کے ذمے ثابت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۰۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲۳۴/۸ کتاب الوکالۃ - قبیل باب الوکالۃ بالخصومة والقبض.

(۲) راجع للتفصیل إلى الشامی ۲۳/۸ کتاب القضاء، مطلب: الحكم الفعلي.

(۳) اظہار لینا: اہل مقدمہ سے حالات سننا، بیان لینا (فیروز اللغات)

الجواب: بدون دعویٰ کے اور بدون بینہ وغیرہ کے کوئی حق کسی کے ذمہ ثابت نہیں کر سکتا: قال في الدر المختار: حَكَمًا رَجُلًا فَحَكَمَ بَيْنَهُمَا بَيْنَةً أَوْ إِقْرَارًا أَوْ نَكُولًا وَرَضِيًا بِحُكْمِهِ (أَيِ إِلَى أَنْ حَكَمَ) صَحِخ (۱)

ایک قاضی کے فیصلے کو دوسرا قاضی رد کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۸) اگر کسی مسئلے میں ایک قاضی حکم کر چکا ہو تو دوسرا قاضی اس کو رد کر سکتا ہے یا نہیں؟
(۵۵۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کر سکتا۔

قاضی اور حکم کے ذمے کتاب کا حوالہ دینا ضروری نہیں

سوال: (۳۹) جس کتاب سے قاضی اور محکم نے فیصلہ شرعی کیا ہے نقل کتاب کی عبارت اور حوالہ کتاب ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نقل عبارت اور حوالہ کتاب ضروری نہیں ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ وہ محکم موافق مذہب کے ہو، غرض یہ ہے کہ محکم سوائے چند مسائل کے مثل قاضی کے ہے، جس طرح اور جس موقع میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا محکم کا بھی ہوگا: والحاصل أنه كَالْقَاضِي إِلَّا فِي مَسَائِلِ الْخ (۲) (در مختار) فقط

عہدہ قضا میں اختلاف ہو جائے تو کس کو ترجیح دی جائے گی؟

سوال: (۴۰) زید و بکر ایک علاقہ کے استحقاق نکاح خوانی، عہدہ قضا کے مدعی ہیں، زید کا یہ استحقاق بہ مقابلہ بکر کے بوجوہات ذیل فائق و مرجح تسلیم کیا جاتا ہے۔
(۱) مورثان زید زمانہ قدیم سے یکے بعد دیگرے عہدہ مذکورہ پر قابض رہے۔

(۱) الدر والرد ۱۱۳/۸ کتاب القضاء باب التحکیم، مطلب: حکم بینہما قبل تحکیمہ ثم أجازاه جاز .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۱۱۶/۸ کتاب القضاء باب التحکیم، مطلب: حکم بینہما قبل تحکیمہ ثم أجازاه جاز .

(۲) زید علاوہ استحقاق و اعزاز خاندانی کے نہایت شریف و نجیب الطرفین تعلیم یافتہ متبع

شریعت ہے۔

(۳) بکر کی نسبت مشہور ہے اور عموماً باور کیا جاتا ہے کہ وہ اور اس کے دیگر برادران رنڈی زادہ و مخلوط النسل و ولد الزنا ہیں جو محض جاہل اور آوارہ منش منافق و بد صحبت ہیں اور اپنے گروہ کے لوگوں کی ترغیب و اعانت و نیز زید کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مدعی عہدہ قضا ہیں، اور زید کے اس قدر موروثی و قدیم حق کو پامال اور غصب کر لینے کے لیے کوشاں ہیں تو شرعاً بکر و برادران بکر مسلمانوں میں نکاح خوانی کا کوئی حق شرعاً رکھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور مسلمانوں کا انتخاب و تجویز مناسب متذکرہ متعلق زید شرعاً جائز و درست ہے؟ (۳۲۶/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید جس کو قوم نے عہدہ قضا نکاح خوانی و امامت کے لیے منتخب کیا زیادہ حق دار ہے۔ اس کے مقابلے میں بکر جس کے حالات سوال میں مذکور ہیں بحالت موجودہ لائق قضا نکاح خوانی و امامت کے نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۴۱) قاضی ”الف“ نے ایک طوائف پیشہ ور سے نکاح کیا اور مسمی ”ب“ بہ عمر ۴۵ سالہ اپنی ماں کے ہمراہ آیا۔ ”الف“ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ”الف“ نے ”ث“ خواہر زادہ (بھانجا) حقیقی کو اپنا بیٹا اور جانشین بنایا، بعد انتقال قاضی ”الف“ کے ”ث“ امامت عیدین و جمعہ و نماز پنج گانہ و نکاح خوانی حسب رضا مندی عام مسلمان بلا کراہت کرتا رہا، اور اب تک کر رہا ہے۔ مسمی ”ب“ ربیب اب عہدہ قضا پر دعوے دار ہے، لیکن ولد الزنا ہونے کی وجہ سے عام مسلمان اس سے ناراض ہیں۔ اس صورت میں ”ب“ بموجودگی ”ث“ کے قاضی اور امام ہونے کا مستحق ہے اور دعویٰ اس کا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۵۰۱/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں مسمی ”ب“ ربیب کا دعویٰ امامت و نکاح خوانی وغیرہ کرنے کا بموجودگی قاضی ”ث“ امام مسلم اہل اسلام کے جائز نہیں ہے۔

قومی پنچ کی شرائط

سوال: (۴۲) اسلام میں قومی پنچ کے لیے کیا شرائط ہیں؟ (۶۵۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: پنچ ایسے لوگوں کو بنایا جاوے جن کی دین داری اور دیانت و تقویٰ اور سمجھ و فراست پر لوگوں کو اطمینان ہو اور دین اور دنیا کی سمجھ ان کو اللہ تعالیٰ نے دی ہو۔

مقدمات کی کارروائی کے کچھ طریقے اور ان کا حکم

سوال: (۴۳) قومی پنچایت مقدمات کی کارروائی حسب ذیل طریقوں پر کرتی ہے شرعاً جو حکم ہو مطلع فرماویں:

(۱) ہر درخواست کے لیے مہر شدہ کاغذ ہونا ضروری ہے جس کی قیمت متعین ہے، اور یہ رقم خلافت کمیٹی میں داخل ہوتی ہے۔

(۲) ہر ایک درخواست و تحریر میں نقل بیانات و تجویز کے لیے ایک فیس مقرر ہے، جو محرر کو دینا ضروری ہے۔

(۳) درخواست خود لکھے یا محرر جو اس کام کے لیے مقرر ہے۔

(۴) فریقین کے گواہان کے بیانات پر فیصلہ ہوتا ہے۔

(۵) فریقین سے ایک مطبوعہ فارم پر معاہدہ لیا جاتا ہے کہ جو فیصلہ ہوگا منظور ہے۔

(۶) رسوم اور طلبانہ (۱) کی بھی معینہ رقم لی جاتی ہے۔

(۷) ارتکاب جرائم مثل شراب خواری و قمار بازی پر جرمانہ لیا جاتا ہے۔ اور داخل آمدنی کمیٹی ہوتا ہے۔

(۸) خلافت کمیٹی کی آمدنی سے تنخواہ محرر دفتر و رضا کاران و کاغذ وغیرہ دیگر ضروریات میں صرف ہوتی ہے، غرضیکہ پنچان ایک پیسہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے محض مذہبی و قومی خدمت کے لیے اپنا عزیز وقت اور مال صرف کرتے ہیں۔

(۹) بے نمازیوں کا بھی فیصلہ ہوتا ہے، اس میں جرمانہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (۱) شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۲) اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

(۱) طلبانہ: وہ روپیہ جو گواہ کو عدالت میں طلب کرنے کے واسطے لیا جائے (فیروز اللغات)

- (۳) درست ہے۔
 (۴) مدعی سے گواہ لینے چاہیے اور مدعا علیہ سے حلف۔
 (۵) اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔
 (۶) حسب ضرورت و مصلحت کیا جاوے۔
 (۷) جرمانہ مالی میں شرعاً کلام ہے اور تفصیل ہے، اس میں احتیاط کرنی چاہیے۔
 (۸) یہ بہت اچھا ہے اور درست ہے۔
 (۹) جرمانے کے سوا دوسری تدابیر مثل ترک تعلقات وغیرہ کے کی جاویں۔ فقط

مدعا علیہ سے مقدمہ کا خرچ لینا

سوال: (۴۴)..... (الف) مدعا علیہ سے مقدمہ کا خرچ لینا جائز ہے یا نہیں؟
 (ب) سرکار میں نالش کرتے وقت فی روپیہ چار آنہ کے حساب سے جس کو عرف بنگلہ میں ”کھیتی پر“ بولتے ہیں لینا جائز ہے یا نہیں؟ بایں وجہ لیا جاتا ہے کہ نالش میں جو بیجا خرچ ہوتا ہے اس سے اس کی تلافی کی جاتی ہے۔ (۱۵۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) مدعا علیہ متعنت سے خرچہ لینا درست ہے (۱)
 (ب) یہ سود کی صورت ہے اس طرح زائد لینا درست نہیں ہے۔

سوال: (۴۵) اگر مدعا علیہ مدعیان کا حق کسی طرح نہ دیوے اور مدعیان مجبور و لاچار ہو کر مقدمہ دائر کریں اور عدالت سے فیصلہ کے لیے مقدمہ ثالث کے سپرد کر دیا جائے تو مقدمہ کا خرچہ شرعاً مدعا علیہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ (۶۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ مدعی علیہ کا ترمذ ثابت ہے تو خرچہ حکومت اسی کے ذمہ ہے کما فی الشامی:
 وفي منية المفتي: مؤنة المشخص قيل في بيت المال، وفي الأصح على المتمرد اهـ وهذا مافي الخانية وقال قبيله وفي البزازية: ويستعين بأعوان الوالى على الإحضار وأجرة الاشخاص في بيت المال، وقيل: على المتمرد الخ شافي، وفي الدر المختار: وأجرة المحضر

(۱) اس کی تفصیل آئندہ سوال (۴۵) کے جواب میں ہے۔

على المدعى هو الأصح. بحر عن البزازیة. وفي الخانية: على المتمرّد وهو الصحيح (۱)
الحاصل اس میں اختلاف تصحیح ہے اور تفصیل ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ بصورت ترمدمدعی علیہ خرچہ حکومت کا
اسی پر ڈالا جائے۔ فقط

سوال: (۴۶) آج کل جو ناشیں عدالت میں دائر ہوتی ہیں اور اس میں مدعی کا صرفہ وکیل اور
گواہ وغیرہ وغیرہ میں بہت کچھ ہوتا ہے اور مدعا علیہ پر ڈگری اس کے خرچ کی ہوتی ہے تو مدعی کو اصل رقم
کے علاوہ صرفہ کی رقم کی جو ڈگری ملتی ہے وہ مدعی کو لینا جائز ہے یا نہ؟ (۳۴/۱۵۴-۳۴۵-۱۳۴ھ)
الجواب: یہ اخراجات دراصل بذمہ مدعی ہیں، لیکن مدعا علیہ کے ترمد کی وجہ سے نالش کرنی پڑی،
تو مدعا علیہ سے لینا جائز ہے جو واقعی خرچ ہے وہ لے باقی واپس کر دے۔ فقط

ترکہ کی تقسیم میں حکم بنانا اور تقسیم کے

بعد بعض ورثاء کا ناراضگی ظاہر کرنا

سوال: (۴۷)..... (الف) زید و ہندہ میاں بیوی دونوں انتقال کر گئے، متروکہ مادری و پدری
کی بابت باہم ورثہ میں نزاع ہو کر حکم یعنی پنچایت سے فیصلہ قرار پایا اور اس مضمون کا اقرار نامہ باہم
ورثہ نے لکھ کر عدالت شریعت میں تصدیق کر دیا کہ عمر و بکر جو کچھ فیصلہ دیں گے وہ ہم کو منظور ہو کر ہر
ایک عدالت یعنی عدالت شریعت و دیوانی وغیرہ میں مقبول ہوگا، اس پر پنچان نے جو کچھ اور جس قدر
حصہ مطابق شریعت قرار دیا وہ عدالت شریعت میں بروئے احکام شرعی قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟
(ب) اگر پنچان نے جائداد منقولہ کو اندازہ سے اور جائداد غیر منقولہ کو نظری طور پر اندازہ کر کے
ذکور کو دو ہرا اور اثاث کو تیسرا حصہ جیسا کہ شریعت کا حکم ہے دے کر قبضہ کر دیا تو اقرار نامہ مصدقہ کے
مطابق قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟

(ج) ہر دو صورت متذکرہ صورت میں سے کسی شکل کے ساتھ فیصلہ ہوا، اور من جملہ ورثہ کے حامد و
محمود، دو وارث اپنا اپنا حصہ جو پنچایت کے فیصلے کی رو سے ان کو ملا ہو بیع یا ہبہ کسی کو کر دیں، اور اس کے
بعد فیصلہ سے نارضا مندی ظاہر کریں تو اس صورت میں ان کے عذرات مطابق احکام شریعت سنے

جاسکتے ہیں اور یہ پنچایت کا فیصلہ اس صورت میں مسترد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) اگر حکم نے موافق شریعت غراء کے فیصلہ کیا ہے اور جو کچھ حصص ہر ایک وارث کے از روئے فرائض اللہ ہوتے ہیں اسی کے موافق فیصلہ کیا ہے اور حصص تقسیم کیے ہیں تو وہ فیصلہ نافذ و صحیح ہوگا اور قابل تسلیم ہوگا۔ حکم کو لازم ہے کہ فرائض نکلو کر اس کے موافق حصص جملہ ورثہ کے قائم کرے۔

(ب) یہ قاعدہ صحیح ہے اور مطابق شریعت کے ہے کہ مورث کی اولاد میں ذکور کو دوہرا حصہ اور اناث کو اکہرا حصہ دیا جائے، باقی جائداد کے متعلق تحقیقی طور سے اندازہ کر کے تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر تقسیم جائداد صحیح طور سے نہ ہوئی اور کمی و بیشی ظاہر ہوئی تو حصص داران عذر کر سکتے ہیں اور از سر نو تقسیم کی جاوے گی۔

(ج) درمختار میں ہے کہ اگر تقسیم میں غبن فاحش ظاہر ہو تو وہ تقسیم باطل ہو جاتی ہے پھر از سر نو تقسیم کی جائے ولو ظهر غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی القسمة فإن کانت بقضاء بطلت اتفاقاً، لأن تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد ولو وقعت بالتراضی تبطل أیضاً فی الأصح (۱) فقط

نائب قاضی سبکدوش ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸) کوئی نائب قاضی فسخ نکاح کے جرم میں خدمت نیابت سے سبکدوش کر دیا گیا ہو۔ آیا پھر وہی نائب قاضی خدمت نیابت کو انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۸۹۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: نائب قاضی مذکور پھر نائب قاضی کی خدمت کو انجام دے سکتا ہے۔ شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

ہندوستان میں منصب قضا قائم کرنے سے متعلق چند اہم سوالات کے جوابات

سوال: (۲۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ آج کل بعض مسلمان ممبران کونسل،

گورنمنٹ سے یہ درخواست کرنے والے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے منصب قضا قائم کر دیا جائے اس کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں:

(الف) کیا شرعاً مسلمانوں کے لیے نصب قاضی ضروری ہے؟

(ب) قاضی کی تعریف کیا ہے اور کون شخص قاضی بن سکتا ہے؟

(ج) کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے؟

(د) جن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے ان میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر ہے یا نہیں؟

(ه) اگر کسی جگہ کے مسلمان بطور خود اتفاق کر کے فسخ نکاح وغیرہ کے لیے کسی کو قاضی بنالیں تو وہ

قاضی شرعی ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے فیصلے ان معاملات میں جن میں قاضی کی ضرورت ہے معتبر ہوں گے یا نہیں؟

(و) اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے ہندوستان میں کسی مسلمان کو فسخ نکاح وغیرہ کے لیے قاضی

بنادے تو وہ قاضی شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وغیرہ میں معتبر ہوں گے یا نہیں؟

(ز) مسلم ممبران کونسل جو درخواست نصب قاضی کے متعلق کونسل میں پیش کرنے والے ہیں اس

میں عامہ مسلمین کو ان کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس معاملے میں ہم کو کوشش کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۱۷/۳۶-۱۳۲۷ھ)

الجواب: (الف) قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمے فرض ہے جہاں

قدرت ہو، جیسے دارالاسلام اور جہاں قدرت نہ ہو جیسے ہندوستان تو وہاں حکومت سے اس کے متعلق درخواست کرنا ضروری ہے۔

قال في البدائع: فنصب القاضي فرض لأنه ينصب لإقامة أمر مفروض وهو القضاء.....

قال تبارك وتعالى لنبينا المكرم عليه أفضل الصلوة والسلام: ﴿فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾

والقضاء هو الحكم بين الناس بالحق والحكم بما أنزل الله عز وجل فكان نصب القاضي

لإقامة الفرض فكان فرضاً ضرورة..... وقد سماه محمد رحمه الله فريضة محكمة لأنه

لا يحتمل النسخ لكونه من الأحكام التي عرف وجوبها بالعقل والحكم العقلي لا يحتمل

الانتساخ والله تعالى أعلم (۱) ملخصاً.

بدائع میں بیان کیا ہے کہ قاضی کا مقرر کرنا فرض ہے اس لیے کہ قاضی ایک فرض امر یعنی قضا کے لیے مقرر کیا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں ان احکام سے فیصلہ کیجئے جو خدائے تعالیٰ نے نازل فرمائے، اور قضا لوگوں میں حق بات اور ما آنزل اللہ کا امر کرنا ہے، پس قاضی کا مقرر کرنا بغرض اقامت فرض ہے؛ اس لیے فرض ہے..... اور امام محمد نے تو نصب قاضی کو فرض محکم فرمایا ہے جو نسخ کو بھی محتمل نہیں کیونکہ نصب قاضی ان احکام سے ہے جن کا ضروری ہونا عقل سے بھی معلوم ہوا اور احکام عقلیہ محتمل نسخ ہوتے نہیں واللہ اعلم۔

(ب) في العالمغيرة : والقضاء في الشرع: قول ملزم يصدر عن ولاية عامة كذا في خزانة المفتين ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة كذا في الهداية: من الإسلام والتكليف والحرية وكونه غير أعمى ولا محدوداً في قذف ولا أصم ولا أخرس وأما الأطرش وهو الذي يسمع القوى من الأصوات فالأصح جواز توليته كذا في النهر الفائق اهـ (۱) (۶۰/۷)

عالمگیری میں ہے: شریعت میں قضا ایک ایسا قول ملزم ہے جو صادر ہوتا ہے ایسے شخص سے جس کو ولایت عامہ (حاصل) ہو اسی طرح خزائنہ المفتین میں ہے، اور قاضی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہ ہوگی تا وقتیکہ اس میں شہادت کی شرائط نہ موجود ہوں اسی طرح ہدایہ میں ہے (۱) اسلام (۲) مکلف ہونا (۳) آزاد ہونا (۴) نابینا نہ ہونا (۵) تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہونا (۶) اور گونگا بہرہ نہ ہونا لیکن وہ بہرا جو زور کی آوازوں کو سن سکتا ہو صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کی تولیت جائز ہے۔

وفي الدر المختار : القضاء شرعاً : فصل الخصومات و قطع المنازعات و أركانہ ستة حکم ومحکوم به وله ومحکوم عليه وحاکم وطریق وأهله أهل الشهادة والفاسق أهلها فيكون أهله لكنه لا يقلد وجوباً ويأثم مقلده كقابل شهادته به يفتي اهـ (۲) (۴۶۳/۴) اور در مختار میں ہے: قضا شرع میں خصومات فیصلہ کرنے و منازعات کے توڑنے کا نام ہے..... اور

(۱) الفتاوى الهندية ۳/۳۰۶-۳۰۷ کتاب أدب القاضي ، الباب الأول في تفسير معنى الأدب والقضاء وأقسامه الخ .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۸/۲۰-۲۵ کتاب القضاء .

اس کے چھ ارکان ہیں..... (۱) حکم (۲) اور محکوم بہ (۳) اور محکوم لہ یعنی مدعی (۴) اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ (۵) اور حاکم (۶) اور قضا کا طریق اور قضا کے اہل؛ اہل شہادت ہیں..... اور فاسق شہادت کا اہل ہے تو قضا کا بھی اہل ہوگا یعنی قاضی بنادیا جائے تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ بنایا جائے اور بنانے والا گنہ گار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنے والا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے لیے صاحب حکومت ہونا رکن قضا ہے کہ جس مقام پر وہ قضا کرتا ہے وہاں پر اس کی ولایت اور حکومت عام ہو، گو کسی خاص فرقہ ہی پر ہو اور گو خاص خاص معاملات میں ہی ہو

قال في ردالمحتار : ثم القاضى تتقيد ولايته بالزمان و المكان و الحوادث. اهـ (۱)
(۴/۲۶۲)

ردالمحتار میں کہا کہ قاضی کی ولایت زمان و مکان و حوادث کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔
غیر صاحب حکومت قاضی نہ ہوگا اور صحت قضا کے لیے قاضی میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے:
مسلمان ہو، کافر نہ ہو، عاقل بالغ ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو، آنکھ والا ہو، اندھا نہ ہو، محدود فی القذف نہ ہو، اور بہرا گونگا نہ ہو، باقی اونچا سنتا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں، اور ضروری ہے کہ قاضی عالم بھی ہو اگر مسلمان کو جو جاہل ہے قاضی بنادیا جائے اور وہ مقدمات میں علماء سے استفتا کر کے فیصلہ کر دے یہ بھی ممکن ہے مگر بہتر نہیں، کیونکہ علماء کے جواب کو بخوبی سمجھنے میں جاہل سے کوتاہی ہوگی اور غلطی کرے گا اور عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو قاضی بنالینے سے مسلمان گنہ گار ہوں گے جب کہ حکومت کی طرف سے ان کو انتخاب کا حق دیا جائے، اور اگر فاسق کو قاضی بنادیا جائے تو وہ قاضی ہو جائے گا، مگر فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں، اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو، اور توبہ نہ کرے یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو باقی جن مسائل میں قضائے قاضی یعنی حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے جن کا ذکر آتا ہے ایسے مسائل میں حاکم کافر کا فیصلہ ہرگز کافی نہیں حاکم کافر کے فیصلے سے نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے، نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے، نہ ثبوت نسب ہو سکتا ہے، نہ مفقود کو میت کہا جاسکتا ہے وغیر ذلک۔

(ج-د) شریعت محمدیہ اور ملت اسلامیہ میں بعض معاملات ایسے ہیں جن میں قاضی شرعی یعنی

حاکم مسلم کا فیصلہ معاملہ کو فیصل کر سکتا ہے، حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کسی وجہ میں مفید نہیں ہو سکتا، بلکہ شرعاً حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کالعدم اور غیر قابل اعتبار ہے نمونہ کے لیے میں چند مسائل کا ذکر کرتا ہوں جن میں مسلمانان ہند کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کی سخت ضرورت پڑتی ہے:

(۱) کسی لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے اس کے ولی نے جو باپ دادا کے سوا ہو؛ کر دیا اور بالغ ہونے پر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں تو اس نکاح کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم چند شرائط کے ساتھ فسخ کر سکتا ہے حاکم (غیر) مسلم اگر فسخ کرے گا تو وہ فسخ معتبر نہ ہوگا (۱) (شامی معہ درمختار ۲/۲۸۶- ہدایہ ۲/۲۹۷)

(۲) کسی بالغ عورت نے اپنا نکاح خاندانی مہر سے کم مقدار پر یا کسی غیر کفو سے بدون رضائے ولی کے خود کر لیا تو اصل مذہب میں خاندان والوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں دعویٰ کر کے پہلی صورت میں مہر پورا کرائیں اور دوسری صورت میں نکاح کو فسخ کرا دیں (۲) (شامی معہ درمختار ۲/۲۸۶-۵۳۱) فسخ کرنا قاضی ہی کا یعنی حاکم مسلم کا کام ہے دوسرے کا نہیں۔

(۳) کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا یا بدینتی سے ہاتھ لگایا تو یہ عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں رہی، مگر نکاح اس وقت نہیں ٹوٹتا جب تک قاضی یعنی حاکم مسلم نکاح کو فسخ نہ کر دے

(۱) وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجدة ، فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به ، فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء (الشامی : ۱۳۱/۲ کتاب النکاح ، مطلب مهم : هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له ؟)

وإن زوجهما غير الأب والجدة فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ، إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ويشترط فيه القضاء (الهداية ۲/۳۱۷ کتاب النکاح - باب في الأولياء والأكفاء)

(۲) وله أي للولي إذا كان عصبة والقاضي الاعتراض في غير الكفء ، فيفسخه القاضي ويتجدد بتجدد النكاح ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوى لفساد الزمان (الدر المختار) وفي الشامی: قوله: (وفتى في غير الكفء الخ) قيد بذلك للاحتراز عمالو تزوجت بدون مهر المثل، فقد علمت أن للولي الاعتراض أيضاً، والظاهر أنه لا خلاف في صحة العقد، وأن هذا القول المفتى به خاص بغير الكفء كما أشار إليه الشارح ، ولم أر من أجرى هذا القول في المسألتين ، والفرق إمكان الاستدراك بإتمام مهر المثل ، فلذا قالوا: له الاعتراض حتى يتم مهر المثل أو يفرق القاضي ، فإذا أتم المهر زال سبب الاعتراض، بخلاف عدم الكفاءة (الدر والرد ۳/۱۱۶-۱۱۷ کتاب النکاح ، باب الولي)

یا زوجین خود قطع تعلق نہ کر دیں، اور آج کل بعض دفعہ شوہر قطع تعلق نہیں کرتا تو بدون قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ایسی عورت کو سخت تکلیف ہوتی ہے (۱) (شامی معہ درمختار ۲/۴۶۳)

(۴) شوہر نامرد ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو اس نکاح کو ایک سال کی مہلت دینے کے بعد قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کر سکتا ہے (۲) (عالمگیری ۲/۱۵۷) بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے ایسی صورت میں عنین کی بیوی کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

(۵) اسی طرح شوہر مجنون ہو جائے تو اس کے نکاح کو بھی قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کر سکتا ہے (۳) (عالمگیری ۲/۱۵۷)

(۶) کسی عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے تو اس کی بیوی کو ایک خاص مدت کے بعد جس کی تحقیق کتب مذہب میں ہے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم ہی مفقود کے نکاح سے خارج کر سکتا ہے (۴) (عالمگیری ۳/۱۷۶)

(۱) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة (الدر) وفي الشامي : قوله : (إلا بعد المتاركة) أي وإن مضى عليه سنون كما في البزازیة ، وعبرة الحاوي : إلا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة اهـ (الدر والرد ۴/۹۱-۹۲ کتاب النکاح - فصل في المحرمات)

(۲) وجاءت المرأة إلى القاضي بعد مضي الأجل و ادّعت أنه لم يصل إليها و ادّعى الزوج به الوصول، فإن كانت ثيباً في الأصل كان القول قوله مع اليمين ، فإن حلف بطل حقها . وإن نكل خيرها القاضي إن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها طليقة بائنة . فإن أبى فرّق بينهما . هكذا ذكر محمد رحمه الله تعالى في الأصل . كذا في التبيين . والفرقة طليقة بائنة كذا في الكافي (الفتاوى الهندية ۱/۵۲۳ کتاب الطلاق - الباب الثاني عشر في العنين)

(۳) وإذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خيار لها كذا في الكافي . قال محمد رحمه الله تعالى: إن كان الجنون حادثاً ؛ يؤجله سنة كالعنة ، ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ ، وإن كان مطبقاً ؛ فهو كالجب ؛ وبه نأخذ . كذا في الحاوي القدسي (الفتاوى الهندية ۱/۵۲۶ کتاب الطلاق - الباب الثاني عشر في العنين)

(۴) لا يفرّق بينه وبين امرأته وحكم بموته بمضي تسعين سنة وعليه الفتوى . وفي ظاهر الرواية : يقدر بموت أقرانه ، فإذا لم يبق أحد من أقرانه حيا حكم بموته ويعتبر موت أقرانه في أهل بلده كذا في الكافي والمختار أنه يفوّض إلى رأي الإمام كذا في التبيين (الفتاوى العالمية ۲/۳۰۰ کتاب المفقود) =

(۷) اگر شوہر کسی وقت اپنی بیوی کو زنا سے متهم کرے یا اس کی اولاد کو غیر مرد کی بتلائے تو عورت عدالت قاضی میں یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں مرافعہ کر کے لعان کر سکتی ہے اور اپنی ہتک حرمت کا بدلہ لے سکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو شوہر کو اگر وہ جھوٹا ہوا اس تہمت کی سزا ملے گی یا نکاح فسخ کر دیا جائے گا (۱) (عالمگیری ۲/۱۵۱-۱۵۲)

(۸) اگر کسی نابالغ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو اور پرورش کے لیے جلدی نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی لاوارث لڑکیوں کا ولی قاضی یعنی حاکم مسلم ہوگا (۲) (عالمگیری ۱۱/۲) قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ان مسائل میں مسلمانان ہند کو بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے، ہم نے مدارس عربیہ میں ایسے سوالات کے جوابات میں علماء کو یہی لکھتے دیکھا ہے کہ اگر قاضی یعنی حاکم مسلم مفقود کی موت کا حکم کر دے یا عینین کا نکاح فسخ کر دے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور قاضی شرعی نہ ہو یعنی حاکم مسلم نہ ہو تو

= ولا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضي أربع سنين خلافاً لمالك (الدر) وفي الشامي: قوله: (خلافاً لمالك) فإن عنده تعتدّ زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين، وهو مذهب الشافعي القديم، وأما الميراث فمذهبهما كمذهبنا في التقدير بتسعين سنة أو الرجوع إلى رأي الحاكم وعند أحمد: إن كان يغلب على حاله الهلاك كمن فقد بين الصفين أو في مركب قد انكسر أو خرج لحاجة قريبة فلم يرجع ولم يعلم خبره فهذا بعد أربع سنين يقسم ماله وتعتدّ زوجته، بخلاف ما إذا لم يغلب عليه الهلاك كالمسافر لتجارة أو لسياحة، فإنه يفوّض للحاكم في رواية عنه، وفي أخرى: يقدر بتسعين من مولده وقد قال في البرازية: الفتوى في زماننا على قول مالك رحمه الله الخ (الدر المختار ورد المختار ۶/۳۵۷-۳۵۸ كتاب المفقود - مطلب في الإفتاء بمذهب مالك رحمه الله في زوجة المفقود)

(۱) و إن قال لها: زنيته وهذا الحمل من الزنا، تلاعننا لوجود القذف حيث ذكر الزنا صريحاً ولم ينف القاضى الحمل كذا في الهداية۔ وفيه أيضاً قبله: إذا التعنّا فرّق الحاكم بينهما ولا تقع الفرقة حتى يقضى بالفرقة على الزوج فيفارقه بالطلاق. فإن امتنع فرّق القاضي بينهما وقبل أن يفرّق الحاكم لا تقع الفرقة والزوجية قائمة الخ (الفتاوى العالمگیریة: ۱/۵۱۸ و ۵۱۶ كتاب الطلاق - الباب الحادى عشر في اللعان)

(۲) القاضى إنما يملك إنكاح من يحتاج إلى الولي إذا كان ذلك في عهده ومنشوره (الفتاوى الهندية ۱/۲۸۳ كتاب النكاح - الباب الرابع في الأولياء)

عورت کو بجز صبر کچھ چارہ نہیں۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر یہ دعویٰ کرے کہ میں نے ہوش و ہواس کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ میں مدہوش یا مغلوب الغضب تھا تو اس صورت میں عورت کو شوہر کے اس قول کی تصدیق جائز نہیں بلکہ اس مقدمہ کا مراجعہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں لازم ہے اگر وہ اس طلاق کو طلاق تسلیم نہ کرے جس کی خاص شرائط ہیں تب تو عورت شوہر کے پاس رہ سکتی ہے ورنہ نہیں رہ سکتی (۱)

(شامی معہ الدر باب طلاق المدہوش ج: ۲)

(۱۰) کسی نے نکاح فاسد کر لیا تو اس نکاح کو قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کر سکتا ہے یا شوہر بیوی کو خود چھوڑ دے (۲) (عالمگیری ۲/۴) اگر وہ نہ چھوڑے تو بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے؛ عورتوں کو اس حالت میں سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

یہ چند مسائل صرف باب نکاح کے بطور نمونہ کے عرض کیے گئے ہیں باقی ابواب نسب، وقف، میراث وغیرہ میں جو مسائل قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے وجود پر موقوف ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جن میں بدون قاضی کے یعنی حاکم مسلم کے مسلمانان ہند کو سخت تکلیف ہے اور اس تکلیف کو وہ بدون گورنمنٹ کی امداد کے حل نہیں کر سکتے کیونکہ قاضی یعنی حاکم کے لیے مسلم ہونے کے ساتھ صاحب حکومت ہونا بھی ضروری ہے اگر کسی جگہ کے مسلمان از خود کسی کو قاضی بنانا چاہیں تو وہ قاضی نہ ہوگا محض حکم اور ثالث ہوگا جس کا فیصلہ اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب کہ مدعی و مدعا علیہ دونوں اپنا معاملہ اس کے

(۱) ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده و المجنون و الصبي و المعتوه و المغمى عليه و المدہوش و النائم لانتفاء الإرادة (درمختار) وفي الشامي: وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان. قال فيها: إنه على ثلاثة أقسام. أحدها: أن يحصل له مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله و يعلم ما يقول و يقصده و هذا لا إشكال فيه. الثاني: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول ولا يريد فلهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله الخ (الدرمع الرد ۲/۳۳۱-۳۳۲ کتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدہوش)

(۲) إذا وقع النكاح فاسدًا فرّق القاضى بين الزوج والمرأة..... والمتاركة في الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخليت سبيلك أو تركتك إلخ (الفتاوى الهندية ۱/۳۳۰ کتاب النکاح - الباب الثامن في النکاح الفاسد و أحكامه)

سپرد کر دیں اور اگر ایک فریق سپرد کرنا چاہے، اور دوسرا نہ کرنا چاہے تو اس صورت میں ثالث اور حکم کا فیصلہ کسی درجے میں معتبر نہیں۔

(ھ، و) قال في العالمغیرية: والقضاء في الشرع: قول ملزم يصدر عن ولاية عامة..... ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة كذا في الهداية من الإسلام والتكليف والحرية الخ (۱) (۱۶۰/۴) وفيه أيضًا: وإذا اجتمع أهل بلدة على رجل وجعلوه قاضيًا يقضى فيما بينهم لا يصير قاضيًا الخ (۲) (۱۶۴/۴)

عالمگیری میں ہے: شریعت میں قضا ایسے قول واجب العمل کا نام ہے جس کا صدور ولایت عامہ سے ہو اور قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں شہادت کے شرائط موجود نہ ہوں جیسا کہ ہدایہ میں ہے: اسلام اور تکلیف اور حریت الخ (۱۰۴/۴) اسی عالمگیری میں ہے: جب ایک شہر والے کسی آدمی پر متفق ہو کر اسے قاضی بنالیں جو ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس کا ردوائی سے وہ قاضی نہیں بنتا۔ ان عبارات میں تصریح ہے کہ قاضی کے لیے مسلم ہونا، صاحب حکومت ہونا شرط ہے۔ اور یہ کہ کسی جگہ کے مسلمان از خود کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا، اور ظاہر ہے کہ صاحب حکومت قاضی وہی ہو سکتا ہے جو سلطنت کی طرف سے مقرر کیا جائے اسی لیے گورنمنٹ کی امداد کے اس مسئلے میں مسلمانان ہند سخت محتاج ہیں، کیونکہ بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے فیصلہ محض لغو اور کالعدم ہے، اس لیے مسلمانوں کو پوری مستعدی کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرنا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم کر کے اپنی مسلم رعایا کو ان مشکلات سے نجات دے اور جب تک منصب قضا کی تجویز مکمل ہو اس وقت تک کے لیے کم از کم یہی قانون کر دیا جائے کہ جو مسائل قضائے قاضی کے محتاج ہیں ان کا فیصلہ غیر مسلم حکام نہ کریں بلکہ ایسے مقدمات مسلم حکام ہی کے سپرد ہوں اور مسلم حکام کو ہدایت کی جائے کہ ان مسائل میں علماء سے صورت مقدمہ بیان کر کے شرعی حکم حاصل کریں اور شرعی فتویٰ کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ کر دیں اور اپنے فیصلہ کے ساتھ عالم کے فتویٰ کو بھی نہتی کر دیں جیسا کہ تقسیم میراث و ترکہ کے

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ۳/۳۰۶-۳۰۷ کتاب أدب القاضي، الباب الأول في تفسير معنى الأدب والقضاء الخ.

(۲) الفتاویٰ العالمغیرية ۳/۳۱۵ کتاب أدب القاضي، الباب الخامس في التقليد والعزل.

مقدمات میں کبھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اگر یہ صورت بھی ہو جائے تو مسلمانان ہند کی مشکلات میں کچھ کمی ہو جائے گی، ہمیں قوی امید ہے کہ گورنمنٹ ہماری اس درخواست پر ضرور توجہ کرے گی اور اپنی رعایا کو شکرو امتنان کا موقع دے گی واللہ المستعان فی کل باب، ہوامیسر لکل صعب۔

قال فی الدر: ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکره مسکین وغیره إلا إذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم اهـ (۱) (۲/۴۶۸) وفي العالمگیریة: والإسلام لیس بشرط فیہ أی فی السلطان الذی یقلد کذا فی التارخانیة اهـ (۲) (۲/۱۶۰)

در مختار میں ہے: عہدہ قضا کا عادل بادشاہ اور ظالم دونوں سے قبول کرنا جائز ہے اگرچہ وہ کافر کیوں نہ ہو، ملا مسکین وغیرہ نے صراحتاً ذکر کیا ہے، مگر جب کہ وہ بادشاہ اس کو حق پر قضا کرنے سے روکے تب وہ عہدہ حرام ہے، عالمگیری میں ہے کہ اسلام شرط نہیں ہے اس بادشاہ کے اندر جو کسی کو قاضی بنائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی بناوے اور جن مسائل میں قضاے قاضی یعنی مسلم حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیدے تو وہ شرعی قاضی ہو جائے گا، اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وایقاع طلاق وثبوت نسب وحکم موت مفقود وغیرہ میں نافذ ہوں گے بشرطیکہ فیصلہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

قال فی العالمگیریة: وإذا اجتمع أهل بلدة علی رجل وجعلوه قاضياً یقضی فیما بینہم، لایصیر قاضياً (۳) (۲/۱۶۴)

عالمگیری میں ہے: جب ایک شہر والے کسی قاضی پر متفق ہوں اور اس کو اپنے مابین قضا کے لیے قاضی بنالیں تو اس سے قاضی نہیں بنتا۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۴۱۸-۴۲ کتاب القضاء، مطلب: أبو حنیفة دعی إلى القضاء ثلاث مرات، فأبى.

(۲) الفتاویٰ الہندیة ۳۰۷/۳ کتاب أدب القاضی. الباب الأول فی تفسیر معنی الأدب والقضاء وأقسامہ وشرائطہ الخ.

(۳) الفتاویٰ العالمگیریة ۳۱۵/۳ کتاب أدب القاضی. الباب الخامس فی التقليد والعزل.

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدون گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا کیوں کہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی البتہ حکم ہو جائے گا جس کا فیصلہ اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ مدعی و مدعا علیہ دونوں رضامندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کر دیں اور اگر ایک نے سپرد کیا اور دوسرے نے سپرد نہ کیا تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے، اور فریقین باہمی رضامندی سے اگر کسی کو حاکم بنالیں اور وہ موافق حکم شرع فیصلہ کر دے تو اسے بھی فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا، اور اس کے فسخ سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا یعنی جب معاملہ سپرد کر دیا گیا اور فیصلہ تک تحکم سے کسی فریق نے رجوع نہ کیا تو اب حکم کا فیصلہ بھی مثل فیصلہ قاضی کے لازم و نافذ ہو جائے گا، پھر کوئی فریق اس کو توڑ نہیں سکتا بشرطیکہ فیصلہ موافق حکم شرع ہو۔

قال الشامی : أما الْمُحَكَّم فشرطه أهلية القضاء ويقضى فيما سوا الحدود والقصاص اهـ۔ (۱) (۴/۲۶۲) وفيه أيضًا: (التحكيم) عرفًا: تولية الخصمين حاكمًا يحكم بينهما..... فحكم بينهما ببينة أو إقرار أو نكولٍ ورضيا بحكمه (الدر) أي إلى أن حكم..... فأفاد أنه احترز عما لو رجعا عن تحكيمه قبل الحكم أو عما لو رضی أحدهما فقط (شامی) صح لوفي غير حد وقود ودية على عاقلة، الأصل أن حكم المحكم بمنزلة الصلح وهذه لا تجوز بالصلح، فلا تجوز بالتحكيم وينفرد أحدهما بنقضه أي التحكيم بعد وقوعه..... فإن حكم لزمهما ولا يبطل حكمه بعزلهما لصدوره عن ولاية شرعية (۲) (۴/۵۴۰)

شامی میں ہے: حکم کے لیے شرط ہے کہ وہ قضا کا اہل ہو ماسواحدود اور قصاص میں قضا کرے۔ اسی شامی میں ہے: سرپنچ بنانا مدعی اور مدعا علیہ کا کسی کو اپنے اوپر حاکم مان لینا ہے کہ وہ سرپنچ ان کے درمیان بینہ یا اقرار یا انکار کی بناء پر فیصلہ کرے، اور وہ دونوں اس کے فیصلے پر راضی ہوں، اگر اس سرپنچ کے فیصلہ کرنے سے پیشتر اس کے حکم ہونے سے رجوع کریں یا خالی ایک ہی راضی رہے ایک نہ رہے تو یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا (شامی) حکم کا فیصلہ قصاص اور دیت کے سوا نافذ ہوگا کیونکہ حکم یعنی سرپنچ کا حکم بہ منزلہ صلح کے ہوتا ہے، ان امور میں صلح جائز نہیں تو سرپنچ بنانا بھی جائز نہ ہوگا، اور اگر ایک شخص سرپنچی کو

(۱) الشامی ۲۳/۸ کتاب القضاء - مطلب : الحكم الفعلي .

(۲) الدر والرد ۱۱۲/۸-۱۱۴ کتاب القضاء . الباب الأول : باب التحكيم .

توڑ دے بعد تسلیم کر لینے کے تو اس سے سرخچی ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر نقض سے قبل اس نے فیصلہ کر دیا تو فریقین پر لازم ہوگا اور اب ان کے معزول کرنے کی وجہ سے اس کا حکم باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ حکم ولایت شرعیہ سے صادر ہوا ہے۔

(ز) جب یہ معلوم ہو چکا کہ قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمے فرض ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ بعض معاملات میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں بلکہ حاکم مسلم کا فیصلہ ضروری ہے تو عامہ مسلمین پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اسی شرعی ضرورت کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے درخواست کریں کہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم فرما کر اپنی مسلم رعایا کو مشکلات سے نجات دے، چونکہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی راحت رسانی اور بالخصوص مذہبی معاملات میں ہر طرح کی آسانی بہم پہنچانے کی ذمہ دار ہے اس لیے قوی امید ہے کہ یہ درخواست منظور ہوگی۔

نیز جو مسلم ممبران کونسل اس مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے والے ہیں ان کے ساتھ سب مسلمانوں کو اتفاق رائے ظاہر کرنا چاہیے، اور ہر ضلع کے مسلمانوں کو اپنی طرف سے الگ الگ اس مسئلہ کی ضرورت ظاہر کرنا چاہیے، کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جو بے توجہی اب تک اس مسئلہ پر ہوئی ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کو ہنوز ضرورت کی اطلاع اہمیت کے ساتھ کسی نے نہیں کی، ضرورت پر مطلع ہو کر امید ہے کہ گورنمنٹ بہت جلد مسلمانوں کے حال پر توجہ فرمائے گی۔ فقط

کتبہ الاحقر (مولانا) عبدالکریم گم تھلوی کرنالی عفی عنہ

هوالموفق: مسلمانوں کو ان منازعات باہمی رفع کرنے کے لیے جن میں قاضی کا حکم کرنا شرائط سے ہے، قاضی یعنی حاکم مسلم کا مقرر کرنا نہایت ضروری ہے اور قاضی کے لیے ضروری ہے کہ صاحب حکومت ہو، پس جس کو مسلمان باہمی اتفاق کے ساتھ قاضی بنائیں گے وہ قاضی نہ کہلائے گا، ہاں گورنمنٹ کا مقرر کردہ حاکم مسلم قاضی شرعی کے حکم میں ہوگا، اور اس کے احکام شرعاً قابل نفاذ ہوں گے، لیکن چونکہ قاضی بنائے جانے کا وہی اہل ہے جو شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے: بد مذہب اگر مقرر کیا گیا تو وہ صحیح معنی میں قاضی نہ کہلائے گا، اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اس کا انتخاب علمائے اہل سنت والجماعت کے ہاتھ میں ہوتا کہ وہ باہمی اتفاق کے ساتھ ایسے شخص کو پیش کر سکیں جو قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(مولانا) محمد مظہر اللہ غفرلہ امام مسجد فتح پوری دہلی ۲۳/ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

هوالموفق: ہندوستان میں نصب قاضی کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور محکمہ قضا قائم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں جو ہولناک مصائب پیش آرہے ہیں ان کا احصاء دشوار ہے، جوابوں میں نمونہ کے طور پر چند شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے بھی نصب قضا کے لیے اب تک کوئی منظم سعی نہیں کی، مگر اب ضرورت اتنی روشن ہوگئی ہے کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے پرزور درخواست کرنے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کے منظور اور جاری کرنے میں مزید توقف کا ہرگز موقعہ باقی نہیں رہا، ہزاروں عورتوں کی جانیں خطرے میں ہیں جن کا علاج محکمہ قضا کے سوا کوئی قطعی طور پر نہیں ہو سکتا۔

(مولانا) محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی ۲۲/ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

بے شک ہندوستان میں مسلمان قاضی کا مقرر ہونا نہایت ضروری ہے، جمعیت علماء نے باتفاق آراء اپنے اجلاس ہائے کلکتہ وغیرہ میں اس کی ضرورت کو نہایت وضاحت سے دکھلایا ہے، اور بارہا اس کے اجراء کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے، مسلمانوں کو پرزور طریقہ پر اس کا مطالبہ کرنا لازم ہے، جمعیت العلماء کے ریکارڈوں میں اس کی تجاویز موجود ہیں، اور الجمعیت کے کالموں میں اس کے متعلق مفصل ابحاث آچکی ہیں۔ واللہ اعلم

نگ اکابر (مولانا) حسین احمد غفرلہ۔

الجواب صحیح بندہ (مولانا) محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ۔ الجواب صواب: بندہ (علامہ) محمد ابراہیم عفی عنہ۔ ہندوستان میں نصب قضا نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے معاشرتی، تمدنی، دینی جو مصائب پیش آرہے ہیں وہ ان کی مذہبی روح کے لیے مہلک سے کم نہیں، یہ غلط ہے کہ انہوں نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا یا مشکلات نے ان کو پریشان نہیں کیا وہ ہر زمانے میں اس مصیبت کی وجہ سے پریشان رہے، اس کی دلیل میں وہ فتاویٰ پیش کیے جاسکتے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں لکھے جاتے رہے جن میں بدرجہ مجبوری یہی لکھ دیا جاتا تھا کہ کسی مسلم ریاست میں جا کر فیصلہ کرا لیا جائے، اگر تفتخص کیا جائے تو اس قسم کے فتاویٰ ہزاروں کی تعداد میں ملیں گے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس خاص طریقہ سے مسلمانوں نے اب تک درخواست نہیں کی تو ظاہر ہے کہ کسی ایک مصیبت زدہ کا عرصہ تک مصیبت میں گرفتار رہ کر ازالہ مصیبت کے طریقے سے ناواقف ہونے یا کسی دوسری وجہ سے ازالہ مصیبت کی خاص تدبیر پر عمل نہ کرنا

اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس کی مصیبت کا ازالہ بھی نہ کیا جائے یا اس کو مصیبت پر راضی مان لیا جائے، بناء علیہ میں مسلمانوں سے عموماً اور قوانین رائج الوقت سے واقف کار حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کو توجہ دلائیں کہ مسلمانوں پر اس احسان کے کرنے میں تامل نہ کرے۔

(مولانا) محمد اعجاز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند ۶ / ربیع الاول ۱۳۳۲ھ۔

قاضی و والی کا مطالبہ اور قاضی کے اختیارات

سوال: (۵۰)..... (الف) مسلمانوں پر شرعاً طلب قاضی ضروری ہے یا نہیں؟

(ب) طلب والی جس کو واجب؛ غلبہ کفار کے وقت لکھا ہے اس کا کیا مفہوم ہے؟ اور ہندوستان

میں طلب والی کی کیا صورت ہے؟

(ج) قاضی جو سرکار سے طلب کیا جائے تو اس کو غالباً جملہ اختیارات منجانب سرکار حاصل نہ ہوں

گے بلکہ فسخ نکاح، حکم موت، مفقود الخمر، تزویج ایامی و ایتام، تفریق زوجین وغیرہ اس قسم کے اختیارات ہوں گے تو یہ شخص شرعی قاضی سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(د) ثم القاضی تنقید ولا یتہ بالزمان والمکان والحوادث إلخ (۱) (شامی) سے کیا مراد

ہے؟ (۱۳۳۳/۱۷۲)

الجواب: (الف) ضروری ہے اور مفید تر ہے اگرچہ یہ ضرورت یوں بھی مرتفع ہو سکتی ہے کہ جو

معاملہ پیش آئے اس میں حکم مقرر کر لیا جائے۔

(ب) طلب والی ظاہر ہے کہ سہل کام نہیں ہے لہذا قاضی کا مقرر کرنا اور مقرر ہو جانا کافی ہے۔

(ج، د) اس قسم کی تنقید صحت قضا کے لیے مضر نہیں ہے اور حوادث کی تنقید سے یہی مراد ہے کہ جن

احکام کی قضا کا اختیار دیا جائے انہیں احکام میں وہ قاضی ہے۔ فقط

مشورہ کے بعد فیصلہ میں کثرت رائے کا اتباع لازم ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۱) امیر یا امام یا صدر قوم کو شرعاً مسلمانوں کا مشورہ لینے کے بعد کثرت رائے کا اتباع

امور شرعیہ میں لازمی ہے یا نہ؟ اور امور شرعیہ میں قلت اور کثرت رائے کو دخل ہے یا نہیں؟ اور مجلس کے ممبران کی کثرت رائے کو اجماع کہنا صحیح ہے یا نہ؟ (۹۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امور شرعیہ میں موافق حکم شرع عمل کرنا لازم ہے، اس میں کثرت و قلت رائے کا اعتبار نہیں ہے، اور امور دنیاویہ میں جیسی مصلحت ہو کیا جاوے اور اس رائے ممبران کی کثرت کو اجماع کہنا غلط ہے۔

قاضی کا اپنے آپ کو قاضی القضاة، رفیع الدرجات

کافی المہمات سلمہ اللہ تعالیٰ لکھنا

سوال: (۵۲) ایک شخص قاضیؒ وہ اپنے آپ کو اس نام سے سرفراز کرتا ہے: قاضی القضاة، رفیع الدرجات، کافی المہمات سلمہ اللہ تعالیٰ، بارہا روکا گیا مگر باز نہیں آتا ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۳۵/۳۳۶-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ شخص جاہل اور متکبر ہے خود ذلیل ہوگا، حکومت اسلام نہیں ہے جو اس کو تعزیر کی جائے اور سزا دی جائے، ایسے شخص کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایسے متکبر اور اپنی بڑائی کرنے والے خود ذلیل ہوا کرتے ہیں، یہ غنیمت ہے کہ صراحتاً تو وہ خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا اگر ایسا بھی کرے تو اس زمانے میں کون اس کو روک سکتا ہے؟ فقط

قاضی شاہد بن سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۳) کیا شاہد قاضی ہو سکتا ہے؟ (۱۲۱۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قاضی جو کہ شہادت شہود پر قضا کرتا ہے وہ خود شاہد اس معاملہ میں نہیں ہو سکتا، البتہ اہلیت شہادت اس میں ضرور ہے کما قالوا: اہلہ اہل الشہادة (۱) اور یہ بھی مسلم ہے کہ قاضی اپنے

علم پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ کما بینہ فی کتب الفقہ (۱) فقط

قوم کا سردار کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: (۵۴) سرگروہ قوم کے لیے کیسے شخص کو سردار ہونا چاہیے؟ زید کہتا ہے کہ ہدایت و سردار قومی کے لیے ایسا شخص ہونا چاہیے کہ مسائل ضروریہ شرعیہ سے واقف ہو اور خود صوم و صلاۃ کا پابند ہو، منصف ہو، نفس پرور نہ ہو، جھوٹا نہ ہو، نجیب الطرفین ہو اور بوقت ضرورت عالم سے دریافت کر کے اس پر عمل درآمد کرے، رسم و رواج پر کوئی فیصلہ یا حکم نہ سنائے۔ بکر کہتا ہے کہ ایسا شخص زمانہ حال کے موافق مثل قاضی کے سمجھا جائے گا، لہذا ایسے شخص کے لیے لازمی ہے کہ وہ موافق قول زید کے ہر بات کا پابند ہو اور جس میں وہ کامل باتیں نہ ہوں وہ قابل سرداری کے نہیں، کیونکہ وہ تو خود فاسق اور گمراہ ہے پس قول فیصل اس بارے میں کیا ہے؟ (۱۱۳۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: بات یہ ہے کہ یہ سب امور اس قسم کے بوجہ جہل کے اور علم شریعت سے واقف نہ ہونے کے ہیں، پس ضروری ہے کہ جس کو بڑا بنایا جائے اور مقتدا سمجھا جائے کہ اس کی آراء پر فیصلہ ہوتا ہو وہ ایسا ہو کہ علم شریعت رکھتا ہو، متقی ہو، صالح ہو، منصف مزاج ہو، اور اگر خود علم شریعت میں ماہر نہ ہو تو علمائے حقانی کی طرف رجوع کرتا ہو، تا کہ جو فیصلہ وہ کرے وہ موافق شریعت کے ہو، اور عام اہل اسلام اور تمام برادر یوں کو چاہیے کہ اپنے معاملات کے فیصلے موافق شریعت کے کریں، اور جو واقعہ پیش آئے اسی وقت اس کا حکم شریعت سے دریافت کر لیا جائے، اور اسی کے موافق فیصلہ کیا جائے، پس اس حکم کلی

(۱) طریق القاضی إلى الحكم یختلف بحسب اختلاف المحکوم به ، والطریق فیما یرجع إلى حقوق العباد المحضة عبارة عن الدعوى والحجة : وهي إما البينة أو الإقرار أو اليمين أو النکول عنه أو القسامة أو علم القاضی بما یرید أن یحکم به أو القرائن الواضحة التي تصیر الأمر فی حیز المقطوع به . (الشامی ۲۳/۸ کتاب القضاء ، مطلب: الحكم الفعلی)

واعلم أن الكتابة بعلمه كالقضاء بعلمه في الأصح "بحر"، فمن جوزه جوزها ومن لا فلا. قوله: (فمن جوزه جوزها) وشرط جوازه عند الإمام أن يعلم في حال قضاءه في المصر الذي هو قاضيه بحق غير حد خالص لله تعالى من قرض أو بيع أو غصب أو تطليق أو قتل عمد أو حد قذف الخ (الدر المختار و رد المختار ۱۲۵/۸ کتاب القضاء ، مطلب في قضاء القاضی بعلمه)

کے معلوم کرنے کے بعد خاص جزئیات کی بحث کی ضرورت نہیں ہے قَالَ اللَّهُ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورہ نساء، آیت: ۶۵) حاصل اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے بعد ان کی شریعت کو حکم اور فیصلہ کنندہ اپنے باہمی نزاعات اور اختلافات و معاملات میں نہ بنائے، اور اس پر دل سے راضی نہ ہو جائے۔ فقط

افیون و گانجا کے تاجر کو سردار بنانا

سوال: (۵۵) ایک شخص تجارت افیون و گانجا کرتا ہے اس کو پنچایت کی طرف سے سردار بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۲۵/۳۲۵ھ)

الجواب: درمختار میں مذکور ہے کہ افیون وغیرہ کی بیع و شراء صحیح ہے سوائے خمر کے کہ اس کی بیع و شراء درست نہیں ہے۔ شامی میں کہا کہ یہ مذہب جواز بیع افیون کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ ناجائز فرماتے ہیں لیکن فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے کہ بیع افیون کی جائز ہے، مگر مکروہ ہے و صحیح بیع غیر الخمر، مما مرّ ومفادہ: صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون (درمختار) اٰی عنده خلافا لهما الخ ثم ان البيع و ان صح لکنه یکره الخ (۱) (شامی) پس بصورت جواز تجارت افیون اس کو سردار برادری کا بنا سکتے ہیں۔ فقط

کتاب الشہادۃ

گواہی کا بیان

گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے

سوال: (۱) اس زمانے میں عدالت گواہ کی ضرورت ہے یا لفظ اشہد کے ساتھ قسم پر اکتفاء کیا جائے؟ (۱۳۳۵/۳۴۲ھ)

الجواب: عادل ہونا گواہوں کا ضروری ہے (۱)

عادل گواہ میں کن باتوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال: (۲) شہود کی عدالت میں کیا کیا باتیں ہونا ضروری ہیں؟ (۱۳۳۸/۱۹۳ھ)

الجواب: جو شخص کبائر کا مرتکب نہ ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو، اور کوئی فعل خلاف مروت نہ کرے وہ

عادل ہے۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے: العدالة ملکہ تحمل علی ملازمة التقوی والمروءة والشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار علی الصغائر وما یخل بالمروءة ویلزم أن یکون

(۱) والعدالة وهي شرط وجوب القبول علی القاضي لا جوازہ، کذا فی البحر الرائق (الفتاویٰ الهندیة ۳/۴۵۰ کتاب الشہادات - الباب الأول فی تعریفها و رکنها وسبب أدائها و شرائطها وأقسامها)

مسلمًا، عاقلًا، بالغًا إلخ (۱) پس لحاظ اس تفصیل کا عدالت شہود میں ضروری ہے۔ فقط

جو عدالت میں جھوٹی شہادتیں دیتا ہے اس کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۳) ایک شخص قبائلیہ (دستاویز) نویسی کا کام کرتا ہے، اور اکثر عدالت وغیرہ میں جا کر جھوٹی شہادتیں دیتا ہے؛ عند الشرع ایسا شخص گواہ عادل ہو سکتا ہے؟ اور عند الشرع عادل گواہ کی کیا تعریف ہے؟ (۵۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسے شخص کی شہادت شرعاً معتبر نہیں۔ اتفقوا علی أن الإعلان بکبيرة يمنع الشهادة إلخ (۲) (عالم گیر) اور جو شخص صغائر پر اصرار نہ کرے اور کبائر سے اجتناب کرے وہ شرعاً عادل ہے درمختار میں ہے: و (تقبل) من مرتکب صغيرة بلا إصرار إن اجتنب الكبائر كلها وغلب صوابه علی صغائره ”درر“ وغیرھا قال: وهو معنى العدالة إلخ (۳)

گواہوں کا تزکیہ کب ضروری ہے؟

سوال: (۴) شہادت کے بارے میں جو شہود کے تزکیہ کی ضرورت ہے اس پر بھی قاضی کو لحاظ کرنا امر لازمی ہے یا نہیں؟ (۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر قاضی کو گواہوں کے حال کا علم نہ ہو تو تزکیہ کی ضرورت ہے: ومحل السؤال علی قولهما عند جهل القاضي بحالهم ولذا قال في الملتقط: القاضي إذا عرف الشهود بجرح أو عدالة (أي عن حال الشهود) لا يستل عنهم (۴) شامی. کتاب الشهادات.

(۱) رد المحتار ۳/۳۱۴ کتاب الصوم . مبحث في صوم يوم الشك.

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۴۶۶ کتاب الشهادات – الباب الثالث : الفصل الثاني في من لا تقبل شهادته لفسقه .

(۳) الدر المختار مع الشامی ۸/۱۶۸ کتاب الشهادات – باب القبول وعدمه .

(۴) الشامی ۸/۱۵۹-۱۶۰ أوائل کتاب الشهادات.

علانیہ تزکیہ کافی نہیں، خفیہ تزکیہ ضروری ہے

سوال: (۵) عدالت نے ایک غیر معروف شخص سے تزکیہ علانیہ کرایا، ایسی صورت میں یہ تزکیہ شہادت کے واسطے کافی ہوگا یا نہیں؟ (۸۵/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في رد المحتار: و به ظهر أن ما يفعل في زماننا من الاكتفاء بالعلانية خلاف المفتي به بل في البحر: لابد من تقديم تزكية السر على العلانية لما في الملتقط عن أبي يوسف: لا أقبل تزكية العلانية حتى يزكى في السر الخ (۱) سے یہ معلوم ہوا کہ یہ طریقہ تزکیہ جو سوال میں درج ہے اس پر اکتفاء نہ کرنا چاہیے، پس تزکیہ سراً ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

شہادت میں لفظ أشہد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ کہنا ضروری ہے

سوال: (۶) ایک صاحب کہتے ہیں کہ گواہ کا قبل از گواہی لفظ أشہد — یعنی گواہی دیتا ہوں میں — بجنسہ بقید تلفظ کہنا ضروری ہے، اگر شرعاً یہ لفظ أشہد کہنا فرض یا واجب ہے تو بحوالہ جواب مرحمت ہو، اور اگر گواہ لفظ أشہد نہ کہے اور گواہی حلفیہ کسی امر کی دے تو کیا گواہی شرعاً مقطوع و خارج مانی جاوے گی اور قابل پذیرائی نہ ہوگی؟ (۶۹/۷-۱۳۳۸ھ)

الجواب: در مختار میں ہے: و رکنها لفظ أشہد لا غیر لتضمنه معنى مشاهدة وقسم وإخبار للحال فكأنه يقول: أقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وأنا أخبر به، وهذه المعاني مفقودة في غيره فتعين الخ (۲) اور شامی میں ہے: فلذا اقتصر عليه احتياطاً واتباعاً للمأثور، ولا يخلو عن معنى التعبد إذ لم ينقل غيره كما بسطه في البحر (۲) اس عبارت شامی سے واضح ہوا کہ احادیث و آثار سے یہی لفظ در بارہ شہادت وارد اور مأثور ہوا ہے، اور یہ حکم تعبدی ہے لہذا اسی لفظ یا اس کے ترجمہ کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ احکام تعبدیہ میں تبدل و تغیر نہیں کیا جاتا۔ فقط

(۱) الشامی ۱۶۰/۸ کتاب الشہادات.

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۱۵۴/۸، أوائل کتاب الشہادات.

سوال: (۷) کیا شہادت میں لفظ اُشہد کہنا ضروری ہے؟ (۱۳۳۲/۱۸۴)

الجواب: ادائے شہادت میں اُشہد کا لفظ یا اس کا ترجمہ یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ کہنا ضروری

ہے کذا فی الدر المختار (۱) فقط

سوال: (۸) گواہ کو گواہی کا لفظ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور چونکہ گواہ ناواقف ہوتے ہیں، اس

وجہ سے ان کو یہ بتلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۳۴)

الجواب: گواہ کو گواہی کا لفظ کہنا بھی ضروری ہے اور گواہ کو یہ امر بتلا دینا اور جتلا دینا جائز ہے۔

سوال: (۹) اگر بوقت شہادت ناواقفی سے لفظ اُشہد نہ بولے، مگر اصلی واقعہ چشم دید بیان

کردے، تو شہادت معتبر ہوگی یا نہ؟ اور مدعی ثانیاً لفظ اُشہد کے اعادہ کرانے کے لیے مُحْكَم کے

روبرو اعادہ شہادت کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۴۷۹)

الجواب: اُشہد کے ساتھ پھر اعادہ شہادت ہونا چاہیے۔ ورنہ لفظ اُشہد لاغیر إلخ (۲)

(در مختار) کیونکہ بدون اُشہد یا اس کے ترجمے کے شہادت معتبر نہیں ہے۔ فقط

گواہ سے قسم کس طرح لی جائے؟

سوال: (۱۰) سلطنت اسلام میں گواہ سے حلف یا قسم کس طرح لی جائے؟ (۱۳۳۲/۱۱۲۷)

الجواب: در مختار کتاب الشہادات میں ہے: ورنہ لفظ اُشہد لاغیر لتضمنہ معنی

مشاہدہ وقسم و إخبار للحال فكأنه يقول: أقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وأنا أخبر به (۳)

ترجمہ: گویا کہ گواہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں میں اللہ کی، البتہ تحقیق مطلع ہوں میں اس بات پر اور خبر دیتا ہوں

میں اس کی۔

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) الدر مع الرد ۱۵۴/۸ کتاب الشہادات۔

(۳) الدر المختار مع الشامی ۱۵۴/۸ أوائل کتاب الشہادات۔

عورت نکاح کا انکار کرتی ہو تو فاسق اور متہم

کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۱۱) ہندہ عاقلہ بالغہ نے جب بکر سے نکاح کا ارادہ کیا تو دو شخص کہتے ہیں کہ زید نے مرتے وقت اپنی پوتی ہندہ کا نکاح ہمارے روبرو عمر سے کرا دیا ہے، اور ایک شاہد کی حالت یہ ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اور روزے رمضان کے نہیں رکھتا، ڈاڑھی منڈاتا ہے، اور دوسرا شاہد نماز پڑھتا ہے لیکن متہم بشہادۃ الزور ہے اس صورت میں ہندہ کا نکاح عمر سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۷۲۲)

الجواب: تارک نماز و روزہ فاسق ہے، اس کی شہادت سے بصورت انکار کرنے عورت کے نکاح ثابت نہ ہوگا، اور دوسرا شاہد جو کہ نمازی ہے لیکن متہم بشہادت زور ہے تو اس کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے، اور اگر بالفرض وہ تہمت اس پر غلط ہو، اور وہ ایسا نہ ہو تو پھر بوجہ ایک ہونے کے اس کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا، کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں (ہیں) جو کہ عادل و ثقہ ہوں كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمُ الْآيَةَ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۲۸۲) فقط

کھیل، تماشہ اور گانے بجانے کی محفل میں شرکت کرنے والا عادل نہیں

سوال: (۱۲) جس شخص نے کھیل تماشہ گانے بجانے کی محفل ٹھیڑ و کشتی میں شرکت کی ہو، تو ایسا شخص عادل ہوگا یا نہیں؟ اور یہ افعال صغیرہ ہیں یا کبیرہ؟ (۱۳۳۸/۱۹۴)

الجواب: ایسا شخص عادل نہیں ہے اور یہ افعال گناہ کبیرہ ہیں۔ فقط

گواہی کس شخص کی معتبر ہے؟

سوال: (۱۳) گواہی شرعاً کس شخص کی معتبر ہے؟ (۱۳۴۷-۴۶/۹۶۳)

الجواب: گواہی عادل اور معتبر نمازی پرہیزگار کی شرعاً معتبر ہوتی ہے۔ فقط

سوال: (۱۴) ایک شخص کاذب ہے، اس کا امور شریعت میں مثلاً نکاح وغیرہ میں وکیل و گواہ

مقرر ہونا کیسا ہے؟ اور اس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے؟ اور اس کے پند و نصیحت قابل عمل ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵ھ-۲۳/۲۹)

الجواب: اس کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن بصورت انکار اس کی شہادت سے ثبوت نکاح نہ ہوگا۔

انعتاد نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں مگر ثبوت

نکاح اور طلاق کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے

سوال: (۱۵) زید اور بکر کو وقت نکاح کے گواہ بنایا گیا، اور قاضی کے سامنے شہادتیں لی گئیں، اور وقت طلاق کے زید اور بکر کی شہادتوں کو مردود کر دیا گیا بوجہ ڈاڑھی کتروانے کے، حالانکہ وقت نکاح کے جو صورت تھی وہی وقت طلاق کے تھی شرعاً مفتی کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے فتوے پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷ھ-۳۶/۵۳۵)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے کہ نکاح کا نفس انعقاد شاہدین فاسقین سے بھی ہو جاتا ہے، لیکن تجاحد (انکار) کے وقت ان کی گواہی حجت نہیں، پس جو لوگ انعقاد نکاح کے شاہد بن سکتے ہیں ضروری نہیں کہ ثبوت طلاق کی گواہی کے بھی اہل ہوں، انعقاد کے وقت اگرچہ شاہدوں کی عدالت شرط نہیں مگر ثبوت نکاح کے لیے — در انحالیہ کسی جانب سے انکار ہو — شہادت عادلین شرط ہے، اور یہی حال شہادت طلاق کا ہے۔ شامی میں ہے: قوله ولو فاسقین اعلم أن النكاح له حکمان: حکم الانعقاد وحکم الإظهار فالأول مذكور والثاني إنما يكون عند التجاحد فلا يقبل في الإظهار إلا شهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام كما في شرح الطحاوی فلذا انعقد بحضور الفاسقين إلخ وإن لم يقبل أدائهم عند القاضي إلخ (۱) لہذا مفتی کا یہ فتویٰ صحیح اور شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶) جو شخص تارک الصلوٰۃ ہو اور افعال قبیحہ کا اعلانیہ مرتکب ہو جیسے شرب خمر و تازی وزنا

کا (مرتب ہو) اور جھوٹی گواہی دیتا ہو ایسے شخص کی گواہی نکاح و طلاق کے معاملے میں معتبر ہے یا نہیں؟ (۶۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایسے شخص کی گواہی سے نکاح تو منعقد ہو جاتا ہے، لیکن بصورت انکار ایسے لوگوں کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا، اور طلاق کا ثبوت بھی ایسے لوگوں کی گواہی سے نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اہل ہوا کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷) شہادت کے لیے مسلمان مرد، آزاد، بالغ ہونا بلا قید فرقہ کے ضروری ہے یا نہیں؟ یا کسی خاص فرقہ کا ہونا ضروری ہے؟ دوسرے عقائد والوں کی مثلاً اہل قرآن، اہل حدیث، غیر مقلد، شیعہ وغیرہم کی شہادت قابل پذیرائی نہیں؟ (۱۴۰۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اہل سنت و جماعت میں جو فرقہ بھی ہو اس کی شہادت بصورت عدم فسق معتبر ہے، اور اہل ہوا مثل روافض و خوارج، اہل قرآن و اہل اعتزال وغیرہ مقلد و غیرہ فرقوں میں سے جن کی تکفیر نہیں کی گئی، اور ان میں فسق وغیرہ کوئی امر مانع عن الشہادت نہ ہو تو ان کی گواہی بھی مقبول ہو سکتی ہے کذا فی الدر المختار (۱) فقط

قبول شہادت کے لیے مسائل دقیقہ یا غیر دقیقہ دریافت کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۸) ایک مقدمہ طلاق میں دو گواہ مسلمان مرد بالغ آزاد ہیں جن کا کوئی کذب آج تک کبھی ظاہر نہیں ہوا، اور وہ اپنے آپ کو نمازی بتلاتے ہیں، عدالت نے بابت نماز ان سے کثیر سوالات اور مسائل دریافت کیے، ایک نے ہر اَدَقْ مسئلے کا جواب کافی دیا، لیکن دوسرے گواہ نے اکثر ضروری سوالات کا جواب دیدیا، مگر عدالت نے چند اَدَق اور فروعی و اختلافی مسائل کے جواب کو کافی تصور نہ کر کے شہادت قبول نہ کی، اور واقعہ طلاق کو غلط مان کر خارج کر دیا، تو کیا شرعاً مقدمہ طلاق میں

(۱) قال فی الدر المختار: تقبل من اهل الهواء أي أصحاب بدع لا تکفر کجبر و قدر و رفض و خروج و تشبیه و تعطیل. وفي الشامي: فمن وجب إكفاره منهم فالأكثر على عدم قبوله الخ (الدر و رد المحتار ۱۶۶/۸ کتاب الشہادات - باب القبول و عدمه)

ایسے نمازیوں کی بھی جن کی کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو اور علوم شرع میں بھی بہت عبور رکھتے ہوں ان ہی کی گواہی مانی جائے گی یا کیا؟ (۱۳۳۸/۱۴۰۱ھ)

الجواب: قبول شہادت کے لیے مسائل دقیقہ یا غیر دقیقہ کا سوال وجواب ضروری نہیں ہے، اور جواب نہ دینے سے شہود مردود الشہادت نہیں ہو سکتے، البتہ تارک نماز اگرچہ ایک وقت کی نماز کا بھی تارک ہو فاسق ہے، اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ فقط

بغیر دیکھے گواہی دینا

سوال: (۱۹) زید کا دو چار گھنٹے میں دفعۃً انتقال ہو جائے، اور لوگ اس پر کہیں کہ یہ کسی زہریلی چیز سے مرا ہے، اور عدالت میں لوگ گواہی دیں کہ اس کی بیوی بد چلن ہے فلاں شخص سے آشنائی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بیوی نے یہ کام کیا ہے، اور زہر دے کر مارا ہے اور عورت و مرد پھنس جائیں؛ بغیر دیکھے ایسی گواہی جو لوگ دیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۲۸۱۰ھ)

الجواب: بے دیکھے ایسی گواہی دینا درست نہیں ہے۔ باقی اگر ایسا ثابت ہو جائے کہ عورت بد چلن ہے اور اس کا تعلق ناجائز کسی مرد سے ہے اور وہ آتا جاتا ہے تو تعزیراً و تنبیہاً ایسے لوگوں کو سزا کر دینا درست ہے تاکہ اس وبال سے اہل محلہ محفوظ رہیں۔ فقط

سماعی شہادت معتبر نہیں

سوال: (۲۰) مدعیان مرزا محمد سرور وغیرہ اپنی نانی چندوبی بی مرحومہ و دیگر قریبی رشتہ داران کی زبانی سن کر دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمارے نانا نور محمد نے مکان نمبر: ۱ کی سفید زمین خرید کر خود اس پر عمارت تعمیر کرائی تھی، اور نور محمد نے اپنی سسرال کی امداد سے کل زر لاگت اپنے پاس سے ادا کیا تھا، مگر بوقت خرید زمین کاتب نے غلطی سے بجائے اصل مشتری کے بیع نامہ اس کے والد خدایار کے نام لکھ دیا، نور محمد ادب کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکا، اس امر کی دو سماعی شہادتیں اور ایک عینی شہادت ہے، محمد بخش پسر محمد الیاس اس مکان کو اپنے دادا خدایار کا پیدا کردہ کہتا ہے، شرعاً یہ مکان پیدا کردہ نور محمد کا قرار دیا جائے گا یا اس کے والد خدایار کا؟ (۱۳۳۳/۶۰۹ھ)

الجواب: اس میں سماعی شہادت معتبر نہیں اور عینی شہادت بھی اس وجہ سے ساقط الاعتبار ہے کہ ایک شاہد شہادت دیتا ہے، اور اعتراض نہ کرنا کسی کے حق کو باطل نہیں کرتا اور جب کہ محمد بخش پسر محمد الیاس کو یہ تسلیم نہیں کہ مکان مذکور نور محمد کے روپیہ سے خرید کیا ہوا ہے بلکہ اس کا خیال مثلاً یہی ہے کہ یہ ترکہ خدایار کا ہے جس کا نام کاغذات بیع نامہ پر چڑھا ہوا ہے، تو شرعاً بھی ایسا ہی سمجھا جائے گا۔ کما فی المجلة العدلیة ص: ۱۶۹: الكتاب كالخطاب (۱) وفيها: الإقرار بالكتابة كالإقرار باللسان دفعه: ۱۶۰۶ (۲) نیز ظاہر حال کے موافق بھی وہ ترکہ خدایار کا ہی سمجھا جائے گا اس لیے کہ کاغذات بیع نامہ سے جو ملکیت خدایار کی سمجھ میں آتی ہے فریق مخالف اس کی تردید میں کوئی کافی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہے، لہذا خدایار کی ملکیت کا ثبوت راجح سمجھا جاوے گا۔ فقط

نصاب شہادت کافی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱) اگر نصاب شہادت کافی نہ ہو تو وہ شہادت قابل استرداد ہوگی یا نہیں؟

(۱۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (اگر نصاب شہادت کافی نہ ہو تو وہ شہادت قابل استرداد) ہوگی (۳)

جن لوگوں نے الگ الگ وقت میں تنہا تنہا

زنا کرتے دیکھا ہو، ان کی گواہی کا حکم

سوال: (۲۲) تین یا چار شخص اگر زنا کی گواہی دیں، مگر ہر ایک (نے) تنہا تنہا ایک ایک دن، ایک ایک وقت زنا کرتے دیکھا، ایک ساتھ ایک وقت نہیں دیکھا، چنانچہ ایک شخص نے ایک دن زنا کرتے دیکھا، دوسرے نے اور ایک دن، تیسرے نے اور ایک دن، چوتھے نے اور ایک دن، ایسی

(۱) شرح المجلة ۱/۲۹ المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية. المادة: ۶۹، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) شرح المجلة ۲/۹۰۰ الباب الرابع في بيان الإقرار بالكتابة - المادة: ۱۶۰۶.

(۳) و نصابها رجلا أو رجل و امرأتان ولا يفرق بينهما لقوله تعالى: "فَتَذَكَّرَ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى" ولا تقبل شهادة أربع بلا رجل الخ (الدر المختار مع الشامی ۸/۱۵۸ - كتاب الشهادات)

حالت میں گواہی ان کی مقبول ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۹۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد فلو جاؤوا متفرقين حدوا إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ تنہا تنہا شخص کی گواہی سے زنا ثابت نہ ہوگا اور ان گواہوں کو حد قذف لگائی جاوے گی۔ فقط

مدعی کا بھائی مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے سکتا ہے

سوال: (۲۳) شہادت برادر مدعی مقبول است یا نہ؟ (۱۳۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شہادت برادر مدعی برمدعی علیہ مقبول است۔

ترجمہ: سوال: (۲۳) مدعی کے بھائی کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۳۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مدعی کے بھائی کی گواہی مدعا علیہ کے خلاف مقبول ہے (۲)

اپنی بیٹی کے حق میں ماں کی گواہی اور نابالغ کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۲۴) زوجین میں تنازع ہوا، عورت کہتی ہے شوہر کو کہ تم نے مجھے تین طلاق دی، مرد قطعاً انکار کرتا ہے، عورت کے گواہ اس کی ماں اور چچی اور چچا زاد بھائی نابالغ اور پھوپھی زاد بھائی نابالغ ہیں ان کی گواہی شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ یا شوہر کا حلفیہ انکار معتبر ہے؟ غرض یہ کہ اس صورت میں طلاق واقع اور ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۴۷۷ھ)

الجواب: ماں کی گواہی اپنی دختر کے لیے شرعاً معتبر نہیں ہے (۳) اور نصاب شہادت بھی پورا نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے، کیونکہ نابالغ کی گواہی معتبر نہیں ہے (۴) اور تنہا عورتوں کی گواہی سے بھی طلاق

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۱ کتاب الحدود، مطلب: الزنا شرعاً لا يختص بما يوجب الحد بل أعم (۲) وتقبل شهادة الرجل لأخيه وعمه لانعدام التهمة (الهداية ۱۶۲/۳ کتاب الشهادة - باب: من يقبل شهادته ومن لا يقبل)

(۳) لا تقبل من الفرع لأصله وبالعكس للتهمة (الدرمع الرد ۸/۴ کتاب الشهادات - باب القبول وعدمه)

(۴) لا تقبل من أعمى مطلقاً ومرتد ومملوك وصبي (الدرمع الرد ۸/۴ کتاب الشهادات - باب القبول وعدمه)

ثابت نہیں ہوتی (۱) لہذا اس صورت میں جب کہ شوہر طلاق سے منکر ہے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ فقط

ماں باپ اور ملازم و خدمت گار کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۲۵) طلاق کے شاہد گھر والے بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ باپ یا بھائی یا ماں اور ہمیشہ، ملازم اور خدمت گار بھی شہادت میں قاضی کے سامنے پیش ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳۴۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ماں باپ کی گواہی معتبر نہیں ہے والفرع لأصله وبالعكس للثبوت (۲) (درمختار) اور بھائی بہن کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے، اور ملازم و خدمت گار کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے والأجير الخاص لمستأجره (۳) (درمختار) فقط

شرابی، زانی اور فاسق کی شہادت و امامت کا حکم

سوال: (۲۶) ایک شخص نے چند دفعہ عمدًا و قصدًا متواتر شراب خواری کی ہے، اور چند مدت پیشہ دزدی (چوری) اختیار کیا ہے، اور ایک دختر کے حمل حرام پر شخص مذکور خود مقرر ہوا ہے کہ یہ حمل میرا ہے، اور بازاری فاحشہ عورتوں کے ساتھ ہمبستر ہوتا ہے، شخص مذکور کی امامت جائز اور گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شخص مذکور فاسق ہے، لائق امام بنانے اور شہادت کے نہیں ہے، تا وقتیکہ توبہ نہ کرے امام نہ بنایا جاوے اور گواہی اس کی نہ سنی جاوے اور اعتبار نہ کیا جاوے کیوں کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ کما صرح به في الشامي (۴) اور فاسق کی گواہی بھی معتبر نہیں ہوتی۔

(۱) ونصابها رجلا أو رجل وامرأتان ولا يفرق بينهما لقوله تعالى: ﴿فَتَدْخِرْ أَحَدَهُمَا الْآخَرَى﴾ ولا تقبل شهادة أربع بلا رجل الخ (الدر المختار مع الشامي ۸/۱۵۸ کتاب الشهادات)

(۲) الدر مع الرد ۸/۱۷۴-۱۷۵ کتاب الشهادات - باب القبول وعدمه.

(۳) الدر مع الرد ۸/۱۷۵ کتاب الشهادات - باب القبول وعدمه.

(۴) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانتهم شرعًا، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة، فإنه لا يؤمن أن يصلح بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشي في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا (الشامي ۲/۲۵۵ کتاب الصلاة، باب الإمامة - قبيل مطلب: البدعة خمسة أقسام)

كما صرح به الفقهاء (۱) فقط

سوال: (۲۷) فاسق گواہ کو قسم دینا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۳۴۲)

الجواب: فاسق گواہ کی گواہی معتبر ہی نہیں ہے خواہ وہ قسم کھا کر کہے یا نہ کہے بہر حال شہادت اس

کی معتبر نہیں ہے (۲)

سوال: (۲۸) زانی شرابی وغیرہ فاجر و فاسق کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ اور ان کی گواہی پر قاضی یا

محکم کو حکم کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۳۴۲)

الجواب: ایسے لوگوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور قاضی و محکم کو ان کی گواہی پر حکم کرنا درست نہیں ہے۔

رشوت دینے والے کی گواہی مقبول نہیں

سوال: (۲۹) شہادت راشی بحق مرتشی درست ہے یا نہ؟ (۱۳۳۵/۳۴۶)

الجواب: راشی کی شہادت بوجہ فسق کے مقبول نہیں ہے۔

ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والے شخص کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۳۰) ایک مرد دعویٰ سپردگی عورت کا کرتا ہے، عورت کہتی ہے کہ میرے خاوند نے طلاق

دیدي، اور اس کے ثبوت میں تین گواہ پیش کیے، جن میں سے ایک گواہ کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے، اور دو

گواہوں کی ڈاڑھی گندم اور جو برابر ہے، وہ دونوں کترواتے ہیں؛ ایسے گواہوں کی شہادت قابل قبول

ہے یا نہیں اور طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۲۶۳۵)

الجواب: گواہان مندرجہ سوال کی گواہی شرعاً معتبر نہیں ہے، اور ان کی گواہی سے طلاق

ثابت نہ ہوگی، کیونکہ عدالت شہود ضروری ہے؛ یعنی یہ کہ گواہاں پر ہیز گار اور نمازی ہوں اور امر حرام

(۱) اتفقوا على أن الإعلان بكبيرة يمنع الشهادة وفي الصغائر إن كان معلنا بنوع فسق مستشنع

يسميہ الناس بذلك فاسقا مطلقا لا تقبل شهادته (الفتاویٰ الہندیۃ ۳/۲۶۶ کتاب الشہادات -

الباب الرابع فیمن تقبل شہادته ومن لا تقبل ، الفصل الثاني فیمن لا تقبل شہادته لفسقه)

(۲) حوالہ سابقہ۔

کے مرتکب نہ ہوں (۱)

دستی غایت درجہ کی ہو تو گواہی معتبر نہیں

سوال: (۳۱) مسماۃ بی بی امید نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا ہے اور تین گواہ پیش کیے، مگر گواہ مذکور بسبب اختلاف مردود ہو گئے۔ اب مسماۃ مذکورہ نے مسمیٰ امر علی جس کی مسماۃ پروردہ ہے گواہ بنایا، آیا اس کی گواہی اس کے حق میں مقبول ہوگی یا نہیں؟ (۱۴۴۳/۲۲-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ صدیق کی شہادت مقبول ہے، مگر جب کہ صداقت غایت درجہ کی ہو بحيث يتصرف كل في مال الآخر. وأما الصديق لصديقه فتقبل إلا إذا كانت الصداقة متناهية بحيث يتصرف كل في مال الآخر إلخ (۲) وفي الدر المختار: ومن التهمة المانعة أن يجز الشاهد بشهادته إلى نفسه نفعاً أو يدفع عن نفسه مغراً خانية (۳) فقط

دشمن کی اور یتیموں کا مال کھانے والے کی گواہی مقبول نہیں

سوال: (۳۲) گواہی دشمن بردشمن دنیاوی جائز است یا نہ؟ مال یتیم خورندہ گواہی دادن جائز است یا نہ؟ (۱۴۳۷/۱۲۳۷ھ)

الجواب: شہادت دشمن بردشمن کہ مابین شاہ عداوت دنیاویہ باشد مقبول نیست (۴) (درمختار) وہم چنین شہادت آکل مال یتیم معتبر و مقبول نیست قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلُونَ سَعِيرًا﴾ (سورہ نساء، آیت: ۱۰) فقط

(۱) قال في الشامي: قال في الذخيرة: وأحسن ما قيل في تفسير العدالة أن يكون مجتنباً للكبائر، ولا يكون مصرّاً على الصغائر، ويكون صلاحه أكثر من فسادِه و صوابه أكثر من خطئه (الشامي ۱۵۸/۸ کتاب الشہادات)

(۲) الدر مع الشامي ۱۶۸/۸ کتاب الشہادات، باب القبول وعدمه.

(۳) الشامي ۱۶۷/۸ کتاب الشہادات، أوائل باب القبول وعدمه.

(۴) و تقبل من عدوّ بسبب الدين، لأنها من التدين بخلاف الدنيوية، فإنه لا يأمن من التقول (الدر مع الرد ۱۶۸/۸ کتاب الشہادات، باب القبول وعدمه)

ترجمہ: سوال: (۳۲) دنیاوی دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف جائز ہے یا نہیں؟ اور یتیموں کا مال کھانے والے کا گواہی دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: آپس میں دنیاوی دشمنی ہونے کی حالت میں دشمن کے خلاف دشمن کی گواہی مقبول نہیں ہے، اور اسی طرح یتیموں کا مال کھانے والے شخص کی گواہی معتبر و مقبول نہیں ہے۔

جو شخص اپنی بیوی کا فرض روزہ مار کر توڑ وادیتا ہو اس کی شہادت معتبر نہیں

سوال: (۳۳) عورت حاملہ روزہ رمضان کا رکھتی تھی اس کا شوہر منع کرتا تھا اور مار کر وقت بے وقت روزہ توڑ وادیتا تھا ایسے شخص کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۴۵۱ھ)

الجواب: ایسا شخص جو اپنی زوجہ کو روزہ رمضان شریف سے منع کرے اور اس کا روزہ فرض توڑ وادے اور خود بھی روزہ رمضان شریف کا نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کی شہادت شرعاً معتبر نہیں ہے (۱)

چوری کرنے والے کا اقرار معتبر ہے اور گواہی غیر معتبر

سوال: (۳۴) چار شخصوں نے مل کر چوری کی، ان میں سے دو شخص اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور باقی ساتھیوں پر گواہی دیتے ہیں، یہ گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۳۴۲ھ)

الجواب: اقرار کرنے والوں کا اقرار اپنے نفس پر معتبر ہے اور گواہی ایسے لوگوں کی معتبر نہیں ہے۔

سزا یافتہ چور کی گواہی سے نکاح اور طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۳۵) زید پر دو چار مرتبہ سرقہ ثابت ہوا، اور سزا بھی پائی اس شخص کی شہادت سے نکاح و طلاق ثابت ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۹۸۴ھ)

الجواب: اگر وہ تائب نہیں ہوا تو اس کی شہادت سے نکاح و طلاق ثابت نہ ہوگی۔ فقط

(۱) قال في الشامي: والفسق إنما ترد شهادته بتهمة الكذب (رد المحتار ۸/ ۱۶۷ کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه)

جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے

سوال: (۳۶) جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کیسا ہے؟ (۲۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے، حدیث شریف میں ہے: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: الكبائر الإشرار بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس رواه البخاري. وفي رواية أنس "وشهادة الزور" بدل "اليمين الغموس" (۱) فقط

جھوٹی شہادت دینے والے کے لیے کیا سزا ہے؟

سوال: (۳۷) جو شخص جھوٹی شہادت دے اس کے لیے کیا سزا ہے؟ (۱۱۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جو شخص جھوٹی شہادت دے وہ فاسق فاجر اور سخت گنہگار ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ (سورہ حج، آیت: ۳۰-۳۱) ایسے شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ فقط

سوال: (۳۸) ہنود نے شدھی کے فساد کی وجہ سے صوبہ دار صاحب پر جھوٹا دعویٰ کیا، اور چند مسلمانوں نے جھوٹی شہادتیں روپیہ لے کر مسلمانوں کے خلاف دیں، ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۵۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جھوٹی شہادت گناہ کبیرہ ہے، اور اس کو قرآن شریف میں شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ الْآيَةُ﴾ (سورہ حج، آیت: ۳۰-۳۱) اور حدیث شریف میں وارد ہے: الكبائر الإشرار بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس، رواه البخاري. وفي رواية أنس: "وشهادة الزور" بدل "اليمين الغموس" الحديث (۱) وفي رواية: عدلت شهادة الزور بالإشرار بالله ثلاث مرات ثم قرأ: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ (۲) الغرض

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۱۷ کتاب الإیمان - باب الكبائر وعلامات النفاق.

(۲) عن خريم بن فاتك رضى الله عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: عدلت شهادة الزور الحديث (سنن أبي داود ۵۰۶-۵۰۷ کتاب القضاء، باب في شهادة الزور)

وہ لوگ جنہوں نے فعل مذکور کیا، فاسق و عاصی ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان سے مقاطعت (بائیگاٹ) کر دینا چاہیے۔ فقط

سوال: (۳۹) جو شخص سچی شہادت سے گریز کرے اور جھوٹی شہادت دے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۵/۹۸۸)

الجواب: جھوٹی شہادت دینا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹی شہادت شرک کے برابر ہے (۱) كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَأَجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ الْآيَةُ﴾ (سورہ حج، آیت: ۳۰-۳۱) فقط

جھوٹی شہادت دینے والے کو حکم اور فیصل بنانا

سوال: (۴۰) جھوٹی شہادت دینے والے کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کو حکم فیصل بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۹۴)

الجواب: جھوٹی شہادت دینے والا سخت عاصی اور فاسق ہے اس کی شہادت آئندہ کو معتبر نہیں ہے، مگر یہ کہ توبہ کرے، اور ایسا شخص لائق اس کے نہیں کہ اس کو حکم فیصل کنندہ مقرر کیا جائے۔ فقط

رفع ظلم کے لیے بہ ظاہر جھوٹی گواہی دینا

سوال: (۴۱) احقاق حق و رفع ظلم کے لیے ظاہراً جھوٹی گواہی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۷۸۷)

الجواب: احقاق حق ذی حق و رفع ظلم کے لیے ایسی گواہی دینا جس کا ظاہر کذب ہو اور فی الواقع سچی ہو درست ہے۔

عداوت قبول شہادت کے لیے مانع ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۲) عداوت دینی ہو خواہ دنیوی شہادت کو مانع ہے یا نہیں؟ اگر مشہود علیہ گواہ کے

(۱) عن خريم بن فاتك رضى الله عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله الحديث (سنن أبي داود: ۵۰۶ کتاب القضاء - باب في شهادة الزور)

مقابلے میں دعویٰ عداوت کا کرے تو اس کا دعویٰ کافی ہوگا یا ثبوت کی ضرورت ہے؟ (۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وتقبل من عدو بسبب الدين لأنهما من التدين بخلاف الدنيوية إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ عداوت دینی مانع قبول شہادت سے نہیں ہے، البتہ عداوت دنیاویہ مانع ہے قبول سے، اور عداوت کا ثابت کرنا ضروری ہے، مجرد دعوے سے عداوت ثابت نہ ہوگی۔

سوال: (۴۳) میری ہمشیرہ کو میرے بہنوئی نے بہکا کر اس کی رقم مہر ہضم کرنے کی خاطر اس سے رسید لکھائی اور زمین مرہونہ مہر فک کرائی (چھڑائی) اس لیے میرے اور ان کے درمیان سخت رنجش ہے، اور وہ ہمارے ماتموں میں بھی نہیں آتے، ایسے سخت دشمنوں کی گواہی شرعاً قابل سماعت ہے اور حجت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۹۷۳ھ)

الجواب: ایسے دشمنوں کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ کما مرّ۔

دشمن کی شہادت سے طلاق ثابت نہ ہوگی

سوال: (۴۴) چند اشخاص نے جن کو ملا اسحاق سے کچھ عداوت دنیاوی تھی ملا اسحاق کے خلاف شہادت طلاق کی دے کر اس کی منکوحہ کو طلاق مغلطہ سے حرام اور جدا کرائی۔ شرعاً شہادت عدو (دشمن) نافذ ہو کر ملا اسحاق کی منکوحہ حرام مغلطہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۴۹۲ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: وتقبل من عدو بسبب الدين لأنهما من التدين بخلاف الدنيوية، فإنه لا يأمن من القول عليه إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ دنیاوی دشمن کی شہادت معتبر نہیں ہے اور اس سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ فقط

مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟

سوال: (۴۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق معلق بالشرط دی پھر تقدیراً شرط پائی گئی، معلق کرنے والا بیان کرتا ہے کہ تعلیق بالثلاث نہیں کی، مخالف اس کا بیان کرتا ہے کہ تم نے تعلیق بالثلاث کی

ہے، دونوں گواہ پیش کرتے ہیں تو اس صورت میں کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟ (۴۶/۱۸۰۳-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جو شخص یہ کہتا ہے کہ شوہر نے طلاق ثلاثہ کے ساتھ تعلیق کی ہے وہ مدعی ہے اس کو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرنے چاہئیں، اور جب کہ اس کے پاس دو گواہ عادل وثقہ موجود ہیں تو ان کی گواہی معتبر ہوگی اور دعویٰ ثابت ہو جائے گا، اور بوقت تحقق شرط طلاق ثلاثہ واقع ہو جائے گی درمختار میں ہے: وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً إلخ (۱) اور حدیث شریف میں ہے:

البينة على المدعى واليمين على من أنكر الحديث (۲) فقط

مدعا علیہ گواہوں کا فسق ثابت کر دے تو ان کی گواہی معتبر نہ رہے گی

سوال: (۴۶) اگر مدعا علیہ مدعی کے گواہوں کا فسق و فجور ثابت کر دیوے تو گواہی ان کی معتبر ہو گی یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۳۴۲ھ)

الجواب: اگر مدعا علیہ ثابت کر دیوے فسق گواہوں کا تو گواہی ان گواہوں کی معتبر نہ رہے گی۔

اس اقرار کے بعد کہ میرا اور کوئی گواہ نہیں: دوبارہ گواہ پیش کرنا

سوال: (۴۷) عورت (مدعیہ) محکمہ قضا میں اقرار کر چکی ہے کہ میرا اور کوئی شاہد نہیں ہے، تو بعد رد ہونے شہادت کے دوبارہ شاہد (پیش کرنا) معتبر ہے یا نہیں؟ اور فی زمانہ جو مروج ہے کہ کوئی ڈاڑھی کترواتا ہے اور کوئی منڈواتا ہے اور کوئی پا جامہ خلاف شرع پہنتا ہے اور کوئی مسجد میں بالکل نماز کو نہیں آتا اور شراب خوار وغیرہ، ان لوگوں کی شہادت عند الشرع معتبر ہے یا نہیں؟ (۳۲/۷۶۰-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بعد اقرار کرنے مدعیہ کے کہ میرا اور کوئی شاہد نہیں ہے اگر دوبارہ گواہ پیش کرے معتبر

ہے۔ قال: لا بينة لي وطلب يمينه فحلفه القاضي ثم برهن على دعواه بعد اليمين قبل ذلك

(۱) الدر المختار مع رد المختار ۴/۲۶۰ کتاب الطلاق، مطلب مهم: الإضافة للتعريف لا للتقييد فيما لو قال: لا تخرج امرأتی من الدار.

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنه مرفوعاً: لكن البينة على المدعى، واليمين على من أنكر (مشكاة المصابيح ص: ۳۲۶ باب الأقضية والشهادات - الفصل الأول)

البرهان الخ (۱) (در مختار) اور اشخاص مذکورین فی السؤال کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ ہکذا فی عامة کتب الفقہ (۲)

گواہوں کو ناقابل شہادت قرار دیا جائے تو مدعی دوسرے گواہ پیش کر سکتا ہے

سوال: (۴۸) مدعی نے بینہ کسی دعوے میں پیش کیا، وہ بینہ بوجہ عذر شرعی غیر مزکی ہو گئے اور ناقابل شہادت ہوئے، اب مدعی پھر دوسرے بینہ پیش کرنا چاہتا ہے؛ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدعی کی یہ استدعا مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۲۷)

الجواب: دوسرے بینہ پیش کر سکتا ہے کما فی الدر المختار: شهادة قاصرة يتمها غيرهم تقبل. کتاب الشہادات، باب القبول وعدمه (۳) (شامی ۳۸۸/۴) وفي كتاب الدعوى: قال: لا بينة لى وطلب يمينه فحلفه القاضى ثم برهن على دعواه بعد اليمين قبل ذلك البرهان عند الإمام منه وكذا لو قال المدعى: كل بينة آتى بها فهى شهود زور أو قال: إذا حلفت فأنت برئ من المال، فحلف ثم برهن على الحق قبل. خانية. وبه جزم في السراج كما مر (۴) (در مختار، ج: ۴/ كتاب الدعوى) (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲۶۶/۸ کتاب الدعوى - قبل باب التحالف.

(۲) کتاب الشہادت سوال (۳) کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) الدر مع الرد ۱۸۹/۸ کتاب الشہادات، قبیل باب الاختلاف فی الشہادة الخ.

(۴) الدر مع الرد ۲۶۶/۸ کتاب الدعوى - قبل باب التحالف.

(۵) ترجمہ: در مختار میں کتاب الشہادات کے باب القبول وعدمہ میں ہے کہ شہادت قاصرہ کو دوسرے گواہوں نے مکمل کر دیا تو مقبول ہوگی (مثلاً دو شخصوں نے بلا ذکر حدود، ملک کی گواہی دی اور ان کے علاوہ دوسرے دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں مل کر مقبول ہیں) اور در مختار کی کتاب الدعوى میں ہے: مدعی نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں اور اُس نے مدعا علیہ سے قسم طلب کی، چنانچہ قاضی نے اس سے قسم لی، پھر مدعی قسم لینے کے بعد اپنے دعویٰ پر گواہ لایا، تو یہ گواہ مدعی کی جانب سے امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا: جو گواہ میں پیش کروں گا وہ جھوٹے گواہ ہیں، یا (مدعا علیہ سے) کہا کہ جب تو قسم کھائے تو تو مال سے بری الذمہ ہے، پس مدعا علیہ نے قسم کھائی، پھر مدعی اپنے حق پر گواہ لایا تو مقبول ہیں جیسا کہ خانہ میں ہے اور سراج میں اسی پر یقین کیا ہے، جیسا کہ گذرا۔

ہندو چمار کی گواہی شرعاً معتبر نہیں

سوال: (۴۹) ایک شخص نے سود کے لین دین کے متعلق گفتگو کی جس کا شاہد ایک چمار ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۴۶/۱۹۹۱-۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہندو چمار کی گواہی بے شک شریعت میں معتبر نہیں ہے، اور ایک گواہ کی گواہی بھی معتبر نہیں ہے، بہر حال اس شخص کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ آئندہ کبھی سود کے متعلق گفتگو نہ کرے لین دین تو درکنار ہے، اس کے سوا اور کسی قسم کی سختی اور تشدد کرنا اس پر روا نہیں ہے۔ فقط

فوت شدہ اور نابینا گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہیں

سوال: (۵۰) زید کا نکاح ہوا، اور چار سو روپیہ مہر معجل باندھے گئے کچھ عرصے کے بعد زید کی زوجہ نے مہر طلب کیا، زید نے دینے سے انکار کیا، اس پر زید کی زوجہ نے ایک سو روپیہ چھوڑ کر تین سو روپیہ کا دعویٰ کیا، وکیل اور گواہ نے چار سو روپیہ جب چاہے لینے کا بیان کیا، زید نے ایسے گواہ بتلائے جو فوت ہو چکے ہیں ان میں ایک نابینا تھا اور تین گواہوں نے ایک سو پچیس روپے مہر کے بتلائے، اس صورت میں کس قدر مہر ثابت ہوگا؟ اور اندھے کی گواہی معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۱۲۲۱ھ)

الجواب: جو مہر دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوگا وہ واجب الاداء ہے، اور فوت شدہ گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے (۱) اور نابینا کی گواہی کا بھی اعتبار نہیں ہے (۲)

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ کافی ہیں

سوال: (۵۱) ایک شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی سے زنا کیا، صرف تین شاہد ہیں تین گواہوں

(۱) اس لیے کہ گواہی کے لیے خود گواہ کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا شرط ہے اور فوت شدہ آدمی حاضر ہونے پر قادر نہیں۔ وأما الذي يخص المكان فواحدٌ وهو مجلس القاضي، لأن الشهادة لا تنصير حجة ملزمة إلا بقضاء القاضي، فتخص بمجلس القضاء. واللّٰه سبحانه وتعالى أعلم (بدائع الصنائع ۵/۴۱۷ کتاب الشہادۃ - الشرائط الّٰتی تخص بعض الشہادات دون البعض)

(۲) ولا يقبل شهادة الأعمى مطلقاً، سواء عمي قبل التحمل أو بعده فيما تجوز الشهادة فيه بالتسامع أو لا تجوز (الہندیۃ ۳/۴۶۴ کتاب الشہادات - الباب الرابع فیمن تقبل شہادته ومن لا تقبل)

سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ ایک عالم فرماتے ہیں کہ حد قائم کرنے کے واسطے چار گواہ کی ضرورت ہے ثبوت حرمت کے لیے صرف دو گواہ کافی ہیں، یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۰۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بے شک حرمت مصاہرت دو شاہد عادل کی شہادت سے ثابت ہو جاوے گی (۱) فقط

زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟

سوال: (۵۲) جب کہ ہر ایک جرم کے ثبوت میں دو کس شہادت پر مدار ہے تو زنا کے ثبوت میں اربع شہادات کیوں ضروری ہیں؟ (۱۰۳۵/۳۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: زنا چونکہ سنگین جرم ہے اور اس کی سزا بھی بہت سخت اور شدید ہے؛ یعنی زانی محسن کی سزا سنگسار کرنا ہے اور غیر محسن کو سو کوڑے، لہذا حکمت حق تعالیٰ اس کو مقتضی ہوئی کہ اس کی شہادت میں بھی کچھ شدت رکھی جاوے تاکہ اشاعت فاحشہ بین المؤمنین میں کمی ہو۔

چند مرد الفاظ کنائی کی گواہی دیں اور شوہران الفاظ

سے طلاق کی نیت کا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳) اگر چند گواہ ایسے الفاظ کی شہادت دیں جن کا تعلق اور فیصلہ شوہر کی نیت پر مبنی ہو مثلاً چند شاہد یہ کہیں کہ فلاں شخص نے اپنی زوجہ کو ہمارے مواجہہ (رو برو) میں یہ کہا کہ ”تو میری ماں بہن کی برابر ہے“ اور شوہران الفاظ سے طلاق کی نیت کا قطعاً انکار کرتا ہے اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ایک گواہ یہ کہے کہ میرے رو برو فلاں شخص نے صریح الفاظ میں اپنی زوجہ کو طلاق دی تو ایسی صورت میں اس ایک شخص کی شہادت کو کامل النصاب گردان کر طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کریں گے یا نہیں؟ (۳۲/۷۰-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں طلاق نہ ہوگی شوہر کا قول معتبر ہوگا اور ایک گواہ صریح طلاق کا کافی

(۱) ونصابها للزنا أربعة رجال.....ولغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح و طلاق و وكالة و وصية و استهلال صبي ولو للإرث رجلان أو رجل وامرأتان ولا يفرق بينهما لقوله تعالى: فتذكر إحداهما الأخرى (تنوير الأبصار مع الدر المختار والشامی ۸/۱۵۶-۱۵۸ کتاب الشہادات)

نہیں ہے اور اس کی شہادت سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔

ایک شخص کی گواہی اور قسم سے چوری کا ثبوت نہیں ہو سکتا

سوال: (۵۴) ایک شخص کی قسم یا گواہی سے چوری ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)
الجواب: ایک کے اقرار اور قسم سے دوسرے شخص پر چوری کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

حاضرین مجلس میں سے دو شخص طلاق دینے کی اور دیگر حاضرین

طلاق نہ دینے کی گواہی دیں تو کس کی گواہی معتبر ہوگی؟

سوال: (۵۵) دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے ہمارے روبرو مثلاً مولانا اشرف علی صاحب کی مجلس میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دی، اور زید منکر ہے، اور مولانا موصوف و دیگر حاضرین مجلس بالکل انکار کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی، اور فی الواقع گواہان طلاق کاذب ہوں تو اس صورت میں گواہوں کا قول شرعاً معتبر ہوگا یا مولانا موصوف و دیگر حاضرین مجلس کا قول معتبر ہے؟ (۱۳۴۵/۹۰۳ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح وطلاق الخ رجلان الخ أو رجل و امرأتان الخ ولزم في الكل الخ لفظ أشهد لقبولها والعدالة لوجوبه الخ (۱) (در مختار ملخصاً) وذكر في الهامش في النواذر عن الثاني: شهدا عليه بقول أو فعل يلزم عليه بذلك إجارة أو بيع أو كتابة أو طلاق أو عتاق أو قتل أو قصاص في مكان أو زمان وصفات فبرهن المشهود عليه أنه لم يكن ثمه يومئذ لا تقبل الخ (۲) (رد المحتار ۴/۳۸۸) پس معلوم ہوا کہ اگر دو گواہ طلاق کے بظاہر عادل وثقہ ہیں اور ان کی شہادت میں کوئی نقص شرعی نہیں ہے تو ان کی شہادت سے طلاق ثابت ہو جائے گی، اور جس مجلس اور

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۸/۱۵۸ کتاب الشهادات .

(۲) رد المحتار ۸/۱۹۰ کتاب الشهادات . قبیل باب الاختلاف في الشهادة الخ .

مکان میں شاہدین طلاق دینا بیان کرتے ہیں اگر حاضرین مجلس یہ کہیں کہ ہمارے سامنے طلاق نہیں دی، تو اس انکار سے طلاق منفی نہ ہوگی کیونکہ نفی پر شہادت معتبر نہیں ہوتی، مگر جب کہ متواتر ہو جائے شہادۃ النفی المتواتر مقبولة بخلاف غیرہ فلا یقبل سواء كان نفياً صورةً أو معنىً وسواء أحاط به علم الشاهد أو لا كما مر في باب اليمين في البيع والشراء إلخ (۱) (رد المحتار) فقط

قرآن شریف کا حلف اٹھا کر گواہی دینا

سوال: (۵۶) کسی واقعہ کے متعلق دو گواہوں نے بہ حلف قرآن شریف گواہی دی، جو شخص ان کی گواہی کو معتبر نہ مانے وہ توہین کرنے والا قرآن شریف کا ہے یا نہیں؟ (۱۶۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر وہ ہر دو شاہد عادل ہیں، اور انہوں نے حلف قرآن شریف کا اٹھا کر گواہی دی تو گواہی ان کی عند الشرع معتبر ہے، اور حاکم وقاضی پر ان کی گواہی پر حکم کرنا ضروری ہے، کسی شخص کا ان کی گواہی کو بلا وجہ شرعی معتبر نہ سمجھنا اس بارے میں کچھ مؤثر نہیں ہے اور توہین اس میں کچھ نہیں ہے، اگر بعد حلف لینے کے کوئی وجہ شرعی عدم سماعت وعدم قبول شہادت کی شرعاً موجود ہوگی تو وہ شہادت مسموع و مقبول نہ ہوگی اگرچہ حلف بالقرآن کے ساتھ ہو، البتہ اگر کوئی وجہ رد شہادت کی نہ ہو، اور پھر حاکم وقاضی اس کو رد کرے تو وہ عاصی ہوگا۔ وتفصیله فی کتب الفقہ فقط

اقرار مقرر کی ذات تک محصور رہتا ہے اور شہادت سب پر حجت ہوتی ہے

سوال: (۵۷) ایک عورت عقیفہ قسم کھا کر کہتی ہے کہ میرے خسر نے میرے ساتھ تین چار مرتبہ زنا کیا، میں شرم کی وجہ سے افشاء نہیں کرتی، اس کا خسر بھی بہ حلف کہتا ہے کہ میں ایسے فعل کا کبھی مرتکب نہیں ہوا، اس عورت کا خسر سود خوار فاسق تارک الصلاة ہے اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

(۳۶/۲۵۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شرعاً کسی شخص کا اقرار اسی کی ذات تک محصور رہتا ہے، اور اسی کی ذات کے بارے میں

مقبول ہوتا ہے، دوسروں پر حجت نہیں ہوتا ہے، بہ خلاف شہادت معتبرہ کے کہ جو امر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو، وہ تمام لوگوں پر حجت ہوتا ہے لأن الإقرار حجة قاصرة (۱) قال في الدر المختار: لما تقرر أن إقراره مقبول في حق نفسه فقط إلخ (۲) (در مختار) پس بناءً علیہ عورت مذکورہ کے اس اقرار کا اثر اس کے شوہر اور خسر پر کچھ مرتب نہ ہوگا؛ یعنی حرمت مصاہرت جو بحق شوہر ثابت ہوتی وہ ثابت نہ ہوگی، لہذا اگر اس عورت کا شوہر اس فعل شنیع کی تصدیق نہ کرے تو اس پر اس کی زوجہ یعنی وہ عورت حرام نہ ہوگی شامی میں ہے: وكذا إذا أقر بجماع أمها قبل التزوج لا يصدق في حقها إلخ (۳) (شامی ۲/۲۸۳) فقط

گواہی دینے پر اگر عدالت سے کچھ دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۸) گواہی دینے پر عدالت سے جو ملے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۵۳۱)ھ
الجواب: قال في الدر المختار: وكذا الكاتب إذا تعين، لكن له أخذ الأجرة لا للشاهد، حتى لو أركبه بلا عذر لم تقبل وبه تقبل لحديث ”أكرموا الشهود“ وجوز الثاني الأكل مطلقاً وبه يفتي إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ بہ ضرورت جو کچھ گواہ کو دیا جائے اس کا لینا درست ہے۔ فقط

(۱) ردالمحتار ۹/۲۹۶ کتاب الشفعة - مطلب لا شفعة للمقر له بدار .

(۲) الدر مع الرد ۸/۳۴۱ کتاب الإقرار - آخر إقرار المريض .

(۳) ردالمحتار ۴/۹۳ کتاب النکاح ، فصل في المحرمات ، قبل مطلب مهم في وطئ السراي اللاتي يؤخذن غيمة في زماننا .

(۴) ترجمہ: در مختار میں فرمایا ہے: اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے (یعنی معاملہ کی کتابت کرنا فرض ہے) جب کاتب متعین ہو جائے (یعنی اس کے علاوہ اور کوئی نہ ملے) لیکن کاتب کے لیے اجرت لینا جائز ہے نہ کہ شاہد کے لیے، حتیٰ کہ اگر مدعی شاہد کو بغیر کسی عذر کے سوار کر لے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور عذر سے سوار کرنے میں گواہی مقبول ہوگی حدیث کی وجہ سے کہ ”گواہوں کی تعظیم کرو“ اور امام ابو یوسفؒ نے شاہدوں کا کھانا مطلقاً (چاہے کھانا ان کے لیے بنایا گیا ہو یا نہ) جائز رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (الدر المختار مع ردالمحتار ۸/۱۵۵ أوائل کتاب الشهادات)

قابض و خارج دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہیں؟

سوال: (۵۹) دربارہ نتائج یادگیر دعویٰ زمینات سکنائی یا زرعی میں فیصلہ قابض یا خارج کے حق میں، جب گواہ طرفین سے موجود ہوں تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؛ ذوالید کے یا خارج کے؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۶۳۴ھ)

الجواب: ملک مطلق میں بینہ خارج کے اولیٰ ہیں، اور ملک مقید بالنتاج میں بینہ ذوالید کے معتبر ہیں۔ و بینة الخارج في الملك المطلق وهو الذي لم يذكر له سبب أحق من بينة ذي اليد لأنه المدعي والبيئة له بالحديث بخلاف المقيد بسبب كنتاج ونكاح فالبيئة لذي اليد إجماعاً كما سيحيى (۱) (در مختار)

کتاب الوکالة

وکالت کا بیان

وکالت کا پیشہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱) زید پیشہ وکالت کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کی حلت و حرمت میں تذبذب اور اشتباہ رکھتا ہے، اگر کوئی وکیل اپنے علم میں سچے واقعات کی پیروی کرے تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ اور پیشہ وکالت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۲۷۸۰ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ وکالت یعنی کسی کا وکیل بننا کسی جائز کام کی انجام دہی کے لیے جائز ہے، اس میں کچھ خلاف نہیں ہے، البتہ کلام اس میں ہے کہ پیشہ وکالت کرنا کہ جس میں ہر قسم کے دعاوی اور معاملات کی پیروی کرنی ہوتی ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ تو اگر کوئی وکیل احتیاط کرے کہ اپنے علم میں سوائے سچے معاملات کی پیروی کے کسی جھوٹے معاملہ کی پیروی نہ کرے گا اور سودی معاملات کی پیروی نہ کرے گا تو وہ جائز ہے، اور اگر سودی معاملات کی پیروی کرے یا جھوٹے معاملات کی پیروی کرے یا گواہان کو تلقین جھوٹ وغیرہ امور خلاف شرع کی کرے، تو وہ ناجائز ہے۔ فقط

سچے مقدمہ کی پیروی کر کے اجرت یا ہدیہ لینا

سوال: (۲) سچے فریق کی طرف سے وکیل بننا اور پیروی کر کے محنتانہ ہدیہ لینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۱۷۰۳ھ)

الجواب: اس صورت میں وکیل بننا اور مقدمہ کی پیروی کر کے محنتانہ وغیرہ لینا جائز ہے۔

وکالت کی آمدنی کا شرعی حکم

سوال: (۳) وکالت کی آمدنی کھانا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مقدمات جھوٹے ہوں۔

(۱۳۳۴-۳۳/۲۰۲۸ھ)

الجواب: تقویٰ اس سے بچنے میں ہے اور ازراہ فتویٰ درست ہے۔

سوال: (۴)..... (الف) وکیل عدالت و پیرسٹر کی آمدنی کا شرعاً کیا حکم ہے؟ جب کہ یہ لوگ جھوٹے اور سچے ہر قسم کے مقدمات کی پیروی کرتے ہیں۔

(ب) مذکورہ آمدنی سے ایک معلم تنخواہ پاتے ہیں ان کو تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۲۲۳۸ھ)

الجواب: (الف) ایسی آمدنی کو حرام قطعی نہ کہا جائے گا؛ البتہ مشتبہ ضرور ہے کہ احتراز اس سے

مناسب ہے۔

(ب) معلم کو تنخواہ لینا جائز ہے اور وہ اس کے لیے حلال ہے۔

سوال: (۵) وکالت اور مختار کاری کا پیشہ کیسا ہے؟ اور اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ

بسا اوقات مروجہ قانون کے باعث بددیانتی اور جھوٹ سے سابقہ پڑتا ہے اور خلاف حق کی پیروی اور

تائید کی جاتی ہے۔ (۱۳۳۳/۷۰۷ھ)

الجواب: احتیاط اس میں ہے کہ وکالت اور مختار کاری جس سے مروجہ قانون کی تائید ہوتی

ہے، نہ کرنا چاہیے، لیکن اگر کوئی وکیل اور مختار بددیانتی اور کذب اور ناحق کی پیروی سے بچتا رہے اور اپنی

وسعت کے موافق کوئی ایسا مقدمہ نہ لیوے جو کہ اس کے علم میں جھوٹا ہو اور ناحق کی طرف داری اور

پیروی نہ کرے اور صاحب حق کو اس کا حق دلوانے میں کوشش کرے تو اس کے حق میں وہ آمدنی وکالت

اور مختار کاری کی حلال ہے، اور اس کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے۔ فقط

جھوٹے مقدمہ کی پیروی کر کے روپیہ لینا

سوال: (۶) اگر کوئی شخص جھوٹا مقدمہ عدالت میں بذریعہ وکیل یا پیروکار دائر کرے اور اس وکیل یا پیروکار کی سعی سے وہ جھوٹا مقدمہ بحق مدعی ڈگری ہو جائے ایسے جھوٹے مقدمے کی پیروی میں روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۶۶ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ فقط

وکیل کو موکل کسی بھی وقت معزول کر سکتا ہے

سوال: (۷) موکل اپنے وکیل کو کب تک وکیل رکھ سکتی ہے؟ وکیل کہتا ہے کہ موکل مجھے ایک سال تک معزول نہیں کر سکتی؛ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵-۲۲/۱۳۷۴ھ)

الجواب: وکیل کو جب چاہے موکل معزول کر سکتا ہے (۱) یہ قول وکیل کا کہ ایک برس تک مجھے موکل معزول نہیں کر سکتی بالکل بے اصل اور لغو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودی اور غیر سودی مقدمات کی پیروی

کرنے والے وکیل کی آمدنی مشتبہ ہے

سوال: (۸) دو وکلاء اس طریقہ سے ایک عرصہ سے شریک وکالت تھے کہ ایک کو جس قدر مقدمات کی آمدنی ہوتی تھی اس کا نصف دوسرے وکیل کو دیا جاتا تھا، اور دوسرے وکیل کو جس قدر آمدنی ہوتی تھی وہ پہلے وکیل کو دے دیا کرتا تھا، دونوں وکلاء دیوانی، فوجداری، مال وغیرہ کے مقدمات لیتے تھے جن میں سودی اور کبھی جھوٹے معاملات بھی ہوتے تھے۔ ایک وکیل نے جھوٹے مقدمات اور سودی دعویٰ لینے سے توبہ کر لی، دوسرے وکیل نے صرف جھوٹے دعویٰ لینے سے پرہیز کر لیا، لیکن سودی

(۱) فاللموکل العزل متى شاء مالم يتعلق به حق الغير بشرط علم الوکیل (الدرا المختار مع الشامي ۲۳۴/۸-۲۳۵ کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل)

معاملات لینے سے عہد نہیں کیا، جو وکیل سودی مقدمات لیتا ہے اگر وہ نصف آمدنی معاہدہ سابقہ پر دوسرے وکیل کو دے تو شرعاً اس کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰ھ/۱۵۲۳)

الجواب: سودی اور غیر سودی مقدمات کی پیروی کرنے والے وکیل کی آمدنی مشتبہ ہے، پس دوسرے وکیل تائب کو اس میں سے حصہ لینا اچھا نہیں ہے اور اس سلسلہ شراکت کو منقطع کر دینا ہی اچھا ہے تاکہ توبہ کرنے والے کی آمدنی میں مشتبہ آمدنی شامل نہ ہو۔ فقط

سود کے مقدمات کی پیروی وکیلوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۹) جن مقدمات میں سود وغیرہ کا بیان ہوا ایسے مقدمات کی پیروی وکیلوں کو جائز ہے یا نہیں؟ (۲/۲۱۹-۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: سود کے مقدمات کی پیروی وکیلوں کو جائز نہیں، ایسے مقدمات کی پیروی نہ کرنی چاہیے۔

کتاب الدعوی

دعوی کا بیان

ایک نزاع میں مدعی و مدعا علیہ کی تعیین

سوال: (۱) زید و عمر و بکر وغیرہ چند اشخاص ایک موضع کے مالک، اور علی قدر حصہ شریک تھے، بکر شریک موضع اس کا نمبر دار بھی تھا، جو کل حصہ داران کا روپیہ وصول کر کے ادائے مال گزاری سرکاری (زمین کا سرکاری ٹیکس) و ادائے حصہ شرکاء کا ذمہ دار تھا، اب زید و عمر، بکر پر دعوی کرتے ہیں کہ اس نے ایک فصل کا روپیہ وصول کر کے ہمارا حصہ ادا نہیں کیا، بکر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ جس قدر رقم کا وصول کیا جانا اور میرے ذمے واجب الاداء ہونا بیان کیا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ کہ جس قدر رقم مجھ کو وصول ہوئی اس میں سے بعد ادائے مال گزاری و اخراجات ہر ایک کا حصہ ادا کر دیا گیا۔ اب میرے ذمے کسی کا کچھ نہیں ہے۔ اس صورت میں دو امر قابل غور ہیں:

اول یہ کہ جس قدر رقم واجب الاداء بیان کی گئی ہے، اس سے کم کو تسلیم کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جس قدر رقم مدعا علیہ بکر کے نزدیک واجب الاداء تھی، اس کو مدعا علیہ ادا کرنا بیان کرتا ہے، اس صورت اختلاف میں حسب قواعد شریعت (مدعی) کون قرار دیا جائے گا، جس کے ذمے بینہ پیش کرنا ضروری ہے؟ اور ”مدعا علیہ“ کون؟ جس کے ذمے در صورت نہ پیش ہونے بینہ کے حلف عائد ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بکر وجوب رقم کا اصل سے منکر ہوتا تو زید مدعی تھا، اور بکر مدعا علیہ، لیکن جب

کہ بکر رقم واجب الاداء کے ایک حصہ کو تسلیم کر کے ادا کرنا بیان کرتا ہے اور زید ادا سے منکر ہے، تو آیا اب بھی زید ہی مدعی رہے گا، یا بکر ادا کا مدعی قرار دیا جا کر زید جو ظاہر مدعی ہے اس بارے میں مدعا علیہ اور منکر بن جائے گا؟ اور جس جزو کے وجوب کو بکر تسلیم نہیں کرتا اس میں زید مدعی رہے گا جیسا کہ وہ تھا، یا اس میں بھی بکر مدعی ہو جائے گا؟ (۱۳۳۷/۲۳۸۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اصل مقدار رقم واجب الاداء میں زید و عمر مدعی ہیں۔ ان کے ذمے اس مقدار کا اثبات بینہ سے لازم ہے، اور اگر وہ بینہ پیش نہ کر سکیں تو بکر جو مقدار حلف سے بیان کرے گا وہ مسلم ہوگی۔

اور جس مقدار کو بکر تسلیم کر کے اس کا ادا کرنا اور مدعیان کو دینا بیان کرتا ہے، اس میں بکر مدعی ہے، اس کے ذمے بینہ ادا کے پیش کرنا لازم ہے اگر وہ ادا کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اصل مدعیان سے جو اس بارے میں مدعا علیہ ہیں حسب قاعدہ حلف لیا جائے گا، وہ حلف کر لیں گے تو مدعا علیہ کی طرف سے جو دعویٰ ادا کا تھا وہ باطل ہو جائے گا؛ یعنی ادائے رقم معلوم ثابت نہ ہوگی اور وہ رقم اس کے ذمے واجب الاداء ہو جائے گی۔ درمختار کتاب الدعویٰ میں ہے: ادعی المدیون الإیصال فأنکر المدعی ذلك ولا بینة له علی مدعاه فطلب یمنه فقال المدعی: اجعل حقى فی الختم ثم استحلفنى له ذلك الخ اور شامی میں ہے قوله: (فأنکر المدعی) أى مدعی الدین قوله: (ولا بینة له) أى لمدعی الإیصال. قوله: (فطلب یمنه) أى یمین الدائن. قوله: (فقال المدعی) أى مدعی الدین. قوله: (اجعل حقى فی الختم) أى الصک، ومعناه اکتب لی الصک بالبینة ثم استحلفنى مدنى، أو المراد إحضار نفس الحق فی شیء مختوم وهو الأظهر وفي حاشية الفتال عن الفتاوى الأنقرویه: یعنی أحضر حقى ثم استحلفنى إلخ (۱) اس عبارت درمختار اور تشریح علامہ شامی سے واضح ہو گیا کہ مدیون جو کہ مدعا علیہ تھا، اگر دعویٰ ادا کا کرے تو اس میں وہ مدعی ہے، اور اس کا ثابت کرنا گواہوں سے اس کے ذمے لازم ہے، اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو اصل مدعی دین کا جو کہ ایصال حق میں مدعا علیہ ہے، حلف کافی ہے اور اس کے حلف کے بعد مدعا علیہ کے ذمے جو کہ مدعی ہے ادائے دین کا اس دین کا ادا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ جس امر کا اس نے دعویٰ کیا تھا یعنی ایصال دین کا وہ ثابت نہیں کر سکا۔ فقط

بغیر ثبوت کے کسی پر دعویٰ کرنا درست نہیں

سوال: (۲) زید بکر پر دعویٰ کرتا ہے کہ تم نے مجھ سے کسی زمانے میں کچھ روپیہ قرض لیا تھا، جس کی وہ مقدار بھی بتلاتا ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ تمہاری تحریر اور رسید وصول یا بی میرے پاس موجود ہے، لیکن وہ تحریر پیش نہیں کرتا، اور بکر حلفیہ بیان کرتا ہے کہ مجھے قطعاً لینا یاد نہیں ہے، اور اپنی تحریر مدعی سے طلب کرتا ہے مگر مدعی تحریر پیش نہیں کرتا، اس صورت میں زید کا دعویٰ مسموع ہے؟ اور بکر کو وہ رقم ادا کرنی ضروری ہے یا نہیں؟ اور بکر کو غاصب کہنا اور اس کی تذلیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ زید کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا تو بکر پر ادا کرنا رقم مذکور کا لازم نہیں ہے، کیوں کہ ثبوت حق اور صحت دعویٰ کی دو ہی صورتیں ہیں کہ یا مدعی گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ اقرار کرے، ورنہ بصورت نہ یاد آنے مدعا علیہ کے اور انکار کرنے کے، دعویٰ مدعی کا ثابت نہ ہوگا بحديث مشہور البینة علی المدعی، والیمین علی من أنکر (۱) پس جب کہ مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اگر بکر کو وہ تحریر دیکھ کر یاد آجائے اور وہ اقرار کر لے تو بموجب حکم المرء یؤخذ بإقراره (۲) بکر کے ذمے ادا کرنا اس رقم کا لازم ہوگا۔ اور بدون اس کے نہ دعویٰ زید کا صحیح ہے اور نہ بکر پر رقم مذکور واجب الاداء ہے اور اس حالت میں بکر کو غاصب و خائن کہنا اور اس کی تذلیل و تحقیر کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

ثبوت دعویٰ میں غیر مسلم کی شہادت مقبول نہیں

سوال: (۳) ہندہ غیر مسلمہ غیر محصنہ نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ زید مسلم غیر محصن نے مجھ کو پھسلا کر بیوی بنانے کے لیے خالد و خالدہ زوجین غیر مسلمین کے گھر رکھا تھا، زوجین مذکور نے بھی گواہی

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو يعطى الناس بدعواهم، لادعى رجال أموال قوم ودماءهم ولكن البينة علی المدعی والیمین علی من أنکر (السنن الكبرى للبيهقي ۱۰/۴۲۷ کتاب الدعوی والبیانات، باب: البينة علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ، المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

(۲) قواعد الفقه ص: ۱۲۰- القاعدة: ۳۱۴ ولفظه: المرء مؤخذ بإقراره.

ہندہ کے موافق دی، جس کے باعث حاکم نے تین ماہ کی قید کا حکم دے دیا، حالانکہ زید بالکل منکر تھا، کیا شرعاً زید مجرم ہوگا؟ (۱۳۴۱/۲۰۷۱ھ)

الجواب: بصورت انکار زید، شہادت کفار سے کہ وہ بھی ناتمام ہے، زید پر دعویٰ مذکور ثابت نہ ہوگا، اور وہ مجرم شرعی نہیں ہے (۱) فقط

مدعا علیہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندوؤں کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۴) مدعی اور اس کے شاہد ہندو ہیں مدعا علیہ مسلمان ہے، اس صورت میں مدعا علیہ مسلمان پر مدعی ہندو کا دعویٰ اور شہادت قابل سماعت ہے یا نہیں؟ حکم کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۵/۱۴۹۸ھ)

الجواب: مدعا علیہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندوؤں کی شہادت سے فیصلہ نہیں ہو سکتا، ایسی حالت میں مدعا علیہ پر یقین عائد ہوگی، حکم مسلم کو اسی طرح سے فیصلہ کرنا چاہیے۔

مدعی کی غیر موجودگی میں مدعا علیہ سے حلف لینا

سوال: (۵) قاضی نے مجلس قضا میں مدعا علیہ سے حلف لے لیا مگر مدعی کو نہیں بلایا، مدعی کی غیبت میں حلف مدعا علیہ کا معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۳۹۹ھ)

الجواب: مدعا علیہ پر یقین مدعی کے طلب کرنے سے لازم ہوتی ہے: كما في الدر المختار: وإلا يبرهن حلفه الحاكم بعد طلبه إذ لا بد من طلبه اليمين في جميع الدعاوى إلا عند الثاني في أربع إلخ (۲) پس جب کہ طلب کرنا مدعی کا شرط ہے تو معلوم ہوا کہ مدعی کا یا اس کے وکیل کا موجود ہونا شرط ہے۔

(۱) شرطها العقل الكامل والضبط والولاية فيشترط الإسلام لو المدعى عليه مسلماً

(الدر المختار مع رد المحتار ۱۱/۷۱-۷۳ کتاب الشہادات)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۸/۲۵۷ کتاب الدعوى.

مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ قبول کیے جائیں؟

سوال: (۶) مدعی خارج دعویٰ ملک مطلق کا کرتا ہے اور دعویٰ کر کے تاریخ بھی بیان کرتا ہے اور مدعا علیہ قابض ہے، وہ دعویٰ ملک مقید بسبب خرید اور شخص سے کرتا ہے اور تاریخ بھی مدعی سے سابق بیان کرتا ہے تو کس کے گواہ اولیٰ ہیں؟ (۱۰۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں جس کے گواہ تاریخ مقدم بیان کریں وہ اولیٰ ہیں یعنی قابض جس کی تاریخ اقدم و اسبق ہے گواہ اس کے اس صورت میں معتبر ہوں گے۔ درمختار میں ہے: تقدم حجة خارج في ملك مطلق..... على حجة ذي اليد إن وقت أحدهما (فقط) قال في الشامي: قوله: فقط، قيد بقوله: فقط لأنه لو وقتا يعتبر السابق إلخ (۱) وفي الهداية..... فإن أقام الخارج البينة على ملك مؤرخ وصاحب اليد بينة على ملك أقدم تاريخاً كان أولى إلخ (۲)

عرصہ دراز کے بعد اپنے حق کا دعویٰ کرنا

سوال: (۷) زید ایک جائیداد کا وارث اور قابض تھا، اس نے وہ جائیداد عمر و کو اپنی زندگی میں دے ڈالی، بکر جس کے ورثاء اب دعویٰ کرتے ہیں وقت دینے جائیداد کے موجود تھا، اور وہ کبھی اپنی زندگی میں دعویٰ دار نہ ہوا اور جائیداد فروخت شدہ ودی ہوئی پر برابر قبضہ عمر و کا چلا آتا ہے، کیا اب بکر کے وارثوں کا دعویٰ چل سکتا ہے؟ محکمہ شریعت میں جائیداد متنازعہ کی نالاش دائر کرنے کی کس قدر میعاد ہے؟ (۱۴۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر بکر کی ملکیت اس کے ورثاء ثابت کر دیں تو ورثہ کا دعویٰ صحیح ہے۔ حق ملکیت کسی مدت میں شرعاً ساقط نہیں ہوتا۔ کما فی کتب الفقہ: ألحق لا يسقط بتقادم الزمان إلخ (۳) (شامی) اور یہ بھی کتب فقہ میں ہے کہ عدم سماع دعویٰ کسی مدت معینہ کے بعد بر بنائے انسداد حیلہ و تزویر ہے، نہ یہ

(۱) الدر والرد ۸/۲۸۴-۲۸۵ کتاب الدعوی، الباب الثانی: باب دعوی الرجلین.

(۲) الهدایة ۳/۲۲۱ کتاب الدعوی، باب ما یدعیہ الرجلان.

(۳) الشامی ۱۰/۳۸۸ کتاب الخنثی، مسائل شتی.

کہ اس مدت کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے (۱) (کذا فی الشامی جلد ۵ مسائل شتی) فقط واللہ اعلم
سوال: (۸) شرکت ملک میں اگر کوئی شریک مشترک دکان و مکان میں بہدم و بنا، تصرف کرے، دوسرا شریک بہ سبب اس کے زبردست ہونے کے مطالبہ نہ کر سکے، بعد گزرنے عرصہ دراز کے اگر مطالبہ کریں، اور دعویٰ کریں، تو مسموع ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۰۰۵ھ)

الجواب: شریک کے دعویٰ نہ کرنے سے اگرچہ کسی مدت تک ہو، اس کا حق ساقط نہیں ہوتا کما قالوا: إن الحق لا يسقط بتقادم الزمان (۲) وتفصيله ينظر في الشامی: جلد ۵.

سوال: (۹) میراث یا دین کے دعوے کی کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں؟ نور الہدایہ میں ہے کہ پندرہ برس تک اگر بلا عذر شرعی دعویٰ نہ کیا تو پھر دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ دعویٰ کی سماعت کے لیے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۳۴۲ھ)

الجواب: اصل قاعدہ یہ ہے کہ الحق لا يسقط بتقادم الزمان یعنی کسی مدت میں حق ساقط نہیں ہوتا، اور عدم سماع دعویٰ کسی مدت میں، یہ بوجہ کسی عوارض کے ہوتا ہے، اور تحقیق اس کی کتب فقہ میں ہے۔

مدعی کے گواہوں کی گواہی سننے سے بچوں کا انکار کرنا درست نہیں

سوال: (۱۰) مدعی نے مدعا علیہ پر ایک سو پچھتر روپیہ کا دعویٰ کیا تھا اور اب وہ مقدمہ ثالثی میں آگیا ہے اور مدعا علیہ چھیالیس روپیہ سو پندرہ آنہ کی رقم کا اقرار کرتا ہے اور بائیس روپیہ ساڑھے گیارہ آنہ کی رقم کا تمادی عارض (۳) کا اقرار کرتا ہے، مدعی اپنی پوری رقم کا ثبوت دینا چاہتا ہے اور ثالث ثبوت لینے سے معترض ہیں اور حلف دینا چاہتے ہیں۔ (۱۳۳۴-۳۳/۶۸۳ھ)

(۱) ثم اعلم أن عدم سماعها ليس مبنيًا على بطلان الحق، حتى يرد أن هذا قول مهجور، لأنه ليس ذلك حكمًا بطلان الحق، وإنما هو امتناع من القضاة عن سماعها خوفًا من التزوير ولدلالة الحال كما دلّ عليه التعليل، وإلا فقد قالوا: إن الحق لا يسقط بالتقادم كما في قضاء الأشباه (الشامی ۱۰/۳۸۸ کتاب الخنثی. مسائل شتی)

(۲) رد المحتار ۱۰/۳۸۸ کتاب الخنثی. مسائل شتی.

(۳) تمادی عارض ہونا: اتنی مدت گزر جانا کہ دعویٰ دائر کرنے کا حق نہ رہے (فیروز اللغات)

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اَلْحَكْمُ كَالْقَاضِي (۱) یعنی فیصلہ کنندہ پنچ اور سر پنچ مثل قاضی کے ہیں ان کو مانند قاضی کے شرعی طریق سے فیصلہ کرنا چاہیے اور شرعی طریق فیصلہ کا یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ کل رقم دعویٰ کا اقرار نہ کرے تو مدعی سے گواہ شرعی لیے جائیں اگر وہ دو گواہ عادل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر دے تو دعویٰ اس کا ثابت ہو گیا اور اگر وہ گواہ عادل موافق شرط کے پیش نہ کر سکے تو پھر مدعا علیہ سے حلف لیا جائے، پس صورت مسئلہ میں جب کہ مدعی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرنا چاہتا ہے تو پنچوں کا انکار کرنا گواہی کے سننے سے درست نہیں ہے۔ فقط

سرکش مدیون سے نالش کا خرچہ لینا درست ہے

سوال: (۱۱) زید نے خالد کو روپیہ قرض دیا، خالد نے روپیہ وعدہ گذر جانے پر باوجود تقاضے کے ادا نہ کیا۔ جب زید روپیہ وصول ہونے سے مایوس ہوا، مجبور ہو کر عدالت انگریزی میں دعویٰ کیا۔ اور مجبورانہ عدالت انگریزی میں حسب قواعد مجریہ عدالت مذکور روپیہ نالش میں خرچ کیا۔ عدالت نے خالد سے روپیہ زید کا مع خرچہ دلایا، پس زید کو زرخرچہ کہ جس کو اس نے علاوہ روپیہ مستقرضہ کے بحالت مجبوری بسبب خلاف وعدگی خالد کے اپنے پاس سے صرف کیا ہے اور حاکم نے اس کو دلایا ہے، خالد سے لینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۶۷۵)

الجواب: ایسی صورت میں مدیون متمرّد سے خرچہ لینا درست ہے کما فی الشامی: (۳۱۰/۲) وفي منية المفتی مؤنة المُشَخِّص قیل فی بیت المال وفي الأصح علی المتمرد إلخ (۲) أقول: والمُشَخِّص بضم المیم وسكون الشین وكسر الخاء من الإشخاص بمعنى الإحضار وَلَمَّا كَانَ أَجَرَ الْمُحَضَّرِ عَلَى الْمُتَمَرِّدِ فَكُلُّ مَا كَانَ مِنْ نَقْصَانِ الْمَدْعَى، فَهُوَ عَلَى الْمَدْعَى عَلَيْهِ (۳) فقط

(۱) والحاصل أنه كَالْقَاضِي (الدر المختار مع رد المحتار ۱۱۶/۸ کتاب القضاء ، باب التحکیم)

(۲) الشامی ۲۵/۸ کتاب القضاء ، مطلب فی أجرة المحضر .

(۳) لم نظفر بها ويمكن أن تكون هذه العبارة من فضيلة المفتی .

قرض سے زیادہ کا دعویٰ کرنا درست نہیں

سوال: (۱۲) ایک شخص پر مثلاً ۱۰ روپیہ قرضہ ہے، ۱۰ روپیہ کا دعویٰ عدالت میں کیا جائے تو اس میں سے ۱۰ روپیہ دور روپیہ فاضل خرچ ہوگا جو عدالت خرچہ میں نہیں ڈالتی، اس لیے اگر بجائے ۱۰ روپیہ کے ۱۲ روپیہ کی نالش کی جائے محض اپنا خرچہ وصول کرنے کی نیت سے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۶۷۸) الجواب: قرض سے زیادہ دعویٰ کرنا درست نہیں ہے، اور ایسا دعویٰ جھوٹا ہے۔

سوال: (۱۳) عدالت میں حلف بھی ہوتا ہے، عدالت کہتی ہے کہ حلف سے کہو کہ تمہارا دعویٰ ٹھیک ہے، تو اگر ۱۰ روپیہ دور روپیہ بڑھا کر دعویٰ کیا گیا تو یہ حلف سچ ہوگا یا جھوٹ؟ (۱۳۳۵/۶۷۸) الجواب: وہ حلف جھوٹ ہوگا، زیادہ کا دعویٰ نہ کرنا چاہیے، البتہ بصورت سرکشی و ترمددیون جو خرچہ عدالت سے ملے، وہ لینا درست ہے کہ سبب اس خرچہ کا مدیون سرکش ہوا ہے، اور اس کی سرکشی و عدم اداے قرضہ کی وجہ سے نالش دائر کی گئی ہے۔ فقط

کیا حساب فہمی کا دعویٰ درست ہے؟

سوال: (۱۴) دعویٰ حساب فہمی شرکت کا، اقسام دعاوی شرعیہ میں داخل ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۱/۲۸۵۱)

الجواب: جن لوگوں کو محاسبہ کا اختیار ہے وہ اس امر کی درخواست کر سکتے ہیں کہ ہم کو اجازت حساب فہمی کی دی جائے، کیونکہ شرعاً اگرچہ اس کی ضرورت نہیں ہے، مگر قانوناً شاید وہ بلا اجازت ایسا نہ کر سکتے ہوں؛ اس لیے اجازت طلب کرتے ہیں یہی مطلب شاید اس دعویٰ کا ہوگا۔

مدعا علیہ حاضر ہو تو دعویٰ میں صرف اس کا نام لینا کافی ہے اشارہ ضروری نہیں

سوال: (۱۵) مردے دعویٰ کردنزدقاضی و مدعا علیہ حاضر بود، و بیان کرد آں مرد مدعا علیہ را بذکر اسم او و اشتباہ ہے، در تعین او نشد، مگر اشارہ بطرف مدعا علیہ نکرد، آیا دریں صورت دعویٰ مدعی مسموع خواہد شد یا نہ؟ یعنی عدم اشارہ مدعی راؤ دعویٰ مدعی است یا نہ؟ (۱۳۳۹/۱۳۹۵)

الجواب: ہر گاہ مدعا علیہ حاضر بود، وبعد ذکر اسم او اشتباہ نزد قاضی نمائندہ، پس در صحت دعوی مدعی و سماع آں ترددے نیست۔ فقط

ترجمہ: سوال: (۱۵) ایک آدمی نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا اور مدعا علیہ حاضر تھا، اور مدعی نے مدعا علیہ کا نام لے کر اپنا دعویٰ بیان کیا اور مدعا علیہ کی تعیین میں کوئی اشتباہ نہ رہا لیکن مدعا علیہ کی طرف اشارہ نہیں کیا، تو کیا اس صورت میں مدعی کا دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں؟ یعنی مدعی کا اشارہ نہ کرنا اس کے دعوے کو رد کرنے والا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: جب مدعا علیہ حاضر ہے اور اس کے نام لینے کے بعد قاضی کے نزدیک کوئی اشتباہ نہیں رہا؛ تو مدعی کے دعویٰ کی صحت میں اور اس کا دعویٰ سننے میں کوئی تردد نہیں ہے۔

چچا اور بھتیجے نے مشترکہ کمائی سے جو جائیداد خریدی ہے

اس میں چچا ملکیت کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶) شخصے باعم خود ہم طعام بودہ در کسب مال باوے شریک ماندہ بہ حسب قرار داد عرف بنام ہر دو جائیداد خریدہ، اکنون عمش دعویٰ می کند کہ ایں جائیداد از کسب من است، پس دعویٰ او عند الشرع معتبر باشد یا نہ؟ واستحقاق ابن الاخ صحیح و درست باشد؟ در کاغذات سرکاری و تصرف ہر دو مشترک اند۔ (۳۲/۷۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دعویٰ عم جمیع مکسوبہ غیر صحیح و باطل است، بلکہ ہر دو یعنی عم و ابن الاخ او شریک مساوی اند۔ قال فی الشامی: وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأى وفيه أيضا قبله:

تنبیہ: یؤخذ من هذا ما أفتی به فی الخیرية فی زوج امرأة و ابنها، اجتماعا فی دار واحدة وأخذ کل منهما یکتسب علاحدة و یجمعان کسبهما ولا یعلم التفاوت ولا التساوی ولا التمییز فأجاب بأنه بینهما سوية إلخ (۱) (الشامی جلد: ۳. فصل فی الشركة الفاسدة)

(۱) الشامی ۳۹۲/۶ کتاب الشركة، مطلب اجتماعا فی دار واحدة و اکتسبا إلخ۔

ترجمہ: سوال: (۱۶) ایک آدمی اپنے چچا کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ اور مال کمانے میں ان کے ساتھ شریک تھا، عرف کی قرارداد کے مطابق دونوں کے نام سے جائیداد خریدی گئی تھی، اب چچا دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ جائیداد میری کمائی کی ہے، پس اس کا دعویٰ شریعت میں معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور بھتیجے کا استحقاق صحیح و درست ہوگا؟ سرکاری کاغذات میں اور تصرف میں دونوں مشترک ہیں۔

الجواب: تمام کمائی کا چچا کا دعویٰ غیر صحیح اور باطل ہے، بلکہ دونوں یعنی چچا و بھتیجا اس میں یکساں شریک ہیں، جیسا کہ شامی میں ہے۔

مسجد کے پیچھے پڑی ہوئی زمین کی ملکیت کا کوئی دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷) مسجد کے پیچھے ایک افتادہ قطعہ زمین ہے، تخمیناً تیس سال سے کسی نے اپنی ملکیت کا اس پر دعویٰ نہیں کیا نہ بظاہر سرکار مدعی ہے، تقریباً تیس سال سے تاجروں کا گروہ اس پر اکثر اپنا سامان کرسی وغیرہ رکھ دیتے ہیں یا کوئی جلسہ وعظ ہو اس کا سامان وہاں پر مہیا کرتے ہیں علاوہ ازیں اور بھی اکثر علامات تسلط تاجروں کی پائی جاتی ہیں۔ بعد ازاں یہ قصہ ہوا کہ اس قطعہ اراضی سے ملحق ایک مکان ہے اس کے مالک نے اس مکان کو ایک شخص کے ہاتھ بیع کر دیا، اب مشتری کہتا ہے کہ یہ قطعہ اراضی افتادہ بھی اسی مکان مشتری میں داخل ہے، مگر مالک مکان نے کبھی اس قطعہ افتادہ کا دعویٰ نہیں کیا، آیا یہ دعویٰ مشتری کا صحیح ہو سکتا ہے و آیا اس قطعہ (ارضی) پر مدرسہ دینی و مسافر خانہ بنا سکتے ہیں؟ یا مسجد میں اس قطعہ کو شامل کر کے نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر سرکار ہی سے قیمت اس کو خرید لیا جائے تو نماز وغیرہ میں کچھ کراہت تو نہ ہوگی؟ (۱۱۵۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ مالک مکان مذکور نے کبھی دعویٰ اس زمین کی ملکیت کا نہیں کیا اور نہ بیع نامہ میں اس کی بیع کی تصریح کی، تو مشتری مکان مذکورہ کا دعویٰ اس زمین پر صحیح نہ ہوگا، پس وہ زمین اگر متعلق مسجد سمجھی جائے تو اس کو مسجد میں شامل کر کے نماز پڑھنا صحیح ہے یا اگر مسجد کی ملک نہ سمجھی جاتی ہو تو عام مسلمانوں کی رضامندی سے اس میں مدرسہ و مہمان سرائے وغیرہ بنا سکتے ہیں اور اگر سرکار مدعی ہو تو اس سے خرید کر جس کام میں چاہیں لاسکتے ہیں۔ فقط

منگنی کے بارے میں ایک فریق کا دعویٰ کرنا اور دوسرے فریق کا انکار کرنا

سوال: (۱۸) زید دعویٰ کرتا ہے کہ عمر نے اپنی ہمشیرہ ہندہ کی میرے ساتھ نسبت کر دی، عمر کہتا ہے کہ میں نے نسبت نہیں کی، زید غلط دعویٰ کرتا ہے۔ شرعاً نسبت مانی جائے گی یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۲۷۴۶)۔
الجواب: زید کے پاس اگر اپنے دعوے کے موافق دو گواہ شرعی موجود نہیں ہیں، تو قول عمر کا معتبر ہے، اور بعد ثبوت منگنی کے بھی عمر اگر مصلحت نہ سمجھے اس سے نکاح کرنے کی، اور لڑکی کے لیے وہ موقع اچھا نہ ہو، تو اس سے نکاح کر دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ فقط

تقسیم ترکہ سے پہلے ایک بھائی کی شادی میں زیادہ

اور دوسرے کی شادی میں کم خرچ ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹) زید اور عمر دو بھائی شریک رہتے تھے، ملکیت بھی مشترک رہتی تھی، باپ کا ترکہ بھی مشترک تھا زید کی شادی میں نو ہزار چار سو روپیہ خرچ ہوا اور عمر کی شادی میں تین ہزار چار سو۔ عمر کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثہ ترکہ تقسیم کرتے وقت یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زید کی شادی میں تین ہزار چار سو روپیہ منہا کر کے جو زائد چھ ہزار خرچ ہوا ہے، وہ مال مشترک تھا اس میں سے مبلغ تین ہزار روپیہ عمر کے حصہ کے تھے یہ تین ہزار بھی ترکہ عمر کا ہے اس میں بھی ترکہ تقسیم ہونا چاہیے، کیا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ (۱۳۴۰/۱۱۸۲)

الجواب: جب کہ زید اور عمر میں کچھ حساب نہ ہوا تھا تو ان دونوں کی زندگی میں جو کچھ دونوں کی رضامندی سے خرچ ہوا، خواہ کسی پر زیادہ ہوا خواہ کم، اب ورثہ اس کا حساب نہیں کر سکتے، لہذا عمر کے ورثہ کا یہ دعویٰ صحیح نہ ہوگا، بلکہ جو کچھ بعد خرچ کے باقی رہا وہ برابر تقسیم ہوگا۔ فقط

نکاح کے ثبوت کے بعد غیر ولی کا نکاح نہ ہونے کا دعویٰ کرنا

سوال: (۲۰) زید نے دعویٰ نکاح کا ساتھ مسماۃ ہندہ کے کیا، اور نکاح کے گواہ بھی پیش کیے،

جس نکاح کی صحت کو تمام لوگ بھی خوب جانتے تھے، مجسٹریٹ صاحب نے دعویٰ ثبوت نکاح کر کے نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ صحیح و ثابت رکھا، چند ماہ کے بعد ہندہ کے نانا نے جو کہ ولی نہ تھا دعویٰ کیا کہ نکاح زید کا مسماۃ ہندہ کے ساتھ نہیں ہوا، یہ دعویٰ اپیل منظور ہوا اور حاکم نے فریقین کو کہا کہ تم صلح کر لو، نانا ہندہ نے کہا کہ میں حلف قرآن اٹھاتا ہوں کہ نکاح زید کا مسماۃ ہندہ سے نہیں ہوا، زید نے کہا کہ اگر ہندہ کا نانا حلف اٹھائے تو میں کاربند (تعمیل کرنے والا) رہوں گا؛ تو زید کے اس کہنے سے کہ ”میں کاربند رہوں گا“ طلاق ہندہ پر واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہندہ کے نانا کا جو کہ ولی نہیں ہے دعویٰ مسموع ہوگا یا نہ؟ اور ہندہ غیر زید یعنی عمر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳ھ)

الجواب: جب کہ نکاح زید کا ساتھ ہندہ کے دو گواہوں سے ثابت ہو گیا تو اس کے بعد بدون طلاق دینے زید کے ہندہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہو سکتی، اور زید کے اس لفظ کہنے سے کہ میں ”کاربند رہوں گا“ طلاق واقع نہ ہوگی، اور دعویٰ نانا ہندہ کا قابل سماعت نہیں ہے، پس ہندہ کا نکاح بحالت موجودہ غیر زید مثلاً عمر کے ساتھ صحیح نہ ہوگا قال فی الدر المختار: و شرط حضور شاہدین حرین ولو فاسقین أو محدودین فی قذف قال فی رد المحتار: قوله: (ولو فاسقین) اعلم أن النکاح له حکمان، حکم الانعقاد وحکم الإظهار فالأول ما ذکره، والثاني إنما يكون عند التجاحد، فلا يقبل في الإظهار إلا شهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام إلخ (۱) وفي رد المحتار، باب اليمين في البيع والشراء: بل لا تقبل على النفي مطلقاً إلخ (۲) فقط

مشتری کا انکار کرنے کے بعد ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال: (۲۱) مسمی باگڑ نے اپنے ایک عزیز مسمی نابہ سے استدعا کی کہ وہ مستدعی کو کچھ اراضی زر بیع لے کر دے، چنانچہ نابہ نے اس کو منظور کیا اور اراضی کی قیمت فریقین نے طے کی، اقرار ہوا کہ جب باگڑ قیمت اراضی دے تو نابہ زمین دیدے، تھوڑے ہی دنوں بعد باگڑ کے اصرار پر نابہ مالک زمین نے عدالت میں اقرار کیا کہ وہ زر بیع باگڑ خریدار سے وصول پاچکا ہے، داخل خارج کر دیا جائے۔ تھوڑی

(۱) الدر والرد ۴/۷۳-۷۶ کتاب النکاح مطلب: الخصاف کبیر فی العلم يجوز الاقتداء به .

(۲) الشامی ۵/۵۱ کتاب الأیمان ، مطلب: شهادة النفي لا تقبل إلا في الشروط .

ہی مدت بعد اس زمین پر سرکار سے نذرانہ قائم ہوا جو نابہ سے وصول ہوا، اور آج تک جس کو عرصہ ۵۰ سال کا ہوا سالانہ سرکاری مال گزاری بھی نابہ ادا کرتا رہا، چونکہ زمین غیر آباد تھی اس لیے باگڑ نے قیمت اراضی باوجود تقاضا کرنے کے ادا نہ کی اور جواب دیا کہ میرا زمین سے کچھ مطلب نہیں ہے، اب جب کہ زمین آباد ہوگئی، تو باگڑ نے اس داخل خارج کی بنا پر جو نابہ کو یہ اطمینان دلا کہ قیمت ادا کر دی جائے گی کرا لیا تھا، عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہے کہ نابہ مالک زمین سے قبضہ دلایا جائے چونکہ زمین آباد ہوگئی ہے اس لیے نابہ کو اس زمین کا دینا منظور نہیں ہے، اب اس کا عذر ہے چونکہ بروقت بیع اور داخل خارج کے زریع خریدار نے ادا نہیں کیا لہذا یہ بیع اور داخل خارج شرعاً درست نہیں ہے۔ اب جو حکم شرعی ہو، اس سے مطلع فرمادیں۔ (۱۳۳۲-۳۳/۲۰۸۰ھ)

الجواب: شرعاً جو معاملہ باگڑ اور نابہ کے درمیان ہوا تھا وہ بوجہ انکار کرنے باگڑ کے فسخ ہو گیا لہذا دعویٰ باگڑ کا دوبارہ قبضہ دلانے زمین مذکور کے باطل اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشتری کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرانا

سوال: (۲۲) دو شخص تیا یا بھتیجا ایک قطعہ اراضی کے مالک ہیں، تیا نے اپنا نصف حصہ فروخت کر دیا، اب پانچ سال بعد اپنے بھتیجے سے استقرار حق کا دعویٰ دائر کر دیا کہ میرے تیا نے میرا حق تلف کرنے کو یہ زمین فروخت کر دی ہے، حالانکہ یہ غلط ہے محض مشتری کا روپیہ مارنے کی غرض سے یہ کارروائی کی ہے۔ یہ دعویٰ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۹۸۶ھ)

الجواب: یہ دعویٰ شرعاً صحیح نہیں ہے، اور دعویٰ کرنے والا اور کرانے والا بغرض نقصان رسانی مشتری کے عاصی اور ظالم ہے۔ فقط

جھوٹا دعویٰ کر کے کسی سے روپیہ وصول کرنا

سوال: (۲۳) زید نے ایک مسماۃ پر جھوٹا دعویٰ کیا، اور جھوٹا حلف اٹھا کر ایک سو اسی روپیہ مسماۃ سے لیے، ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۲/۱۷۹۳ھ)

الجواب: جھوٹا دعویٰ کرنا، اور جھوٹا حلف اٹھانا، اور ناحق مدعا علیہ سے روپیہ وصول کرنا، یہ جملہ

امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹا حلف اٹھانا قرآن شریف میں شرک کے برابر ہے کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿اجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾ (۱) پس وہ شخص فاسق و غاصب و ظالم ہے، توبہ کرنا اس کو لازم ہے، اور جس قدر روپیہ اس نے ناحق اور ظلماً لیا ہے، اس کی واپسی یا معاف کرنا اس کے ذمہ لازم ہے، اور توبہ اس کی قبول ہونا اسی پر موقوف ہے۔ فقط

سجادہ نشین کا دعویٰ کرنا کہ میرے علاوہ کوئی امام نہیں بن سکتا

سوال: (۲۴) اگر سجادہ نشین یہ دعویٰ کرے کہ میں بوجہ سجادہ ہونے کے کل جائیداد متوفی کا مالک ہوں، اسی وجہ سے میری موجودگی میں دوسرا شخص امام نہیں ہو سکتا، یہ دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۳۷۹)
الجواب: یہ دعویٰ اس کا صحیح نہیں ہے۔

نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی کے وقت

لڑکی کو دیے گئے سامان کی واپسی کا دعویٰ کرنا

سوال: (۲۵) زید نے اپنے لڑکے کی نسبت کے وقت کچھ زیور کپڑے بکر کی دختر کو چڑھائے اور برادری کو شکر تقسیم کی، کچھ عرصے کے بعد طرفین کی ناراضی سے نکاح کی نوبت نہ آئی اور بکر نے زیور واپس کر دیا، زید نے اپنے لڑکے کا عقد دوسری جگہ کر دیا اور اب زید قیمت پارچہ و ہرجہ (کپڑا اور خسارے) کا دعوے دار ہے آیا قیمت پارچہ جات و شکر بھی شرعاً واپس دلائی جائے گی یا نہیں؟
(۱۳۴۲/۴۱۰)

الجواب: زیور اور پارچہ جو لڑکی کو دیے گئے ان کی واپسی کا حق زید کو ہے اور جو کچھ زید نے مٹھائی وغیرہ کی تقسیم میں صرف کیا اس کو وہ واپس نہیں لے سکتا۔ فقط

مقروض باپ کے قرض کا دعویٰ باپ بیٹے دونوں پر کرنا

سوال: (۲۶) اگر کسی شخص کا باپ مقروض ہے، اور بیٹا اور باپ دونوں کمانے والے ہیں، اور بیٹا (۱) اس حدیث کی تخریج کتاب الشہادت سوال (۳۸) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

کما کر باپ کو دیتا ہے، قرض خواہ دونوں پر دعویٰ کر سکتا ہے یا صرف باپ ہی پر کرے؟ (۱۳۴۰/۱۳۵۲) **الجواب:** صرف باپ پر ہی دعویٰ ہو سکتا ہے، بیٹے پر دعویٰ نہیں ہو سکتا، مگر چونکہ حدیث شریف میں ہے أنت ومالك لأبيك (۱) اور خود بیٹے نے بھی اجازت دیدی ہے اور باپ کسب کرنے میں بھی ساتھ ہے، لہذا باپ اپنا قرض اس میں سے ادا کر سکتا ہے۔

بیوی کے مرنے کے بعد خسر کا شوہر پر دین مہر کا دعویٰ کرنا

سوال: (۲۷) نذیر احمد کی بی بی فاطمہ مرگئی، اس کے باپ مجیر الدین نے نذیر احمد پر دین مہر کا دعویٰ کیا، نذیر احمد نے کہا کہ میری بی بی نے مہر معاف کر دیا تھا، لیکن وہ دو گواہ معافی مہر کے نہیں دے سکا، تو اس پر حلف آئے گا یا نہیں؟ اس معاملہ میں مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون؟ (۳۸۲/۳۶-۱۳۴۷ھ) **الجواب:** اس صورت میں یہ قول صحیح ہے کہ نذیر احمد شوہر بی بی فاطمہ کا مدعی ہے معافی مہر کا، پس جب کہ پوری شہادت معافی مہر کی پیش نہ کر سکا اور دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں جو معافی مہر کی گواہی دیتے پیش نہ کر سکا، تو مجیر الدین پر حلف عائد ہوگا، اور وہ حلف کر کے مہر وصول کر لے گا لقولہ علیہ الصلاة والسلام: البينة على المدعى واليمين على من أنكر (۲) اور ظاہر ہے کہ مجیر الدین معافی مہر کا منکر ہے، لہذا حلف اس پر عائد ہے۔ هذا هو الصحيح. فقط

سارق پر چوری کا دعویٰ کرنے کی صورت میں قسم کس پر آئے گی؟

سوال: (۲۸) ایک شخص نے ایک سارق مشہور پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری چوری کی ہے، اس

(۱) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أن رجلا قال: يا رسول الله! إن لي مالا وولداً، وإن أبي يريد أن يجتاح مالي، فقال: أنت ومالك لأبيك (سنن ابن ماجه ص: ۱۶۵ أبواب التجارات - باب ما للرجل من مال ولده)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لو يعطى الناس بدعواهم، لادعى رجال أموال قوم ودماءهم ولكن البينة على المدعى واليمين على من أنكر (السنن الكبرى للبيهقي ۱۰/۴۲۷ كتاب الدعوى والبيانات، باب: البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه، المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

صورت میں قسم سارق پر آئے گی یا مدعی پر؟ (۵۱۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: البينة على المدعى واليمين على من أنكر کے قاعدہ کلیہ سے مدعی مذکور اور سارق مذکور مستثنیٰ نہیں ہے، پس مدعی کے ذمہ بینہ ہے اور حلف سارق پر۔ فقط

بیع نامہ کے فرضی ہونے کا دعویٰ کرنا

سوال: (۲۹) زید نے ایک اراضی بذریعہ بیع نامہ مبلغ یک صد روپیہ میں ایک شخص سے خریدی، زید نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی جائیداد اپنے لڑکے کے نام لکھ دی مگر یہ اراضی نہیں لکھی، مگر چونکہ اسی قسم کی ایک اور جائیداد بھی لکھنے سے رہ گئی تھی اس کا بھی تذکرہ نہیں کیا جو بعد وفات زید اس کی اولاد نے فروخت کی اب چونکہ مذکورہ بالا بیع نامہ کو ۳۶ سال ہو گئے تو عمر کی اولاد اور بیوی یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ یہ جائیداد ہماری ہے، عمر نے محض فرضی طور پر زید کے نام کسی مصلحت سے لکھ دی تھی قیمت زید نے ادا نہیں کی بلکہ عمر نے ساٹھ روپیہ قیمت ادا کی ہے آج زید کو مرے ہوئے ۱۴ سال ہو گئے، نہ عمر نے زید سے وہ بیع نامہ اپنی حیات میں منتقل کرایا، نہ عمر کی اولاد نے کرایا، حالانکہ زید عمر کے بعد بھی چھ برس زندہ رہا، عمر کی اولاد اور ان کے عزیز یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک موقع پر اس اراضی متنازعہ کے خریدنے کے لیے ایک شخص خواہش مند ہوا اس وقت بھی زید نے اس شخص کو منع کر دیا اور یہ کہا کہ زمین عمر کی ہے میری نہیں ہے، اگر زید کی اولاد زید کے نام شدہ جائیداد کو بلا سند شرعی نہ دیوے تو اس پر کچھ مؤاخذہ تو نہیں ہے اب نہ کوئی گواہ زندہ ہے نہ بائع و مشتری اور شرعی صورت سے اصلی مالک کون ہے؟ بینوا تو جروا (۲۶۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ زید کے ورثہ کو یہ تسلیم نہیں ہے کہ بیع نامہ فرضی ہے اور عمر کے ورثہ کے پاس گواہ اس کے نہیں ہیں تو حسب ظاہر وہ زمین زید کے وارثوں کی ملک ہے، اور فروخت کرنا ان کا درست ہے عمر کے ورثاء کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور زید کے ورثہ اگر اس زمین کو یا اس کی قیمت کو عمر کے ورثہ کو نہ دیں تو ان کو کچھ مؤاخذہ نہیں ہے۔ فقط

مودع کا امانت کی رقم کے بارے میں وصیت کا دعویٰ کرنا

سوال: (۳۰) زید اپنا برادر حقیقی چھوڑ کر فوت ہوا، اس کا نقد روپیہ بکر کے پاس امانت رکھا تھا۔

بکر کہتا ہے کہ مجھ کو زید نے وصیت کی تھی کہ پانچ سو روپیہ تم لے لینا اور چار سو روپیہ عمر کو جو زید کا شاگرد ہے، بتدریج دیتے رہنا، آیا بکر کا وصیت کے متعلق دعویٰ کرنا جس کی وارث کو خبر اور علم نہیں ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۲۴۱۷ھ)

الجواب: اگر وارث اس کے دعوے کی تصدیق نہ کرے، اور اس کو وصی تسلیم نہ کرے، تو مدعی مذکور کو دو گواہ عادل پیش کرنا ضروری ہے۔ فقط

دو فریقوں کا ایک ہی زمین خریدنے کا دعویٰ کرنا

سوال: (۳۱) ایک عورت کی ایک اراضی تھی جس کو اس نے زید کے نام بیع کر دیا زمرن بیع نامہ میں درج ہے، وہ عورت مرگئی، بیع نامہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو لکھے ہوئے ۳۶ سال ہوئے، اب عمر کے وارث زید مذکور کے ورثاء سے اس اراضی کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عورت سے اراضی مذکورہ کو ۶۰ روپیہ دے کر خرید لیا تھا مگر بیع نامہ کی تکمیل اس وجہ سے نہ ہو سکی کہ یہ اراضی زید کے نام کسی مصلحت سے کر دی گئی تھی، لیکن تعجب ہے کہ عمر نے زید سے نہ اپنی حیات میں بیع نامہ منتقل کرایا نہ عمر کی اولاد نے زید کی حیات میں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسی کیا مصلحت تھی جو زید کی حیات میں بیع نامہ منتقل کرانے سے روکتی رہی، اب جب کہ زید کے انتقال کو ۱۴ برس گزر گئے تو عمر کی اولاد اس اراضی پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ عمر نے اراضی مذکورہ اس عورت سے ۶۰ روپیہ دے کر خرید لی تھی تو کیا یہ بیع تمام ہو سکتی ہے جب کہ زید مذکور کے نام بیع نامہ ہو چکا تھا، اب ان کے محض ان بیانات پر جن کے خلاف قرائن بکثرت ہیں ورثائے زید اراضی مذکورہ کے شرعاً وارث و مالک ہوئے یا یہ حقیقت عمر کے ورثاء کو پہنچتی ہے؟ (۱۳۴۵/۲۲۹ھ)

الجواب: شرعاً کوئی دعویٰ کسی کا بدون شہادت معتبرہ کے مسموع نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر (۱) پس اگر عمر کے وارثوں کے پاس شہادت معتبرہ اس امر کی موجود ہے کہ زبانی بیع عمر کے نام زید کے نام بیع ہونے سے پہلے ہو چکی تھی یعنی دو مرد عادل یا

(۱) السنن الکبری للبیہقی ۱۰/۲۲۷ کتاب الدعوی والبینات، باب: البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ، المطبوعۃ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

ایک مرد اور دو عورتیں عادل اس بیع کی گواہی دیں تو دعویٰ عمر کے وارثوں کا صحیح ہوگا اور زید کے وارثوں سے وہ زمین لے کر عمر کے وارثوں کو دی جائے گی، اور اگر دو گواہ بیع کے موجود نہ ہوں تو زید کے ورثہ پر حلف آئے گا کہ عمر کے نام بیع نہیں ہوئی اگر وہ حلف سے انکار کریں تو دعویٰ عمر کے ورثاء کا صحیح ہوگا اور محض قبضہ چھتیس سال سے زید کا یا زید کے ورثاء کا ہونا مانع عمر کے ورثاء کے دعویٰ کو نہ ہوگا، پس اگر یہ تسلیم ہو جائے کہ عمر نے زمین مذکورہ مسماۃ مذکورہ سے بعوض ساٹھ روپیہ کے پہلے زید کے خریدنے سے خریدی تھی تو وہ زمین عمر کے ورثاء کو دلوائی جائے گی اور عمر کا اپنی حیات میں دعویٰ نہ کرنا یا اس کے ورثاء کا اب تک اس سے پہلے دعویٰ نہ کرنا ساقط کرنے والا عمر کے ورثہ کے حق کو نہ ہوگا جیسا کہ شامی میں ہے: **إن الحق لا يسقط بتقادم الزمان (۱) فقط**

کرایہ دار کا مکان کی ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال: (۳۲) زید ایک شخص کے مکان میں کرایہ پر رہتا تھا، جب اس نے مکان فروخت کیا یعنی مالک مکان نے، تو زید نے اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا، مگر عدالت میں زید کا میاب نہ ہوا، تو یہ جھوٹا دعویٰ کیسا ہے؟ (۷۷۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: گناہ کبیرہ ہے۔

مدعا علیہ سے کب حلف لیا جاتا ہے؟

سوال: (۳۳) لے پالک بھانجہ نے اپنے ماموں عمر رسیدہ کو بہ حیلہ علاج اپنے مکان میں بلا کر مقید کر لیا اور یہ کہا کہ تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو چند روز میں مر جاؤ گے تم اپنی معافیات میرے نام کر دو، ماموں نے انکار کیا اس پر بھانجہ نے اس کو مار ڈالنے اور قتل کر دینے کی پوری دھمکی دی، ماموں بدحواس ہو گیا اسی حالت میں بیع نامہ معافیات کا پیش کیا اور رجسٹرار کو بلا لیا اور ماموں سے دستخط کرا کر رجسٹری کرا لیا، بعد میں ماموں نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ صرف مجھ سے حلف لے لیا جائے، گواہان کی کچھ ضرورت نہیں ہے اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۲۱۶۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: بقاعدہ البینة على المدعى واليمين على من أنكر (۱) اس صورت میں اگر مدعی گواہ پیش نہ کرے یا وہ معتبر نہ ہوں تو مدعا علیہ پر صرف حلف ہے اگر مدعی اکراہ مثلاً دو گواہ معتبرا اکراہ کے پیش کر دے تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مدعا علیہ سے حلف لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مدعا علیہ پر حلف بحالت گواہ نہ پیش کرنے مدعی کے ہے۔ فقط

شوہر کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد عورت نے دوسرا نکاح کیا اور عورت کے

ورثاء وفات شدہ شوہر سے حاملہ ہونے کا دعویٰ کریں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴) زید فوت ہو گیا، اس کی عورت نے اب عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد دوسرا نکاح کر لیا ہے، عورت کے ورثہ اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زید کی عورت کو زید کی وفات کے وقت حمل تھا جو عورت کے بطن میں خشک ہو گیا، اور اب تک موجود ہے، اس لیے دوسرا نکاح بیوہ کا جائز نہیں ہوا، یہ دعویٰ شرعاً جائز ہے؟ (۱۳۴۵/۱۲۵۰ھ)

الجواب: جب کہ حمل ظاہر نہ تھا اور عورت نے عدت کے پوری ہونے کا اقرار کیا۔ تو نکاح اس کا جو بعد عدت کے ہوا شرعاً صحیح ہو گیا، ورثہ کا یہ دعویٰ بلا کسی ثبوت کے باطل ہے۔ فقط

خریدی ہوئی زمین میں تعمیر کرنے کے بعد

کسی شخص کا اپنی حصہ داری کا دعویٰ کرنا

سوال: (۳۵) زید نے عمر سے زمین خریدی اور مکان رہنے کے لیے بنالیا، بکر نے دعویٰ کیا کہ عمر کی زمین میں میرا بھی حصہ ہے، بکر کا دعویٰ ثابت ہو گیا، اب زید کو قاضی کیا حکم دے گا مکان توڑنے کا حکم دے گا یا زمین کی قیمت دلائے گا؟ (۱۳۴۱/۲۵۳۰ھ)

الجواب: بہ حکم لا ضرر ولا ضرار (۲) بکر کو زمین کی قیمت دلوادی جائے گی اور مکان نہ توڑوایا

(۱) السنن الكبرى للبيهقي ۱۰/۲۲۷ کتاب الدعوى والبيّنات.

(۲) عن عمرو بن يحيى المازني عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ضرر ولا ضرار (الموطأ للإمام مالك ص: ۳۱۱ کتاب الأفضية، القضاء في المرفق)

جائے گا اگر قیمت زمین کی کم ہو اور بناء کی قیمت زیادہ ہو اور مکان کے توڑوانے میں عمر کا زیادہ نقصان ہو، درمختار میں ہے: ومن بنی أو غرس في أرض غيره بغیر إذنه أمر بقلعه والرد لو قيمة الساحة أكثر الخ وفي الشامي: ولو قيمتها أقل فللغاصب أن يضمن له قيمتها و يأخذها درر عن النهاية وهذا على قول الكرخي و قدمنا الكلام عليه آنفاً (۱) فقط

نکاح کے گواہوں کے بیان میں اختلاف ہو تو نکاح ثابت نہ ہوگا

سوال: (۳۶) ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ مجمع عام میں ہوا تھا اور بہت سے گواہ پیش کرتا ہے جن کے بیانات میں بہت اختلاف ہے اور عورت نکاح سے انکار کرتی ہے اس صورت میں نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ (۱۹۷۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں گواہان نکاح میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایسے اختلاف کی صورت میں شرعاً نکاح ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تک دو گواہ متفق نہ ہوں اس وقت تک شرعاً نکاح ثابت نہ ہوگا۔ فقط

مرد حلفیہ زنا کا دعویٰ کرتا ہے اور عورت حلفیہ

انکار کرتی ہے تو کس کی قسم معتبر ہوگی؟

سوال: (۳۷) زید اور ایک عورت کے درمیان جھگڑا ہے زید حلفیہ کہتا ہے کہ میں نے اس عورت سے زنا کیا ہے اور گواہ زنا کے ثبوت کے ایسے پیش کرتا ہے کہ وہ غیر معتبر اور غیر مذہب اور غیر برادری کے ہیں، اور عورت بھی حلفیہ کہتی ہے کہ میرا زید سے کوئی ناجائز تعلق نہیں ہے نہ تھا، تو اب دونوں میں سے کس کی قسم شرعاً معتبر ہوگی؟ (۱۹۸۳/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: معتبر گواہ زنا کے نہ ہونے کی صورت میں عورت کی قسم کا اعتبار ہوگا۔ فقط

(۱) الدر والرد ۲۳۴/۹ کتاب الغصب، مطلب: شری دارا و سکنها فظہرت لوقف أو یتیم وجب الأجر وهو المعتمد

بالغہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کرنا جب کہ عورت انکار کرتی ہے

سوال: (۳۸) ایک عورت بالغہ پر دھوکے سے نکاح کا کسی نے دعویٰ کر دیا اور تمام باتیں جعلی بنا کر عدالت میں دعویٰ کیا اور عورت بالغہ بالکل بے خبر ہے اور انکار کرتی ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۳۸/۷۳۲-۱۳۳۵ھ)

الجواب: بالغہ کا نکاح بدون اس کی رضا و اجازت کے صحیح نہیں ہوتا اور اس کے انکار سے باطل ہو جاتا ہے۔ فقط

عورت کا یہ دعویٰ کرنا کہ میرا شوہر عنین ہے اور شوہر کا انکار کرنا

سوال: (۳۹) اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میرا خاوند عنین ہے اور شوہر انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس سے وطی کی ہے تو ملاحظہ عورت کا کیا جائے گا یا مرد کا؟ اگر ملاحظہ کرنے والا غیر مسلم ہو تو اس کی شہادت معتبر ہے یا نہ؟ اور ایک شخص کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اگر مرد کا عنین ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو مہلت دی جائے گی یا نہیں؟ اور مہلت دی جائے گی تو کس وقت سے؟ (۱۳۴۰/۹۹۵ھ)

الجواب: در مختار میں ہے: ولو ادعی الوطی و أنکرته فإن قالت: امرءة ثقة و الثنتان أحوط ہی بکر خیرت فی مجلسها و إن قالت: ہی ثیب أو کانت ثیباً صدق بحلفه إلخ (۱) و فیہ قبیلہ: و يؤجل من وقت الخصومة إلخ (۲) اس عبارت سے واضح ہے کہ ملاحظہ عورت کا کرایا جائے گا اور غیر مسلم کا اعتبار نہیں ہے اور ایک عورت مسلمہ ثقہ کا قول معتبر ہے اور شوہر کے عنین ہونے کے ثبوت پر شوہر کو مہلت ایک برس کی دی جائے گی اور مہلت وقت خصومت سے دی جائے گی۔ فقط

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۵/۱۳۸ کتاب الطلاق، باب العین وغیرہ، مطلب فی طبائع فصول السنة الأربعة.

(۲) الدر مع الرد ۵/۱۳۷ کتاب الطلاق، باب العین وغیرہ، مطلب فی طبائع فصول السنة الأربعة.

مہر کی ادائیگی کے بعد بچی ہوئی جائداد میں تقسیم ترکہ کا دعویٰ کرنا

سوال: (۴۰) ایک شخص نے اپنی ماں کا مہر پچاس ہزار روپیہ اور پچیس تھان اشرفی کا دعویٰ کیا، اور اس کی نشاندہی میں مہر کی وصولیابی کے واسطے اپنے والد کے چار پانچ مکان پختہ اور خام بتائے، اور اس دعوے میں یہ نوٹ کیا کہ ترکہ پدری کا دعویٰ ہنوز اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ جائداد زر مہر کے لیے ہی کافی نہیں ہو سکتی، عدالت نے سوا سو روپیہ کا مہر مدعا علیہ کے اقرار کے بہ موجب ثابت رکھا، زائد مہر کا دعویٰ ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے مدعا علیہ سے قسم لے کر خارج کیا، اس فیصلہ کے بعد مدعی نے اسی جائداد پر جو کہ مہر کی نشاندہی میں بتلائی تھی ترکہ پدری کا دعویٰ کیا کہ یہ مکانات تقسیم کر دیے جائیں، مدعا علیہ کہتا ہے کہ ترکہ کا دعویٰ مدعی کا صحیح نہیں ہے، اس وجہ سے کہ مدعی نے اس دعویٰ سے پہلے بدعویٰ پچاس ہزار روپیہ و پچیس تھان اشرفی کا دعویٰ عدالت ہذا میں دائر کیا تھا وہ بصراحت اقرار ہے اس امر کا کہ جس شخص پر دعویٰ مہر ہے اس کا مال اس تعداد پچاس ہزار روپیہ و پچیس تھان اشرفی تک قابل تقسیم بین الورثہ نہیں ہے یہی اقرار مدعی نے نوٹ کیا ہے، پس اس اقرار کے بعد جب تک پچاس ہزار روپیہ و پچیس تھان اشرفی کی قیمتی جائداد سے زیادہ متروکہ مدیون کا ثابت نہ کریں، اس وقت تک مدعی کو تقسیم ترکہ کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں ہے کہ قابل تقسیم نہ ہونا اور ہونا دونوں قولوں میں تعارض و تخالف ہے، سو یہ دعویٰ قابل سماعت ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۵-۴۴/۱۲۴)

الجواب: اس صورت میں شخص مذکور نے دعوئے مہر کے بعد جو دعویٰ تقسیم ترکہ کا کیا ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جب دین مہر صرف سوا سو روپیہ ثابت رکھا گیا تو اب بقیہ ترکہ میں حسب شرعی تمام ورثاء کا حق ہے، مدعی مہر نے عام دعویٰ تقسیم ترکہ کی وجہ خود یہ ظاہر کر دی تھی کہ جائداد متروکہ چونکہ دین مہر ہی کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہے تو تقسیم ترکہ کا دعویٰ بے سود ہے، لیکن اب جب کہ جائداد متروکہ کا بہت بڑا حصہ باقی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بین الورثاء اس کو تقسیم نہ کیا جائے پس اول تو مدعی کے قول میں کوئی تعارض نہیں، اور بالفرض اگر ہوتا بھی تب بھی اس صورت میں اس کا حق ساقط نہیں ہو سکتا۔

عورت وطی کی مدعی ہے اور شوہر ثانی منکر ہے؛ تو کس کا قول معتبر ہے؟

سوال: (۴۱) زید نے ہندہ کو تین طلاق دی، بعد انقضائے عدت بکرنے اس سے نکاح کیا، چار پانچ روز کے بعد بکرنے بھی طلاق دے دی، زید نے عدت گزرنے کے بعد پھر ہندہ سے نکاح کیا، تقریباً ایک سال کے بعد بکرنے لوگوں میں ظاہر کیا کہ میں نے کبھی ہندہ سے وطی نہیں کی، ہندہ وطی کی مدعی ہے کس کا قول معتبر ہے؟ (۱۳۴۲/۶۶۵)

الجواب: فی الشامی عن البزازیة: ادعت أن الثانی جامعها وأنکر الجماع حلت للأول إلخ (۱) (ص: ۵۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں قول عورت کا معتبر ہے اور مطلقہ مذکورہ کا نکاح زید سے صحیح ہو گیا۔ فقط

عورت چار طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے

اور شوہر انکار کرتا ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟

سوال: (۴۲) شوہر اور زوجہ کا آپس میں جھگڑا ہوا بی بی اپنے رشتہ داروں میں چلی آئی وہ مدعی ہے کہ میرے خاوند نے مجھ کو چار طلاق دے دی ہیں اور حلف کرتی ہے اور شوہر منکر ہو جاتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۲۲۳)

الجواب: اگر عورت دعویٰ طلاق کا کرے اور شوہر طلاق سے انکار کرے تو دو گواہوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی، اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو قول شوہر کا بہ حلف معتبر ہوگا، لہذا اس صورت میں جب کہ شوہر قسم کھا کر طلاق سے انکار کرتا ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط

کتاب الإقرار

اقرار کا بیان

اپاہج، فالج زدہ اور چلنے پھرنے سے عاجز کا وارث کے لیے اقرار کرنا

سوال: (۱) جس شخص کی ٹانگیں ماری ہوئی ہوں یعنی چل پھر نہیں سکتا یا فالج زدہ ہے یا اس کو شل ہے، اور اس کو اسی حالت میں برس گذر جائیں، تو عوارض مذکورہ اس کے حق میں مرض الموت ہوں گے یا نہیں؟ اور اس حالت میں اگر وہ کسی وارث کے لیے اقرار کرے تو وہ اقرار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۰ھ/۸۶۱-۲۹)

الجواب: مقعد و مفلوج و مسلول کو اگر برس گذر جائیں اسی حالت میں تو وہ مرض الموت نہیں، مگر جب کہ اس مرض کی زیادتی ہوتی رہے اور حالت متغیر ہو اور اسی حالت تغیر میں مر جاوے تو اقرار ایسی حالت کا اقرار مریض کا ہوگا (۱) (اور مرض موت میں اقرار کرنا) وارث کے لیے

(۱) و هبة مُقعد و مفلوج و أشل و مسلول من كل ماله إن طالت مدته سنة ولم يخف موته منه وإلا تطل وخيف موته فمن ثلثه ، لأنها أمراض مزمنة لا قاتلة ، قيل: مرض الموت أن لا يخرج لحوائج نفسه و عليه اعتمد في التجريد . بزاوية . والمختار: أنه ما كان الغالب منه الموت و إن لم يكن صاحب فراش ، قهستاني عن هبة الذخيرة . وفي الشامي: سئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت، فقال: كثرت فيه أقوال المشائخ ؛ واعتمادنا في ذلك على قول الفضلي ، وهو أن لا يقدر أن يذهب في حوائج نفسه خارج الدار والمرأة لحاجتها داخل الدار لصعود السطح =

نا جائز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= ونحوہ أقول: والظاهر أنه مقيد بغير الأمراض المزمنة التي طالت ولم يخف منها الموت كالفالج ونحوه، وإن صيرته ذافراش ومنعته عن الذهاب في حوائجه، فلا يخالف ما جرى عليه أصحاب المتون والشروح هنا. (الدر والرد ۱۰/۲۹۰-۲۹۱ كتاب الوصايا)

(۱) وإن أقر المريض لوارثه بمفرده أو مع أجنبي بعين أو دين بطل، خلافا للشافعي رحمه الله تعالى ولنا حديث ”لا وصية لوارث ولا إقرار له بدين“ إلا أن يصدق ببقية الورثة (الدر المختار مع الشامي ۱۲/۱۸۸ كتاب الإقرار - الباب الثاني: إقرار المريض مطلب: الإقرار للوارث موقوف إلا في ثلاث)

کتاب الصلح

صلح کا بیان

ایک شریک کے قبضے میں سکنائی زمین اور دوسرے کے

قبضے میں صحرائی زمین ہے تو صلح کر لینا بہتر ہے

سوال: (۱) زید و عمر کی زمین مزرعہ و مسکونہ مشترک ہے، زید کے قبضے میں زمین مسکونہ ہے، اور عمر کے قبضے میں زمین مزرعہ ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۹۶/۳۳-۱۳۳۳ھ)
الجواب: بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تاکہ دونوں معصیت سے بچیں، اور قبضہ ہر ایک کا جائز ہو جائے، وگرنہ بدون صلح و رضا باہمی کے ہر ایک کا قبضہ دوسرے کے حصے پر ناجائز اور حرام ہے۔

صلح کنندگان کی اولاد کو صلح کے باطل کرنے کا اختیار نہیں

سوال: (۲) زید فوت ہوا، اس کے تین فرزند صلی تھے، محل (زوجہ) اول سے دو فرزند اور محل ثانی سے ایک، ان تین فرزندوں میں نزاع تقسیم معاش ہو کر بہ تراضی طرفین بدیں خلاصہ صلح ہو گئی کہ فرزند محل ثانی کو محاصل معاش مشروط سے فی روپیہ حصہ ۹ آنہ اور فرزند محل اول کو محاصل معاش مذکور سے فی روپیہ حصہ ۷ آنہ مقرر پا کر یہ تحریر قلم بند کی گئی کہ اولاد جانبین کی احیاناً اس کے خلاف اگر دعویٰ و تقاضا کرے تو عند الشرع باطل و گنہ گار ہوں گے، سنہ ۱۲۷۸ھ سے تا حال بلا کسی حرکت کے یہی عمل درآمد رہا، اب بعد

انتقال صلح کنندگان کے ان کی اولاد کو اس راضی نامہ و تقسیم نامہ کے خلاف کا حق شرعاً ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۷/۲۱۹۳ھ)

الجواب: اولادِ صلح کنندگان کو اس صلح کے باطل کرنے کا اور تقسیم نامہ کو رد کرنے کا اختیار نہیں

ہے۔ فقط

مسلم بیٹے کا ہندو باپ کو سرکاری قانون

کے سہارے مصالحت کرنے پر مجبور کرنا

سوال: (۳) چونکہ ضلع ہذا (پنجاب) میں محض نو مسلموں نے اپنے ہندو باپ کی جدی جائداد سے از روئے قانون سرکاری کے، ورثہ حاصل کیا ہے، لہذا زید کو اپنے ہندو باپ — جو کہ اس وقت زندہ ہے اور اپنے ہندو بیٹے کو تملیک کرنا چاہتا ہے — پر یہ دباؤ ڈال کر کہ میں تیرے مرنے کے بعد قانوناً وارث ہو جاؤں گا، لہذا تو اب مجھے پورا حصہ نہ دے کچھ کم دیدے، مثلاً بجائے نصف کے ثلث دیدے تو کیا یہ مصالحت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵-۴۴/۱۹۵ھ)

الجواب: یہ صورت جائز ہے۔ فقط

شرکاء میں جھگڑا ہو جائے تو مصالحت کر لینا بہتر ہے

سوال: (۴) زید و عمرو عرصہ تک باہم سوداگری کرتے رہے، اب ان میں باہم جھگڑا و تکرار ہو گیا، زید کہتا ہے کہ میرے روپیہ عمرو کی طرف چاہتے ہیں، اور عمرو کہتا ہے کہ میرے روپیہ زید کی طرف چاہتے ہیں، اب اگر وہ دونوں آپس میں یا روبرو پنچایت کے حلف و عہد کر کے اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے لے لیں، تو جائز ہے؟ اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟ (۱۳۳۵/۴۹۱ھ)

الجواب: صلح بہتر ہے، پس ہر ایک کا جو کچھ حق دوسرے کے ذمہ نکلے باہم مصالحت سے لین دین کر لیں یا روبرو پنچایت کے جو کچھ ایک کا دوسرے کے ذمے برآمد ہو لے لے، شرعاً اس میں کچھ مؤاخذہ نہیں ہے کہ اپنا حق دوسرے سے لیوے۔ فقط

بیوی کی جانب سے شوہر کا صلح کرنا اور بیوی کا تسلیم نہ کرنا

سوال: (۵) زید نے عمرو سے صلح کی کہ تو نے جو دعویٰ میری بیوی کے اوپر کیا ہے اس کی صلح کر لے، عمرو نے کہا: بہت اچھا، زید نے کہا: چار گز زمین اراضی متدعو یہ میں سے یا اس کی قیمت لے لے، عمرو نے کہا: میرا جو خرچہ عدالت میں صرف ہوا ہے وہ کس کے ذمے ہوگا؟ زید نے کہا: میرے ذمے، اور زید نے یہ صلح بلا مشورہ اپنی بیوی کے کی، اور یہ صلح زید کی بیوی تسلیم نہیں کرتی، تو زید کے ذمے قیمت اراضی اور خرچہ عدالت واجب ہے یا نہ؟ اور اس صلح پر عمل نہ ہونے سے زید عند اللہ گنہگار تو نہ ہوگا؟

(۱۸۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ زید کی زوجہ اس صلح کو تسلیم نہیں کرتی تو یہ صلح صحیح نہیں، اور زید کے ذمے کچھ واجب نہیں، اور نہ وہ عدم ایفاء وعدہ سے آثم ہے۔ سیجیء فی البیوع توقف عقودہ — أي الفضولي — کلها إن لها مجیز حالة العقد و إلا تبطل (۱) در مختار۔ فقط

دو آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس دوسرے کا مال ہے اور دونوں

میں سے ایک حساب صاف نہیں کرنا چاہتا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶)..... (الف) زید کے پاس عمر کا مال زیور کپڑا جمع ہے، اور عمر کے پاس کچھ اثاث البیت زید کا اور کچھ حصہ اراضی صحراء زید کا ہے، عمر اس اثاث البیت و اراضی میں زید کا شریک بھی ہے، اراضی میں عمر کی سعی سے کہ جو دوسروں کو کاشت کو دیتا ہے پھر ان سے وصول کرتا ہے اس میں کچھ آمدنی بھی ہوتی ہے، عمر دریافت کرتا ہے کہ باوجود چند مرتبہ تقاضا کرنے کے زید فیصلہ نہیں کرتا، تو اگر میں ان اشیاء کو استعمال کروں یا فروخت کر دوں، اور پھر کبھی زید نے فیصلہ چاہا اور وہ اشیاء مستعملہ بہ حصہ زید آگئیں تو اس کی قیمت کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی یا نہ؟ اور استعمال کی معافی کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ پھر زید کو یہ حق تو نہ ہوگا کہ وہ کہے کہ یہ شے تم نے ارزاں فروخت کر دی۔

(۱) الدر مع الرد ۴/۱۶۳-۱۶۴ کتاب النکاح، باب الکفاءة، مطلب فی الوکیل والفضولي فی النکاح.

(ب) اور اگر اراضی بہ حصہ زید آگئی تو اس کی آمدنی کی واپسی بہ ذمہٴ عمر واجب ہوگی یا نہ؟
 (ج) اور جو آمدنی اس اراضی کی ایسی ہو کہ وہ بلا کسی کوشش کے عمر کے پاس آئی ہو، اس وقت اس کی واپسی بھی واجب ہوگی یا نہیں؟

(د) اگر عمر نے اس اراضی واثاث البیت پر اس ہیئت سے قبضہ کر لیا کہ میں اپنے حق واجب کے عوض اس مال پر قبضہ کرتا ہوں اور مالک ہوتا ہوں اور اپنے حق سے کم پر قبضہ کرتا ہوں اور پھر کبھی زید نے فیصلہ چاہا اور اس وقت یہ اشیاء بہ حصہٴ زید گئیں تو معافی و واپسی آمدنی کی واجب ہوگی یا نہ؟
 (ه) عمر نے اپنی زوجہ کو وصیت کے بہ موجب بکر سے کہا کہ تم اپنے مکان میں پانی کا نل لگا لو، اور یہ پمپ وقف ہے اور نل ہم دیں گے، اس سے اہل محلہ پانی بھرا کریں گے اس کا وقت معین کر دیجئے، بقیہ اوقات میں مقفل رہے، چنانچہ وہ پمپ لگا دیا اور اس پر حسب شرط عمل رہا، اب چند ماہ سے اس پمپ کا چبوتر اٹوٹ گیا، ایسی حالت میں اگر اہل محلہ پانی بھرتے رہیں، تو بکر کے مکان کو بوجہ کثیر پانی جذب ہونے کے نقصان ہوتا ہے اس لیے بکر نے اپنے گھر کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ با احتیاط پانی بھر لیا کرو اور اہل محلہ کو منع کر دیا، تو بکر گنہ گار ہے یا نہ؟ اور عمر سے چبوترہ کی تعمیر کو کہا تھا اس نے کہا کہ آپ کے یہاں پانی بھرا جاتا ہے، کارِ ثواب جاری ہے، اب میں روپیہ خرچ نہیں کرتا، ایسے ہی مقفل رہے، اس صورت میں کون گنہ گار ہے بکر یا عمر؟ (۱۰۵۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف-ه) احتیاط اور اطمینان کی بات یہ ہے کہ اول تو عمر جس طرح ہو زید سے مصالحت کرے، اور حساب صاف کرے، اور اگر زید کچھ نہ کرے تو عمر اراضی کی آمدنی کا حساب رکھے، جس قدر حصہ زید کا ہوتا ہو اس کی یادداشت رکھے تاکہ بوقت فیصلہ حساب ہو جاوے، اور کمی و بیشی کا لینا دینا یا معافی ہو جاوے، اور اثاث البیت جو زید کا ہے اس میں بدون فیصلہ کے کچھ تصرف نہ کرنا چاہیے، اور اگر کچھ تصرف کیا گیا تو اس کی اجازت اور معافی کی ضرورت ہے، جانب احتیاط اس میں یہی ہے، اگرچہ بہ ضرورت یہ بھی فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا کچھ حق رکھ لے، اور نہ دے تو اس کے معاوضہ میں اس کا مال لے لینا بقدر اپنے حق کے درست ہے، اور نل کے متعلق یہ ہے کہ جب کہ اہل محلہ کے پانی بھرنے سے بکر کے مکان کو نقصان پہنچتا ہے، تو تا درستی چبوترہ وغیرہ اس کو مقفل رکھے اور جب کہ عمر بھی یہی کہتا ہے تو بکر پر اس میں کچھ مؤاخذہ نہیں ہے۔ فقط

صلح مع الانکار کا حکم

سوال: (۷) زید کی گائے عمر کے دروازے میں مری ہوئی پائی گئی بہ حالت عدم موجودگی عمر، اب زید عمر کے ملازم پر دعویٰ کرتا ہے کہ تم نے میری گائے مار ڈالی، وہ برابر منکر ہے اور صدمہ ہا حلف کرتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں، میں نے اس جگہ گائے مری ہوئی دیکھی، اور زید کے پاس بینہ نہیں ہے، عمر نے بوجہ بدنامی زید سے کہا کہ تم نالش نہ کرو، میں تمہارے اس کام کا بندوبست کر دوں گا یعنی قیمت گائے بقول منصفین ادا کر دی جائے گی، گھر آ کر معلوم ہوا کہ ملازم نے گائے کو نہیں مارا کیونکہ حلف باللہ تعالیٰ کرتا ہے اور زید کے پاس کوئی گواہ نہیں، لیکن عمر نے محض باعث ایفاء وعدہ اور رفع بدنامی زید کو قیمت گائے بقول عدلین مبلغ تیس روپیہ دے کر رسید وصولیابی لکھوائی، آیا صورت مسئلہ میں زید کوتاہان لینا ملازم عمر سے جائز ہے یا نہ؟ اور زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا دعویٰ عمر اور اس کے ملازم پر بلا بینہ کے مسموع نہ ہوگا۔ وفي الخانية: وجد بهيمة أو دابة مقتولة فلا شيء فيها إلخ (۱) لیکن باوجود انکار کرنے عمر اور اس کے ملازم کے جو باہم صلح ہو گئی اور عمر نے ازراہ مصالحت زید کو ایک رقم دی تو یہ صلح جائز ہے، اور زید کے لیے حلال ہے، کیونکہ صلح کے لیے دعویٰ صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے۔ درمختار کتاب الصلح میں ہے: وحكمه وقوع البراءة عن الدعوى، ووقوع الملك في مصالح عليه وعنه لو مقراً إلخ وهو صحيح مع إقرار أو سكوت أو إنكار إلخ (۲) پھر آگے لکھا ہے کہ صلح مع الانکار مدعی علیہ کے حق میں قطع منازعت ہے (۳) پس جب کہ عمر نے زید کو تیس روپیہ قطع نزاع و فدائے یمین کے لیے دیے تو صلح صحیح ہو گئی اور زید اس رقم کا مالک ہو گیا۔ فقط

(۱) الدر المختار مع الرد ۲۶۴/۱۰۰ کتاب الديات، وأخر باب القسامة.

(۲) الدر مع الشامي ۳۵۳/۸ کتاب الصلح.

(۳) والأخير أن أي الصلح بسكوت أو إنكار معاوضة في حق المدعي وفداء و قطع نزاع في حق الآخر (الدر مع الرد ۳۵۴/۸ کتاب الصلح)

کتاب الودیعة

ودیعت کا بیان

کسی کی امانت دوسرے کو سپرد کرنا جائز نہیں

سوال: (۱) زید کی امانت زید کے بھانجے بکر کے پاس رکھی ہے، اگر بکر اس امانت کو اپنی والدہ کے اس حق میں مجرا کرے جو زید پر واجب ہے، یا کسی دوسرے حقدار کو دیدیوے تو جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۴۰/۱۹۲۲ھ)

الجواب: اس حالت میں بکر کو وہ امانت رکھنا درست نہیں ہے اور بکر کو چاہیے کہ وہ امانت زید کے سپرد کرے اور کسی کو نہ دے۔ فقط

امانت کا روپیہ ادا نہ کر سکے تو معاف کروانا ضروری ہے

سوال: (۲) زید نے عمر کے پاس روپیہ امانت رکھا، عمر کو تجارت وغیرہ میں نقصان ہوا، اور چوری بھی ہوئی، مگر زید کا روپیہ جو امانت تھا وہ چوری نہیں ہوا، اور کچھ روپیہ عمر نے زید کو ادا بھی کر دیا تھا، اور بقیہ روپیہ کو عمر نے اپنی ضروریات خانگی میں صرف کر دیا، تو اس روپیہ کا ادا کرنا عمر کے ذمے لازم ہے یا نہیں؟ اگر ادائیگی کی صورت نہ ہو تو کیا حکم شرعاً ہوگا؟ زید کا انتقال ہو گیا، وارث موجود ہیں۔

(۱۳۴۵/۸۴۶ھ)

الجواب: اس صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ عمر اس روپیہ کو جو زید کا اس کے ذمے باقی رہ گیا زید کے وارثوں کو ادا کرے، اور اگر ادا نہ ہو سکے تو ان سے معاف کرالیں، کیوں کہ کسی مسلمان کا کوئی حق بدون اس کے ساقط نہیں ہوتا کہ یا اس کو ادا کرے یا معاف کرادے۔

حفاظت کے باوجود امانت کا روپیہ چوری ہو گیا تو اس کا تاوان واجب نہیں

سوال: (۳) یہاں سے پانچ آدمی منیر، ہدایت اللہ، وزیر، ایٹنا، مسماۃ فیضن حج کو گئے، اور اپنا اپنا روپیہ دہلی میں ایک سوداگر کے پاس جمع کر دیا کہ مکہ معظمہ وصول کریں گے، وہاں پہنچ کر ایٹنا کا انتقال ہو گیا، اس کا روپیہ باقی حاجیوں نے وصول کر کے منیر کے پاس بطور امانت رکھ دیا، منیر نے ہدایت اللہ کے پاس رکھ دیا، اس نے فیضن کے سپرد کر دیا، اس نے وزیر کے پاس رکھ دیا، وزیر نے اس روپیہ کو کمر سے باندھ لیا، اور اس روپیہ کی مثل اپنے روپیہ کے حفاظت کی، دہلی کے اسٹیشن پر (واپسی میں) وہ روپیہ وزیر کے پاس سے چوری ہو گیا، اس کا معاوضہ دینا پڑے گا یا نہیں؟ اگر دینا ہوگا تو کس کو؟ متونی کے ایک بیٹا، ایک پوتا ہے۔ (۱۳۳۵/۲۹۰ھ)

الجواب: اس صورت میں ضمان اس روپیہ کا کسی کے ذمے واجب نہیں ہے، اور وہ سب ہمراہی امانت دار ہیں، اور امین پر ضمان لازم نہیں ہوتی (۱) اور اگر وہ سب یا بعض وہ روپیہ واپس کریں، تو متونی کے پسر کو دیں۔ فقط

امانت کی چیز دروازے میں رکھوادی اور گم ہو گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) زید کی زوجہ نے بکر کی والدہ کے پاس ایک جوڑی کنگن طلائی مالیت مبلغ پانچ سو روپیہ جو کہ پرانی وضع کے بنے ہوئے تھے، معرفت ایک عورت کے بھیجی تاکہ وہ دوسری جوڑی کنگن کی نئی

(۱) الودیعة أمانة في يد المودع ، إذا هلك لم يضمنها لقوله عليه السلام : ليس على المستعير غير

المغل ضمان ولا على المستودع غير المغل ضمان (الهداية ۳/۲۷۳ ، کتاب الودیعة)

و هي أمانة فلا تضمن بالهلاك مطلقاً (تنوير الأبصار مع الشامي ۳۹۵/۸ ، کتاب الإيداع ، وأيضاً

۳۷۰/۱۲ تنمة کتاب الإيداع)

وضع کی کسی کاریگر زرگر سے تیار کرادے، بکر کی والدہ نے کچھ دنوں وہ پرانی جوڑی اپنے پاس رکھ کر اپنی نواسی نابالغہ کے ہاتھ سے اپنے دروازہ میں رکھوادی، وہاں سے وہ جوڑی گم ہوگئی؛ ایسی صورت میں بکر کی والدہ مال مذکورہ کی ضامن ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۱۲۵)

الجواب: اگر بکر کی والدہ نے اپنی نواسی کو کہا کہ جا اس کو مکان کے دروازے میں رکھ آ، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہے کہ یہ اضاعت امانت ہے اور اگر بکر کی والدہ نے اس سے یہ نہیں کہا کہ دروازے میں رکھ آ، بلکہ اس نے اپنی نواسی کو رکھنے کو دیا، اور اس نے دروازے میں رکھ دیا، تو اس صورت میں بکر کی والدہ کے ذمے ضمان نہیں ہے۔ فی الدر المختار: وللمودع حفظها بنفسه و عياله كماله وهم من يسكن معه حقيقة أو حكماً إلخ (۱) فقط

امانت کا روپیہ اپنے روپے میں مخلوط کرنے کے بعد ادا کرنا

سوال: (۵) زید نے عمر کے پاس روپیہ امانت رکھا، عمر نے وہ روپیہ اپنے روپیہ میں مخلوط کر لیا، بعد میں دوسرا روپیہ اپنے پاس سے یا مخلوط روپیہ سے زید کا دے دیا، تو اس صورت میں زید کا روپیہ مخلوط کرنے کی وجہ سے عمر خائن تو نہ ہوگا؟ (۱۳۳۵/۸۰۶)

الجواب: جب کہ عمر نے وہ روپیہ ادا کر دیا، تو اس پر کچھ مؤاخذہ نہیں رہا۔

امانت کی رقم اپنی رقم کے ساتھ ملانے کے

بعد چوری ہو جائے تو تاوان واجب ہوگا

سوال: (۶) ایک معتمد علیہ کے پاس مسافر لوگ اپنا روپیہ وغیرہ امانت رکھتے ہیں، بعض لوگ تو اپنا روپیہ معتمد علیہ کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں، اور بعض لوگ اپنی تھیلی بجنسہ رکھوادیتے ہیں، اتفاق سے ایک رات امانت دار کے گھر چوری ہوگئی، صاحب خانہ اور مسافر دونوں کے روپے چوری ہو گئے، اس صورت میں امانت دار کو مسروقہ روپیہ کا ضمان دینا پڑے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۷-۳۶/۳۳۹)

الجواب: اس روپیہ میں ضمان واجب نہیں ہے جو امانت رکھنے والے کا علیحدہ رکھا رہا، خواہ امانت رکھنے والے کی تھیلی میں یا مودع معتمد علیہ نے روپیہ رکھنے والے سے لے کر اس کو علیحدہ بطور امانت کے رکھا، اور اپنے روپیہ میں نہیں ملایا، اور جو روپیہ امانت رکھنے والے کا اس معتمد علیہ نے اپنے روپیہ میں ملا لیا، اور معتمد علیہ کے روپیہ کے ساتھ وہ بھی چوری ہوا، اس کا ضمان واجب ہوگا (۱) فقط

امانت کا زیور چوری ہو جائے تو تاوان واجب نہیں

سوال: (۷) ہندہ و خالدہ نے کچھ زیورات اپنے امانت زید کے مکان میں بذریعہ زید کی زوجہ کے رکھے تھے، مگر وہ زیورات چوری ہو گئے، چونکہ ہندہ غریب بیوہ ہے، اس لیے زید نے ترس کھا کر ہندہ کے زیورات کی قیمت اپنے پاس سے ہندہ کو دیدی، مگر خالدہ کی ویسی حالت نہیں ہے، اس لیے زید نے خالدہ کو کچھ نہ دیا، خالدہ کا شوہر اس بنیاد پر دعویٰ کرتا ہے کہ جب زید نے ہندہ کو قیمت ادا کی ہے تو خالدہ کے زیورات کی قیمت بھی ادا کرنی ہوگی۔ آیا خالدہ شرعاً اپنے زیورات کی قیمت زید سے لینے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (۱۸۶۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ زیورات زید کے گھر سے چوری ہو گئے، تو زید کے یا زوجہ زید کے ذمے ان زیورات کا ضمان واجب نہیں ہے۔ کما هو حکم الأمانات (۲) باقی اگر تبرعاً زید نے ہندہ کو بوجہ غربت ہندہ کے کچھ معاوضہ دیدیا، تو خالدہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بھی زید پر ضمان کا دعویٰ کرے، باقی اگر زید اس کو بھی تبرعاً دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔ فقط

امانت کا روپیہ چوری ہو جائے تو تاوان واجب نہیں ہوتا

سوال: (۸) زید کو بکر کا کچھ روپیہ دینا ہے، اور بکر نے زید سے کہہ دیا کہ میرا روپیہ خالد کو دیدینا،

- (۱) وكذا لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال آخر بغير إذن المالك بحيث لا تتميز الخ ضمنها إلخ (الدر المختار مع الشامی: ۳۸۸/۱۲-۳۹۰ کتاب الإيداع)
- (۲) الودیعة أمانة في يد المودع، إذا هلكت لم يضمنها لقوله عليه السلام: ليس على المستعير غير المغل ضمان ولا على المستودع غير المغل ضمان (الهداية ۳/۲۷، کتاب الودیعة)
- و هي أمانة فلا تضمن بالهلاك مطلقاً (تنوير الأبصار مع الشامی ۳۹۵/۸، کتاب الإيداع، وأيضاً فيه: ۳۷۰/۱۲ تنمة کتاب الإيداع)

چنانچہ زید مبلغ ۳۵ روپیہ نقد خالد کی دکان پر دے گیا، خالد موجود نہ تھا، وہ روپیہ خالد کے انتظار میں دکان پر بطور امانت رکھا رہا، اس غرض سے کہ خالد آکر بکر کے پاس وہ روپیہ بھیج دے گا، خالد ابھی تک نہیں آیا تھا کہ دکان میں مبلغ ۳۹ روپیہ نقد وطلائی کی چوری ہوئی، جس میں مبلغ ۳۵ روپیہ امانت بکر کے بھی تھے، ایک ماہ تک پولیس نے تحقیقات کی، مگر کچھ سراغ نہ چلا، بعد اس کے خالد سے بکر نے ۳۵ روپیہ وصول کیے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شرعاً بکر کو خالد سے ۳۵ روپیہ لینا درست نہیں ہے (۱)

کسی کی چیز بلا اجازت استعمال کی، پھر گرم ہوگئی تو تاوان واجب ہوگا

سوال: (۹) زید نے عمر کی مملوکہ چیز کو اس کی عدم موجودگی میں بلا اس کی اجازت کے استعمال کیا، اس میں نقصان واقع ہوا، زید نے بلا اجازت عمر کے اس کو درست کرنے کے لیے دی، درست کرنے والے نے اس چیز کو گرم کر دی، اس صورت میں زید ضامن ہوگا یا نہیں؟ (۶۶۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ زید امین نہیں ہے، اس لیے وہ ضامن ہوگا۔ فقط

امانت میں خیانت کی ہو تو معافی کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۱۰) زید نے ایک شخص کی امانت کے روپیوں میں خیانت کی، اب اس شخص سے معاف کرانا چاہیے یا نہیں؟ (۲۶۲۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس کے روپیہ میں خیانت کی اس کو ادا کرنا یا اس سے معاف کرنا ضروری ہے۔ حق العباد اس طرح معاف ہوگا اور جو کچھ گناہ اللہ کا ہوا اس سے توبہ کرے۔

مدرس کا چندہ کی رقم میں خیانت کرنا اور مہتمم کا چشم پوشی کرنا

سوال: (۱۱) زید کانپور کے مدرسہ اسلامیہ میں مدرس تھا، لکھنؤ والوں نے اس کو چندہ دے کر یہ کہا کہ اس کو آگرہ کے مدرسہ اسلامیہ میں داخل کر دینا، لیکن زید نے وہ چندہ مدرسہ میں داخل نہیں کیا، اور

(۱) الودیعة أمانة في يد المودع ، إذا هلك ، لم يضمنها (الهداية ۳/۲۷۳ ، کتاب الودیعة)

اب زید مدرسہ اسلامیہ آگرہ میں مدرس ہے۔ آگرہ کے مدرسہ کا محصل چندہ جب لکھنؤ آیا تو لکھنؤ والوں نے اس سے شکایت کی کہ ہم نے جو چندہ زید کی معرفت بھیجا تھا اس کی رسید نہیں آئی، اس کے ذریعہ سے مہتمم مدرسہ اسلامیہ آگرہ کو بھی اطلاع ہوئی اور زید کو بھی، زید کہتا ہے کہ میں نے فلاں طالب علم کو وہ روپیہ چندہ کا دیدیا تھا، کہ وہ مدرسہ میں داخل کر دے دوبارہ تحقیق کرنے پر یہ اقرار کرتا ہے کہ بہت تھوڑی رقم چندہ کی مجھ کو دی تھی، یعنی چندہ دہندگان جو رقم بتلاتے ہیں وہ زائد ہے، اور زید اس سے بہت تھوڑی رقم تسلیم کرتا ہے، اس صورت میں زید کے ذمے کتنی رقم واجب الاداء ہے؟ اور زید خائن ہے یا نہیں؟ اور مہتمم مدرسہ کو اس امر میں زید کے بارے میں چشم پوشی کرنا کیسا ہے؟ (۳۳/۲۸۸-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زید اس صورت میں خائن ہے، اور اس کے قول کا اعتبار نہیں ہے، تمام روپیہ کا ضمان موافق تحریر و بیان اہل لکھنؤ اس کے ذمے لازم ہے، مہتمم مدرسہ کو ایسے خائن و فاسق مدرس کے فعل سے چشم پوشی کرنا اور ضمان نہ لینا جائز نہیں ہے، اور اس سے خود مہتمم مدرسہ کی خیانت اور عدم قابلیت اہتمام ثابت ہوگی۔ فقط

زید پر جب خیانت بینہ شرعیہ سے ثابت ہو یا کم سے کم یہ ہو کہ مہتمم مدرسہ کو اس کے باور کرنے کے قرائن موجود ہوں تو اس صورت میں زید کا عزل لازم ہے ورنہ تخمین اور حدس سے مجازت جائز نہیں، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ اگر الحزم سوء الظن (۱) ارشاد فرماتے ہیں تو ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (سورہ حجرات، آیت: ۱۲) بھی موجود ہے وعلیٰ هذا اہل لکھنؤ و مہتمم مدرسہ دونوں پر ثبوت اور تحقق واجب ہے، مجرد تخمین سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں۔ کتبہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مہتمم یا متولی کے پاس جو چندہ کی رقم جمع ہے

اس کو اپنے تصرف میں لانا یا قرض دینا

سوال: (۱۲) مدرسہ کے مہتمم یا مدرس اول کے پاس اور متولی کے پاس مدرسہ و مسجد کا چندہ جو جمع ہے اگر ضرورت کے وقت اپنے تصرف میں لائیں اور بعد رفع ضرورت اس کو پورا کر کے اپنی جگہ پر رکھ

(۱) كشف الخفاء و مزيل الإلباس ۱/ ۳۲۵ حرف الحاء المهملة ، الرقم : ۱۱۲۹ ، المطبوعة :

دیوس تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور قرض دینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ (۶۶۹/۱۳۳۷ھ)
 الجواب: یہ تو ضروری ہے کہ مہتمم یا متولی یا مدرس اگر اس رقم کو صرف کر لیوے گا تو واپس کرنا اس رقم کا ان کے ذمے لازم و ضروری ہے، باقی یہ کہ ان کو صرف کر لینا درست ہے یا نہیں؟ کتب فقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خرچ کرنا اس کا درست نہیں ہے اور قرض دینا اور تجارت میں لگانا بھی درست نہیں ہے (۱) فقط

مسجد کی امانت میں سے قرض دینا درست نہیں

سوال: (۱۳) مسجد کی تعمیر کے لیے امام مسجد کے پاس رقم بھد امانت جمع ہو، اگر کوئی شخص بطور قرضہ امام سے طلب کرے اور امام مسجد بوجہ وصول نہ ہونے کے نہ دے اور وہ شخص امام کے ساتھ عداوت رکھے، تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۴۷۹/۱۳۳۸ھ)
 الجواب: چونکہ قرض دینا امانت مسجد میں سے درست نہیں ہے، اس لیے اس بارے میں امام حق پر ہے اور اس سے دشمنی رکھنے والا اس وجہ سے ناحق پر ہے اور ظالم ہے۔

چندہ کی کچھ رقم رکھی ہوئی ہے اب اس کا مصرف

ختم ہو گیا ہے اس کو کہاں صرف کیا جائے؟

سوال: (۱۴)..... (الف) چندہ انگورہ وغیرہ کی کچھ رقم رکھی ہوئی ہے اس کو اب کہاں صرف کیا جاوے؟

(ب) ایک شخص کو حسب فتویٰ انگورہ کی رقم سے قرض دیا گیا، اب اس کا وصول ہونا ناممکن ہے،

(۱) اس لیے کہ مہتمم اور متولی چندہ دہندگان کی جانب سے وکیل ہوا کرتے ہیں، اور وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جن کاموں کے لیے چندہ جمع ہوا ہے ان کے علاوہ دوسرے کاموں میں چندہ کی رقم خرچ کرے واما حکمها: فمنه قيام الوكيل مقام الموكل في ما و كله به ولا يجبر الوكيل في اتيان ما و كل به..... و اما صفتها..... ومنه انه أمين فيما في يده كالمودع إلخ (الفتاوى الهندية ۵۶۶/۳-۵۶۷ کتاب الوکالة، الباب الأول في بيان معناها شرعاً و شرطها و ألفاظها و حكمها و صفتها و ما يتصل به)

تو قرض دینے والے سے وہ رقم وصول کی جائے یا معاف ہے؟ (۱۳۳۲/۱۵۲۵ھ)

الجواب: (الف، ب) مسئلہ ایسی صورت میں یہ ہے کہ چندہ دینے والوں کی اجازت سے وہ رقم دوسرے مصارف میں صرف ہو سکتی ہے، کیونکہ اس قسم کی رقوم جب تک اس مصرف میں صرف نہ ہو جاویں جس کے لیے چندہ دیا گیا ہے، اس وقت تک وہ دینے والوں کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، لہذا ان کی اجازت کی ضرورت ہے، لیکن اگر یہ متعذر ہو جیسا کہ ظاہر ہے تو فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا چاہیے، یا مثلاً فتنہ ارتداد کے انسداد میں صرف کر دیا جاوے (۱) اور جس اہل حاجت کو بطور قرض دیا گیا تھا اور اس سے وصول نہ ہو سکے تو اس کا ضمان قرض دینے والے پر واجب نہیں ہے اور وہ ساقط ہے (۲) فقط

امانت کے روپے سے کوئی تجارت کرے تو نفع کس کا ہے؟

سوال: (۱۵) زید کے پاس کچھ روپیہ بابت ترکہ ورثہ امانت رکھا ہے، وارثوں کا یہ خیال ہے کہ امین مذکور اس روپیہ سے تجارت کر کے منافع حاصل کر رہا ہے، اب ورثہ امین مذکور سے روپیہ مع منافع کے وصول کر سکتے ہیں یا اصل روپیہ امانت کا ہی وصول کریں؟ (۱۳۳۲-۳۳/۱۲۸۵ھ)

الجواب: اس صورت میں ورثہ اصل روپیہ امانت کا وصول کر سکتے ہیں، زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ فقط

امانت رکھنے والا لاپتا ہو جائے تو امانت کو کیا کرے؟

سوال: (۱۶) ایک شخص کچھ روپیہ امانت رکھ کر چلا گیا، دس سال سے اس کا پتا معلوم نہیں، اس روپیہ کو کیا کیا جائے؟ (۱۳۳۲/۲۸۱۶ھ)

الجواب: ایسی امانت کا یہ حکم ہے کہ اس کو صدقہ کر دیا جائے، اگر خود محتاج ہے تو اپنے خرچ میں صرف کرے، ورنہ فقراء و مساکین کو صاحب امانت کی طرف سے نیت کر کے صدقہ کر دے، اگر وہ

(۱) کیوں کہ یہ مصرف کا ہم جنس مصرف ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) کیوں کہ فقیر ہونے کی وجہ سے وہ بھی اس رقم کا مصرف ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

واپس آگیا تو اس کو اختیار ہے کہ اس صدقہ کو باقی رکھے یا نہ رکھے، اگر باقی نہ رکھے گا تو اس شخص کو واپس کرنا واجب ہوگا۔ فقط

درزی کی دکان میں امانت رکھے ہوئے کپڑے

کوفروخت کر کے دکان کا کرایہ وصول کرنا

سوال: (۱۷) ایک مسلمان درزی کے پاس مسجد کی موقوفہ دکان کرایہ پر تھی، جب دو تین ماہ کا کرایہ واجب ہو گیا تو وہ اپنے گھر چلا گیا، واپس نہیں آیا، اس کا ایک نوکر تھا، اس کی تنخواہ بھی ادا نہیں ہوئی، کمپنی والے اپنی مشین اس نوکر سے لے گئے، اس نوکر نے کچھ کپڑا ریشم جو کہ اس درزی کو کسی ہندو نے سینے کی غرض سے دیا تھا، مہتمم مسجد کو دیا کہ اس ریشم کو فروخت کر کے کچھ مجھ کو دید و تنخواہ میں، اور کچھ دکان کے کرایہ میں رکھ لو، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۸/۳۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس ریشم کو فروخت کر کے نوکر کی تنخواہ دینا یا مسجد کا کرایہ اس میں سے لینا درست نہیں ہے، کیونکہ وہ ریشم دوسرے شخص کی امانت ہے، اور کرایہ دکان کا اس درزی کے ذمے اس وقت تک ہے جب تک وہ دکان اس کے قبضے میں رہے، اور اس کی مشین اس میں رہے۔ فقط

سامان منگوانے کے واسطے کسی کو روپیہ دیا

اور راستہ میں چوری ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸) زید نے عمر سے کہا کہ تجھ کو چھ روپیہ دوں گا مجھ کو دوسو روپیہ کا مال دہلی سے لا دے، چنانچہ زید نے دوسو روپیہ مال لانے کے لیے، اور چھ روپیہ مزدوری کے عمر کو دیدیے، عمر نے واپس آ کر یہ جواب دیا کہ میری جیب سے اسٹیشن دہلی پر کسی نے نکال لیے۔ اب زید عمر سے دوسو روپے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر کا قول معتبر ہے، اور ضمان اس سے ساقط ہے، کیونکہ وہ امین ہے۔

مالک کی طلب پر امانت کا روپیہ نہ دیا اور

ضائع ہو گیا تو امانت دار ضامن ہوگا

سوال: (۱۹) زید و عمر ایک جائیداد میں شریک تھے، زید گاؤں کی تحصیل وصول کرتا تھا اور بعد خرچ جو کچھ بچا اسے تقسیم کر کے بقدر حصہ عمر کے اس کو دیتا تھا، جو روپیہ مشترکہ آتا تھا اس کو حسب قواعد شرعیہ یہ نہیں تھا کہ وہ الگ رکھا جاتا ہو، بلکہ رواج یوں ہے کہ چند شرکاء میں جو وصول کرتا ہے وہ اس روپیہ کو اپنے مصارف میں بھی لاتا ہے اور وہ کل روپیہ کا ذمے دار بھی سمجھا جاتا ہے، زید و عمر میں نا اتفاقی ہوئی، عمر نے زید سے کہا کہ تم آئندہ کو روپیہ وصول نہ کرو، اور اس وقت تک میرا جو روپیہ ہے اسے حساب کر کے بے باق کرو، جب زید نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر باضابطہ نوٹس دے کر اسے موقوف کرایا گیا، اس پر زید نے دس روپیہ بہ ذریعہ منی آرڈر بھیجے، عمر نے واپس کر دیے اور یہ کہا کہ میرا کل روپیہ حساب کر کے بھیج دو، میں علی الحساب نہیں لیتا نہ آئندہ کو تعلق قائم رکھنا چاہتا ہوں، اس کے بعد متعدد دفعہ تقاضا کیا مگر زید نے روپیہ نہیں دیا، بلکہ عمر نے اپنے ایک رشتہ دار بھائی جس کو کچھ روپیہ کی ضرورت تھی خط لکھ دیا کہ میرے روپے زید کے پاس ہیں، یہ خط دکھا کر اس سے روپے لے لو، جس کی مقدار دس یا پندرہ تھی، جب زید کو وہ خط دکھایا گیا تو یہ لکھ دیا کہ میرے پاس اس کا روپیہ نہیں ہے اور ایک روپیہ بھی نہ دیا، بعد مدت جب تصفیہ ہوا تو اتفاق سے اس تصفیہ کے دوران میں زید کے یہاں چوری ہو گئی، تو زید نے یہ کہا کہ وہ روپیہ مشترکہ بھی چوری ہو گیا، عمر نے کہا کہ اول تو اس کا ثبوت کہاں ہے کہ وہی روپیہ تھا؟ وہ روپیہ اب تک کہاں رہ سکتا ہے؟ دوسرے اگر وہی تھا تو بعد طلب نہ دینے سے زید غاصب ہے اس پر ضمان آئے گا، اب سوالات حسب ذیل ہیں:

(الف) جب عمر نے دس روپیہ مرسلہ زید کو واپس کر دیا تو اب عمر اپنے روپیہ کا مستحق نہ رہا یا حسب الطلب عمر کے زید کو ادا کرنا لازم نہ رہا، اور اگر عمر روپیہ کا مستحق ہے اور زید پر عند الطلب ادا کرنا واجب تھا تو بعد طلب ادا نہ کرنے سے زید غاصب ہوا، اور عمر کا روپیہ زید کے ذمے ہے چاہے بعینہ وہی روپیہ چوری ہوا ہو یا کوئی اور، عمر اپنے روپیہ کا زید سے مستحق ہے یا نہیں؟

(ب) اگر صورت مذکورہ میں زید غاصب نہیں تو زید کا یہ کہنا کہ مال مسروقہ میں وہ مال امانت بھی

تھا، اس کے ثبوت کے لیے فقط زید یا اس کی اولاد کا کہنا اور بیوی کی شہادت ہی کافی ہوگی یا کیا کرنا ہوگا؟
(۱۳۴۲/۳۲۵ھ)

الجواب: (الف) حکم امانات کا یہ ہے کہ مالک کے طلب کرنے کے بعد نہ دینے کی صورت میں امین ضامن ہوتا ہے، درمختار میں ہے: ولو منعه الودیعة ظلماً بعد طلبه لرد وديعته الخ قادراً على تسليمها ضمن وإلا بأن كان عاجزاً أو خاف على نفسه أو ماله الخ لا يضمن إلخ (۱) البتہ اگر امین اس تعدی کا ازالہ کر دے جو اس سے ہوئی تو ضمان بھی زائل ہو جاتا ہے۔ فی الدر المختار: وإذا تعدى عليها فلبس ثوبها أو ركب دابتها أو أخذ بعضها ثم رد عينه إلى يده حتى زال التعدى زال ما يؤدى إلى الضمان إلخ (۲)

(ب) اس بارے میں قول امین مع اليمين معتبر ہے۔ فی الدر المختار: قال رب الودیعة للمودع: ادفع الودیعة إلى فلان. فقال: دفعت وكذبه في الدفع فلان وضاعت الودیعة صدق المودع مع يمينه لأنه أمين (۳) وفيه قبيله: كما لو قال له احمل إلى الودیعة فقال: أفعلم ولم يفعل حتى مضى اليوم وهلك لم يضمن الخ (۳) فقط

مودع کی وفات کے بعد ایک شخص وديعت کا دعویٰ

کرتا ہے اور ورثاء انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰) زید کے انتقال کو آٹھ سال ہوئے، اب بکر اس بات کا دعوے دار ہے کہ پندرہ سال ہوئے میں نے پچانوے جلدیں کتب تجارتی زید کے پاس امانت رکھوائی تھیں، وہ کتابیں دو یا ان کی قیمت دو، ثبوت اس کے پاس کچھ نہیں اور نہ ورثائے زید کو امانت کا علم ہے اس صورت میں شرعاً اس امانت کا بدل ورثائے زید پر اگر واجب ہے تو زمانہ ابتداء کی قیمت لینے کا حق ہے یا اس وقت کی؟

(۱۳۴۳/۱۹۳۳ھ)

(۱) الدر المختار مع الشامی ۱۲/۳۷۶-۳۷۹ کتاب الإيداع .

(۲) الدر مع الرد ۱۲/۳۹۱ کتاب الإيداع .

(۳) الدر مع الشامی ۱۲/۴۰۸ کتاب الإيداع ، مطلب مودع الغاصب لو استهلكها لا يرجع على الغاصب إذا ضمنها الخ .

الجواب: بکر کے پاس جب کہ دو گواہ عادل اس کے دعویٰ پر نہیں ہیں اور زید کے وارثوں کو اس کا اقرار اور علم نہیں ہے تو زید کے وارثوں کے ذمہ اس کا بدل دینا واجب نہیں ہے، اگر اس خیال سے دے دیں کہ بکر شاید سچ کہتا ہو تو ان کو اختیار ہے اور جب کہ بدل ورثہ پر لازم نہیں ہے تو قیمت ابتدائی یا فی الحال کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جو ان کا دل چاہے دیدیں، البتہ اگر امانت رکھنا ثابت ہو جاتا تو ابتدائی قیمت زمانہ امانت کی دینا لازم ہوتا۔ فقط

امانتی زیور جہاں رکھنے کو کہا تھا وہاں نہیں رکھا اور چوری ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱) زید نے اپنا کچھ زیور بکر کے پاس امانت رکھا اور کہا جہاں آپ اپنا زیور رکھتے ہیں، امانتی زیور بھی وہیں رکھیں؛ لیکن بکر نے دکان کے صندوق میں وہ زیور امانتی رکھ دیا۔ بکر اپنا زیور گھر کے صندوق میں رکھتا ہے، کیوں کہ دکان کے صندوق میں سے ایک دفعہ چوری ہو گئی تھی، اور موجودہ حالت صندوق کی پوری محفوظ نہیں ہے، بکر کا گھر دکان کے نیچے ہے۔ تین ماہ کے بعد کہتا ہے کہ چور دکان اور صندوق کا تالا توڑ کر امانتی زیور لے گئے ہیں باوجودیکہ بکر کی ایک مشک کی بوتل قیمتی ایک ہزار کی اور ایک روپیوں کی تھیلی چوری نہیں ہوئی، آیا زید بکر سے تاوان لے سکتا ہے؟ (۱۰۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید بکر سے تاوان لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: ولو قال: لا تدفع إلی عیالك أو احفظ فی هذا البیت فدفعها إلی مالابدمنه أو حفظها فی بیت آخر من الدار فإن كانت بیوت الدار مستویة فی الحفظ أو أحرز لم یضمن وإلا ضمن لأن التقیید مفید الخ . قوله (وإلا ضمن)..... كما إذا كان ظهر البیت المنهی عنه إلی السكة الخ كما فی البحر (۱) (شامی)

امانت کی چیز کو ہدیہ سمجھ کر خرچ کر لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲) زید نے عمر کے پاس کوئی چیز روانہ کی اور یہ نہ لکھا کہ یہ چیز فلاں شخص کو دینا۔ عمر اس خیال سے کہ میرے واسطے روانہ کی ہوگی اپنے تصرف میں لے آیا، بعد چند سال کے دوسرے شخص نے آکر کہا کہ فلاں فلاں چیز زید نے آپ کے پاس روانہ کی ہے، عمر نے کہا کہ میں نے اس کو صرف کر

لیا، اب زید و عمرو دونوں فوت ہو گئے وارث کا پتا نہیں تو امانت کی قیمت کو کیا کیا جائے؟ (۳۵/۳۶-۱۳۳۷ھ)
 الجواب: جب کہ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اشیاء زید نے عمر کے لیے بھیجی تھیں، بلکہ قرائن سے معلوم
 ہوا کہ وہ اشیاء عمر کے لیے نہ تھیں، بلکہ کسی دوسرے شخص کی تھیں، تو عمر کے وارثوں پر وہ اشیاء یا ان کی
 قیمت واپس کرنا لازم ہے، مالک کا وارث قریب و بعید جو کوئی ملے اس پر واپس کی جاوے، اور اگر کوئی
 وارث نہ ہو تو فقراء پر صدقہ کیا جاوے۔

شوہر نے بیوی کی امانت رقم خرچ کر دی تو بیوی

شوہر کے ترکہ میں سے وصول کر سکتی ہے

سوال: (۲۳) زوجہ چند بیگمہ زمین فروخت نمودہ، قیمتش بدست شوہر امانت داد، شوہر قیمت
 زمین رادر تصرف خود آورده انتقال نمود؛ آں قیمت از اموال شوہر وصول کردہ شود یا نہ؟ (۲۵۲۶/۱۳۳۵ھ)
 الجواب: آں قیمت از مال زوجہ است از اموال شوہر گرفتہ شود۔

ترجمہ: سوال: (۲۴) بیوی نے چند بیگمہ زمین فروخت کر کے اس کی قیمت شوہر کے پاس
 امانت رکھی، شوہر زمین کی قیمت کو اپنے تصرف میں لا کر انتقال کر گیا، اب وہ قیمت شوہر کے ترکہ میں
 سے وصول کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب: وہ قیمت بیوی کے مال میں سے ہے، شوہر کے ترکہ میں سے لے سکتی ہے۔

امانت واپس کرنے کے سلسلہ میں ہندو کی قسم معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴) زید نے ایک ہندو پر دعویٰ کیا کہ میں نے تمہارے پاس ۱۰۳۳ روپیہ و دیعت رکھا
 ہے۔ ہندو نے کہا کہ میں نے و دیعت ادا کر دی ہے کچھ باقی نہیں ہے، حکم نے مودع سے گواہ طلب
 کیے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو ہندو مودع کی قسم معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۱۲۰۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: در مختار میں ہے: وفي الأَشْباہ كل أمين ادعى إيصال الأمانة إلى مستحقها،
 قبل قوله بيمينه كالمودع إذا ادعى الرد الخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مودع کا قول

در بارہ واپس کرنے و دیت کے معہ قسم کے معتبر ہے اور صالح و طالح کا کچھ فرق نہیں ہے۔ فقط

کارِ خیر میں خرچ کرنے کے لیے وکیل کے پاس جو رقم امانت رکھی تھی وہ مالک کے مرنے کے بعد ترکہ میں شامل ہوگی

سوال: (۲۵) زید نے کچھ رقم اپنی امانتِ عمر کے حوالہ کر کے یہ کہا کہ جب خالد اپنی لڑکیوں کا عقد کرے اس وقت یہ رقم واسطے انعقاد عقد خالد کو دیدی جاوے، اس کے تھوڑے زمانے کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، وہ رقم عمر کے پاس بدستور امانت رہی، لیکن بعد وفات زید اس کی والدہ نے وہ رقم اپنے بیٹے زید کے بطور ترکہ سمجھ کر عمر سے طلب کی، عمر نے وہ رقم جو امانت رکھی ہوئی تھی بلا سوچے سمجھے والدہ زید کو دیدی، پس اس بارے میں دریافت طلب یہ ہے کہ عمر شرعاً اس رقم کو جو خالد کی لڑکیوں کے عقد کے واسطے زید متوفی نے امانت رکھوائی تھی، والدہ زید کو دے سکتا تھا، اور زید کی والدہ بطور استحقاق اس رقم کو پاسکتی تھی، یہ فعل عمر کا شرعاً کیسا ہے؟ کیا خالد اس رقم کو جو اس کی لڑکیوں کے عقد کے واسطے زید نے امانت رکھوائی تھی، عمر سے مؤاخذہ کر سکتا ہے یا کیا؟ (۱۶۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خالد اس رقم کا عمر سے مطالبہ نہیں کر سکتا، مالک اس رقم کے بعد انتقال زید، زید کے ورثہ ہو گئے، اور زید کی والدہ کا اس رقم کو لینا شامل ترکہ زید کرنے کے لیے، اور حسب حصص تقسیم بین الورثہ کرنے کے لیے صحیح و درست ہے، کیونکہ سوال میں کوئی وصیت زید کی منقول نہیں ہے، صرف یہ ہے کہ عمر کے پاس وہ رقم غرض مذکور کے لیے امانت تھی، اور عمر کو عقد دختران خالد میں صرف کرنے کا یا خالد کو دے دینے کا وکیل بنایا تھا، پس جب زید کا انتقال ہو گیا وہ وکالت باطل ہو گئی، اور زید کے قائم مقام زید کے وارث ہو گئے، اور اس رقم کے مالک ہو گئے۔ فقط

امانت رکھوانے والا مرتد ہو جائے تو اس کی امانت واپس کی جائے یا نہیں؟

سوال: (۲۶) ایک ہندو نے اسلام قبول کیا، اور اس ہندو کا کچھ مال ایک شخص کے پاس امانت ہے، کفار کی تعلیم سے پھر وہ مرتد ہو گیا، کیا وہ امانت مذکور اس مرتد کو واپس دی جائے یا نہیں؟ (۲۱۰۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اسی کو واپس دی جائے، کیونکہ مرتد کی ملک اس کے اموال سے اس وقت زائل ہوتی ہے کہ وہ اسی حالت ارتداد میں مرجائے یا دارالحرب میں چلا جائے، اور جب کہ خود اسلام لانا اس کا اور مرتد ہونا دارالحرب میں ہی واقع ہو، تو حکم ازالہ ملک اس کے اموال سے نہ کیا جائے گا۔ فقط

جس کے پاس مختلف قسم کی امانتیں تھیں وہ مرگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷) زید کے پاس لوگوں کی امانتیں رہتی تھیں زید نے انتقال کیا، بعض تھیلوں پر لکھا ہوا ہے کہ رقم زکوٰۃ کی ہے، یہ رقم مسجد کی ہے، یہ رقم ذاتی ہے، اور بعض تھیلوں پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہے، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۷/۱۹۶۳ھ)

الجواب: جس تھیلی وغیرہ پر کچھ لکھا ہوا ہے اس میں اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے، اور باقی جملہ رقم کو خلط کر کے جس میں سے چاہیں امانت دار کی امانت اور دائن کا دین وغیرہ ادا کر دے ویں، کچھ حرج ان شاء اللہ تعالیٰ نہ ہوگا۔

ربیب کی شادی میں اس کی رقم بلا اجازت خرچ کرنا

سوال: (۲۸) زید نے ہندہ بیوہ سے نکاح کیا، جس کی گود میں شوہر اول سے ایک بچہ بکر تھا، اور بکر کو اپنے باپ کے ترکہ سے کچھ روپیہ ملا تھا، اس روپیہ کو ہندہ نے زید کے پاس امانت رکھ دیا، اب بکر کی عمر سترہ (۱۷) سال ہے، اس کی شادی بھی اسی عمر میں ہوئی ہے، شادی کے اخراجات کا متکفل زید تھا، زید نے بلا اجازت بکر کے اس کے روپیہ کو جو امانت رکھا تھا خرچ کر ڈالا، اب بکر اپنے روپیہ کا زید سے طالب ہے، آیا شرعاً بکر اس روپیہ کے پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ لڑکی کے جہیز کا مستحق کون ہے؟ (۱۳۴۳/۱۹۸۷ھ)

الجواب: بکر اس روپے کے پانے کا زید سے مستحق ہے، اور زید نے جو کچھ تبرعاً اپنے پاس سے بکر کی شادی میں خرچ کیا اس کا معاوضہ وہ بکر سے نہیں لے سکتا، اور شادی میں لڑکی کو جو جہیز ملا ہے، وہ لڑکی کی ملک ہے۔ فقط

کتاب العاریة

عاریت کا بیان

مستعار مکان میں وراثت کا دعویٰ کرنا درست نہیں

سوال: (۱) زید نے عمر کو ایک مکان بطور عاریت کے دے دیا، لیکن عقد عاریت کرتے وقت کوئی تاریخ معین واپسی کی نہیں کی، بلکہ زید معیر نے بوقت عاریت یہ کہا تھا کہ جس وقت مجھے اس مکان کی ضرورت پیش آوے تو میں اسی وقت مکان واپس لے لوں گا، عمر مستعیر اس مکان میں پندرہ سال یا زیادہ مقیم رہا، بعدہ عمر کا انتقال ہو گیا، زید نے عمر کے بیٹوں سے مکان کی واپسی کا مطالبہ کیا، انہوں نے جواب دیا کہ یہ مکان تو ہم کو بطور ارث ملا ہے، تمہارا کچھ تعلق اس مکان سے نہیں ہے، آیا زید کا مطالبہ عمر کے بیٹوں سے شرعاً صحیح ہے؟ اور اس کا حق عمر کے فوت ہونے کے بعد رہا یا نہیں؟ اور عمر کے بیٹوں کا دعویٰ وراثت اس مکان میں صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۴/۱۱۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید اپنا مکان واپس لے سکتا ہے، عمر کا اس میں کوئی حق نہیں (۱) شرعاً زید کو عمر کے بیٹوں سے اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہے (۲) فقط

(۱) ولعدم لزومها يرجع المعير متى شاء ولو مؤقتة إلخ (الدر المختار مع الشامی ۴۱۲/۸ کتاب العاریة)

(۲) العاریة کالاجارة تنفسخ بموت أحدهما (الدرع الرد ۴۲۱/۸ کتاب العاریة)

مستعار مکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر نے ایک مکان بہ عمارت خام مع چھپر خش پوش حسب طلب زید کو واسطے رکھنے چارہ مویشی و اسباب متعلقہ کاشتکاری و زراعت وغیرہ دیا، عرصہ تک وہ مکان زید کے پاس رہا، چوں کہ مکان خام تھا زید کچھ کچھ مرمت شکست و ریخت برساتی واسطے حفاظت اپنے اسباب کرتا رہا، اور یہ کہ چار سال کے بعد زید بروقت بوسیدہ ہو جانے چھپر سابق کے چھپر بندی بھی کراتا رہا، اور حسب ضرورت خود عمر اپنا مکان زید سے واپس لیتا ہے، تو وہ اپنی لاگت مرمت و قیمت چھپر بندی عمر سے مانگتا ہے یا ملبہ اکھاڑنا چاہتا ہے، اس میں حکم شرعی کس طرح ہے؟ آیا زید وہ لاگت مرمت و چھپر بندی عمر سے لینے کا مستحق ہے؟ یا ملبہ چھپر و مکان جو اس نے مرمت کی ہے اکھاڑ کر مکان کو بے بنیاد کر سکتا ہے؟ (۲۹/۲۲۱-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مرمت اس مکان کی بہ ذمے زید مستعیر ہے۔ اس کی قیمت وغیرہ نہیں لے سکتا، البتہ چھپر جو زید نے اپنی لاگت سے ڈالا ہے اس کو اٹھا سکتا ہے۔ یا عمر اس کی قیمت دے دیوے۔ کما فی الشامی، کتاب العاریۃ: وفي البزازیة دفع داره علی أن یسکنها ویرمها ولا أجر فہی عاریۃ، لأن المرمۃ من باب النفقة وهی علی المستعیر (۱) وفي الدر المختار کتاب العاریۃ: وقالوا: علف الدابة علی المستعیر وكذا نفقة العبد (۲) وفيه أيضًا: ولو أعار أرضًا للبناء والغرس صح وله أن یرجع متى شاء ويكلفه قلعهما إلا إذا كان فيه مضرة بالأرض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دودھ پینے کے لیے کسی کو گائے عاریت کے طور پر دینا درست ہے

سوال: (۳) نتھو لعل سا ہو کار نے اپنی ایک گائے دودھ کی رحیم علی خان کو بلا قیمت دی ہے، اور

(۱) ردالمحتار ۴۵۸/۱۲ کتاب العاریۃ .

(۲) الدر مع الرد ۴۲۵/۱۲ کتاب العاریۃ .

(۳) الدر المختار مع الشامی ۴۴۰/۱۲ کتاب العاریۃ .

یہ شرط ٹھہری ہے کہ رمضان کے مہینے میں تم اپنے گھر رکھو اور چارہ کھلاؤ، بعد رمضان میری گائے مجھے دے دینا، چنانچہ اس گائے کا دودھ پی کر روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اور رحیم علی خان کے متعلقین کو دودھ پینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ عاریۃ ہے اور عاریت میں چارہ مستعیر کے ذمے ہے۔ وقالوا: علف الدابة على المستعير (۱) (درمختار) بعد میں واپس کر دی جائے۔ حدیث شریف میں دودھ کا جانور مستعار دینا دودھ پینے کی غرض سے بہت اچھا فرمایا گیا ہے۔ پس اس کے دودھ پینے میں کسی کے لیے کوئی خرابی نہیں ہے۔ فی الحديث: العارية مؤداة والمنحة مردودة والدين مقضى (الحديث) (۲) قال في اللغات: المنحة في الأصل بمعنى العطية والهبة وأكثر ما يطلق على الناقة يعطيها الرجل لأخيه ليشرب درها. وتطلق في غير الناقة أيضاً الخ وعلى التقادير المنحة تملك المنفعة لامتلاك الأصل فوجب ردّها (۳) فقط

مستعار بیل واپس کرنے کے بعد مرجائے

تو اس کی قیمت وصول کرنا درست نہیں

سوال: (۴) زید خالد سے ایک بیل مانگ کر سفر میں لے گیا، وہاں سے واپس آ کر بیل خالد کے یہاں بھیج دیا، چار پانچ روز کے بعد وہ بیل مر گیا، اب خالد؛ زید سے اس بیل کی قیمت وصول کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ (۳۸۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں کوئی وجہ زید سے ضمان لینے کی اور قیمت مانگنے کی نہیں ہے، لہذا خالد کو زید سے قیمت بیل کی لینا شرعاً درست نہیں ہے۔

(۱) الدر مع حاشیة ابن عابدین ۱۲/۲۲۵ کتاب العاریة .

(۲) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعتُ رسول الله صَلَّى الله عليه وسلّم يقول: العارية

مؤداة الحديث (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۶ کتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)

(۳) حاشية مشكاة ص: ۲۵۶ رقم الحاشية (۵) تحت قوله: العارية مؤداة كتاب البيوع ، باب

الغصب والعارية .

مستعار چیز گم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵) زید بکر کی کوئی چیز عاریۃً لے گیا، تھوڑے عرصہ کے بعد واپس آیا اور وہ چیز اس کے پاس سے گم ہو گئی، اب زید بکر کو اس کا معاوضہ دینا چاہتا ہے، آیا شرعاً بکر کو معاوضہ لینا چاہیے یا نہیں؟ اور زید کو معاوضہ دینا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار کتاب العاریۃ میں ہے: ولا تضمن بالهلاك من غير تعد الخ (۱) یعنی عاریت کے ضائع ہونے سے ضمان واجب نہیں ہے، مگر جب کہ عاریت لینے والے کی کچھ تعدی اور زیادتی سے ضائع ہوئی ہو، یا اس نے خلاف شرط کیا ہو، یا مدت معینہ سے زیادہ امانت کو رکھا ہو تو ایسی حالت میں ضمان لینا درست ہے۔

یہ یاد نہیں رہا کہ مستعار کتاب واپس کی یا نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶) زید نے ایک کتاب خالد سے عاریۃً مطالعہ کے لیے لی، اس پر پانچ چھ سال سے زیادہ مدت گزر گئی، پھر کبھی خالد نے اس مدت میں باوجود ملاقات سال بسال کے اس کتاب کا مطالبہ بلکہ ذکر بھی نہ کیا، اب خالد نے تحریری مطالبہ کیا اور یہ لکھا کہ تم نے میری فلاں کتاب جو قیمتی ۹ روپے کی تھی اور اب دس روپے قیمت اس کی بوجہ کمیابی کے ہے، مجھ سے عاریۃً مطالعہ کے لیے بشرط واپسی بعد چند ماہ لی تھی، وہ جلدی بھیج دو، زید کہتا ہے کہ کتاب مذکور بے شک میں نے لی تھی، اور اپنے کتب خانہ میں رکھی تھی اور کچھ مطالعہ بھی کیا تھا، لیکن اب چند سال سے میرے کتب خانہ میں وہ کتاب نہیں ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ واپس مالک کو دے دی ہے، یا کسی نے چرائی ہے، یا کسی نے عاریۃً مجھ سے لی ہے؛ اس صورت میں کیا حکم شرعی ہے؟ (۱۳۳۷/۲۷۴۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ اگر عاریت موقتہ ہو، یعنی ایک ماہ یا دو ماہ یا چار ماہ؛ غرض وقت معین کے لیے عاریۃً لی ہو، اور اس وقت کے گزرنے پر مستعیر نے عاریت کو واپس نہ کیا، یہاں تک کہ وہ ضائع ہو گئی تو مستعیر ضامن ہے۔ فلو كانت موقتة فأمسكها بعده فهلك ضمنها (۲) پس اگر

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۳۰/۱۲ کتاب العاریۃ .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۴۳۳/۱۲ کتاب العاریۃ .

مالک نے کوئی وقت مقرر کیا تھا جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ چند ماہ کے لیے عاریۃ دی تھی، اگر وہ اس کے ساتھ ان چند ماہ کی تشریح اور تعیین بھی کرے کہ دو ماہ یا چار ماہ کے لیے دی تھی تو مستعیر کے ذمے بصورت مسئلہ ضمان واجب ہے، اور اگر توقيت کچھ نہ تھی لیکن مستعیر ایسا بھولا کہ اس کو نہ یہ یاد ہے کہ واپس کی یا نہیں کی اور ضائع ہوئی یا نہیں ہوئی؛ تب بھی ضمان اس پر لازم ہے۔ کما فی الدر المختار: بخلاف قوله: لا أدري أضاعت أم لم تضع أولاً أدري وضعتها أو دفتها في داري أو موضع آخر فإنه يضمن (۱) اور اس میں علامہ شامی نے یہ بحث کی ہے کہ جامع الفصولین میں اس کے خلاف ہے، لیکن آگے خانہ سے نقل کیا ہے: ولو قال: وضعتها في مكان حصين، فنسيت الموضع ضمن، لأنه جهل الأمانة كما لو مات مجهلاً (۲) اس سے معلوم ہوا کہ امانت کے حال سے جاہل ہو جانا بھی موجب ضمان ہے اور یہ بھی درمختار وغیرہ میں ہے کہ ضمان میں یوم ایداع کی قیمت لازم ہوتی ہے (۳) پس اس کتاب کی جو قیمت اس وقت ہو جب کہ وہ کتاب لی گئی تھی وہ قیمت ادا کرنی چاہیے۔ فقط

میں نے یہ انجن تم دونوں کے لیے کر دیا: تملیک منافع (عاریت) ہے

سوال: (۷) زید نے اپنی زوجہ سے قرض لے کر ایک آٹے کی مشین خریدی چونکہ اس کا لڑکا کاروبار سے واقف نہ تھا اس لیے ایک غیر شخص کو جو وارث شرعی نہ تھا یہ کہا کہ میں نے یہ انجن تم دونوں کے لیے کر دیا ہے تم اس کا منافع کھاتے رہو، اس انجن کی آمدنی سے اول مسماۃ مذکورہ کا کل روپیہ ادا کر دیا گیا اور قرض ادا کرنے کے بعد ہنوز اس کی آمدنی فاضل نہیں ہوئی تھی کہ زید نے انتقال کیا تو اب صرف بیٹا وارث ہو گا یا وہ دوسرا اجنبی شخص بھی؟ اگر صرف بیٹا وارث ہے تو کیا اس کو یہ بھی اختیار ہوگا

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۴۰۸/۱۲-۴۰۹ کتاب الإيداع، مطلب: مودع الغاصب لو استهلكها لا يرجع على الغاصب الخ.

(۲) حاشیة ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۴۰۸/۱۲ کتاب الإيداع، مطلب: مودع الغاصب الخ.

(۳) ويضمن قيمتها يوم الجحود إن علم، وإلا فيوم الإيداع. عمادية. وفي الشامي: ونقل في المنع قبله عن الخلاصة: ضمان القيمة يوم الإيداع بدون تفصيل (الدر والرد ۳۹۷-۳۹۸ کتاب الإيداع)

کہ وہ شخص مذکور کو منافع میں شریک نہ کرے اور خود ہی نگرانی کرتا رہے اور اگر اس کو ہبہ تسلیم کیا جائے تو کیا ہبہ مشاع کا جائز ہو سکتا ہے؟ (۲۰۳۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں کہ جو الفاظ زید نے کہے ہیں وہ ہبہ کے بھی محتمل ہیں اور ایسے الفاظ کے ساتھ اگر نیت ہبہ کی تصریح ہو جائے تو ہبہ بھی ہو جاتا ہے، مگر جب کہ زید کی نیت کا حال معلوم نہیں تو الفاظ مذکور کو حقیقی معنی پر محمول کر کے یہی کہا جائے گا کہ اس نے بطور عاریت اس اجنبی شخص کو اس کے منافع کا مالک بنا دیا ہے لہذا عند الشرع یہ عاریت سمجھی جائے گی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اجنبی شخص زید کی زندگی تک اس کے منافع کا مشترک مالک تھا، اب جب کہ زید مر چکا ہے تو اس کا بیٹا موافق حصہ وراثت اس کا مالک ہو گیا اب اس کو اختیار ہے کہ اس اجنبی شخص کو منافع مشین میں شریک کرے یا نہ کرے، کیونکہ عاریت کا حکم یہ ہے کہ وہ معیر یا مستعیر کے مرنے سے فسخ ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے:

العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت أحدهما انتھى (۱) وقال فی الخانیۃ: وعندنا الإعارة تملیک ولهذا لو قال لغيره: ملکک منفعۃ هذه الدار شهراً أولم یقل شهراً بغير عوض کانت إعارة (۲) اور درمختار میں عمادیہ سے نقل کیا ہے: وصرح فی العمادیۃ بجواز إعارة المشاع پھر شامی نے اسی قول کے تحت لکھا ہے إعارة الجزء الشائع تصح کیف ما کان فی التی تحتل القسمۃ أولاً تحتملها من شریک أو أجنبی الخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ: (مولانا) عتیق الرحمن عثمانی

جواب صحیح ہے یہ صورت تملیک منافع کی ہے مجانباً لہذا یہ عاریت ہے، اور لفظ ”تم دونوں کے لیے کر دیا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ یہ انجن تم دونوں کے لیے جاری کر دیا ہے الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: (مولانا مفتی) عزیز الرحمن عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۸/۴۲۱ آخر کتاب العاریۃ .

(۲) الفتاویٰ الخانیۃ علی هامش الفتاویٰ الہندیۃ ۳/۳۸۲ کتاب العاریۃ .

(۳) الشامی ۸/۴۱۱ کتاب العاریۃ .

کتاب الہبۃ

ہبہ کا بیان

زبانی ہبہ کرنے کا طریقہ

سوال: (۱) ہبہ زبانی کہ جس کی کوئی تحریر نہ ہو کس طرح پر جائز ہے؟ (۱۴۲۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)
 الجواب: زبان سے یہ کہہ دے کہ فلاں چیز جو غیر مشترکہ ہے میں نے فلاں شخص کو دیدی یا ہبہ کر دی
 یا بخش دی اور پھر اس کا قبضہ کرادوے۔ فقط

وارث کے لیے ہبہ درست ہے، اور وصیت

نادرست اور ہبہ اور وصیت میں فرق

سوال: (۲) ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنی ملکیت کسی وارث کے نام کر دی ہے بذریعہ ہبہ
 نامہ یا وصیت نامہ جس سے دیگر ورثہ محروم رہتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۴۲۲/۳۳-۱۳۳۳ھ)
 الجواب: کسی وارث کو مورث اپنی زندگی میں بحالت صحت کوئی چیز جائداد و مکان وغیرہ کل
 یا جزو ہبہ کر دے تو یہ صحیح ہے (۱) بہ شرطیکہ شرائط صحت و نفاذ ہبہ متحقق ہوں یعنی یہ کہ وہ جائداد موہوبہ مشاع

(۱) ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز الخ (الدر المختار مع رد المحتار ۸/۴۳۴ کتاب الہبۃ)

نہ ہو اور قبضہ موہوب لہ کا کرادیا گیا ہو (۱) اور وصیت کسی وارث کے لیے درست نہیں بدون اجازت و رضائے بقیہ ورثہ کے وصیت وارث کے لیے نافذ نہ ہوگی (۲)

اور واضح ہو کہ ہبہ اپنی زندگی میں کسی کو کچھ دیدینا ہے، اور وصیت بعد اپنے مرنے کے دینے کا نام ہے (۳) یعنی موصی یہ کہے کہ میرے بعد فلاں شخص کو اس قدر دیا جائے، سو وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہوتی مگر جب کہ باقی ورثہ اجازت دیدیں ہکذا فی کتب الفقہ (۲) فقط

بوقت ہبہ موہوب لہ کا مجلس ہبہ میں موجود ہونا ضروری نہیں

سوال: (۳) شرعاً ہبہ زبانی جائز ہے یا نہیں؟ اور بوقت ہبہ موہوب لہ کی موجودگی جلسہ ہبہ میں شرعاً لازمی ہے یا نہیں؟ (۱۵/۷۱۳۳۱ھ)

الجواب: شرعاً ہبہ زبانی جائز ہے، اور بوقت ہبہ موہوب لہ کا مجلس ہبہ میں موجود ہونا شرط نہیں ہے: ولذا قال أصحابنا: لو وضع ماله في طريق ليكون ملكاً للرافع جاز (۴) البتہ یہ ضروری ہے کہ موہوب لہ کا قبضہ شے موہوبہ پر ہو جائے اور شے موہوبہ مشترکہ نہ ہو کیونکہ ہبہ مشاع کا صحیح نہیں ہے، درمختار میں ہے: وتتم الهبة بالقبض الكامل ولو الموهوب شاغلاً لملك الواهب لا مشغولاً به في محوز مفرغ مقسوم و مشاع لا يبقى منتفعاً به بعد أن يقسم كبيت و حمام صغيرين لأنها لا تتم بالقبض فيما يقسم ولو وهبه لشريكه أو لأجنبي لعدم تصور القبض الكامل إلخ (۵) فقط

(۱) و شرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاعٍ مميزاً غير مشغول (الدر المختار مع الشامی ۴۲۴/۸ کتاب الهبة)

(۲) ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته لقوله عليه الصلاة والسلام: لا وصية لوارث إلا أن يعجزها الورثة (الدر المختار مع رد المحتار ۲۸۵/۱۰ کتاب الوصايا)

(۳) هي (الهبة) تملك العين مجاناً أي بلا عوض (الدر مع الرد ۴۲۳/۸ کتاب الهبة). هي (الوصية) تملك مضاف إلى ما بعد الموت عينا كان أو ديناً (الدر مع الرد ۲۷۵/۱۰ کتاب الوصايا)

(۴) الشامی ۴۲۵/۸ کتاب الهبة .

(۵) الدر المختار مع الشامی ۴۲۷-۴۲۹ کتاب الهبة.

ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا

سوال: (۴) زید نے ہندہ کے نام زمین و مکان لکھ دیا اس طرح کہ تم عرصہ ایک ماہ میں مجھ سے نکاح پڑھنے والی ہو تو ہمارا نکاح ہو جانے کے بعد اگر کوئی جھگڑا اور خلاف وغیرہ کی بناء پر جدائی واقع ہو اور اخراجات میں تنگی ہو اس لیے یہ جدی زمین و مکان تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں کہ تم اس کی آمدنی اپنے اخراجات میں صرف کرو لیکن مذکورہ ملکیتوں کے بیچنے اور ہبہ کرنے کا اور رہن رکھنے کا تم کو حق نہیں ہے، اور جب تک تم نکاح نہ کرو اس وقت تک تم ان چیزوں کی مالک ہو، نکاح کرنے کے بعد میرے ورثاء کی ہے، اس صورت میں عورت دونوں ملکیتوں کی مالک ہوگئی یا نہیں؟ اور زید کے مرنے کے بعد قبل نکاح اور بعد نکاح نفع حاصل کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر بعد نکاح نفع حاصل نہیں کر سکتی تو وہ کس کے لیے ہوگی؟ (۱۱۹۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ زید نے زمین و مکان ہندہ کے نام لکھ دیا اور باقاعدہ اس کو ہبہ کر دیا تو اب وہ تمام شرطیں جو ہبہ کرتے وقت زید نے لگائی ہیں باطل ہیں صحت ہبہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، ہندہ دائمی طور پر اس کی مالک ہوگئی وہ اس میں تمام وہ تصرفات کر سکتی ہے جن کا شرعاً ایک مالک کو اختیار ہے و حکمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة فهبة عبد علي أن يعتقه تصح و يبطل الشرط إلخ (۱) (درمختار) وفي الخانية عن أبي حنيفة: إذا قال الرجل لغيره: قد جعلت هذه الدار لك عمري أو قال عمرك أو حياتك فإذا مات فهو رد علي، قال: هذه هبة جائزة والشرط باطل (۲) وفيه أيضاً: رجل غرس كرمًا وله ابن صغير فقال: جعلته لابني فلان يكون هبةً لأنّ الجعل عبارة عن التملك (۳) وفي الدر المختار: وجعلته لك لأن اللام للتمليك وفي الشامي: قال الرملي: أقول: ما في الخانية أقرب لعرف الناس (۴) شامي فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۸/۲۲۵ کتاب الہبہ .

(۲) الفتاوی الخانية مع الفتاوی العالمگیریہ ۳/۲۶۲ کتاب الہبہ، فصل فیما یكون ہبہ من الألفاظ وما لا یكون .

(۳) الفتاوی الخانية مع الفتاوی العالمگیریہ ۳/۲۶۲ کتاب الہبہ، فصل فیما یكون ہبہ من الألفاظ وما لا یكون . (۴) الدر والرد ۸/۲۲۵ کتاب الہبہ .

سوال: (۵) اگر کوئی شخص اپنی جائیداد کو کسی کے حق میں ہبہ بلا معاوضہ کر کے یہ شرط کرے کہ موہوب لہ جائیداد موہوبہ کو قرضہ سے سبکدوش کرالیں اور منافعہ جائیداد موہوبہ کا واہب کو تاحیات اس کی دیتا رہے کیا شرعاً ایسا ہبہ جائز ہے؟ اور موہوب لہ کو اس کے منافع تاحیات واہب کے ادا کرنا لازم ہے یا یہ کہ ہبہ صحیح ہوگا اور شرط غیر نافذ رہے گی؟ (۵۵۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر وہ جائیداد موہوبہ مشاع و مشترک نہیں ہے بلکہ منقسمہ محدودہ ہے تو ہبہ اس کا صحیح ہے اور شرائط مذکورہ باطل ہیں۔ درمختار میں ہے: وحکمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة فہبہ عبد علی أن يعتقه تصح ويبطل الشرط الخ (۱) فقط

سوال: (۶) عمرو نے اپنی کل جائیداد کو اس طور سے ہبہ کیا کہ بہ صحت عقل و حواس خود کے، اپنی جملہ جائیداد کو اس شرط کے ساتھ بنام مسماۃ سیکینہ کے ہبہ کرتا ہوں کہ مسماۃ سیکینہ بی اور اس کی اولاد اس پر قابض اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اگر خدا نخواستہ میری دختر بھی لا ولد فوت ہو جائے تو کل جائیداد میرے برادر عبد الرحیم کے قبضہ میں رہے اور وہ مالک و وارث سمجھا جائے، پس آخری فقرہ کے اعتبار سے مفتی صاحب ریاست کا ارشاد ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں ہے۔ (۵۶۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ صحیح ہوتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے کما فی الدر المختار: وحکمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة فہبہ عبد علی أن يعتقه تصح ويبطل الشرط الخ (۱) لیکن مشاع ہونا موہوب کا مبطل ہبہ ہے، پس اگر مشاع کا ہبہ کیا تھا یا موہوب لہا کا قبضہ نہ ہوا تھا تو ہبہ ناجائز اور غیر صحیح ہے۔ فقط

سوال: (۷) زید عمر کو ہبہ کرتا ہے اور قبضہ بھی دیدیتا ہے مگر یہ شرط لگاتا ہے کہ بعد موت تمہاری کے یہ چیز مثلاً بکر کی ملک ہوگی اور حصہ اس کے حق میں ہوگا، تمہارے ورثہ کا کوئی تعلق نہ ہوگا، اس صورت میں ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو شرط صحیح ہے یا فاسد؟ (۵۸۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں یہ ہبہ صحیح ہے اور شرط فاسد ہے بعد موت موہوب لہ کے اسی کے وارثوں کو ملے گا اور بکر کی طرف منتقل نہ ہوگا، درمختار میں ہے: وحکمها أنها لا تبطل بالشروط

الفسادة ويبطل الشرط الخ (۱) وفيه: جاز العمرى للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط الخ (۲)

سوال: (۸) زید نے اپنے بیٹے کو اپنی ملک سے ایک مکان اور ایک کھیت اس شرط پر دیا کہ بیٹا اپنی زندگی تک اس سے فائدہ اٹھائے اور بعد وفات اس بیٹے کے دوسرے لڑکے اس پر قابض ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ ہبہ شرط سے باطل نہیں ہوتا اور وہ شرط ہی باطل اور لغو ہو جاتی ہے اور ہبہ صحیح ہو جاتا ہے والہبۃ لا تبطل بالشروط الخ (۳) وفيه: جاز العمرى للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط الخ (۴) پس جو مکان وزمین اس شخص نے اپنے ایک پسر کو ہبہ کیا ہے اور اس کا قبضہ کر دیا ہے وہ اس کا مالک ہو گیا اور شرط مذکور باطل ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ اس کے مالک ہوں گے۔

باپ نے اپنی حیات میں بیٹوں کو جائداد تقسیم کر کے دے دی ہو

تو باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کچھ رد و بدل نہیں کر سکتے

سوال: (۹) مثلاً زید نے تین سال مرنے سے پہلے اپنے تین پسران کو اپنی کل جائداد غیر منقولہ بہ حصص کم و بیش بحیثیت اراضی بذریعہ قرعہ اندازی روبرو گواہان معتبرہ کے تقسیم کر دی، اور ہر ایک فرزند اس پر راضی ہو گیا تین سال کے بعد زید فوت ہو گیا اس مدت حیات میں زید نے کوئی جدید تقسیم نہ کی اور فرزند ان مذکورین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، اب زید کے فوت ہونے سے دو تین سال بعد دو فرزند تقسیم جدید کرنی چاہتے ہیں عداوت نفسانی کی وجہ سے آیا تقسیم زید کی شرعاً بحال رہے گی یا تقسیم جدید ہوگی؟ (۱۳۴۳/۲۰۹۸ھ)

(۱) الدر مع الرد ۸/۲۲۵ کتاب الہبۃ .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۸/۲۲۷ کتاب الہبۃ ، فصل في مسائل متفرقة .

(۳) الدر المختار مع الشامی ۸/۲۲۵ کتاب الہبۃ .

(۴) الدر المختار مع الشامی ۸/۲۲۷ کتاب الہبۃ ، فصل في مسائل متفرقة .

الجواب: زید نے اگر ہر ایک پسر کو اس کے حصہ پر قابض کر دیا اور اراضی کو منقسمہ محدودہ کر کے ہر ایک کو دے دیا اور مالک بنایا تو وہ ہبہ نافذ و صحیح ہو گیا اب اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور تقسیم جدید نہیں ہو سکتی، اور اگر زید نے وہ جائیداد تقسیم کر کے اور حد بندی کر کے اور علیحدہ علیحدہ کر کے ہر ایک پسر کو اس کے حصہ محدودہ پر قابض نہیں کیا تھا تو وہ ہبہ بوجہ غیر منقسمہ ہونے کے باطل ہو گیا، اب زید کے انتقال کے بعد ہر سہ پسران بہ حصہ مساوی مالک جائیداد متروکہ زید کے ہوں گے اور از سر نو تقسیم و حد بندی ہوگی۔ فقط

کسی اولاد کو زیادہ اور کسی کو کم دینا

سوال: (۱۰) زید کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہیں وہ اپنی جائیداد، روپیہ وغیرہ اپنی زندگی ہی میں سب پر تقسیم کرنا چاہتا ہے، زید اگر تقسیم میں کمی بیشی کرے یعنی کسی اولاد کو زیادہ کسی کو کم تو کیا یہ جائز ہے؟ اور کیا زید کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی تقسیم کردہ جائیداد کو کالعدم کر کے از سر نو تقسیم کریں؟ (۳۴/۹۷۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: کمی کرنا عطا میں دراصل جائز نہیں ہے، اور اس کو حدیث میں جو ر و ظلم فرمایا ہے (۱) لیکن اگر اضرار و ریشہ مقصود نہ ہو بلکہ محض بوجہ کمی و بیشی ضرورت و حاجت کے کمی اور بیشی عطا میں کی جائے تو درست ہے۔ درمختار میں ہے: و کذا فی العطا یا إن لم یقصد به الإضرار الخ (۲) اور جب کہ مورث نے اپنی حیات میں اولاد کو جائیداد تقسیم کر دی اور قبضہ ہر ایک کا کر دیا تو اس کے مرنے کے بعد ورثاء اس کو نہیں توڑ سکتے۔ فقط

مرض موت کی تعریف

سوال: (۱۱) مرض الموت کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ مریض جو آٹھ دس ماہ یا اس سے زیادہ سے

- (۱) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألك بنون سواہ؟ قال: نعم، قال: فكلهم أعطیت مثل هذا؟ قال: لا، قال: فلا أشهد علی جور (الصحيح لمسلم ۳۷/۲ کتاب الہبات، باب کراهة التفضیل بعض الأولاد فی الہبة)
- (۲) الدر المختار مع الشامی ۴۳۴/۸ کتاب الہبة.

امراض مختلفہ مثل بخار واسہال و پھیپھڑا وغیرہ میں مریض رہا ہو اور قوت روز بروز انحطاط کی طرف ہو یہاں تک کہ بالآخر وہ اسی مرض میں انتقال کر گیا ہو اس مریض کے تصرفات ہبہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔ (۱/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: مرض الموت کی تعریف میں عبارات فقہاء مختلف ہیں لیکن صحیح اور مفتی بہ یہ ہے کہ جس مرض میں بہ ظن غالب مرنے کا خوف ہو اور پھر بالآخر وہ اس مرض میں مر گیا ہو اور اس مرض سے اچھانہ ہوا ہو، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ صاحب فراش اس وقت ہو گیا ہو بلکہ صاحب فراش ہو یا نہ ہو مگر مرض مذکور موجود ہو اور قوتی اس کے انحطاط کی طرف ہوں یہاں تک کہ بالآخر وہ مر گیا ہو وہ شخص مریض بمرض الموت ہے، اور تصرفات اس کے مثل وصیت کے ایک ثلث میں جاری ہوں گے چنانچہ شامی میں مریض مذکور کی تعریف میں لکھا ہے: وهو من كان غالب حاله الهلاك كما في النهاية وغيرها والأولى أن يقال من يخاف عليه الهلاك غالباً الخ (شامی ۵۲۱/۲) وفي الهندية أيضاً: المقعد والمفلوج مادام يزداد ما به كالمريض الخ (شامی صفحہ مذکور) وفي (صفحہ: ۵۲۰ من) الشامی: قال أبو الليث: كونه صاحب فراش ليس بشرط لكونه مريضاً مرض الموت بل العبرة للغلبة لو الغالب من هذا المرض الموت فهو مرض الموت وإن كان يخرج من البيت وبه كان يفتي الصدر الشهيد ثم نقل عن صاحب المحيط أنه ذكر محمد في الأصل مسائل تدل على أن الشرط خوف الهلاك غالباً لا كونه صاحب فراش الخ (۱) (شامی ۵۲۰/۲) فقط

مرض موت میں ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۱۲) ایک عورت نے مرض الموت میں اپنی جائداد اپنے پوتا کو ہبہ کر دی تھی اور اس لڑکے کے دو چچا ہیں، انہوں نے اس لڑکے کی لاعلمی میں اس جائداد کو رہن کر دی اور کہتے ہیں کہ یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا، اس صورت میں ہبہ صحیح ہوا یا نہ؟ اور ان چچاؤں کا ہبہ کو غیر صحیح کہنا اور جائداد موہوبہ کو رہن کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ (۸۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہبہ کرنا مرض الموت میں بحکم وصیت ہے یعنی ثلث میں جاری ہوتا ہے پس اگر وہ

اراضی موہوبہ ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے اور موہوب لہ کا قبضہ اس پر واہبہ متوفیہ کی حیات میں ہو گیا تھا تو ہبہ صحیح ہو گیا اور موہوب لہ اس کا مالک ہو گیا، چچاؤں کو کچھ حق اس کے رہن کرنے کا نہیں ہے۔

سوال: (۱۳) زید کی دو بیٹیاں، بڑی ہندہ، چھوٹی زبیدہ تھی، ہندہ اپنے خاوند کی کمائی سے آسودہ و خوش حال تھی لیکن لاولد رہی، ہندہ نے زبیدہ کو مثل بیٹی کے پرورش کیا اس کی شادی اپنے چچا زاد بھائی بکر کے ساتھ کر دی اور بعد چند روزے اپنے خاوند کی حیات میں ہی اپنی بہن بہنوئی کو مثل بیٹی داماد کے پاس رکھ لیا، ہندہ کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد جس قدر جائداد اس کے خاوند کی تھی وہ حسب شرع اس کے ورثہ پر تقسیم ہو گئی۔ ہندہ کو ایک مکان سکونتی مع کچھ اثاث البیت و زیور وغیرہ ترکہ میں ملا ان سب اشیاء پر ہندہ نے اپنی بہن بہنوئی کو قابض و متصرف رکھا، اثاث البیت و زیور وغیرہ ہندہ نے اپنی اسی بہن کی لڑکی کے جہیز میں صرف کر دیا، صرف مکان باقی رہا، ہندہ قریب ایک سال کے بیمار رہی لیکن وہ بیماری ایسی نہ تھی کہ جس میں کسی وقت ہندہ کو بدحواسی یا بے ہوشی یا ہریان طاری ہوا ہو بلکہ معمولی حوائج ضروری آپ خود پوری کرتی تھی، ہندہ کے چچا زاد دو بھائی خالد اور ولید علاوہ اپنے بہنوئی بکر کے وارث تھے، ہندہ نے اپنی بہن زبیدہ سے اس بات کا معاہدہ لیا کہ اگر میں پورا مکان تیرے نام ہبہ کر دوں تو قریب تہائی قیمت مکان کے تو مجھ کو دینا تا کہ میں اس میں سے اپنے ذمہ کا قرضہ ادا کر کے باقی میں حج، زکاۃ، روزہ، نماز ادا کروں اور باقی اپنے طور پر خرچ کروں، اگر میں زندہ نہ رہوں تو اسی قدر روپیہ میں سے بطور وصیت کے میرے انہی کاموں میں صرف کر دے، زبیدہ نے قبول کیا، اس معاہدہ کے طے ہونے کے بعد ہندہ نے اپنی ثبات نفس و ہوش و حواس و عقل کی حالت میں اس مکان کا ہبہ نامہ اپنی بہن زبیدہ کے نام باضابطہ تحریر کرا کر روبرو حاکم مجاز تکمیل کرا دیا، اور چچا زاد بھائی خالد، ولید میں سے خالد نے اپنی خوشی و رضا مندی سے ہبہ نامہ پر دستخط بطور شاہد کر دیے۔ اور بکر چچا زاد بھائی جو بہنوئی بھی ہے اس نے بھی دستخط کر دیے، کسی قسم کا عذر یا حیلہ نہیں کیا لیکن ولید کے دستخط نہیں ہوئے، بعد تصدیق ہبہ نامہ زبیدہ مکان پر مالکانہ قابض و متصرف رہی بعد تکمیل ہبہ نامہ کے ہندہ دس بارہ روز تک زندہ رہی اس عرصہ میں بھی اس کو بدحواسی طاری نہیں ہوئی اور ہندہ فوت ہو گئی؛ یہ ہبہ نامہ اور وصیت صحیح و جائز ہے یا کیا؟ اور خالد اور ولید دعویٰ کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۸/۳۳-۳۳/۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہندہ کے مرض میں اگر زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ حالت زیادتی مرض میں وہ فوت

ہوگئی اور اسی زیادتی کی حالت میں اس نے یہ ہبہ کیا تو ہبہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ مرض الموت میں ہبہ کرنا بحکم وصیت ہے اور وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہے شامی نے درمختار کے اس قول کی شرح میں ولیم یقعده فی الفراش فرمایا: احترازاً عما إذا تطاول ثم تغير حاله فإنه إدامات من ذلك التغير يعتبر تصرفه من الثلث وفيه بعد أسطر: أمالو مات حالة الازدیاد الواقع قبل التطاول أو بعده فهو مريض (۱) (شامی) وفي الدر المختار: إعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية الخ (۲) وقال في الدر المختار أيضاً: ولا لوارثه وقاتله مباشرة الخ (۳) علاوہ بریں معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ بھی وقت موت تک اسی مکان میں رہی تو قبضہ موہوب لہا کا بھی پورا نہ ہوا اس وجہ سے بھی ہبہ شرعاً صحیح نہ ہوگا، البتہ وصیت ہندہ کی جو ٹلٹ میں ادائے حج و زکوٰۃ وغیرہ کے لیے ہے وہ صحیح ہے وہ پوری کی جائے، پس صورت مسئلہ میں جب کہ ہبہ صحیح نہ ہوا تو ترکہ ہندہ کا بعد ادائے قرض واجرائے وصیت وغیرہ دیگر حقوق مقدمہ علی المیراث چھ سہام ہو کر دو سہام اس کی بہن زبیدہ کو اور تین سہام ہر سہ برادر چچا زاد بکر و خالد و ولید کو ملیں گے اور دعویٰ ان دونوں کا اپنے حصہ شرعیہ کا صحیح ہے اور دستخط کر دینا خالد کا کاغذ ہبہ پر شرعاً دلیل اجازت کی نہیں ہے۔

سوال: (۱۴) ایک شخص مرض الموت میں اپنی کل جائیداد اولاد پر تقسیم کرنے کے لیے تحریر کر دیتا ہے کہ میں نے کل سے یہ قبضہ فلاں فلاں کے نامزد کر دیا ہے اس جائیداد سے میری زوجہ کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ اس نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی ہے اس لیے وہ ثمن (آٹھواں حصہ) لینے کی مستحق نہیں ہے، آیا یہ تملیک درست ہوگی یا نہیں؟ اور عورت ثمن کی مستحق ہوگی یا نہیں؟ (۱۰۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ ہبہ اور تملیک مرض الموت کا صحیح نہیں ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ مرض الموت کا ہبہ بحکم وصیت ہے اور وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہے اور زوجہ بعد مرنے شوہر کے اپنے ثمن (آٹھویں حصہ) کی مستحق ہے دعویٰ اس کا صحیح ہے۔ فقط

(۱) الدر والرد ۵/۷ کتاب الطلاق، باب طلاق المريض.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۳۱۴/۱۰ کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض.

(۳) الدر مع الشامی ۲۸۵/۱۰ کتاب الوصایا.

مشاع یعنی مشترک چیز کو ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۱۵) زید کی جائداد میں ایک اجنبی شخص کی شرکت ہے اور زید نے اپنی اس جائداد کو بکر کو ہبہ کر کے قابض و متصرف کر دیا ہے، اور مال منقولہ مانند زیورات و نقدی و جانوران وغیرہ تقسیم کر کے واہب مذکور موہوب لہ کی ملک کر چکا ہے، اور یہ سب اشیاء موہوب لہ کے قبضہ میں ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ زید کے ورثہ میں زوجہ و دختران اور برادر زادگان اور ایک برادر حقیقی موجود ہیں لیکن زوجہ و دختران کو ہبہ میں کچھ انکار نہیں تسلیم ہے، البتہ برادر حقیقی دعوے دار ہے، اور ہبہ مرض الموت میں ثلث میں ہوگا یا نہ؟ (۳۳/۳۵-۱۳۳۴ھ)

الجواب: صورت اولی (یعنی جائداد) میں ہبہ مشاع ہے اور ظاہر الروایت کے موافق مفید ملک نہیں ہے اور ہبہ فاسدہ ہے۔ كما في الشامي: هبة المشاع فيما يقسم لاتفيد الملك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وفي القهستاني: لاتفيد الملك وهو المختار كما في المصمرات وهذا مروي عن أبي حنيفة وهو الصحيح اهـ. فحيث علمت أنه ظاهر الرواية وأنه نص عليه محمد ورواه عن أبي حنيفة ظهر أنه الذي عليه العمل وإن صرح بأن المفتي به خلافه ولا سيما أنه يكون ملكاً خبيثاً (۱) پس معلوم ہوا کہ قول صاحب درمختار وبہ یفتی معمول بہ نہیں ہے اور صحیح نہیں ہے، اور برادر زادگان بہ موجودگی برادر حقیقی محروم ہیں دعویٰ بھائی کا تقسیم ترکہ کا صحیح ہے۔ دوسری صورت میں یعنی ہبہ زیورات وغیرہ کا جو منقسمہ ہے بعد قبض موہوب لہ صحیح ہے اس میں دعویٰ بھائی کا صحیح نہیں، اور ہبہ مرض الموت کا ثلث میں جاری ہوگا۔ فقط

سوال: (۱۶) مورث اعلیٰ نے جو دو بھائی حقیقی تھے اپنے حین حیات میں اپنے مکانات کو بقدر حصہ تقسیم کر لیا، ایک بھائی نے اپنے حصہ کو اپنے دولڑکوں کے نام ہبہ کر دیا، دوسرے بھائی نے اپنے حصے کو اپنی دختر اور داماد کے نام ہبہ کر دیا ایسی صورت میں ہبہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ (۱۰۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایک مکان دو شخصوں کو مشترکاً ہبہ کرنا بلا تقسیم وحد بندی کے ناجائز ہے کیونکہ یہ ہبہ

مشاع کا ہے، اور ہبہ مشاع کا شرعاً باطل اور غیر نافذ ہے لہذا یہ ہر دو ہبہ ناجائز ہیں۔ اور تقسیم ترکہ حسب حصص شرعیہ اس طرح ہے کہ جس کے دو پسر ہیں اس کا مکان انہی ہر دو پسران کو ملے گا اور اگر کوئی دختر ہے تو اس کو بھی حصہ آدھا لڑکے سے ملے گا، اور جس بھائی کے صرف ایک دختر ہے اس کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث نصف اس کی دختر کو اور نصف برادر زادوں کو ملے گا۔ فقط

سوال: (۱۷) ہبہ مشاع قابل تقسیم جائداد سے باطل ہے یا فاسد؟ (۱۳۳۱/۱۲۹۰ھ)

الجواب: باطل ہے، اور اگر کسی روایت میں فاسد لکھا گیا ہے تو وہ بھی بمعنی باطل کے ہے۔

سوال: (۱۸) ہندہ نے اپنی جائداد غیر منقولہ کے دو غیر مساوی حصہ کر کے ایک حصہ چھوٹا اپنے واسطے رکھا اور ایک حصہ کو اپنی چار لڑکیوں کے حق میں مساوی طور سے بذریعہ ہبہ نامہ کر دیا اور اس حصہ موہوبہ کے ایک جزو میں دو اجنبی شخص جن کا انتقال ہو گیا ہے اور شریک تھے، اب ان کے ورثہ موجود ہیں اور ان اجنبی شخصوں کے مقابلے میں بھی اس وقت تک کوئی تقسیم نہیں ہوئی، بعد اس کے جائداد موہوبہ کے ایک جزو کو چاروں موہوب لہم نے چار حصوں پر تخمینہ مساوی طور پر تقسیم کر لیا اور دوسرا قطعہ مشاع رہا۔ اس صورت میں ہندہ کا ہبہ کرنا دختران کے لیے مفید ملک ہے یا نہیں؟ اور جس جزو کو چند سال بعد موہوب لہم نے تقسیم کر لیا، کیا اس جزو میں قبضہ تسلیم کر کے ہبہ معتبر ہوگا یا کیا؟ (۱۳۳۱/۲۸۶۱ھ)

الجواب: اس صورت میں ہبہ کل قطعہ موہوبہ کا باطل ہے کہ عقد ہبہ کے وقت اس میں شیوع تھا درمختار میں ہے: والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ الخ (۱) اور اگرچہ یہ بھی تصریح ہے کہ موہوب لہم اگر باذن واہب مجلس میں یا بعد مجلس کے تقسیم کر لیں تو اس جزو میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال سے معلوم ہوا کہ قطعہ موہوبہ میں دو اجنبی شخص بھی شریک تھے جن کے ورثہ موجود ہیں اور ان سے کوئی تقسیم نہیں ہوئی اور اگر حسب روایت جواز تقسیم بعد مجلس باذن الواہب حصہ منقسمہ کے ہبہ کو صحیح کہا جائے گا تو وہ صحت اسی حصہ منقسمہ تک رہے گی غیر منقسمہ حصہ میں ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ فقط

سوال: (۱۹) ہندہ نے اپنا حصہ جس کی وہ والدین کے ترکہ سے حقدار تھی قبل التقسیم اور قبل القبض

اپنے بھائی زید کو ہبہ کر دیا اور اس ہبہ کو اپنی آخری عمر تک قائم رکھا۔

(الف) تو یہ ہبہ مشترک کا شرعاً صحیح اور معتبر ہوگا یا نہیں؟

(ب) ہندہ کو اپنی زندگی میں خود یا بعد وفات ہندہ کے اس کے ورثاء کو مطالبہ کرنا اس حصہ کا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اگر زید نے ہندہ سے اس بارے میں کوئی تحریر لکھالی ہو تو وہ معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۹۹۸) **الجواب:** (الف) مال مشترک کا ہبہ قبل التقسیم و قبل القبض صحیح و معتبر نہیں ہے ایسا ہبہ کرنے سے شے موہوب کا موہوب لہ مالک نہیں ہوتا وہ شے واہب کی ملکیت میں رہتی ہے ولو سلمہ شائعاً لا یملکہ الخ (۱) اور قاضی خان میں ہے: إن هبة المشاع فيما يقسم لاتفيد الملك وإن اتصل به القبض (۲) وقال: وإن وهب من شريكه لا يجوز عندنا (۳) وقال الزيلعی: ولو سلمه شائعاً لا یملکہ حتی لا ینفذ تصرفه فيه الخ شامی (۴)

(ب) جب کہ ہبہ ہی صحیح و جائز نہ ہوا تو پھر ہندہ کو اپنی زندگی میں اور اس کے بعد اس کے وارثوں کو زید سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے جیسا کہ شامی میں ہے: وأجمع الكل على أن للواهب استردادها من الموہوب له الخ وقال: وكما يكون للواهب الرجوع فيها يكون لوارثه بعدموته لكونها مستحقة الرد الخ (۵)

(ج) اس تحریر کا شرعاً نفاذ ہبہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۰) عبد اللہ نے زید و عمر کو یہ کہا کہ میری ہر چیز دو ہونے کا سبب یہ ہے کہ ایک عمر کی ہے دوسری زید کی تو اس کا سامان متروکہ متصور ہوگا یا موافق قول عبد اللہ یہ سامان ہبہ ہوگا؟
(۱۳۳۵-۲۲/۵۵۵)

الجواب: عبد اللہ نے جو ہبہ کیا ہے وہ ہبہ مشاع ہے اس لیے ناجائز ہے کما فی البحر: قوله لا عکسہ — أي لا یصح — وهو أن یهب واحداً من اثین کبیرین ولم یبین نصیب کل واحد الخ (۶) (۳۱۵/۷) جب ہبہ ناجائز ہو تو جائداد اور سامان کی تقسیم علی فرائض اللہ تمام ورثہ پر ہوگی۔

(۱) الدر المختار مع الرد ۴۲۹/۸ کتاب الہبۃ.

(۲) الفتاوی الخانیۃ مع الہندیۃ ۲۶۸/۳ کتاب الہبۃ، فصل فی ہبۃ المشاع.

(۳) الفتاوی الخانیۃ مع الفتاوی العالمگیریۃ ۲۶۷/۳ کتاب الہبۃ، فصل فی ہبۃ المشاع.

(۴) حاشیۃ ابن عابدین ۴۲۹/۸ کتاب الہبۃ.

(۵) الدر المختار و رد المحتار ۴۲۹/۸ کتاب الہبۃ.

(۶) البحر الرائق ۴۹۲/۷ کتاب الہبۃ.

سوال: (۲۱) ہبہ مال مشترکہ کا اگر مال موہوب لہ کے قبضہ میں ہو، جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۷۶۵)

الجواب: درست نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: لا تتم بالقبض فیما یقسم و لو وہبہ لشریکہ أو لأجنبی إلخ (۱)

سوال: (۲۲) شے مشترک کا ہبہ اور وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور منقول و غیر منقول کا بھی کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۱۸۰)

الجواب: مشترک کا ہبہ جائز نہیں ہے، اور وقف مشترک کا بقدر حصہ وقف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ فی الشامی عن البحر: وقفت دارها علی بناتها الثلاث ثم علی الفقراء ولا مال لها غیرها ولا وارث غیرهن فالثلث وقف والثلثان میراث لهن وهذا عند أبي يوسف خلافاً لمحمد اه: أي لأنه مشاع حیث لم تقسمه بینهن (۲) اور وہ منقول جس کے وقف کا تعامل ہو گیا ہو اس کا وقف صحیح ہے۔ و کما صح أيضاً وقف کل منقول قصداً فیہ تعامل للناس کفأس وقدم بل و دراهم و دنانیر إلخ (۳) (در مختار)

اگر کسی نے مشترک جائیداد ہبہ کی ہو تو موہوب لہ تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۳) فاسد ہبہ میں جس میں دوسرا شریک ہو، موہوب لہ اس کو تقسیم کر سکتا ہے اور علیحدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۱۲۹۰)

الجواب: وہ ہبہ صحیح نہیں ہے اور موہوب لہ کا دعویٰ تقسیم کرانے کا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ظاہر الروایت کے موافق ہبہ فاسد اور باطل یعنی ہبہ مشاع مفید ملک نہیں ہے کما فی الشامی: هبة المشاع فیما یقسم لا تفید الملك عند أبي حنيفة رحمه الله وفي القهستانی: لا تفید الملك وهو المختار (۴) فقط

(۱) الدر المختار مع رد المختار ۴۲۹/۸ کتاب الہبہ .

(۲) رد المختار ۴۱۸/۶ کتاب الوقف ، مطلب : شروط الوقف علی قولہما .

(۳) الدر المختار مع الرد ۴۳۴/۶ کتاب الوقف ، مطلب فی وقف المنقول قصداً .

(۴) الشامی ۴۳۰/۸ کتاب الہبہ .

ایک قریہ کی جائداد ایک لڑکے کو اور دوسرے

قریہ کی جائداد بقیہ اولاد کو ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۲۴) زید ایک گاؤں میں پیش امام تھا منکوحہ اولیٰ سے ایک لڑکا عمر پیدا ہوا، زید دوسرے قریہ میں پیش امام ہو گیا اور عمر کی شادی کر کے قریہ اولیٰ میں اپنی جگہ قائم مقام کر دیا۔ زید نے وفات کے وقت حاضرین کے سامنے یہ کہہ دیا کہ جو قریہ اولیٰ میں جائداد ہے وہ عمر کے پاس رہے اور جو قریہ ثانیہ میں ہے وہ بقیہ اولاد کے پاس رہے تاکہ کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔ عمر نے قریہ اولیٰ کی جائداد میں زید ہی کی زندگی میں کچھ ترقی کی، عمر کہتا ہے کہ قریہ اولیٰ کی تمام جائداد اصل مع مکسوبہ میری ہے، اور قریہ ثانیہ کی جائداد میں سے بھی مجھے حصہ ملنا چاہیے کیوں کہ وہ مال متروکہ ہے، اور باقی ورثاء کہتے ہیں کہ تمام مال و جائداد قریہ اولیٰ اور قریہ ثانیہ متروکہ زید کا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۰۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ زید نے یہ لفظ کہے ہیں کہ قریہ اولیٰ میں جو جائداد ہے وہ عمر کے پاس رہے تو اس کے معنی ظاہر یہ ہیں کہ یہ حصہ جائداد عمر کے لیے کر دیا گیا اور یہ لفظ الفاظ ہبہ سے ہے، پس صورت مسئلہ میں الفاظ مذکورہ کو شرعی ہبہ پر محمول کیا جائے گا اور قریہ اولیٰ کی تمام جائداد کو عمر کی ملک سمجھ کر مع اضافہ کے اس کو اس کا مالک سمجھا جائے گا، پھر قریہ ثانیہ میں زید کا جو ترکہ ہے اس میں عمر بھی بقدر حصہ شرعی شریک ہے کیوں کہ اس میں زید کے لفظ اور اس کی نیت ہبہ اس لیے مؤثر نہیں کہ ہبہ مشاع باطل ہے، اور اس کا یہ لفظ ”جو قریہ ثانیہ میں ہے وہ بقیہ اولاد کے پاس رہے“ ہبہ مشاع ہے، درمختار میں ہے: (أو الإضافة إلى ما) أي إلى جزء (يعبر به عن الكل كو هبت لك فرجها وجعلته لك) (۱) وفي الخانية: وإن قال: جعلته باسم ابني يكون هبةً ظاهراً لأن الناس يريدون بهذا التملك والهبة (فتاویٰ قاضی خان ۲۵۴/۳) وفيه أيضاً: وذكر في الزيادات إذا قال لجماعة من المسلمين: هذا المال لكم يكون هبةً انتهي (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۴۲۵/۸ کتاب الهبة.

(۲) الفتاویٰ الخانية مع الهندية ۲۶۴/۳ کتاب الهبة، فصل فيما يكون هبة من الألفاظ وما لا يكون.

نیوتا کا حکم

سوال: (۲۵) اس اطراف میں یہ دستور ہے کہ شادی کے دن دولہا کو خولیش و اقرباء، دوست و احباب نیوتا دیتے ہیں اگر کوئی نہ دے تو اس پر ناراض ہوتے ہیں اس طرح پر لینا دینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۶۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: نیوتا (۱) کا حکم شامی میں فتاویٰ خیرہ سے اس تفصیل سے منقول ہے: وفي الفتاوى الخيرية: سئل فيما يرسله الشخص إلى غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا؟ أجاب: إن كان العرف بأنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به إن مثلياً فمثله وإن قيمياً فبقيمته، وإن كان العرف خلاف ذلك بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذلك إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه إلخ (۲)

اس عبارت سے جواز اس لینے دینے کا اور حکم معاوضہ دینے یا نہ دینے کا معلوم ہو گیا کہ جیسا عرف ہو ویسا حکم ہو گا (شامی کتاب الهبة) فقط

(۱) نیوتا: شادی بیاہ کی تقریبوں میں نقدی (وغیرہ) دینے لینے کی رسم (فیروز اللغات) یہ نیوتا اگر خولیش و اقارب اور دوست و احباب دیں تو اس کا حکم اس فتویٰ میں ہے، مگر اب بعض جگہ یہ رواج ہو گیا ہے کہ لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کو جو دیتا ہے وہ ”جہیز“ کہلاتا ہے اور دولہا کو جو نقدی یا سامان دیتا ہے وہ ”نیوتا“ کہلاتا ہے، یہ دینا جہیز کی طرح رسم ہو جانے کی وجہ سے ممنوع ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) ترجمہ: فتاویٰ خیرہ میں ہے: دریافت کیا گیا اس ساز و سامان کے بارے میں جس کو ایک شخص دوسرے کو شادی بیاہ کی تقریبوں میں دیتا ہے، آیا اس کا حکم قرض کے حکم جیسا ہے کہ اس کو واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ الجواب: اگر عرف و رواج یہ ہے کہ لوگ بدل کے طور پر اس کو دیتے ہیں تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر ذوات الامثال میں سے ہے تو اس کا مثل اور ذوات القیم میں سے ہے تو اس کی قیمت بدل کے طور پر دی جائے گی، اور اگر عرف و رواج اس کے خلاف ہے اس طرح کہ لوگ وہ ساز و سامان ہبہ کے طور پر دیتے ہیں اور اس کا بدل دینے کی طرف نظر نہیں کرتے تو اس کا حکم تمام احکام میں ہبہ کے حکم جیسا ہے (یعنی اس کا عوض دینا ضروری نہیں) (رد المحتار مع الدر المختار ۴۳۴/۸ کتاب الهبة)

شوہر نے بیوی کو جو زیورات دیے ہیں ان کا مالک کون ہے؟

سوال: (۲۶) زوج نے زوجہ کو جو زیورات دیے ہیں بعد طلاق یا موت زوجہ وہ کس کی ملک سمجھے جائیں گے؟ جس مقام کا یہ مسئلہ ہے وہاں بیسوں واقعات اس قسم کے پیش آئے تو شوہر کی ملک قرار دے کر لوگوں نے شوہر کو دے دیا، اس اطراف میں تقریباً ہر ایک برادری میں یہی دستور ہے کہ بعد طلاق یا موت زوجہ شوہر زیورات واپس پاتا ہے، لیکن اس بستی کے بعض مولویوں نے اس کے خلاف مسئلہ بتلایا ہے کہ زوجہ کی ملک ہوتے ہیں شوہر کو واپسی کا حق نہیں ہے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۸۹۴ھ)

الجواب: اگر عورت یا اس کے ورثہ کا دعویٰ یہ ہو کہ یہ زیور مہر میں آیا ہے تو وہ عورت کی ملک ہوگا اور مہر میں شمار ہوگا، اور اگر دعویٰ ہدیہ اور ہبہ کا ہے تو اس میں عرف معتبر ہوگا، پس اگر عرف یہ ہے کہ وہ زیور ملک زوجہ سمجھا جاتا ہے تو زوجہ کو ملے گا، اور اگر عرف یہ ہے کہ یہ محض عاریۃً زوجہ کے پاس تھا تو شوہر کا سمجھا جائے گا، چنانچہ فقہاء نے بناءً اس کی عرف پر رکھی ہے۔ قال في الفتح: والذي يجب اعتباره في ديارنا أن جميع ما ذكر من الحنطة واللوز والدقيق والسكر يكون القول فيها قول المرأة لأن المتعارف في ذلك كله أن يرسله هديةً والظاهر مع المرأة لا معه إلخ (۱) قال في النهر: وأقول: وينبغي أن لا يقبل قوله أيضًا في الثياب المحمولة مع السكر ونحوه للعرف اهـ . قلت: ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمراسم من نحو ثياب وحلى وكذا ما يعطيها من ذلك أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى في العرف صبيحة فإن كل ذلك تعورف في زماننا كونه هديةً لا من المهر إلخ (۲) فقط

نکاح کے وعدہ پر محبوبہ کو جو ساز و سامان دیا ہے

نکاح نہ ہونے کی صورت میں اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۲۷) زید کو ہندہ سے — جو بیوہ اور زید کی قرابت دار بھی ہے — محبت ہوگئی، زید

(۱) البحر الرائق ۳/۳۲۲ کتاب النکاح ، باب المہر .

(۲) الشامی ۴/۲۲۶ کتاب النکاح ، مطلب فیما یرسلہ الی الزوجة .

ہندہ کے پاس رہنے لگا، اور ہندہ سے نکاح کا خواستگار ہوا تو ہندہ نے اقرار کیا کہ کسی وقت محل پر ہو جائے گا، غرض کہ عرصہ دراز تک باہم اقرار و اصرار ہوتا رہا مگر ہندہ نے اپنا وعدہ ایفا نہ کیا، آخر شریک زید اپنی امید کو پورا نہ ہوتے دیکھ کر اپنا مال و متاع جو ہندہ کے یہاں رہ کر اپنی محنت شاقہ سے کمایا تھا سب ہندہ کے پاس چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا، اب ہندہ کا بالغ لڑکا و بہو بچے اس مال کو صرف کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید نے جو کچھ کمایا ہندہ کو دے دیا تھا اور ہبہ کر دیا تھا ہندہ اس کی مالک ہو گئی اس کے متعلقین کا اس میں تصرف کرنا باذن ہندہ درست و جائز ہے، اگرچہ اس صورت میں اگر زید نے بسبب وعدہ نکاح اس کو ہبہ کیا تھا تو در صورت نہ ہونے نکاح اس دیے ہوئے مال کو جو اس میں موجود رہا ہو واپس لے سکتا ہے، لیکن اگر واپس نہ لیا تو ہندہ وغیرہ کا تصرف اس میں درست ہے اور واپسی کے لیے قضایا رضاشروط ہے، شامی میں ہے: وعبارۃ البزازیۃ لأنہ ہبۃ اھ ومقتضاه أنه یشرط فی استرداد القائم القضاء أو الرضا الخ (۱)

گروی رکھی ہوئی جائداد ہبہ کرنا

سوال: (۲۸) مرہونہ جائداد غیر منقولہ ہبہ ہو سکتی ہے یا نہ؟ (۲۲۲/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: شے مرہونہ اجازت مرہن کے بغیر ہبہ نہیں ہو سکتی، اس قسم کے تمام تصرفات اجازت مرہن پر موقوف ہیں کذا فی کتب الفقہ (۲) فقط۔ کتبہ عتیق الرحمن اور جس وقت شے مرہونہ کو بہ اجازت مرہن کسی کو ہبہ کیا جائے گا تو رہن باقی نہ رہے گا اس چیز کو مرہن کے قبضے سے نکال کر موہوب لہ کو دے دی جائے کیونکہ ہبہ بدون قبضہ کے تمام نہیں ہوتا۔

عزیز الرحمن، مفتی دارالعلوم دیوبند

(۱) الشامی ۲/۲۲۶ کتاب النکاح، مطلب فیما یرسلہ الی الزوجۃ.

(۲) والأصل فیہ أن تصرف الراهن إذا کان یطل حق المرتهن لا ینفذ إلا بإجازة المرتهن الخ

(الشامی ۱۰/۱۰ کتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن والجناية علیہ الخ)

دین مانع ہبہ نہیں

سوال: (۲۹) دین رہتے ہوئے ہبہ یا ہبہ بالعوض صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)
الجواب: اگر شرائط ہبہ پائی جائیں گی تو ہبہ صحیح ہو جائے گا؛ دین مانع ہبہ سے نہیں ہے۔ فقط

باپ نے فرضی طور سے بیٹے کے نام پر جوز مین

خریدی ہے اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۳۰) زید نے اپنے پسر بکر کے نام ایک اراضی محض فرضی خریدی، اور خود اس پر قابض رہا، اور بعض حصہ اراضی کو اپنے اختیار سے بیع بھی کیا اور بکر کچھ مانع نہیں ہوا، کیا اب بعد انتقال بکر اس کے مابقی حصہ میں اس کے ورثہ کو کوئی حق حاصل ہے؟ (۱۳۳۰-۲۹/۱۱۳۹ھ)

الجواب: وہ اراضی جو زید نے اپنے روپے سے خریدی ہے، اور فرضی نام اپنے پسر کا لکھا دیا ہے، چنانچہ پھر خود اس کو فروخت کرتا رہا اور پسر کچھ حارج نہیں ہوا، ملک زید ہے، بکر کے ورثہ کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں پہنچتا، البتہ اگر زید کی غرض اس کے نام سے ہبہ کرنا ہو تو چوں کہ پسر موہوب لہ بوقت ہبہ نابالغ تھا تو خود باپ کا قبضہ پسر نابالغ کی طرف سے معتبر ہے، مگر شرائط ہبہ کا تحقق ضروری ہے مثلاً یہ کہ وہ اراضی موہوبہ مشاع و مشترک نہ ہو، اگر شرائط صحت ہبہ متحقق ہوں تو پھر مالک اس زمین کا بکر قرار دیا جائے گا، اور بعد مرنے بکر کے اس کے ورثہ کو ملے گی۔ قال في الدر المختار: وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة تتم بالعقد لو الموہوب معلوماً و كان في يده أو يد مودعه. لأن قبض الولی ینوب عنه إلخ (۱) فقط واللہ اعلم

نابالغ لڑکوں کے نام سے جائیداد خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے کافی نہیں

سوال: (۳۱) اگر کوئی شخص یعنی بکر اپنے روپے سے نابالغ لڑکوں کے نام جائیداد خریدے تو یہ ان

کے نام سے خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے کافی ہے یا نہ؟ اب بکر کا انتقال ہو گیا تو یہ جائیداد صرف لڑکوں کی ملکیت ہے یا سب ورثہ اس کے مستحق ہوں گے؟ (۱۳۹۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نابالغوں کے نام جائیداد اپنے روپے سے خریدنے سے وہ جائیداد لڑکوں کو ہبہ نہیں ہوئی، ہبہ کا ثبوت علیحدہ ضروری ہے کیونکہ بسا اوقات فرضی طور سے اور کسی مصلحت سے دوسروں کے نام خریدی جاتی ہے، محض خریدنا دوسروں کے نام سے ہبہ نہیں ہے، پس وہ جائیداد بکر کے ترکہ میں شامل ہو کر جملہ ورثہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگی۔

ہبہ نامہ میں موہوب لہ کی بیوی کا نام لکھا یا تو موہوب کا مالک کون ہوگا؟

سوال: (۳۲) زید کو اپنے لڑکے کے عمر کے نام اپنی جائیداد ہبہ کرنا مقصود تھا، مگر کسی دنیاوی مصلحت سے ہبہ نامے میں عمر کی زوجہ مسماۃ فاطمہ بی بی کے نام سے لکھ دیا، اس وجہ سے فاطمہ کی حیات میں اور اس کے بعد بھی عمر کل موہوب کی تحصیل وصول کر کے منتفع ہونے لگا؛ شرعاً اس کا مالک عمر ہے یا فاطمہ؟ (۱۳۴۰/۷۵۰ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ جس کا نام ہبہ نامہ میں لکھا گیا ہے مثلاً یہ کہ میں نے فلاں شے فلاں شخص کو ہبہ کی ہے تو اگر کوئی مانع نفاذ ہبہ سے اس میں نہیں ہے تو وہی مالک اور موہوب لہ ہوگا جس کے نام ہبہ کیا گیا ہے۔ لَأَنَّ الْعَبْرَةَ لِلْأَلْفَافِ أَيْ لَا لِلنِّيَّاتِ ﴿كُلُّ أَمْرٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ (سورہ طور، آیت: ۲۱) فقط

ہبہ شدہ جائیداد موہوب لہ اور واہب کے ورثاء میں سے کس کو ملے گی؟

سوال: (۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حکم اللہ تعالیٰ کا اس مسئلے میں کیا ہے کہ مسماۃ حشمت النساء بی بی مرحومہ نے اپنی ماں کی متروکہ جائیداد کو اپنی حیات میں اپنی اکلوتی پوتی جیلانی بی بی مرحومہ نابالغہ کو ہبہ کر دی وہ لڑکی ہبہ کنندہ حشمت النساء کی محافظت میں بیک سال اس ہبہ شدہ جائیداد پر قابض و خیل کار رہ کر اپنی ماں و دادا کے سامنے مر گئی، لڑکی کے انتقال کے چند سال بعد

ہبہ کنندہ حشمت النساء اپنے چچیرے بھائی کو چھوڑ کر مر گئی، اب وہ ہبہ شدہ جائیداد جیلانی بی بی مرحومہ کے وارث کو ملے گی یا کہ ہبہ کنندہ حشمت النساء بی بی مرحومہ کے وارث کو پہنچے گی؟ (۲۸۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ہبہ کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ جائیداد موہوبہ مشاع و مشترک نہ ہو، بلکہ منقسمہ ہو، اور موہوب لہ کا قبضہ اس پر ہو گیا ہو، اور اگر موہوب لہ صغیر ہے تو اس کے ولی کا قبضہ ہونا چاہیے، پس صورت مسئلہ میں اگر شرائط صحت ہبہ سب پائی گئی ہیں تو وہ جائیداد ملک موہوب لہا یعنی جیلانی بی بی کی ہوگی، اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ یعنی والدہ اور دادا کو پہنچے گی، اس طرح کہ من جملہ تین سهام بعد ادائے حقوق مقدمہ کے ایک حصہ والدہ کو اور دو سهام دادا کو ملیں گے، اور اگر شرائط صحت ہبہ نہیں پائی گئیں مثلاً یہ کہ وہ جائیداد موہوبہ مشترکہ تھی یا قبضہ صغیرہ کے ولی یعنی دادا کا نہیں کرایا گیا تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا اور وہ جائیداد ملک مسماۃ حشمت النساء رہی، اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی اگر وارث اس کا سوائے چچیرے بھائی اور کوئی ذوی الفروض و عصبہ اقرب نہیں تو تمام ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چچیرے بھائی کو مل جاوے گا۔ فقط

بھائی کے نام ہبہ شدہ جائیداد میں بہن کے ورثاء کا کچھ حق نہیں

سوال: (۳۴) زید نے اپنی مسکونہ جائیداد اپنے پسر عمرو کے نام ہبہ کر کے عمرو کے قبضے میں دیدی اور ہبہ نامہ لکھ دیا، چنانچہ عمرو مع اپنی والدہ ہندہ اور اپنی حقیقی بہن زینب اس مسکونہ جائیداد میں رہتے رہے، بعدہ زید، ہندہ، عمرو و زینب سب فوت ہو گئے کیا زینب کے ورثہ کو اس جائیداد میں کچھ حق ہے جو زید نے عمرو کو ہبہ کی تھی۔

الجواب: اگر شرائط صحت ہبہ سب پائی گئیں تو وہ جائیداد مسکونہ ملک عمرو ہو گئی، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو حسب حصص شرعیہ ملے گی، زینب کے ورثہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے، اور شرائط صحت ہبہ میں سے یہ ہے کہ وہ جائیداد موہوبہ منقسمہ محدودہ ہو، مشاع و مشترک نہ ہو اور قبضہ موہوب لہ کا ہو چکا ہو، قبضہ کا ہونا تو سوال میں درج ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ وہ جائیداد غیر مشاع ہے۔

ہبہ ایجاب و قبول سے صحیح اور قبضے سے تام ہوتا ہے

سوال: (۳۵) عمر نے اپنی حیات میں قبل ابتلائے مرض موت بد رستی حواس خمسہ بلا کسی جبر و اکراہ

کے بموجودگی ورثائے مختلف البطن کے اپنی جائیداد غیر منقولہ میں سے ایک مکان مسکونہ خود اپنی اہلیہ ہندہ کو ہبہ کر دیا ایسی صورت میں وہ ہبہ کس طرح نافذ ہوگا اور ہبہ مکان ایجاب و قبول سے ہوتا ہے یا کیا؟

(۸۲۵/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: ہبہ ایجاب و قبول سے صحیح ہوتا ہے، اور قبضہ موہوب لہ کا تمام ہونے ہبہ کے لیے شرط ہے۔ درمختار میں ہے: ورکنھا هو الإیجاب والقبول إلخ (۱) اور قبول کے رکن ہونے نہ ہونے میں اختلاف بھی منقول ہے وتتم الهبة بالقبض الكامل (۲)

ہبہ میں قبول ضروری ہے یا قبضہ کافی ہے؟

سوال: (۳۶) زید نے اپنی کچھ جائیداد غیر منقولہ اپنی دختر کے نام زبانی ہبہ کر دی اور قبضہ موہوب لہا کا کر دیا؛ دریں صورت موہوب لہا کا بوقت ہبہ موجود ہونا اور اس کو قبول کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۶۹۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: شامی نے مبسوط سے نقل کیا ہے: إن القبض كالقبول في البيع ولذا لو هب الدين من الغريم لم يفتقر إلى القبول كما في الكرمانی، لكن في الكافي والتحفة: أنه — أي القبول — ركن الخ (۳) (شامی) الغرض اس میں اختلاف ہے کہ ہبہ میں قبول رکن ہے یا نہیں؟ شامی نے آخر میں اس کی تصریح کی ہے کہ موہوب لہ کا قبضہ بجائے قبول کے ہے، پس اگر شرائط صحت ہبہ موجود ہوں مثلاً یہ کہ ہبہ مشاع کا نہ ہو اور موہوب لہ کا قبضہ کر دیا جائے تو ہبہ تمام ہو جائے گا۔ فقط

اُفتادہ زمین کا ہبہ صحیح ہے

سوال: (۳۷)..... (الف) ہبہ کے وقت موہوب لہ کو قبضہ دیا جانا واسطے نفاذ و جواز ہبہ کے لازم ہے یا نہیں؟

(۱) الدر المختار مع الرد ۸/۲۲۴ کتاب الهبة.

(۲) الدر مع الرد ۸/۲۲۷ کتاب الهبة.

(۳) رد المحتار ۸/۲۲۵ کتاب الهبة.

(ب) ایسی اراضی افتادہ جس پر کوئی خاص صورت قبضہ کی بحصول کسی قسم کے انتفاع مادی یا غیر مادی کی نہیں ہے، اور محض حق ملکیت کا غذات میں درج ہے؛ وہ ہبہ ہو سکتی ہے اور یہ ہبہ جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰)

الجواب: (الف) لازم ہے۔

(ب) اراضی افتادہ اگر محدود و ممیز غیر مشاع ہو تو اس کا ہبہ صحیح ہے، اور قبضہ جس قسم کا اراضی پر ہوتا ہے اس پر بھی ہو سکتا ہے انتفاع بذریعہ زراعت وغیرہ قبضہ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ فقط

واہب اگر موہوبہ مکان کو خالی نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۸)..... (الف) ہبہ مکان میں اگر قبضہ کو مشروط کیا جائے تو قبضہ ہونے کی کیا صورت ہے؟ اگر واہب بموجودگی گواہان کے اس امر کا اقرار کرے کہ وہ اس مکان میں ہندہ کی اجازت سے رہتا ہے ان الفاظ سے قبضہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(ب) یا قبضہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ واہب اپنا کل سامان وہاں سے اٹھالے اور مکان کو خالی کر دے؟ (۱۳۴۰-۳۹/۸۲۵ھ)

الجواب: (الف، ب) اس قسم کے الفاظ کہنے سے قبضہ موہوب لہ کا ثابت نہیں ہوتا اور جب کہ خود واہب برابر مکان موہوبہ میں رہتا رہا اور اس کو خالی نہ کیا اور اس میں سے اپنا سامان نہ اٹھایا تو اس صورت میں قبضہ واہب کا ہے موہوب لہ کا قبضہ نہیں ہوا ھکذا فی الشامی: ولو وہب دارا دون مافیہا من متاعہ لم یجز إلخ (۱) (شامی ۵/۵۱۰)

موہوبہ جائداد پر واہب کا خود قابض رہنا

سوال: (۳۹) عمرو نے اپنی کل جائداد میں سے بعد وضع حق ہر ذکور و اثنا ہر ایک کے نام کچھ نامزد کر دیا ہے، لیکن عمرو خود ہی قابض ہے صرف نامزد کر دیا ہے تو عمرو کی یہ تقسیم جائز ہے یا نہ؟

(۱۳۳۵-۳۴/۶۹۶ھ)

الجواب: واہب کا خود قابض رہنا مانع جواز ہبہ کو ہے، یہ بالغ اولاد کے حق میں ہے، نابالغ کے ہبہ میں ولی کا قبضہ مانع نہیں ہے۔

نابالغ موہوب لہ کی طرف سے باپ کا قبضہ کافی ہے

سوال: (۴۰) زید نے اپنے پسران عمر و بکر کو ان کی نابالغی میں ایک رقم عطا کی اور ان کے نام سے ایک علیحدہ حساب قائم کر کے اس رقم کو اپنی تحویل میں جمع رکھا، بعد بلوغ کے پسران نے جن رقموں کے خرچ یا لینے کی خواہش کی یا ان کو ضرورت ہوئی حساب مذکور سے ان کو دی گئی، اب بعد وفات زید مورث کے دوسرے ورثاء اس بات کے خواہشمند ہیں کہ باقی رقم جو اس حساب میں رہ گئی ہے وہ بھی بطور ترکہ کے تقسیم کی جائے آیا شرعاً حساب مذکور کی باقی رقم قابل تقسیم ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷ھ/۷۳۳)

الجواب: وہ رقم جو عمر و بکر کو ان کے والد زید نے دیدی تھی اور بطریق ولایت ان کی طرف سے اپنا قبضہ اس پر رکھا اور حساب اس کا علیحدہ کر دیا اس میں سے جو کچھ باقی رہا وہ انہیں پسران موہوب لہما یعنی عمر و بکر کا ہے دیگر ورثہ کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا کما فی الدر المختار: وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة تتم بالعقد لو الموهوب معلوماً وكان في يده أو يد مودعه (۱) فقط

باپ کی وفات کے بعد دادا نے نابالغ پوتے کو مکان

ہبہ کیا اور اس پر زندگی بھر دادا کا قبضہ رہا تو ہبہ صحیح ہے

سوال: (۴۱) خالد نے اپنے پوتے احمد کے نام جس کا والد گزر گیا تھا ایک مکان بخشش لکھ دیا، عمر پوتا کی اس وقت دس سال تھی، ہبہ کرنے والا خالد جب تک زندہ رہا قبضہ خالد ہی کا رہا اس کے بعد تمام جائداد پر اس میں مکان موہوبہ بھی داخل ہے خالد کے لڑکوں کا قبضہ رہا، اب احمد موہوب لہ کا انتقال ہو گیا گیارہ یا تیرہ برس کی عمر میں، اب ورثائے خالد یہ مکان موہوبہ احمد کے ورثہ کو نہیں دیتے؛ اس صورت میں ورثہ خالد اس ہبہ سے رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۷ھ/۹۷۱)

الجواب: اس صورت میں ہبہ مکان محدودہ غیر مشاع کا خالد کی طرف سے اس کے پوتے احمد کے لیے صحیح ہو گیا اور قبضہ خالد کا اس کے پوتے احمد کی طرف سے کافی ہو گیا، خالد کی اولاد بعد مرنے خالد کے اس کو رجوع نہیں کر سکتے اور وہ مکان بعد مرنے احمد کے اس کے وارثوں کو ملے گا درمختار میں ہے: و هبة من له ولاية على الطفل في الجملة..... تتم بالعقد لو الموهوب معلوماً وكان في يده أو يد مودعه لأن قبض الولي ينوب عنه إلخ (۱)

نابالغ کا ہبہ قبول کرنا درست ہے

سوال: (۴۲) نابالغ کا ہبہ یا قرض لینا دینا درست ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۲۳۸۵ھ)
الجواب: ہبہ کا قبول کرنا درست ہے، اور ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا یا قرض دینا درست نہیں ہے (۲)
اور قرض جو لیا اس کا دینا اور ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط

گوئگی بہری عورت کا اشارہ سے ہبہ کرنا

سوال: (۴۳) مسماۃ اشرف خاتون بیوہ سید نادر شاہ اپنی تمام جائیداد سید محمد نواز شاہ اپنے قرابت دار کو ہبہ کر کے لا ولد اور لا عصبہ فوت ہو چکی ہے، مسماۃ مذکورہ گوئگی اور بہری تھی نیز آخر عمر میں ناینا بھی ہو گئی تھی، گواہان کے روبرو قبل از مرض الموت اشارے سے ہبہ کیا ہے: یہ ہبہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳۷۴ھ)

الجواب: اگر یہ ہبہ صحت میں واقع ہوا، اور جائیداد مشاع کا ہبہ نہیں ہے بلکہ شے موهوبہ منقسمہ محدودہ مقبوضہ ہے، اور موهوب لہ کا قبضہ کر دیا گیا ہے، تو ہبہ صحیح ہو گیا کیونکہ گوئگی بہری کا اشارہ معہودہ مثل تکلم باللسان کے سمجھا جاتا ہے کما قال في الدر المختار: أو أخرس ولو طارئاً إن دام للموت به يفتى بإشارته المعهودة فإنها تكون كعبارة الناطق استحساناً إلخ (۳) فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۳۲/۸ کتاب الہبہ.

(۲) و شرائط صحتها في الواهب: العقل والبلوغ والملك، فلا تصح هبة صغير إلخ (الدر المختار مع الشامی ۴۳۴/۸ کتاب الہبہ)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار ۳۳۰-۳۳۱ کتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج.

بیٹی اپنا مہر وصول کر کے باپ کو ہبہ کر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴) زید نے اپنی بیٹی کی شادی بکر سے کی، اور مہر ایک ہزار وصول کر کے بیٹی کو دیدیا اور اس کو کہا مجھے بخش دے، چنانچہ بیٹی نے اپنے باپ کو دے دیا کیا وہ روپیہ زید پر حلال ہے یا نہیں؟
(۱۳۴۱/۱۷۳)

الجواب: ظاہراً حلال ہے (۱) فقط

جو چیز کسی جنیہ کو ہبہ کی گئی ہے اس میں تصرف کرنا

سوال: (۴۵) اگر کوئی چیز کسی جنیہ کو ہبہ کر دی جائے تو کیا بلا اذن اس کے اس چیز میں تصرف جائز نہیں ہے؟ (۱۳۴۱/۳۲۷)

الجواب: اگر وہ جنیہ بہ شکل انسان ظاہر ہو اور اس کو کچھ ہبہ کیا جائے تو حکم اس کا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی انسان کو ہبہ کیا جائے پس بعد قبضہ موهوب لہ کے بدون اس کی رضا اور بدون حکم حاکم کے لینا اس کا اور تصرف کرنا اس میں درست نہیں ہے۔ فقط

میت کو کتابیں ہبہ کر کے واپس لینا

سوال: (۴۶) زید نے عمر سے کچھ کتابیں پڑھنے کے واسطے لی تھیں اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، جب عمر کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی کتابیں معاف کر دیں، پھر عمر نے دعویٰ کر کے اپنی کتابیں لے لیں تو کتابوں کا لینا بعد معاف کرنے کے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷/۳۰۰)

الجواب: کتابوں کا پہلے معاف کر دینا اور پھر لے لینا اس صورت میں درست ہے اس وجہ سے کہ یہ ابراء نہیں ہے کیونکہ ابراء دین سے ہوتا ہے، اور کتابیں اعیان میں سے ہیں اور میت کو یہ ہبہ بھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ میت قابل ملک نہیں ہے، لہذا وہ کتابیں ملک مالک میں ہیں اور اگر غرض اس

(۱) کیوں کہ بیٹی نے بہ ظاہر رضا مندی سے باپ کو ہبہ کیا ہے، مگر چوں کہ باپ کا بیٹی پر باپ ہونے کا دباؤ ہوتا ہے، اس لیے ممکن ہے طیب خاطر نہ ہو، اس لیے احتیاط بہتر ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

معاف کرنے سے وارثوں کی ملک کرنا ہو تو ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ورثہ کا قبضہ ہو یا نہیں؟ قبل قبض ہبہ تمام ہی نہیں ہوتا اور بعد القبض بھی بہ صورت عدم موانع عن الرجوع رجوع صحیح ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ فقط

راستے میں کسی نے یہ کہہ کر مال رکھ دیا کہ جو شخص

پہلے اٹھائے گا اسی کا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۷) اگر زید نے اپنا مال فی سبیل اللہ اس غرض سے راستہ میں رکھ دیا کہ جو شخص پہلے اٹھالے گا اسی کا ہے، اس صورت میں ہبہ صحیح ہو جائے گا یا نہ؟ شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہو جائے گا ولذا قال أصحابنا: لو وضع ماله في طريق ليكون ملكاً للرافع جاز (۱)

(۱۳۳۷/۲۷۰۰ھ)

الجواب: وہ چیز رافع کی ملک ہو جاتی ہے کما صرح به في كتب الفقه (۱) فقط

ہبہ نامے پر موہوب لہ کے دستخط نہ ہوں تب بھی ہبہ صحیح ہے

سوال: (۴۸) اگر ہبہ نامے پر موہوب لہ کے دستخط نہ ہوں تو ہبہ نامہ مسترد ہوگا یا نہیں؟ کیا بہ موجودگی وارث جائز کے کوئی شخص دوسرے شخص کے نام حقدار کا حق زائل کرنے کی غرض سے جائداد موروثی متروکہ کا شرعاً ہبہ کر سکتا ہے؟ یہ ہبہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

ہبہ نامے میں جب یہ الفاظ درج ہوں کہ ”میری زندگی میں اور میرے بعد بھی موہوب لہ مالک ہے اور یہ جائداد موہوب لہ کو بخش دی گئی“ تو یہ الفاظ ہبہ کے الفاظ ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۹۰ھ)

الجواب: اگر شرائط صحت ہبہ پائی جائیں گی تو ہبہ صحیح ہو جائے گا، اگرچہ یہ امر قبیح اور معصیت ہے کہ وارث کو محروم کرنے کی غرض سے کسی کو ہبہ کیا جائے یا کرایا جائے، اور موہوب لہ کے دستخط نہ ہونے سے ہبہ مسترد نہیں ہوگا، اگر موہوب لہ نے زبانی قبول کر لیا یا قبضہ موہوب پر کر لیا تو ہبہ صحیح ہو جائے گا، اور الفاظ مذکورہ ہبہ کے الفاظ ہیں۔ فقط

صحت ہبہ کے لیے ہبہ نامے کی رجسٹری کرانا ضروری نہیں

سوال: (۴۹) اگر کوئی شخص خانگی طور پر بموجودگی گواہان کسی کے نام اپنی چیز کا ہبہ نامہ تحریر کر دے اور گواہی بھی کر دے، مگر رجسٹری نہیں کرائی یہ ہبہ نامہ معتبر ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۲۸۰ھ)

الجواب: ایسا ہبہ نامہ شرعاً معتبر ہے اور اگر موہوب لہ کا قبضہ اس پر کر دے اور وہ مشاع نہ ہو تو ہبہ تمام ہو جائے گا اور موہوب لہ مالک شے موہوبہ کا ہو جائے گا رجسٹری ہونا شرعاً ضروری نہیں ہے۔ فقط

جوز میں موہوب لہ کے قبضہ میں ہے وہ سرکاری رجسٹر میں

واہب کے نام درج ہے تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۵۰) زید نے اپنی وہ زمین جو گورنمنٹ کے رجسٹر میں زید کے نام پر درج ہے عمر کو ہبہ کر دی اور عمر نے اس پر قبضہ بھی کر لیا لیکن اب تک رجسٹر میں زید ہی کا نام درج ہے، ایسی حالت میں عمر موہوب لہ قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۵۰۹ھ)

الجواب: اگر زید اس زمین کا شرعی طور سے مالک ہے اور اس نے اپنی مملوکہ غیر مشترکہ زمین کو عمر کو ہبہ کیا اور عمر نے زید کی زندگی میں اس پر قبضہ کر لیا تو عمر اس کا مالک ہو گیا اگرچہ رجسٹر سہکاری میں ابھی تک زید کا نام مندرج ہو، اس کی وجہ سے ہبہ میں کچھ فرق نہیں ہوتا، البتہ مالک ہونا واہب کا؛ اور غیر مشاع ہونا زمین موہوبہ کا؛ اور قبضہ موہوب لہ کا شرط ہے کما فی الدر المختار: وتتم بالقبض الكامل إلخ (۱) فقط

اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد وغیرہ تقسیم کرنے کا طریقہ

سوال: (۵۱) ایک شخص اپنی زندگی میں اولاد کو جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو کس طرح تقسیم کرے؟ (۱۳۴۱/۲۵۸۷ھ)

الجواب: اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ مذکور مؤنث اولاد کو برابر حصہ دیوے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ مذکور کو بہ نسبت مؤنث کے دو چند دیوے۔ فقط

سوال: (۵۲) زید بعد ادائے قرضہ اپنے مال نقد و جنس جائیداد کو اپنی حیات میں بہ حصہ شرعی تقسیم کرنا چاہتا ہے جس کے دولڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، اور ایک زوجہ موجود ہے، کس طرح تقسیم کر سکتا ہے؟ (۱۸۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس طرح تقسیم کر دے گا اور علیحدہ علیحدہ حصہ کر کے دیدے گا اور قبضہ کر دے گا، وہ اس کا مالک ہو جائے گا، لیکن اگر موافق شرع کے تقسیم کرنا چاہے تو سب اولاد کو برابر برابر حصہ دے لڑکی اور لڑکا سب برابر ہوں گے اور زوجہ کو بقدر اس کے حصہ یا موافق ضرورت و حاجت کے دے دیوے درمختار میں ہے: یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی (۱) اور شامی میں کہا ہے کہ برابر کرنا سب اولاد میں بہتر ہے اور افضل ہے تثلیث سے، یعنی اس سے کہ پسر کو دختر سے دو چند دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۳) زید صاحب جائیداد ہے اور اس کے چار لڑکے اور دولڑکی ہیں اور ایک زوجہ ہے، زید نے اپنی زندگی میں بڑے لڑکے کو جو پہلی بیوی سے ہے سترہ بیگھہ پختہ زمین اور مکان رہنے کے لیے بھی علیحدہ کر دیا تھا، اب زید دوسرے بچوں کے درمیان جو دوسری بیوی سے ہیں بقیہ جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے، ان کے حصے میں نو نو بیگھہ آتی ہے، بڑا لڑکا حارج ہے اگر زید بقیہ زمین سے بڑے لڑکے کو نہ دے تو شرعاً ناجائز تو نہیں ہے؟ (۱۸۹۷/۹۸۳۷ھ)

الجواب: جب کہ زید بڑے لڑکے کو زیادہ جائیداد دے چکا ہے تو اب دوسری اولاد کو اس مقدار تک دینا درست ہے اور اس سے کم ہو تو پھر جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ شرعی حکم یہ ہے کہ اولاد کو اگر اپنی زندگی میں مورث کچھ مال و جائیداد دینا چاہے تو سب کو برابر دینا چاہیے اس قاعدہ کے موافق دوسری اولاد کو بھی اسی قدر ہر ایک کو دینا چاہیے جس قدر بڑے لڑکے کو دیا ہے اور بہ مجبوری جس قدر موجود ہے ان کو تقسیم کر دے بڑے لڑکے کو اس میں کچھ دخل دینے اور منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۵۴)..... (الف) مورث اس خیال سے کہ بعد مرگ اولاد میں مقدمہ بازی نہ ہو سکے جائداد لڑکوں میں تقسیم کردی اور صحرائی جائداد کی قطعات کی تخمیناً قیمت لگا کر لڑکوں اور لڑکیوں میں علیحدہ علیحدہ کردی تو مورث گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (۱۹۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(ب) مورث کی زندگی میں اولاد اپنی رضامندی سے حقیقت (ملکیت) کو آپس میں تقسیم کر لیں اور مورث اسی کے موافق تحریر کر دے تو مورث گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: (الف) قطع منازعت کی وجہ سے اگر مورث نے اپنی حیات میں جائداد اپنی اولاد کو تقسیم کردی تو یہ بہت اچھا ہے، اور درمختار میں ہے کہ اگر مورث اپنی حیات میں اپنی جائداد اور ترکہ اولاد کو تقسیم کرے تو افضل یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو برابر حصہ دیوے۔ لا بأس بتفضیل بعض الأولاد فی المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار وإن قصد به يسوي بينهم يعطى البنت كالابن عند الثانی وعليه الفتوى إلخ. شامی میں ہے: قوله: (وعليه الفتوى) أى على قول أبي يوسف من أن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث الذى هو قول محمد، رملی (۱)

(ب) اگر سب وارث بالغ ہوں اور رضائے باہمی سے جائداد تقسیم کر لیں اور مورث اسی تقسیم کے مطابق تحریر کر دے تو یہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔

اولاد کو ہبہ کرنے کے سلسلے میں حنفیہ کا مذہب

سوال: (۵۵) عبد الجلیل نے اپنے بڑے لڑکے نابالغ کے نام مبلغ دو ہزار دوسو تینتالیس (۲۲۴۳) روپیہ اور چھوٹے لڑکے کے نام مبلغ سات سو اکاون (۷۵۱) روپیہ ڈاک خانہ میں جمع کیا، گویا اپنے نزدیک ہبہ کر دیا، میں نے کتاب فقہ محمدیہ طریقہ احمدیہ، مصنفہ مولوی محی الدین صاحب لاہوری کی دیکھی اس میں یہ لکھا ہے کہ اولاد کو ہبہ کرنا جائز ہے لیکن سب کو برابر دینا واجب ہے اگر ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دیا، یا ایک کو دیا اور دوسرے کو بالکل نہ دیا تو یہ ہبہ باطل ہے، اور اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع کرنا جائز ہے، یہ دونوں باتیں صحیح ہیں یا نہ؟ (۱۳۶۴۳/۶۶۱ھ)

الجواب: کتاب مذکور میں جو یہ لکھا ہے کہ بصورت برابر نہ کرنے کے ہبہ باطل ہو جاتا ہے یہ مذہب حنفیہ کا نہیں ہے، حنفیہ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اولاد میں سے کسی ایک کو دینا اور دوسرے کو نہ دینا یہ بے شک ممنوع اور مکروہ ہے، بلکہ جملہ اولاد کو دیوے اور اس میں دو قول ہیں کہ پسر اور دختر کو برابر دے یا بہ حساب للذکر مثل حظ الأنثیین دے، اول قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور دوسرا قول امام محمدؒ کا ہے، اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، اور اگر ایک کو دے اور دوسرے کو نہ دے تو جس کو دیا وہ مالک ہو جائے گا مگر دینے والا گنہ گار ہوگا کہ اس نے سب کو نہ دیا، اور نیز کتاب مذکور میں جو یہ لکھا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے لوٹا سکتا ہے اور واپس لے سکتا ہے یہ بھی حنفیہ کے مذہب کے خلاف ہے، حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ذی رحم محرم کو جو کچھ ہبہ کیا گیا وہ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: وفی الخانیة: لا بأس بتفضیل بعض الأولاد فی المحبة لأنها عمل القلب وكذا فی العطایا إن لم یقصد به الإضرار وإن قصده یسوی بینهم یعطى البنت كالابن عند الثانی وعلیه الفتوی ولو وهب فی صحته كل المال للولد جاز وأثم الخ. وفي الشامی: قوله وعلیه الفتوی أي علی قول أبي یوسف من أن التنصیف بین الذکر والأنثی أفضل من التلیث الذی هو قول محمدؒ إلخ (۱) (شامی) اور موانع رجوع عن الهبة میں لکھا ہے: والقاف: القرابة فلو وهب لذي رحم محرم منه لا يرجع إلخ (۲) (درمختار)

بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے زیادہ دینا

سوال: (۵۶) ایک عورت اپنی زندگی میں اپنے بیٹے اور بیٹی کو جائیداد تقسیم کرنا چاہتی ہے، اور چونکہ خود بیٹے کی شرکت میں رہنا چاہتی ہے اس لیے بیٹی کی بہ نسبت بیٹے کو زیادہ دینا چاہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۲/۱۳۳۱ھ)

الجواب: مصلحت مذکورہ کی وجہ سے ایسا کرنا درست ہے، اور بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ بیٹے کو بہ نسبت دختر کے دگنا دینا چاہیے یعنی ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورہ نساء، آیت: ۱۱) فقط

(۱) الدر والرد ۴۳۴/۸ کتاب الهبة.

(۲) الدر مع الرد ۴۳۳/۸ کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة.

بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو زیادہ دینا کب درست ہے؟

سوال: (۵۷) میرے تین لڑکے ہیں، دو لڑکے بڑے برسر روزگار ہیں، تیسرا چھوٹا لڑکا میرے پاس ہے جو اب تک بوجہ ہماری خدمت کے بے کار رہا اور مقروض بھی ہے، وہ کہتا ہے کہ نصف جائداد مجھ کو دیدو تاکہ میں اس کو فروخت کر کے قرض ادا کروں اور باقی سے تجارت کروں یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۲/۹۷۳)

الجواب: اگر ضرورت مذکورہ کی وجہ سے چھوٹے بیٹے کو زیادہ دے دیا جائے کہ وہ صاحب حاجت ہے تو یہ شرعاً درست ہے۔ درمختار میں ہے: کہ اگر دوسرے پسر کا اضرار مقصود نہ ہو بلکہ زیادتی حاجت کی وجہ سے ایک پسر کو زیادہ دے دیا جائے تو یہ درست ہے اور اس میں مؤاخذہ اخروی نہیں ہے وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار إلخ (۱) (درمختار) فقط

نافرمان لڑکے کو محروم کرنا

سوال: (۵۸) ایک لڑکا اپنے باپ کا نافرمان اور گستاخ ہے باپ چاہتا ہے کہ اس کو اپنی جائداد سے محروم کر دے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۷۸۳)

الجواب: ایسا نہ کرنا چاہیے اپنے پسر کو اپنی جائداد سے محروم نہ کرنا چاہیے اور اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ وہ باپ کی خدمت کرے اور فرماں برداری کرے، نافرمانی کا گناہ اس کے ذمہ ہے۔ لیکن اگر اس کو محروم کیا گیا تو قطع میراث کا گناہ باپ کو ہوگا اور حدیث شریف میں ہے: من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة يوم القيامة الحدیث (۲)

سوال: (۵۹) ایک لڑکے نے اپنے باپ کو گالیاں دیں اور یہ کہا کہ تیرے منہ میں کیڑے پڑیں تو حرام کا ہے وغیرہ وغیرہ ایسے بے ادب لڑکے کو باپ اپنی ملکیت میں سے حصہ دینا نہیں چاہتا اور وہ اپنی

(۱) الدر مع الرد ۴۳۴/۸ کتاب الہبہ.

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۶۶ باب الوصایا.

ملکیت دوسرے لڑکوں کو تقسیم کرنا چاہتا ہے، یہ دینا درست ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۲۵۶)

الجواب: ماں باپ کو اف کہنا بھی منع ہے، قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٌ﴾ (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۲۴) پس ماں باپ کو گالی دینا اور سب و شتم کرنا اور ان کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہے اور حدیث شریف میں ہے: لا یدخل الجنة عاق أو کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (۱) یعنی ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہ داخل ہوگا یعنی دخول اولی اس کو نصیب نہ ہوگا، اوہو محمول علی الاستحلال لیکن بایں ہمہ باپ کو نہ چاہیے کہ دوسری اولاد کو مال تقسیم کر دے اور اس کو محروم کرے، یہ جائز نہیں ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ نے جور اور ظلم فرمایا ہے۔ فقط

بے نمازی اور آوارہ لڑکے کو محروم رکھنا

سوال: (۶۰) ایک لڑکا نماز نہیں پڑھتا اور کبوتر بازی وغیرہ کرتا ہے اس کا باپ اس کو اپنی جائداد سے محروم کر کے اس کے حصے کو دوسرے بیٹوں کے نام کر دے؟ یا اور کسی کار خیر میں صرف کر دے؟

(۱۳۴۵/۸۱۵)

الجواب: اس لڑکے کو میراث سے محروم نہ کرنا چاہیے یہ بڑا سخت گناہ ہے اس کے واسطے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کرے باقی میراث سے محروم نہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: من قطع میراث وارثه قطع اللہ میراثه من الجنة يوم القيامة أو کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (۲) یعنی جس شخص نے اپنے وارث کی میراث قطع کی اور اس کو محروم کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم فرماوے گا۔ فقط

بیٹی کو محروم رکھ کر پوتوں کو جائداد ہبہ کرنا

سوال: (۶۱) ایک شخص کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے تھے، اور اس شخص نے سب کی شادیاں

(۱) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یدخل الجنة منان ولا عاق ولا مدمن خمر. رواه النسائی والدارمی (مشکوٰۃ المصابیح ص: ۴۲۰ کتاب الآداب باب البر والصلة)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۶۶ باب الوصایا.

کردیں، اتفاقاً دونوں بیٹے اور دو بیٹیاں اس شخص کے سامنے فوت ہو گئیں، اس شخص نے اپنا حصہ جدی ترکہ اپنے دونوں پوتوں کے نام ہبہ کر دیا، اور بیٹی کو جو موجود تھی کچھ حصہ نہ چھوڑا؛ صورت مذکورہ بالا میں کچھ حصہ از روئے شرع اس لڑکی کا بھی ہے؟ (۱۳۳۵ھ/۴۳)

الجواب: ترکہ بعد مرنے مورث کے شرعاً تقسیم ہوتا ہے اور اس میں دختر (بیٹی) اور پوتے سب حق دار ہیں، مورث کی زندگی میں کسی وارث کا حق مورث کے مال میں نہیں ہوتا یعنی بطور وراثت کے، لہذا اگر پوتوں کو ترکہ جدی دیدے گا وہ مالک ہو جائیں گے۔ لیکن ہبہ جائز ہونے کی یہ شرط ہے کہ ہبہ مشاع کا نہ ہو یعنی جو جائیداد وغیرہ ہبہ کی جاوے وہ منقسمہ ہو مشترک نہ ہو، اور ہر ایک پوتا کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کر کے دے اور قبضہ بھی کرادیوے، اگر وہ نابالغ ہیں تو دادا ہی کا قبضہ کافی ہے، بہر حال منقسمہ اور محدود ہونا مکان وزمین موہوبہ کا ضروری ہے، اگر ایسا نہ ہوا بلکہ مشترک کا ہبہ کیا گیا تو وہ شرعاً صحیح و نافذ نہیں ہوا توڑ دیا جائے گا، اور یہ فعل اس شخص کا کہ پوتوں کو دیا بیٹی کو نہ دیا صریح ظلم ہے اور معصیت ہے، حدیث شریف میں اس کو جو فرمایا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹے کی موجودگی میں کل جائیداد پوتے کو ہبہ کرنا

سوال: (۶۲) ایک شخص زید مورث نے اپنے بیٹے عمر کی موجودگی میں اپنی جائیداد اپنے پوتے — یعنی پسر عمر — بکر کے نام بذریعہ ہبہ اس اندیشے سے منتقل کر دی کہ عمر مقروض ہے مبادا میرے بعد جائیداد نیلام ہو جائے یہ ہبہ بنام بکر جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۷ھ/۱۶۲۲)

الجواب: اگر شرائط صحت ہبہ — یعنی غیر مشاع ہونا موہوبہ کا، اور قبضہ موہوبہ کا اگر وہ بالغ ہے یا قبضہ اس کے ولی کا اگر وہ نابالغ ہے — پائی گئیں تو ہبہ صحیح ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ (۲) فقط

(۱) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألك بنون سواہ؟ قال: نعم، قال: فكلهم أعطیت مثل هذا؟ قال: لا، قال: فلا أشهد علی جور (الصحيح لمسلم ۳۷/۲ کتاب الہبات، باب کراهة التفضیل بعض الأولاد فی الہبة)

(۲) وشرائط صحتها فی الموهوب أن یكون مقبوضاً غیر مشاع ممیزاً غیر مشغول (الدرمع الرد ۴۲۴/۸ کتاب الہبة)

لا یتیم حکم الہبة إلا مقبوضة ویستوی فیہ الأجنبی والولد إذا کان بالغاً. ہکذا فی المحيط =

بھتیجے کو محروم رکھ کر تمام جائیداد نو اسے کو دینا

سوال: (۶۳) ایک عورت اپنے بھتیجے کے ہوتے ہوئے اپنے نو اسے کو اپنی تمام جائیداد یا دو ثلث یا ایک ثلث دینا چاہتی ہے یہ جائز ہے یا نہ؟ (۵۲۶/۴۳-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بھتیجے کو بالکل محروم کر دینا اور تمام جائیداد نو اسے کو دے دینا مکروہ اور مذموم ہے مناسب یہ ہے کہ ایک ثلث نو اسے کو دے دے یا وصیت کر جائے اور باقی بھتیجے کو دیدے۔

بیٹوں کے نام ہبہ کی ہوئی جائیداد میں بیٹیوں کو تنسیخ ہبہ کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۴) ایک شخص نے اپنی جائیداد صرف بیٹوں کے نام ہبہ کر دی تو بیٹیوں کو تنسیخ ہبہ کا حق ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر ہبہ بقاعدہ شرعیہ صحیح ہو چکا ہے یعنی یہ کہ ہبہ مشاع کا نہیں ہے اور قبضہ موہوب لہم کا علیحدہ علیحدہ ان کے حصے پر کر دیا ہے تو دختران کو تنسیخ ہبہ کا دعویٰ شرعاً نہیں پہنچتا اگرچہ واہب اس فعل میں گنہگار ہوا، مگر ہبہ صحیح ہو گیا منسوخ نہیں ہو سکتا، اور اگر ہبہ نا تمام رہا مثلاً یہ کہ تقسیم کر کے ہبہ نہیں کیا گیا یا قبضہ نہیں ہوا تو وہ ہبہ باطل ہے اس صورت میں لڑکیوں کو بھی بقدر حصہ پہنچے گا، دعویٰ ان کا اس حالت میں صحیح ہے۔ فقط

غیر وارث کو اپنا تمام مال ہبہ کرنا

سوال: (۶۵) زید نے بحالت صحت وارث کی موجودگی میں غیر وارث کو اپنے تمام مال و متاع کا مالک بنا دیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۶۸/۴۳-۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر بذریعہ ہبہ مالک بنایا ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر ہبہ مشاع کا نہیں ہے تو صحیح

= (الفتاویٰ الہندیہ ۴/۳۷۷ کتاب الہبہ، الباب الثانی فیما یجوز من الہبہ وما لا یجوز)

وہبہ من له ولاية على الطفل في الجملة تتم بالعقد، لو الموہوب معلوماً وکان فی یدہ

أو ید مودعہ، لأن قبض الولی ینوب عنه (الدر المختار مع الشامی ۸/۴۳۲ کتاب الہبہ)

و نافذ ہے، اور اگر ہبہ مشاع کا ہے تو صحیح نہیں ہے، اور یہ امر شرعاً مذموم اور ممنوع ہے کہ وارثوں کو محروم کر دے اور تمام مال غیر شخص کو دیدے، حدیث شریف میں اس پر وعید وارد ہے (۱) فقط

فوت شدہ لڑکے کا حصہ اس کی بیٹی اور بیوہ کو دینا

سوال: (۶۶) زید کے چار لڑکے تھے، ۱۷ سال ہوئے دو کا انتقال ہو گیا، ایک ان میں شادی شدہ تھا، اور ایک لڑکی دو ماہ کی چھوڑی، زید اپنی جائیداد میں سے اگر اس کے باپ کے حصے میں سے اس کی عورت اور لڑکی کو دیدے تو کیسا ہے؟ (۱۳۴۵/۲۳۰۸ھ)

الجواب: زید اپنی زندگی میں اپنی جائیداد مکسوبہ وجدی کا مالک و مختار ہے اس کو ہر ایک قسم کے تصرف و انتقال کا اپنی حیات میں اختیار ہے، لہذا اگر زید اپنی جائیداد میں سے اپنے پسر متوفی کی دختر اور بیوہ کو کچھ حصہ دیدے تو یہ جائز ہے، اور شرعاً زید کو یہ حق ہے، اور زید اس میں کچھ گنہ گار نہ ہوگا، اور بہ نیت صلہ رحمی ایسا کرنے سے زید کو ثواب ہوگا۔ فقط

مکان ہبہ کر کے اس کا عوض لینا اور یہ شرط لگانا کہ تاحیات میں قابض رہوں گا

سوال: (۶۷) ایک شخص نے اپنا مکان زید کے نام ہبہ کیا اور پچاس روپیہ عوض میں موہوب لہ سے لے لیے اور یہ بھی شرط ہبہ نامہ میں تحریر ہے کہ تاحیات میں قابض رہوں گا بعد وفات میرے موہوب لہ کا قبضہ ہوگا ایسی صورت و شرط میں ہبہ جائز ہو یا نہ؟ (۱۳۴۳/۲۵۱۵ھ)

الجواب: شرعاً ہبہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ یہ ہبہ بشرط العوض ہوا کہ جو اگرچہ انتہاء بیع کے حکم میں ہے، مگر ابتداء ہبہ ہی کا حکم رکھتا ہے، جس میں فی الحال موہوب لہ کے قبضہ کی ضرورت ہے اور وہ اس صورت میں نہیں پایا گیا، شامی نے خانیہ سے نقل کیا ہے: وہب لرجل عبداً بشرط أن يعوضه ثوباً إن تقايضا جاز وإلا لا (۲) (شامی ۴/۵۱۶) وفي الخانية: فإن كانت الهبة بشرط العوض يشترط

(۱) وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. رواه ابن ماجه (مشكاة المصابيح ص: ۲۶۶، باب الوصايا)
(۲) الشامي ۴/۸ كتاب الهبة .

لها شرائط الهبة في الابتداء ولا يثبت بها الملك قبل القبض إلخ (۱) (خانية ۲۷۰/۳) وفي الهداية: وإذا وهب بشرط العوض اعتبر التقابض في المجلس في العوضين ويطل بالشيوخ لأنه هبة ابتداءً إلخ (۲)

دین مہر کے عوض بیوی کو اپنی جائیداد ہبہ کرنا اور شرط لگانا

سوال: (۶۸) اگر شوہر بعوض دین مہر کے اپنی زوجہ کو جائیداد ہبہ کر دے اور ہبہ نامہ میں یہ شرط لکھے کہ زوجہ کو بلا میری رضامندی کے بیع و ہبہ کا اختیار نہیں اس شرط سے ہبہ میں نقصان ہوگا یا کیا؟ اگر زوجہ اس جائیداد موہوبہ کو فروخت کرے تو بیع ہو جائے گی یا نہیں؟ اور شوہر کے قرابت دار کو کہ وہ بھی شریک فی المبیع ہے، حق شفعہ ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۴۵۷)

الجواب: ہبہ کرنا بعوض دین مہر کے یہ بیع ہے، اور بیع شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے، اور بیع فاسد میں بعد قبضہ کے بیع ملک مشتری میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن اگر عورت نے بعد قبضہ کے اس جائیداد کو فروخت کیا، بیع ہو جائے گی اور شریک فی المبیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

ہبہ بالعوض میں عوض کا مجہول ہونا

سوال: (۶۹) زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اب میری آخری حالت ہے، طبیعت ناساز اور بدن میں ہمیشہ ضعف لاحق رہتا ہے، ارادہ ہے کہ بقیہ زندگی سیر و سفر میں بسر کروں گا، اگر تم ۷۵ روپیہ سالانہ ہم کو دیتی رہو تا حین حیات تو ہم اس کے بدلے کل جائیداد ہبہ بالعوض کر دیں گے، مگر مشاہرہ مذکورہ کو ہر سال کے آخری مہینے میں جہاں میں ہوں بھیج کر وصولیابی حاصل کر لیں، اور ہماری وفات کے بعد مشاہرہ مذکورہ کو فی سبیل اللہ خیرات کرتے رہنا، اور یہ ہبہ بالعوض تمہاری وفات کے بعد تمہارے ورثاء کو منتقل ہوگا، پس زوجین کی رضامندی پر ہبہ نامہ ہوا یہ ہبہ بالعوض ہے یا کیا؟ (۱۳۳۲/۲۷۷۳)

الجواب: قال في الهداية: وإذا وهب بشرط العوض اعتبر التقابض في المجلس في

(۱) الفتاوى الخانية مع الهندية ۲۷۹/۳ کتاب الهبة، فصل في العوض.

(۲) الهداية ۲۹۱/۳ کتاب الهبة، باب ما يصح رجوعه وما لا يصح.

العوضین و يبطل بالشيوع لأنه هبة ابتداءً فإن تقابضا صح العقد و صار في حكم البيع يرد بالعيب و خيار الروية و يستحق فيه الشفعة لأنه بيع انتهاءً إلخ (۱) (۲۸۸-۲۸۹) وفي الدر المختار: وإذا وقعت الهبة بشرط العوض المعين فهي هبة ابتداءً فيشترط التقابض في عوضين و يبطل العوض بالشيوع فيما يقسم ، بيع انتهاءً فترد بالعيب و خيار الروية و تؤخذ بالشفعة هذا إذا قال: وهبتك على أن تعوضني كذا أما لو قال: وهبتك بكذا فهو بيع ابتداءً و انتهاءً و قيد العوض بكونه معيناً لأنه لو كان مجهولاً بطل اشتراطه فيكون هبة ابتداءً و انتهاءً إلخ (۲) پس عبارت در مختار لانه لو كان مجهولاً بطل اشتراطه إلخ سے معلوم ہوا کہ ہبہ مذکورہ میں اشتراط عوض مجہول باطل ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عوض مجہول ہے کیونکہ مشاہرہ کس قدر وصول ہوگا اس کی مقدار معلوم نہیں اس لیے کہ عمر کی مدت معلوم نہیں ہے، لہذا جو کچھ مشاہرہ تاحیات شوہر عورت اس کو دے گی وہ ہبہ مبتدئہ ہوگا، اور بعد مرنے شوہر کے وصیت صحیح نہ ہوگی اور عورت کے ذمے خیرات کرنا اس مقدار مشاہرہ کا واجب نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ نہ یہ وقف ہے اور نہ وصیت صحیحہ ہے۔ فقط

ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۰) زید نے عمر کو ایک مکان ہبہ کر دیا اور ہبہ نامہ بھی لکھ دیا، اب زید اپنے ہبہ سے رجوع کرنا چاہتا ہے کیا شرعاً کر سکتا ہے؟ اور رجوع ہبہ کی کیا صورتیں ہیں؟ (۱/۹۷۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہبہ کرنے کے بعد اگر کوئی مانع عن الرجوع نہ پایا جائے تو عند الحنفیہ واہب اپنے ہبہ کو رجوع کر سکتا ہے یعنی بحکم حاکم یا بتراضی طرفین رجوع کر سکتا ہے لیکن لوٹانا ہبہ کا مکروہ ہے، اور چند امور مانع ہیں رجوع سے، اگر ان میں سے کوئی امر پایا گیا تو پھر رجوع نہیں ہو سکتا، ان موانع میں سے واہب کی موت بھی ہے، پس اگر واہب فوت ہو گیا تو اس کے وارث رجوع نہیں کر سکتے، في الدر المختار: والميم موت أحد العاقلين إلخ (۳) اور ان موانع میں سے قرابت قریبہ بھی ہے مثلاً باپ یا دادا اپنی

(۱) الهداية ۲۹۱/۳ کتاب الهبة ، باب ما يصح رجوعه وما لا يصح.

(۲) الدر المختار مع الرد ۲۳۵/۸ کتاب الهبة، باب الرجوع عن الهبة.

(۳) الدر المختار مع رد المحتار ۲۳۹/۸ کتاب الهبة ، باب الرجوع في الهبة.

اولاد اور اولاد کی اولاد سے ہبہ کو نہیں لوٹا سکتا کذا فی الدر المختار (۱)

بھائی کو اپنی جائیداد وغیرہ ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں

سوال: (۷۱)..... (الف) زید نے اپنے بھائی بکر کو اپنی کچھ جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ از قسم اراضی و مکان و حیوانات بہ معاوضہ احسانات گذشتہ ہبہ کر کے جائیداد موہوبہ پر بکر موہوب لہ کا قبضہ بھی کر دیا، شرط ہبہ یہ تھی کہ بکر تا حیات زید، زید کی کفالت کرے اور زید کی دختر کی شادی بھی اپنے صرفہ سے کرے بعد تحریر ہبہ نامہ و قبضہ بکر نے تعمیل شرائط ہبہ نہ کی بلکہ خلاف ورزی کی، بدیں وجہ زید نے ہبہ سے رجوع عملی اس طرح کیا کہ جائیداد موہوبہ پر پھر قابض ہو گیا، پس کیا ایسی صورت میں زید کو شرعاً ہبہ سے رجوع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور ایسے رجوع و قبضہ کے متعلق شرعاً کیا حکم ہوگا؟

(ب) زید کا اپنے بھائی بکر کے احسانات گذشتہ کے عوض جائیداد کا ہبہ کرنا شرعاً ہبہ بلا عوض کے حکم میں داخل ہوگا یا ہبہ بالعوض کے؟ (۱۳۳۸/۳۵۸)

الجواب: (الف) اس صورت میں زید جائیداد موہوبہ کو اپنے بھائی موہوب لہ سے رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ مانع عن الرجوع قرابت قریبہ بھی ہے کذا فی الدر المختار (۲)
(ب) ہبہ نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ بالعوض ہے (۳) فقط

(۱) ویمنع الرجوع فیہا حروف ”دمع خزقہ“ یعنی الموانع السبعة الآتیۃ فالذال: الزیادۃ المتصلۃ والمیم: موت أحد العاقدین والعین: العوض والخاء: خروج الهبة عن ملک الموهوب لہ والزای: الزوجیۃ وقت الهبة والقاف: القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه نسباً لا یرجع والهاء: هلاك العین الموهوبۃ الخ (الدر المختار مع رد المحتار ۸/۴۳۷-۴۴۴ کتاب الهبة - باب الرجوع فی الهبة)

(۲) والقاف: القرابة، فلو وهب لذی رحم محرم منه نسباً لا یرجع (الدر المختار مع الشامی ۸/۴۴۳ کتاب الهبة - باب الرجوع فی الهبة)

(۳) اور ہبہ بالعوض میں بھی رجوع نہیں ہو سکتا، پس صورت مسئلہ میں رجوع کے لیے دو مانع ہیں: قرابتِ محرمہ اور ہبہ کا بالعوض ہونا ۱۲ سعید احمد پالن پوری

شوہر نے بیوی کو جو چیزیں ہبہ کی ہیں

ان کو زبردستی واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۲) زید نے ایک رقم از قسم نقد اپنی زوجہ ہندہ کو اور نیز کچھ جائداد از قسم زمین داری و مکان و باغ وغیرہ دے دیا، مگر عرصہ دراز کے بعد ناخوش ہو کر اس نقد کو زبردستی واپس لے لیا، گو ہندہ واپس دینے پر رضامند نہ تھی اور یہی حالت زمینداری کی ہے یہ فعل زید کا شرعاً کیسا ہے؟ آیا وہ ہندہ سے بزور واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۱۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه ليس لنا مثل السوء رواه البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ لوٹانا ہبہ کا ممنوع و مکروہ ہے (۲) وھکذا في كتب الفقه (۳)

پوتی کو اپنی جائداد ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں

سوال: (۷۳) ایک عورت کا ایک پسر و دختر (بیٹا اور بیٹی) زندہ ہیں اور اس نے اپنی پوتی کے نام اپنی کل جائداد ہبہ کر دی، اور پوتی سے یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ اس کے معاوضہ میں تاحین حیات تیری، تجھ کو روٹی کپڑا دوں گی؛ تو موہوب لہانے اس کے عوض میں کچھ نہیں دیا، لہذا وہ ہبہ جائداد موہوبہ کو واپس کرنا اور رجوع کرنا چاہتی ہے اس صورت میں رجوع جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۹۲۷ھ)

الجواب: ہبہ مذکورہ میں اگر شرائط صحت ہبہ پائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ ہبہ مشاع کا نہیں ہوا تو وہ ہبہ صحیح ہو گیا، اور عوض چونکہ مجہول تھا، لہذا یہ شرط باطل ہوئی اور چونکہ یہ ہبہ ذی رحم محرم کو ہوا لہذا رجوع اس میں صحیح نہ ہوگا، قال في الدر المختار: وقيد العوض بكونه معيناً لأنه لو كان مجهولاً بطل

(۱) صحيح البخاری ۱۰۳۲/۲ کتاب الحیل، باب في الهبة والشفعة.

(۲) بلکہ زوجیت بھی موانع رجوع میں سے ہے، اس لیے رجوع جائز ہی نہیں ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۳) في الفتاوى الغياثية: الرجوع في الهبة مكروه في الأحوال كلها الخ (الفتاوى الهندية ۳۸۵/۲ کتاب الهبة - الباب الخامس في الرجوع في الهبة وفيما يمنع عن الرجوع وما لا يمنع)

اشتراطه فيكون هبة ابتداءً وانتهاً إلخ (۱) وأيضاً فيه: فلو وهب لذي رحم محرم منه نسباً لا يرجع (۲) فقط

زیادتی متصلہ کے بعد ہبہ سے رجوع کرنا درست نہیں

سوال: (۷۴) زید نے اپنا ایک مکان معہ کچھ حصہ زمین متصلہ کے عمر کو روبروئے گواہان تحریری ہبہ کر دیا، عمر نے قابض ہو کر مکان تعمیر شدہ کی مرمت کرا کر زمین متصلہ فاضلہ میں بھی مکان تعمیر کر لیا، تو صورت مسئلہ میں زید عمر سے اشیائے موہوبہ کو شرعاً واپس لے سکتا ہے یا نہ؟ (۱۹۶۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں زید عمر سے اشیائے موہوبہ مذکورہ واپس نہیں لے سکتا، لأن الزيادة المتصلة كالبناء والغرس مانعة عن الرجوع قال في الدر المختار: أي من الموانع فالدال الزيادة المتصلة الخ كبناء وغرس إلخ (۳) فقط

مطلقہ عورت کو جائداد ہبہ کر کے واپس لینا

سوال: (۷۵) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اور مہر ادا کر دیا اور اس عورت کے نام کچھ جائداد (برائے) نان و نفقہ میں تحریر کر دی تو بعد طلاق وادائیگی مہر کے وہ عورت مستحق نان و نفقہ کی شرعاً رہے گی یا نہیں؟ اور وہ جائداد شوہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۷۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: طلاق کے بعد اگر زمین اور جائداد دی ہے تو وہ بطور ہبہ عورت کی مملوک ہوگئی، اب زبردستی اور قانونی طور سے شوہر واپس نہیں لے سکتا، رضا مندی سے واپس ہو جائے تو بکراہت لینا جائز ہے۔

باپ نے بیٹے کو جو مکان ہبہ کر دیا اس کو باپ کسی

ضرورت کی وجہ سے بھی واپس نہیں لے سکتا

سوال: (۷۶) زید کے باپ نے ایک مکان زید کے نام خریدا اور اس کو دے دیا اب کسی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۴۴۵/۸ کتاب الہبۃ، باب الرجوع فی الہبۃ .

(۲) الدر مع الشامی ۴۴۳/۸ کتاب الہبۃ، باب الرجوع فی الہبۃ .

(۳) ملخصاً عن الدر المختار مع الشامی: ۴۳۷-۴۳۸ کتاب الہبۃ، باب الرجوع عن الہبۃ .

ضرورت سے باپ زید سے اس مکان کو واپس لے سکتا ہے اور اس کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۵۰۰)

الجواب: جو مکان زید کو دیدیا گیا اور زید کے نام خرید اگیا وہ زید کی ملک ہے اس کو زید کا باپ واپس نہیں لے سکتا اور بدون زید کی اجازت کے اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔

ایک دوست نے دوسرے دوست کو جو چیز دی ہے

نا اتفاقی کے بعد اس کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۷) اگر دو شخصوں کے درمیان ایسی دوستی ہو کہ وہ اپنی چیز ایک دوسرے کو دیدیتے ہیں اگر ان میں نا اتفاقی ہو جائے تو وہ اپنی چیز کے مستحق ہیں یا کہ نہیں؟ اور اپنی چیز ایک دوسرے سے وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۴۰۰)

الجواب: اگر ہر ایک نے اپنی چیز دوسرے کو ہبہ کر دی تھی تو وہ بعد قبضہ مالک ہو گیا اس کا واپس لینا اچھا نہیں ہے، اور جو معاوضہ اس کا لے چکا ہے یعنی اس نے بھی اس کے معاوضہ میں کچھ چیز اس کو ہبہ کی تو پھر واپس لینا جائز بھی نہیں، اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو بطور عاریت و استعمال اپنی چیز دی تھی تو اس کو واپس لے سکتا ہے، اور مانگنے کے بعد نہ دینے والا گنہ گار اور مأخوذ ہوگا۔

بدکار عورت نے حرام مال سے جو زمین خریدی ہے اس کو

قرآن شریف کے عوض ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۸) زن کا سبہ نے مال حرام سے زمین خریدی تھی، اب اس کو بعوض قرآن شریف و تسبیح ہبہ کرتی ہے آیا ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس میں اہانت قرآن شریف کی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور اگر اس مسئلہ میں کچھ حیلہ کر لیا جائے تو موہوب لہ کو یہ ہبہ درست ہو جائے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۸۸)

الجواب: زن کا سبہ نے مال حرام سے جو زمین خریدی تھی اس کی وہ مالک ہو گئی، مگر خباثت اور برائی اس میں ضرور ہے، پھر جب اس زمین کو ہبہ کیا یا فروخت کیا تو موہوب لہ یا مشتری اس کا مالک

ہو گیا، اور اس میں اہانت قرآن شریف کی معاذ اللہ نہیں ہے، اور اس زمین کے ہبہ یا بیع کرنے کے لیے کسی حیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس ہبہ نامے کے تمام گواہ فوت ہو چکے ہوں یا نہ ہوں وہ معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۹)..... (الف) ایک ہبہ نامہ ایسے وقت کا لکھا ہوا ہے جب کہ تمام گواہ و شاہد وغیرہ سب فوت ہو چکے لیکن وہ ہبہ نامہ قاضی کے دفتر میں محفوظ ہے موہوب لہ کا قبضہ بھی جائداد موہوبہ پر رہا ہے؛ کیا ایسا ہبہ نامہ ثبوت میں لیا جاسکتا ہے؟

(ب) اگر کوئی شخص عدالت شرع میں ایسا کاغذ پیش کرے جس کے گواہ نہ ہوں اور نہ وہ قاضی کے دفتر سے نکلا ہو اور وہ کاغذ اس کاغذ کا مخالف ہو جو قاضی کے دفتر سے نکلا ہو تو ایسا کاغذ قابل تسلیم ہے یا نہ؟ (۱۴۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) ایسا ہبہ نامہ معتبر ہو سکتا ہے اور ثبوت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(ب) ایسا کاغذ شرعاً معتبر نہیں ہے۔ فقط

فالج زدہ شخص کا اپنی جائداد میں بیع، ہبہ، محابات وغیرہ تصرفات کرنا

سوال: (۸۰) زید پر فالج گرا اور کئی ماہ تک زید اسی مرض میں مبتلا رہا، اور علاج کراتا رہا، خدا نے اپنا فضل کیا، پھر صحت ہو گئی، لیکن یہ مرض جس پر آتا ہے اکثر بعد صحت کے بھی عود کرتا ہے، اس لیے احتیاطاً زید نے سفر وغیرہ سے، باہر آنے جانے سے پرہیز کیا، اور اس زمانے میں اس نے اپنی جائداد اپنے لڑکوں کے نام بہت ارزاں قیمت پر بیع کر دی تاکہ لڑکیوں کو ترکہ اس جائداد مبیعہ سے کچھ نہ مل سکے، اور بیع کرنے کے بعد چونکہ لڑکے نابالغ تھے، اور کاروبار تجارت سے ناواقف تھے اس لیے بحیثیت ولی ہونے کے زید خود ہی انتظام کرتا رہا، اور بعوض اس انتظام کے مبلغ سو روپے ماہوار تنخواہ لیتا رہا، اسی طریقہ پر دو سال یا اس سے زائد کام کرتا رہا، پھر دوبارہ فالج گرا اور کئی ماہ تک رہا، پھر بھی افاقہ ہو گیا، لیکن اس مرتبہ ایسا ہوا کہ اب کام وغیرہ نہیں کر سکتا تھا، پھر فالج گرا اور مرض بڑھتا گیا اور انجام کار زید جاں بَر نہ ہوا، زید نے جو تصرف بیع وغیرہ صحت کی حالت میں کیا ہے، اور اس کے بعد بحیثیت ملازمت

تجارت کا کاروبار بھی بہت دنوں تک کرتا رہا یہ جائز و نافذ ہوگا یا نہیں؟ (۶۳۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: زید نے جو تصرف اپنی جائیداد میں بیع، ہبہ و محابات وغیرہ کا اپنی صحت میں کیا وہ تصرف صحیح ہے، لیکن زید بوجہ اس غرض فاسد کے کہ لڑکیوں کو جائیداد مذکورہ میں سے حصہ نہ ملے عاصی و آثم ہوا۔
 کما فی الدر المختار: ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز وأثم إلخ (۱) اور واضح ہو کہ بیان سائل کے موافق زید جو کہ مفلوج ہوا اور علاج کے بعد اس کو افاقہ اور صحت ہو گئی اور دو سال تک اسی حالت پر رہا اور اس حالت افاقہ و صحت میں اس نے بیع مذکورہ محابات کے ساتھ یعنی کم قیمت کے ساتھ کی تو اس حالت میں زید بہ حکم اصحاء ہے، اور بیع و محابات وہبہ وغیرہ اس کے وارثوں کے نام صحیح ہیں قال فی الدر المختار: والمقعد والمفلوج والمسلول إذا تطاول ولم يقعه فی الفراش كالصحيح ثم رمز شح (أي شمس الأئمة الحلواني) حد التطاول سنة انتهی وفي الشامي: وفسر أصحابنا التطاول بالسنة فإذا بقى على هذه العلة سنة فتصرفه بعدها كتصرفه فی حال صحته إلخ (۲) (شامی ۵۲۱/۲) — وفيه أيضًا عن الهندية: المقعد والمفلوج مادام يزد مابه كالمريض فإن صار قديمًا ولم يزد فهو كالصحيح إلخ (۲)

پس جب کہ زید مذکور دو برس تک حالت افاقہ میں رہا، اور زیادتی مرض میں اس عرصہ میں نہ ہوئی تو وہ بہ حکم صحیح ہے، اور تصرف اور تبرع اس کا نافذ ہے، البتہ اگر اس کے مرض میں برابر زیادتی ہوتی رہتی اور درمیان میں صحت اور افاقہ نہ ہوتا، اور بہ حالت زیادتی مرض ہی وہ بیع مذکور کرتا تو صحیح نہ ہوتی۔ فقط
 سوال: (۸۱) زید کئی برس مرض فالج وغیرہ میں مبتلا رہا ہے، مرض کے زمانے میں درمیان درمیان کچھ کچھ افاقہ بھی ہوتا رہا، اور مرض کی دوری بھی ہوتی رہی، اور افاقہ کے زمانے میں زید قریب قریب صاحب فراش رہا، یعنی بلا امداد دوسروں کے؛ گھر کے اندر بھی چلنا پھرنا نہیں ہو سکتا تھا، عرصہ تک جب یہی حالت رہی اور مرض میں برابر زیادتی ہوتی گئی اور زید کو اپنی صحت سے مایوسی ہو گئی تو جائیداد متروکہ (تقسیم) شرعی سے بچانے کے لیے زید نے ایک بیع نامہ جائیداد کا اپنے لڑکوں کے نام لکھ دیا، بیع نامہ میں جس قیمت پر جائیداد کا فروخت کرنا لکھا گیا ہے وہ اصل قیمت سے بہت کم ہے؛ آیا ایسی حالت میں جب کہ زید اپنی صحت سے مایوس ہو چکا تھا اور بیمار تھا اور اس مرض میں انتقال بھی ہوا، زید

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۳۴/۸ کتاب الہبۃ، قبل باب الرجوع فی الہبۃ.

(۲) الدر المختار والشامی ۵/۷ کتاب الطلاق، باب طلاق المريض.

نے جو بیع نامہ ایک بہت بڑی جائیداد کا نہایت کم قیمت پر اپنے لڑکوں کے نام صرف اس غرض سے کر دیا کہ دوسرے ورثہ کو حصہ شرعی نہ ملے یہ بیع نامہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرے ورثہ کو حصہ شرعی اس جائیداد سے ملے گا یا نہیں؟ (۶۳۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اقول وبالله التوفیق: مرض فالج وغیرہ امراض مزمنہ میں اگر ایک برس یا اس سے زیادہ کوئی مریض رہے، اور اس عرصہ میں برابر مرض کو زیادتی نہ ہوتی رہی ہو بلکہ مرض ٹھہرا رہا ہو زیادہ نہ ہوا ہو اور اسی حالت میں وہ کوئی تبرع و تصرف بیع و ہبہ و محاباة وغیرہ کا وارثوں کے لیے کرے تو یہ تصرفات اس کے صحیح ہیں اور وہ شخص شرعاً مریض بہ مرض الموت نہیں سمجھا جاتا اگرچہ بعد میں دوبارہ مریض ہو کر اور مرض زیادہ ہو کر وہ فوت ہو جائے کما فی رد المحتار: وفسر أصحابنا التطاول بالسنة فإذا بقى على هذه العلة سنة فتصرفه بعدها كتصرفه في حال صحته الخ وفي الهندية أيضاً: المقعد والمفلوج مادام يزداد مابه كالمريض فإن صار قديماً ولم يزد فهو كالصحيح في الطلاق وغيره كذا في الكافي وبه أخذ بعض المشائخ وبه كان يفتي الصدر الشهيد وحاصله أنه إن صار قديماً بأن تطاول سنة ولم يحصل فيه ازدياد فهو صحيح الخ (۱) (۵۲۱/۲) فقط

ہبہ بہ شکل بیع کا حکم

سوال: (۸۲)..... (الف) جب کوئی شخص کسی کے نام غیر منقولہ جائیداد مکان وغیرہ کو ہبہ کرنا چاہتا ہے تو بوجہ قانون عدالتی کے اس کو بیع نامہ کی صورت میں لا کر شے مبیعہ کے زر ثمن کو موہوب لہ کے نام ہبہ کرتا ہے اور اگرچہ اس بیع نامہ میں تقابض البدلین تحریر میں آتا ہے لیکن بیشتر تقابض البدلین نہیں ہوتا بلکہ یہ الفاظ صرف تحریر میں لائے جاتے ہیں مثلاً بائع یہ لکھتا ہے کہ میں نے فلاں مکان فلاں جائیداد بعوض اس قدر روپے کے بیع کی، اور زر ثمن بوجہ شفقت پدری کے معاف کر دیا چوں کہ مقصود واہب کا صرف اس جائیداد کا بنام موہوب لہ ہبہ کرنا ہوتا ہے تو صورت مذکورہ میں یہ طریق عمل شرعاً بیع کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا یا ہبہ کے ساتھ؟

(ب) اور اگر وہ جائیداد غیر منقولہ مثلاً مکان ہے، اور واہب نے ہبہ کرنے کے بعد اس کو خالی نہیں

کیا، اور موہوب لہ کو اس پر قبضہ نہیں دیا تو یہ ہبہ شرعاً شمار ہوگا یا نہیں؟

(ج) اور اگر اس مکان کا ایک جزو مثلاً ثلث واہب نے ہبہ کیا، اور موہوب لہ کو یہ معلوم نہیں کہ ثلث کون سی جانب کا ہے اور اس پر قبضہ نہ ہوا تو ایسی صورت میں یہ ہبہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

(د) اگر کسی نے ایک مکان کا جزو کسی صغیر سن بچہ کے نام بطریق مذکور بیع کر کے زر ثمن بلا تقابض اس صغیر سن بچہ کو ہبہ کر دیا، اور وقت بیع نامہ کے کوئی ولی صغیر سن بچہ کا؛ زر ثمن کے داد و ستد (دینے اور لینے) کے لیے نہ تھا صرف بائع نے از خود کاغذ بیع نامہ رجسٹری کر دیا؛ یہ ہبہ یا بیع صحیح ہے یا نہ؟

(۱۷۲۴/۱-۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف - ج) اس صورت میں یہ معاملہ بیع سمجھا جائے گا، اور زر ثمن کا ہبہ یعنی اسقاط ہوگا، بیع میں تقابض البدلین شرط نہیں ہے، صرف ایجاب و قبول سے بیع ہو جاتی ہے، مثلاً بائع کہے کہ میں نے اس چیز کو بیع کیا، اور مشتری کہے: میں نے قبول کیا، اگرچہ بیع پر قبضہ مشتری کا ہنوز نہ ہوا ہو اور ثمن ادا نہ کیا گیا ہو، اور بیع میں شیوع بھی مانع نہیں ہے؛ ثلث اور ربع مکان کی بیع ہو سکتی ہے، اگرچہ وہ ثلث اور ربع متعین نہ کیا گیا ہو، الغرض جب کہ یہ معاملہ بیع سمجھا گیا تو پھر کوئی امر امور مذکورہ سہ نمبر سوالات میں سے خارج اور مانع بیع سے نہیں ہے۔

(د) اگر باپ اپنے نابالغ پسر کے ہاتھ بیع کرے تب تو باپ کا صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنے فلاں بیٹے کے نام یہ چیز بیع کی؛ قبول کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور اگر کوئی غیر کسی غیر بچہ کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کی طرف سے قبول کرنا اس کے ولی کا شرط ہے قبضہ کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ بیع صرف ایجاب و قبول زبانی سے منعقد ہو جاتی ہے، اگرچہ مشتری کا بیع پر قبضہ نہ ہوا ہو، اور ثمن معاف بھی ہو سکتا ہے، شامی میں ہے: وهو معنى ما في الفتح: من أن ركنه الإيجاب والقبول إلخ (۱) وفي الدر المختار: وينعقد أيضاً بلفظ واحد كما في بيع القاضى والوصى والأب من طفله إلخ (۲) اور ولی کا ہبہ کرنا بھی بلا قبض موہوب لہ کافی ہے جیسا کہ در مختار میں ہے: وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة إلخ تتم بقبض وليه إلخ (۳)

(۱) الشامی ۱۰/۷ کتاب البیوع - مطلب فی بیع المکره والموقوف .

(۲) الدر مع الرد ۳۲/۷ کتاب البیوع - مطلب فی انعقاد البیع بلفظ واحد من الجانبین .

(۳) الدر المختار مع الشامی ۴۳۲/۸ کتاب الهبة .

بہن بہ خوشی متروکہ جائیداد میں سے اپنا حصہ بھائیوں

کو دیدے اور لادعویٰ لکھ دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۳) رابعہ نے بخوشی خاطر جائیداد سکنائی کا اپنا حصہ برادران حقیقی کو دے دیا، اور اپنے حقوق سے بذریعہ دستاویز کے لادعویٰ لکھ دیا تو یہ جائیداد برادران کے حق میں شمار ہوگی یا کیا؟ اور رابعہ کا لادعویٰ لکھ دینا بیع ہے یا ہبہ؟ (۱۱۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: لادعویٰ لکھ دینا کسی وارث کا اپنے حصہ شرعی سے موجب بطلان حصہ شرعیہ کا نہیں ہے، پس رابعہ بدستور اپنے حصہ موروثہ کی مالک ہے، الاشباہ والنظائر کے حاشیہ میں ہے: وفيه التصريح بأن إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لا يصح. وقد صرحوا بأن البراءة من الأعيان لا تصح. ومن دعوى الأعيان تصح الخ وفيه أيضاً: ضابطته: أنه إن كان ملكاً لازماً لم يبطل بذلك كمالومات عن ابنين فقال أحدهما: تركت نصيبى من الميراث، لم يبطل لأنه لازم، لا يترك بالتارك الخ (۱) (۱۶۰/۲) یہ لادعویٰ لکھ دینا رابعہ کا نہ بیع ہے اور نہ ہبہ صحیح، بیع اس وجہ سے نہیں ہے کہ معاملہ بیع کا اور ایجاب و قبول بیع کا نہیں کیا گیا، نہ ثمن معین کیا گیا، اگر ہوتا تو ہبہ بالعوض ہوتا مگر ہبہ بوجہ شیوع کے باطل ہوا، اور تخارج میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ بدل کچھ معین نہیں کیا گیا۔

سرکار نے جوز مین رعایا کو دے دی اس کی پیداوار حلال ہے

سوال: (۸۴) جس زمین کو گورنمنٹ نے رعایا کو قبضہ کرادیا ہے یعنی سروے سیٹلمنٹ (Survey Settlement) ہو گیا ہے، اور رعایا کو پرچہ پٹی بھی حاصل ہے، ایسی زمین کی پیداوار کیسی ہے؟ (۲۰۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جائز اور حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) غمز عیون البصائر علی شرح الأشباہ والنظائر المعروف بـ ”شرح الحموی“ ۵۳/۳-۵۴ الفن الثالث - الجمع والفرق - ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبل. المطبوعة: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، باكستان.

کتاب الإجارة

اجارے کا بیان

اجارہ کی حقیقت

سوال: (۱) اجارہ کی حقیقت اور اس کے صحیح ہونے کی حقیقت و شرائط کیا ہیں؟

(۱۲۶۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اجارہ صحیح کی حقیقت یہ ہے کہ اراضی وغیرہ کو مثلاً اجرت معینہ پر مدت معینہ تک مستأجر کے حوالہ کر دے۔ فقط

صحت اجارہ کے لیے مدت اور اجرت کی تعیین ضروری ہے

سوال: (۲) اگر کوئی شخص اپنی زمین کو مثلاً پانچ من دھان کے عوض میں ایک سال کے لیے یا زائد ازیں دوسرے شخص کو دے دیوے اور یہ شرط کرے کہ خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو بہر صورت دھان ادا کرنا پڑے گا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۶۱۴/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: عقد اجارہ کی صحت کے لیے تعیین مدت و تعیین اجرت و منفعت شرط ہے، مواجر اور مستأجر کی طرف سے جب اجرو مدت کی تعیین ہوگئی تو اب صحت اجارہ میں کوئی کلام نہیں، پس صورت مسئلہ میں یہ عقد صحیح ہے مستأجر کے ذمے اجرت معینہ کا ادا کرنا ضروری ہے۔ و شرطها كون الأجرة والمنفعة

معلومین لأن جهالتهم تفضی إلى المنازعة إلخ (در مختار) و يعلم المنفعة ببيان المدة إلخ (۱)

(۱) الدر مع الرد ۹/۸-۷ کتاب الإجارة .

سوال: (۳) زید نے ایک قطعہ زمین عمر کو دھان بونے کے لیے دی کہ زید کو پندرہ من دھان دیوے یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۷۷۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زمین کو اگر مزارعت پر دیا جائے اور مزارعت کی تعریف یہ ہے کہ عقد علی الزرع بعض الخارج (۱) (درمختار) تو یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ مزارعت کی صحت کی شرط یہ بھی ہے و بشرط الشركة في الخارج فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة إلخ (۲) اور اگر زمین کو اجارہ پر کسی کو دیا جائے کہ وہ اس میں زراعت کرے اور مالک زمین اجرت میں پندرہ من دھان مثلاً مقرر کرے تو بطریق اجارہ یہ معاملہ صحیح ہے کیونکہ اجرت معین ہے اور اجارہ کی تعریف یہ ہے کہ تملیک نفع مقصود من العين بعوض إلخ (۳) و کل ماصالح ثمناً صلح أجرة إلخ و شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين إلخ (۴) (درمختار) پس جس طریق سے یہ عقد کیا ہے اس کے موافق حکم جاری ہوگا۔

سوال: (۴) تالاب میں سنگھاڑوں کی بیل ڈالنے کے لیے زمیندار سے جو معاملہ کیا جاتا ہے یہ عقد اجارہ میں داخل ہے یا نہیں؟ اور سنگھاڑہ کی خرید و فروخت کیسی ہے؟ (۹۸۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: سنگھاڑوں کی بیل کسی کے تالاب میں ڈالنے اور بونے کا معاملہ اجارہ میں داخل ہے، اور جب کہ اجرت و مدت وغیرہ معلوم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ اجارہ صحیح ہے اور سنگھاڑوں کی خرید و فروخت درست ہے۔

شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے

سوال: (۵) زید لڑکوں کو اس معاہدہ پر تعلیم دیتا ہے کہ اس سال میں کوئی امتحان گورنمنٹ کا مثلاً انٹرنیس یا مڈل کلاس اردو میں شریک ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاوے گی، اور اپنی اجرت اس طرح پر طے کرتا ہے کہ مثلاً دس یا پندرہ روپیہ ماہوار لیتا ہے، اور مبلغ ۴۰ یا ۵۰ روپیہ کی رقم معین کر کے اقرار کر لیتا ہے کہ بشرط کامیابی امتحان پانے کا مستحق ہوگا، اگر لڑکا امتحان میں کامیاب نہ ہو یا شریک امتحان نہ

(۱) الدر مع الشامی ۳۳۰/۹ اول کتاب المزارعة .

(۲) الدر مع الشامی ۳۳۳/۹ أوائل کتاب المزارعة .

(۳) الدر والرد ۶/۹ أوائل کتاب الإجارة .

(۴) الدر والرد ۸-۷/۹ أوائل کتاب الإجارة .

ہو سکے تو اس معاہدہ کی رقم میں سے زید کچھ بھی نہیں لے گا؛ یہ اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۲۵۸۵ھ)

الجواب: ایسا اجارہ شرعاً فاسد ہے، درمختار میں ہے: تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع مما مرّ يفسدها كجهالة مأجور أو أجره أو مدة أو عمل وكشرط طعام عبدٍ و علف دابة إلخ (۱) اور حکم اجارہ فاسدہ کا یہ ہے کہ اجر مثل اس میں لازم ہوتا ہے، پس ایسے معلم کی جو کچھ تنخواہ ماہوار عرفاً ہوتی ہے شرعاً وہ اس کے پانے کا مستحق ہے، فقط

سوال: (۶) زید نے بکر سے اراضی اجارہ پر لی اور یہ شرط لگائی کہ جو درخت اراضی میں ہیں زید کو ان کے کاٹنے کا اختیار ہے اور درختوں کے عوض کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا گیا، اب اجارہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ کیا زید ان درختوں کو فروخت کر سکتا ہے؟ اور ان درختوں کے معاملہ میں کونسا عقد تصور ہوگا؟ کیونکہ اجارہ کا عقد صرف منافع پر ہوتا ہے، اور یہ بیع موقوف کی صورت ہوگی یا فاسد کی؟ (۱۳۳۵/۲۸ھ)

الجواب: شرط مذکور سے یہ اجارہ فاسد ہو گیا کما فی الدر المختار: تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد (۱) پس جب کہ اجارہ فاسد ہو گیا تو زید کو درخت مذکور کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہے، اور فروخت کرنا بھی ان درختوں کو جائز نہیں ہے، اگر زید فروخت کرے گا تو بکر مالک اشجار کی اجازت پر بیع موقوف رہے گی، اگر اس نے بیع کو جائز رکھا بیع صحیح ہو جاوے گی اور قیمت بکر کو دینی چاہیے، بعد اجازت بکر مشتری کو ان درختوں میں تصرف درست ہے۔

مدت ختم ہونے سے پہلے اجارہ فسخ کرنا

سوال: (۷) زید نے عمر سے کچھ زمین دس سال کے لیے اس شرط پر لی کہ دس سال میں ایک سو روپیہ دوں گا، اور ہر سال دس روپیہ وضع ہوتے جائیں گے، اس شرط پر نو سال تک زمین کی زراعت کھائی، اب عمر کہتا ہے کہ تمہارے ایک سال کے دس روپیہ مجھ سے واپس لے لو اور میری زمین مجھے واپس کر دو، آیا یہ دس روپیہ لے کر زمین مذکور واپس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۲۸۷۶ھ)

الجواب: کل مدت اجارہ جب کہ دس سال ہے تو عمر زید کو نو برس میں زمین چھڑانے پر مجبور نہیں کر سکتا، البتہ اگر دونوں راضی ہو جائیں تو فسخ اجارہ مذکورہ قبل از مدت معینہ یعنی نو برس کے بعد درست ہے، دس روپیہ عمر سے واپس لے کر زید زمین اس کے حوالہ کر دیوے۔ فقط

سوال: (۸) زید نے اپنی زمین کی اجرت بیس روپیہ مقرر کر کے مدت دس سال کے لیے بکر کو اجارہ پر دیا اور بیس روپیہ پیشگی لے لیے، بعد پانچ سال کے بیس روپیہ میں سے دس روپیہ علی الحساب زمین کی اجرت منہا کر کے باقی دس روپیہ پھیر دیا، کیا اس قسم کا اجارہ دینا اور پھر بعد مدت پانچ سال اجرت زمین منہا کر کے مابقیہ دس روپیہ مستاجر کو واپس کر دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵-۲۴/۶۶ھ)

الجواب: صورت مسئلہ میں اگر موجر نے رضائے مستاجر سے ایسا کیا ہے تو صحیح ہے، متعاقدین ہر وقت اپنی رضا سے فسخ عقد کا اختیار رکھتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کی یہ تمام کاروائی فسخ اجارہ ہی سمجھی جائے گی، اس کے بعد عقد اجارہ باقی نہیں رہا، اور اگر مستاجر اس پر راضی نہ تھا تو پھر تنہا زید کو بغیر کسی عذر شرعی کے فسخ اجارہ کا اختیار نہیں، جس قدر مدت کہ وقت عقد مقرر کی گئی تھی اتنی مدت تک فریقین کے حق میں یہ اجارہ لازم ہو چکا تھا، نہ تنہا زید کو نہ صرف بکر کو قبل انقضائے مدت اس کے فسخ کا حق حاصل ہے۔

سوال: (۹) اگر کوئی شخص ایک بیگھہ زمین بہ حساب دس روپیہ سالانہ تین سال کے لیے لے کر ۳۰ روپیہ دے دیوے تو بعد ایک دو سال کے اجارہ فسخ اور باقی روپیہ واپس ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۲۵۵ھ)

الجواب: اس صورت میں اگر مستاجر اور موجر دونوں ایک یا دو سال کے بعد فسخ اجارہ پر راضی ہوں اور مستاجر زمین واپس کر دے اور موجر روپیہ واپس دیدے تو یہ لینا اور دینا درست ہے۔ فقط

سوال: (۱۰) زید نے ایک زمین دس برس کے واسطے بحساب دس روپیہ سالانہ سو روپیہ میں عمر کو اجارہ پر دی اور سو روپیہ پیشگی لے لیا، اور زید نے یہ شرط یا وعدہ کر لیا کہ اگر میں چار پانچ برس کے بعد باقی روپیہ دیدوں تو زمین واپس دینا ہوگا؛ یہ اجارہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور مدت معینہ سے پہلے اجارہ فسخ کرنا صحیح ہے یا نہ؟ اگر صحیح ہے تو مستاجر کو مابقی سے زیادہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۸۳۵ھ)

الجواب: دس روپیہ سالانہ اجرت کے حساب سے ایک سو روپیہ میں دس برس کے لیے زمین کا اجارہ ہوا، اس میں یہ تو متعاقدین کو اختیار ہے کہ اگر دونوں راضی ہوں تو بجائے دس برس کے مثلاً پانچ برس میں اجارہ کو فسخ کر دیں، لیکن جس مدت میں اجارہ فسخ کریں اسی مدت کا روپیہ موجر مستاجر سے لے سکتا ہے، زیادہ لینے کی شرط کرنا یا زیادہ لینا درست نہیں ہے مثلاً پانچ برس کے بعد اجارہ فسخ ہو تو پچاس روپیہ لے سکتا ہے زیادہ لینے کا اس کو کوئی حق نہیں ہے اور زیادہ لینے کی شرط مفسد اجارہ ہے۔

مدت اجارہ پوری ہونے سے پہلے کرایہ دار

مکان چھوڑنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱) زید مسجد کے مکان میں کرایہ سے رہتا ہے، متولی نے ایک سال کے لیے کرایہ نامہ لکھ دیا تھا جس کے اٹھارہ روپیہ ہوتے ہیں، کرایہ دار سال سے پہلے ہی مکان چھوڑنا چاہتا ہے اس صورت میں چونکہ مسجد کا صریح نقصان ہے اسی وجہ سے متولی کرایہ دار سے سال تمام کا کرایہ طلب کرتا ہے حالاں کہ کرایہ دار غیر مستطیع ہے اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۹۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں سال بھر کا کرایہ کرایہ دار سے لینا چاہیے کیوں کہ یہ عذر فسخ اجارہ کا شرعاً نہیں ہے۔ أما لو أراد التحول إلى حانوت آخر هو أوسع أو أرخص إلخ لم يكن عذراً إلخ (۱) (شامی) وفي الدر المختار: فيجب الأجر لدار قبضت ولم تسكن إلخ (۲) فقط

کرایہ دار مفلس ہو جائے تو اجارہ فسخ کر سکتا ہے

سوال: (۱۲) کسی شخص نے دکان کرایہ پر لی اور ایک سال کا وعدہ بھی کر لیا کہ ایک سال تک کرایہ نامہ بھی لکھ لیا، پھر مستاجر مفلس ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے مالک دکان کو نوٹس بھی دے دیا کہ میں نے آج سے دکان چھوڑ دی، لیکن مالک دکان نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم ایک سال کا کرایہ لیں گے

(۱) رد المحتار ۹/۹۶ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر ليس عذراً في الفسخ.

(۲) الدر مع الشامي ۹/۱۴ أوائل كتاب الإجارة.

اور مستأجر ایک سال کا بھی کرایہ نہیں دے سکتا ہے، اب یہ فرمائیے کہ شخص مذکور کو نوٹس کی تاریخ تک کرایہ دینا واجب ہے؟ یا سال بھر تک کا ہے؟ (۱۹۶۸/۳۳-۱۳۳۲ھ)

الجواب: مستأجر کے مفلس ہو جانے کو فقہانے اعذار فسخ اجارہ میں شمار فرمایا ہے یعنی اگر کرایہ دار مفلس ہو گیا کہ سامان تجارت اس کے پاس نہ رہا اور کرایہ دینے کی طاقت نہ رہی تو وہ اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے، اور مالک دکان یا متولی اس کو مجبور نہیں کر سکتا، پس اگر کرایہ دار واقعی مفلس ہو گیا ہے اور اس نے دکان چھوڑ دی ہے اور سامان اس کے پاس نہ رہا تو نوٹس کے وقت سے یعنی جب سے اس نے دکان خالی کر دی اور اطلاع کر دی ہے کرایہ دکان کا اس کے ذمے واجب نہیں رہا اور اجارہ فسخ ہو گیا۔ درمختار میں ہے: **وبعذر إفلاس مستأجر دكان ليتجر إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

اجارہ پردی ہوئی زمین اجارہ کی مدت ختم

ہونے سے پہلے کسی اور کے ہاتھ بیچ دینا

سوال: (۱۳) بکر کی زمین زید کے پاس دس سال کا ٹھیکہ پر تھی اور روپیہ ٹھیکہ کا بکر نے زید سے پیشگی وصول کر لیا، زید کے پاس وہ زمین تین سال رہی، بکر نے پھر اس زمین کو عمر کے ہاتھ بیچ کر دی اور عمر زید کے عزیزوں میں تھا، عمر نے زید سے کہا کہ سات سال کا ٹھیکہ جو تمہارا بقایا ہے وہ مجھ سے وصول کر لینا، اس نے کہا کہ دے دو، عمر نے کہا کہ اس وقت روپیہ تیار نہیں مگر جلدی ہی ادا کروں گا، زید نے کہا کہ تیری خوشی جب ہوگا دے دینا خواہ نہ دینا، پھر عمر نے کہا کہ میں غریب نہیں ہوں جلدی ہی ضرور ادا کروں گا، اب کئی سال ہو چکے اور روپیہ بھی عمر کے پاس موجود ہے اور لوگوں سے زمین خریدتا ہے اور زید جب سات سال کا ٹھیکہ کا روپیہ مانگتا ہے تو عمر کہہ دیتا ہے کہ جب ہوگا دوں گا، اس کا کچھ گناہ عمر کے ذمے ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۷۹۵ھ)

الجواب: جو زمین ایک مدت کے لیے کسی کو اجارہ پردی ہے، اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا بلا اجازت مستأجر کے درست نہیں ہے، اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع صحیح ہوگی اور

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹۶/۹ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر ليس عذراً في الفسخ.

اجارہ آئندہ کو فسخ ہو جائے گا، پس جو روپیہ مالک زمین مستأجر سے پیشگی لے چکا تھا اس کو وہ روپیہ واپس کرنا چاہیے اور اگر مشتری ذمے دار ہو گیا ہے اور مالک زمین نے اس کے حوالہ کر دیا ہے تو اس کو دینا چاہیے، اگر وہ بلا عذر نہ دے گا تو ظالم و عاصی ہوگا۔ فقط

اجارہ نسلاً بعد نسل درست نہیں

سوال: (۱۴) زید حکومت کی طرف سے ایک گاؤں یا کسی قطعہ زمین کا مستقل مالک نسلاً بعد نسل کے لیے بنادیا گیا ہے، اب حکومت کو خراج معین کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں، اگر زید اس زمین کو کسی رعیت کا شتکار کے ساتھ نسلاً بعد نسل مال گزاری معین کر کے بندوبست کر دیوے تو شرعاً رعیت مذکور کو اس اراضی میں کسی درخت کے لگانے کا حق ہے یا نہیں؟ اور اگر مالک مذکور کی اجازت سے رعیت نے درخت لگائے اور مالک مال گزاری معین پر اضافہ کر کے مال گزاری بھی وصول کرتا رہا ہے، تو درخت کاٹنے کے بعد مالک کا ہوگا یا شتکار اس کا مالک ہوگا؟ یا رعیت کاشت کار کو صرف اس کے پھل سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے اور جب درخت کاٹا جاوے تو اس کو کوئی حق باقی نہ رہا؟ (۱۱۳۲/۱۱۳۵ھ)

الجواب: اجارہ نسلاً بعد نسل صحیح نہیں ہے کیوں کہ عاقدین میں سے کسی کے مرنے سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ کما فی الدر المختار: وتنفسخ - الإجارة - بلا حاجة إلى الفسخ بموت أحد عاقدین إلخ (۱) اجارہ کے لیے مدت معینہ معلومہ ہونی چاہیے اگرچہ وہ مدت طویلہ ہو و یعلم النفع ببيان المدة إلخ أي مدة كانت وإن طالت إلخ (۲) (در مختار) اور درخت لگانا زمین مستأجر میں بہ اجازت مالک زمین درست ہے اور وہ درخت کاٹنے کے بعد بونے والے کی ملک ہوں گے۔ وتصح إجارة أرض للبناء والغرس فإن مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة إلا أن يعزم له الموجد قيمته مقلوعاً إلخ أو يرضى الموجد بتركه فيكون البناء والغرس لهذا والأرض لهذا (۳) (در مختار ملخصاً) فقط

(۱) الدر مع الرد ۹/۹۸ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۸ أوائل كتاب الإجارة .

(۳) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵-۳۶ کتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها

اجارہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: (۱۵) اجارہ میں وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر وراثت جاری نہیں ہوتی تو زمانہ اجارہ کی آمدنی کا مطالبہ کس کی ملک ہوگا؟ (۱۳۴۰/۷۰۰ھ)

الجواب: اجارہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہے یعنی عقد اجارہ وارثوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا، بلکہ احد العاقدین کے مرنے سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اور آمدنی اجارہ کی جو ملک موجر ہو چکی تھی وہ وارثوں کی طرف منتقل ہو جاوے گی، پس مطالبہ آمدنی زمانہ اجارہ کا ورثہ کریں گے۔

اجیر پر ضمان ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶) ایک شخص برائے نام درزی؛ دکان عطار کی کرتے ہیں، میں ان کے پاس دو پانچامہ مشین کرانے کے واسطے دے کر آیا تھا، اس نے پانچامہ اور پیسے مجھ سے لے کر رکھ لیے، میں آٹھ روز بعد لینے گیا تو ایک پانچامہ رکھا تھا، دریافت کرنے سے جواب دیا کوئی اٹھالے گیا؛ اب اس پر ضمان ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۸۱۳ھ)

الجواب: اس بارے میں فقہاء کے چند اقوال ہیں: بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اجیر پر ضمان نہیں ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ ضمان لازم ہے، اور بعض نے کچھ تفصیل فرمائی ہے، اور بعض نے نصف پر صلح کرنے کا حکم کیا ہے یعنی یہ کہ آدھے پر مصالحت کی جاوے یعنی نصف قیمت لی جاوے، والتفصیل

فی کتب الفقہ (۱) فقط

(۱) (ولا یضمن ما هلك في يده و إن شرط عليه الضمان) لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع (وبه يفتی) كما في عامة المعترات، وبه جزم أصحاب المتون فكان هو المذهب، خلافاً "للأشباه". وأفتى المتأخرون بالصّح على نصف القيمة، وقيل: إن الأجير مصلحاً لا یضمن، وإن بخلافه یضمن، وإن مستور الحال یؤمر بالصّح. "عمادية". (الدر المختار)

وفي الشامي: قوله: (ولا یضمن إلخ) اعلم أن الهلاك إما بفعل الأجير أو لا، والأول إما بالتعدي أو لا. والثاني إما أن یمكن الاحتراز عنه أولاً، ففي الأول بقسمیه یضمن اتفاقاً. وفي ثاني الثاني لا یضمن اتفاقاً، وفي أوله لا یضمن عند الإمام مطلقاً، ویضمن عندهما مطلقاً، وأفتى المتأخرون =

جوز میں اجارہ پر لی ہے اس پر قبضہ کا استحقاق کب ہوتا ہے؟

سوال: (۱۷) اگر وسط سال میں کسی زمین کا ٹھیکہ لیا جاوے اسی وقت قبضہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور قبضہ کس قسم کا معتبر ہوگا؟ زمینداری کی حیثیت سے یا کاشتکاری کی یادوںوں قسم کی؟ (۱۳۴۰/۷۰۰ھ)

الجواب: جس وقت زمین مثلاً کسی شخص نے اجارہ پر لی تو اسی وقت اس کو استحقاق قبضہ کا ہو گیا، پھر جب وقت زراعت کا آگیا تو مستأجر کو اختیار زراعت کا اس میں حاصل ہے، الغرض اجارہ کے بعد مالک زمین کو مدت اجارہ کے پورا ہونے تک کوئی حق تصرف کا باقی نہیں رہتا، بلکہ استحقاق قبضہ و تصرف مستأجر کو حاصل ہو جاتا ہے جس طرح بھی ہو، درمختار میں ہے: وتصح إجارة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها أو قال على أن أزرع فيها ما أشاء كيلا تقع المنازعة إلخ (۱) وفيه أيضا: وابتداء المدة من حين تسليمها إلخ (۲)

مال نیلام کرنے کی اجرت فیصدی کے حساب سے لینا جائز نہیں

سوال: (۱۸) آج کل انگریز ولایت جارہے ہیں میں ان کا مال نیلام کرتا ہوں اس پر مجھ کو دس فیصدی کمیشن ملتا ہے، بعض مرتبہ ہندوستانیوں کا مال بھی نیلام کرتا ہوں اور دس فیصدی اجرت لیتا ہوں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۴۷۸ھ)

الجواب: یہ طریقہ اجرت نیلام کا شرعاً ناجائز ہے اور علاوہ بریں ترک موالات کی بناء پر بھی اس سے احتراز لازم ہے، اور اگر ہندوستانیوں کا مال بھی نیلام کیا جائے تو اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ جو چیز نیلام کی جائے اس کی اجرت معین کر لی جائے فیصدی کا حساب نہ کیا جائے کیونکہ وہ مجہول ہے، بلکہ کل اجرت اس کی معین کر لی جائے مثلاً یہ کہ میں اس چیز کے نیلام کرنے کی اجرت سو روپیہ پانچپاس

= بالصالح على نصف القيمة مطلقاً؛ وقيل: إن مصلحاً لا يضمن، وإن غير مصلح ضمن، وإن مستوراً فالصالح اهـ. والمراد بالإطلاق في الموضعين المصلح وغيره. (الدر والرد ۷/۹-۷۷-۷۸ کتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مبحث الأجير المشترك)

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۴/۹ کتاب الإجارة باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها.

(۲) الدر مع الرد ۳۵/۹ کتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها.

روپیہ مثلاً لوں گا خواہ یہ چیز کتنے ہی کو نیلام ہو یا کل اشیاء کے نیلام کی اجرت معین کر لی جائے خواہ وہ کتنی قیمت کو نیلام ہوں۔ فقط

ملازمت کے لیے حلفیہ عہد و پیمان کرنا

سوال: (۱۹) ملازم کو حلف اور عہد کر کے کہ کسی قسم کی نافرمانی و قصور نہ کروں گا اور سستی وغیرہ نہ کروں گا اور تازیت آپ کی اطاعت و ملازمت کروں گا وغیرہ اس قسم کا حلف کر کے ملازمت کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۱۰۰۷ھ)

الجواب: اگر خادم اور ملازم کو اس عہد پر جس کی بابت حلف لیا جا رہا ہے پابندی کا ارادہ اور نیت ہے اور اس کا آقا اور مخدوم بلا حلف ادا کرائے اس کو نہیں رکھ سکتا، تب تو ایسی صورت میں حلف ادا کرنے اور حلفیہ عہد نامہ تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ایسے عہد و پیمان میں ان شاء اللہ کہہ دینا ضروری ہے تاکہ بصورت وقوع خلاف گنہگار نہ ہو۔ فقط

ملازم سے یہ معاہدہ کرنا کہ ملازمت چھوڑنے کی اطلاع

پندرہ روز پہلے دینی ہوگی ورنہ تنخواہ نہیں دی جائے گی

سوال: (۲۰) ملازم سے یہ معاہدہ اور شرط کرنا کہ اگر تم ایک ماہ یا پندرہ روز پیشتر اطلاع نہ دے کر کام چھوڑ کر چلے جاؤ گے تو جس قدر میعاد وہ کام کر چکا ہو اس کی تنخواہ نہ دی جائے گی، اگر کام کو مکمل نہ کرو گے تو اجرت نہیں ملے گی، یا اس قدر مقررہ میں سے وضع کر لیا جائے گا؟ (۱۳۳۷/۲۶۵۴ھ)

الجواب: اس قسم کا معاہدہ اور شرائط ملازم اور اجیر سے کرنا ممنوع اور ناجائز اور مفسد عقد اجارہ ہیں، درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ ایسے شرائط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے، تعمیل ان شرائط کی درست نہیں ہے اور ایسی شرائط کرنے سے گنہگار ہوتا ہے کما هو حکم العقود الفاسدة والباطلة (۱) فقط

(۱) الإجارة تفسدها الشروط كما تفسد البيع (الهداية ۳/۳۰۱ کتاب الإجازات، أول باب الإجارة الفاسدة)

استاذ کا مہتمم کو اطلاع دیے بغیر دوسرے مدرسہ میں چلا جانا

سوال: (۲۱) ایک مولوی صاحب مکمل شرائط سے ایک مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے، مہتمم کی عدم موجودگی میں ان کے استاذ نے ان کو بلا کر دوسری جگہ متعین کر دیا، اب جب کہ سابق مہتمم نے مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا: چونکہ میرے استاذ تھے اس لیے میں مجبور ہوں حالانکہ وعدہ میرا آپ سے پختہ تھا، لیکن استاذ کی اطاعت بہ نسبت وعدہ کے زیادہ ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور شرعاً ان کو کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۱/۷۳۳ھ)

الجواب: ان مولوی صاحب کو استاذ کے بلانے پر عذر کر دینا چاہیے تھا کہ میں بلا قاعدہ بدون اجازت مہتمم صاحب مدرسہ کے نہیں آ سکتا، یہ ان سے غلطی ہوئی، اب بھی اس کا تدارک یہ ہے کہ استاذ سے عذر کر دیں اور ملازمت سابقہ کا کام کریں، اگر مہتمم صاحب بخوشی اجازت دے دیں یا حسب قاعدہ مدرسہ مولوی صاحب موصوف استعفادے کر بعد منظوری کے کہیں جاویں۔

فاسد اجارہ کا حکم

سوال: (۲۲) زید نے ایک زمیندار سے اس اقرار پر معاملہ کیا ہے کہ تو میری زمین میں کنواں کھودا دے میں تجھے نصف اس زمین کا دوں گا، زید نے زمین مذکور میں کنواں کھودا کر زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور محنت و مشقت کر کے زمین کو آباد کیا ہے، اب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ زمین بدستور سابق زمیندار ہی کی ملک میں ہے اور زید کے لیے یہ آمدنی حرام ہے زید کا کوئی تعلق نہ کنوئیں سے ہے نہ زمین سے، آیا کسی طرح زمین ملک میں آ سکتی ہے اور کنوئیں سے تعلق ہو سکتا ہے؟ (۱۳۳۷/۱۳۷۹ھ)

الجواب: عالمگیر یہ میں اجارہ فاسدہ میں اس کو شمار کیا ہے حیث قال في الإجازات: وإن اشترط طيها بالاجر والحصص من عند الأجير فهو فاسد (۱) چونکہ غرض کنواں کھودانے سے اور بنوانے سے عرفاً یہی ہے کہ اپنے پاس سے لاگت خشت وغیرہ لگا کر اس کو تیار کر دے، لہذا یہ اجارہ

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ۴/۲۵۲ کتاب الإجارة، الباب السادس عشر في مسائل شیوع في الإجارة والاستیجار علی الطاعات إلخ، قبیل فصل في المتفرقات.

فاسدہ ہوگا اور اجارہ فاسدہ میں اجر مثل لازم آتا ہے، پس جب کہ بعوض اجر مثل مالک زمین نے نصف زمین مذکور چاہ کھودنے والے اور بنانے والے کو دے دی تو وہ اس کی ملک ہوگئی۔ فقط

زمین دار نے کاشتکار کو جو زمین دے دی اُس کو

زمین دار یا اس کے ورثاء واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۳) زمین دار نے کچھ اراضی نذرانہ لے کر اسامی (کاشتکار) کو دیدی اور اس پر اس کا قبضہ و استحقاق کرادیا اور لگان معین کر دیا اور کاغذات سرکاری میں ذخیل کار درج کرادیا اور یہ معاملہ بخوشی و رضامندی فریقین ہوا ہے، لہذا اسامی کو ایسی اراضی پر قابض رہ کر اس سے مستفید ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زمیندار یا اس کے ورثاء کو اس اراضی سے اسامی کو بے دخل کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور روپیہ نذرانہ زمیندار کو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۳۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زمین دار کو علاوہ لگان معین کے اور نذرانہ لینا درست نہیں اور کاشتکار کو کوئی حق اس زمین کے روکنے کا باوجود عدم رضائے مالک یا ورثہ کے نہیں ہے یہ معاملہ اجارہ کا ہے جب تک مالک یا ورثہ برضا اس معاملہ کو جاری رکھیں درست ہے اور جس وقت مالک یا ورثہ اس زمین کو چھڑانا چاہیں بعد انقضائے میعاد اجارہ چھڑا سکتے ہیں کاشتکار کو بدعوائے موروثیت روکنا زمین کا اور نفع اٹھانا غصب و ظلم ہے وفي الحديث: ليس لعرق ظالم حق (۱)

زمین کو اجارہ پر دینا درست ہے

سوال: (۲۴) کچھ رقم نقد پیشگی لے کر ایک مدت کے لیے زمین اجارہ پر دیتے ہیں، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اراضی میں بٹائی کی صورت یا نقد اجارہ کی صورت درست ہے خواہ روپیہ اجارہ کا پہلے لے لیا جائے یا بعد میں۔ فقط

(۱) عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من أحي أرضاً ميتةً فهي له وليس لعرق ظالم حق (جامع الترمذي ۱/۲۵۶ أبواب الأحكام، باب ما ذكر في إحياء أرض الموات)

زمین کے ایک قطعہ میں سے لاعلیٰ تعیین

کچھ زمین اجارہ پر دینا درست نہیں

سوال: (۲۵) زمین مشترک اجارہ پر دی جاوے تو اجارہ صحیح ہے یا نہیں؟ زید و عمروں نے اپنی زمین مشترکہ سولہ بیگہ میں سے دو بیگہ زمین عمر کو اجارہ پر دیدی؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۲۶۱ھ)

الجواب: اس صورت میں اجارہ مذکورہ فاسد ہے (۱) فی الدر المختار: و تفسد أيضا بالشیوع إلخ (۲) فقط

اجارہ فاسدہ میں مقررہ اجرت کے بجائے اجرت مثل دینا ضروری ہے

سوال: (۲۶) اجارہ فاسدہ میں اگر اجرت مقررہ معلوم ہو تو بوقت فسخ اجرت مثل دینا ہوگی یا اجرت مقررہ؟ (۱۳۴۰/۱۲۶۰ھ)

الجواب: اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل لازم ہوتا ہے اور مسمیٰ سے زیادہ نہ دیا جاوے گا۔ کما فی الدر المختار: لم یزد أجر المثل علی المسمیٰ لرضاهما به إلخ (۳) فقط

پیشگی روپیہ دے کر کئی سال کے واسطے زمین اجارہ پر لینا

سوال: (۲۷) ایک زمین پانچ روپیہ فی بیگہ لگان پر اٹھ رہی ہے اس زمین کو کوئی شخص پیشگی روپیہ دے کر چند سال کے واسطے تین روپیہ فی بیگہ لگان پر لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۰۷۱ھ)

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب سولہ بیگہ زمین میں سے لاعلیٰ تعیین دو بیگہ زمین اجارہ پر دی ہو، اور دو بیگہ زمین کی تعیین کر کے اجارہ پر دی ہے تو اجارہ صحیح ہوگا، کیوں کہ پہلی صورت میں جو زمین اجارہ پر دی گئی ہے وہ مشاع ہے اور دوسری صورت میں غیر مشاع ہے یعنی معلوم و متعین ہے۔

(۲) الدر المختار مع الشامی ۵۵/۹ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة .

(۳) الدر مع الشامی ۵۷/۹ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی إجارة البناء .

الجواب: جو زمین فی الحال پانچ روپیہ فی بیگھ لگان پر اٹھ رہی ہے اگر کوئی شخص کئی سال کا پیشگی روپیہ دے کر فی بیگھ اجارہ پر لیوے تو یہ لینا اور دینا درست ہے اور اجارہ صحیح ہے۔ فقط

ہفتہ واری بازار کا ٹھیکہ لینا

سوال: (۲۸) جو بازار ہر ہفتہ دیہاتوں میں لگتا ہے اس کا ٹھیکہ لینا اس طرح کہ سالانہ کچھ رقم مقرر کی جائے اور ٹھیکہ دار سال بھر وصول کر کے وہ رقم مالک زمیندار کو ادا کرے، اگر مقررہ رقم سے زائد ہو تو وہ ٹھیکہ دار کا ہے اگر کمی ہو تو اپنے پاس سے پورا کرے یہ ٹھیکہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۹/۹۰۸ھ)

الجواب: ایسے اجارہ کی صورت جواز یہ ہے کہ ٹھیکہ دار تمام بازار کا اور دکانوں کا اجارہ زمیندار سے ایک رقم معین پر خود لے لے اور پھر متفرق دکانوں کا کرایہ مقرر کر کے خود وصول کرے، غرض یہ ہے کہ حسب قواعد اجارہ جمیع شرائط صحت اجارہ کا لحاظ رکھے مثلاً یہ کہ اجرت مجہول نہ ہو وقت وغیرہ معین ہو۔

عاقدين میں سے ایک کی موت سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے

سوال: (۲۹)..... (۱) ہندہ نے اپنی بیماری کے زمانے میں ٹھیکہ لکھا تھا مگر ہوش و حواس صحیح تھے اور لای عقل (نا سمجھ) نہیں تھی، یہ ٹھیکہ صحیح ہوا یا نہ؟ اور بعد مرنے ہندہ کے کیا حکم ہے؟

(۲) ہندہ نے اپنی طرف سے ٹھیکہ لکھنے کی خواہش نہیں کی بلکہ اس کے پسر زید نے اپنے انتفاع کی غرض سے ٹھیکہ نامہ لکھوایا تھا۔

(۳) زید اپنی زندگی میں ہندہ اور اس کی دختران کے ساتھ شروط ٹھیکہ نامہ پورا کرتا رہا۔

(۴) زید کی زندگی میں دختران ہندہ نے زید سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(۵) زید اٹھارہ برس حصص دختران پر موافق ٹھیکہ نامہ کے قابض رہا بعد اس کے مر گیا۔

(۶) ٹھیکہ نامہ پر ہندہ کے شوہر اور ایک دختر کے دستخط موجود ہیں۔ (۱۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جو ٹھیکہ ہندہ نے اپنی درستی ہوش و حواس میں کیا تھا وہ صحیح ہو گیا، لیکن بعد مرنے ہندہ کے وہ ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور اجارہ فسخ ہو گیا، درمختار میں ہے: وتفسخ بموت أحد

عاقدين إلخ (۱) البتہ اگر بعد مرنے ہندہ کے اس کی دختر ان نے پھر ٹھیکہ کو قائم رکھا تو بہ عقد جدید وہ ٹھیکہ قائم ہو جائے گا اور دختر ان اگر اسی اجر سابق پر رضا مندر ہیں تو اسی اجر پر جدید ٹھیکہ قائم ہو جائے گا، درمختار میں ہے: و ينبغي أن لا يظهر الانفساخ هنا ما لم يطالب الوارث بالتفريغ إلخ قوله: لا يظهر الانفساخ أي لا يظهر حكمه ومقتضاه أنه يجب الأجر المسمي في العقد السابق إلخ (۲) (شامی) پھر زید کے مرنے کے بعد وہ دوسرا ٹھیکہ بھی باطل اور فسخ ہو جائے گا، ورثہ زید اگر دختر ان ہندہ سے پھر ٹھیکہ لینا چاہیں تو پھر عقد اجارہ قائم ہو جائے گا۔ فقط

تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے

سوال: (۳۰) تعلیم قرآن کی اجرت اس طور سے مقرر کرنا کہ اول پارہ کی اجرت دس روپیہ لوں گا اور باقی پاروں کی اجرت پانچ پانچ روپیہ لوں گا یہ جائز ہے یا نہیں؟ فقط (۱۳۳۳-۳۲/۳۳)ھ

الجواب: اس طرح اجرت مقرر کرنا اور لینا اور دینا حسب مذہب مفتی بہ جائز ہے، اور پڑھانے والا جبراً وصول کر سکتا ہے، اور جس نے یہ عقد اجارہ کیا اگر وہ اجرت مقرر نہ دیوے تو گنہگار ہے و یفتی الیوم بصحته لتعليم القرآن والفقہ إلخ و یجبر المستأجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد (۳)

دینی علوم کی تعلیم اور وعظ پر اجرت لینا جائز ہے

سوال: (۳۱) علم دین پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۹۷)ھ

الجواب: ہمارے بزرگوں نے تعلیم و تدریس علوم دینیہ پر تنخواہ لینا اور وعظ و تلقین پر معاوضہ لینا جائز فرمایا ہے جیسا کہ کتاب الاجارہ درمختار میں ہے: و یفتی الیوم بصحتها لتعليم القرآن والفقہ والإمامة والأذان إلخ. اور شامی میں ہے: و زاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ (۴) فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۹/۹۸ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة - مطلب إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ.

(۲) الدر والرد ۹/۹۹-۱۰۰ کتاب الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ

(۳) الدر مع الرد ۹/۶۵ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستیجار علی الطاعات

(۴) الدر والرد ۹/۶۵-۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستیجار علی الطاعات

مسجد کے ملازم کو زمانہ علالت کی تنخواہ دینا

سوال: (۳۲) ملازم مسجد علالت کی وجہ سے اپنا کار متعلقہ انجام نہ دے سکے تو زمانہ علالت کی تنخواہ اس کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۵۷۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: موافق عرف کے دی جاسکتی ہے۔ فقط

مہتمم نے ایام تعطیل میں کام کرنے کے لیے کسی مدرس کو کہا
اور مدرس نے ایام تعطیل میں کام نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳) زید ایک مدرسہ میں معلم ہے شعبان میں حسب دستور امتحان سالانہ ہو چکا ہے، مدرسہ کے دیگر معلمین بھی تعطیل پر ہیں صرف زید ہی مدرسہ میں مقیم ہے، مہتمم مدرسہ نے بعد امتحان زید سے کام شروع کرنے کو کہا، زید نے تعطیل عام کی مجبوری ظاہر کر کے کچھ تا مل کیا، مہتمم نے ۳ رمضان کو شعبان کی تنخواہ زید کو دیدی، اس کے بعد زید مدرسہ ہی میں مقیم رہا، ۲۸ رمضان کو زید نے رمضان کی تنخواہ طلب کی مہتمم مدرسہ نے یہ جواب دیا کہ تمہیں یہ تنخواہ لینا جب کہ تم نے کام نہیں کیا جائز نہیں، مہتمم مدرسہ کا یہ رویہ کہاں تک صحیح ہے؟ جب کہ انہوں نے اس سے پہلے کوئی اطلاع ملازمت سے علیحدہ کرنے کی نہیں کی۔ (۱۳۳۳ھ/۲۸۶۴)

الجواب: اس صورت میں زید رمضان شریف کی تنخواہ کا مستحق ہے کیونکہ رمضان شریف میں مدرسین و معلمین مدارس عربیہ اسلامیہ کو عموماً تعطیل ہوتی ہے اور جب کہ قبل رمضان شریف مہتمم مدرسہ نے زید کو ملازمت سے علیحدہ ہونے کی اطلاع نہیں کی تو ماہ رمضان شریف کی تعطیل کا وہ مستحق رہا، اور تنخواہ اس ماہ مبارک کی اس کو ملنی چاہیے، ۲۸ رمضان شریف کی اطلاع برطرفی زید کی تنخواہ رمضان شریف کو ساقط نہیں کرتی۔ فقط

امامت و اذان پر اجرت لینا اور امام و مؤذن کو

زکاۃ، صدقہ فطر اور چرم قربانی کی قیمت دینا

سوال: (۳۴) امامت و اذان پر اجرت لینی کیسی ہے؟ امام و مؤذن کو صدقہ فطر و قیمت چرم

قربانی و مال زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ امام و مؤذن غیر بنی ہاشم ہوں یا اگر بنی ہاشم ہوں، سلطنت اسلام میں ہر دو کی تنخواہ مقرر ہے، ہندوستان میں کیا حکم ہے؟ (۲۴۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: امامت اور اذان پر اجرت لینا درست ہے امام اور مؤذن کو ان کی تنخواہ میں صدقہ و قیمت چرم قربانی و زکوٰۃ کا دینا درست نہیں ہے، اگرچہ یہ لوگ بنی ہاشم نہ ہوں، البتہ اگر تنخواہ میں نہ دیا جاوے بلکہ ان کی غربت و افلاس کی وجہ سے بصورت نہ ہونے ان کے بنی ہاشم و صاحب نصاب دے دیا جاوے تو درست ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ معاوضہ امامت اور اذان میں بالکل نہ ہو۔

سوال: (۳۵) ایک سید غریب مسکین عمر ۶۵ سال لاچار ایک گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہے، وہ لوگ اس کو تنخواہ نہیں دیتے، بعض تنخواہ عید الفطر کو کچھ غلہ اور فطرہ دیتے ہیں اور بقر عید کو قربانی کی کھال دیتے ہیں اور فصل میں پانچ من خام اناج دیتے ہیں یہ سید کو لینا جائز ہے؟ اور اس روپیہ سے حج کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۷۲/۱۳۳۲ھ)

الجواب: امام کو غلہ فصل میں جس قدر مقرر کر لیا جائے وہ لینا درست ہے اور قیمت چرم قربانی اور صدقہ الفطر لینا دینا بمعاضہ امامت جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو محتاج و غریب ہونے کی وجہ سے دے دیوں اور امامت کے معاوضہ میں نہ دیا جائے تو درست ہو سکتا ہے، مگر یہ دشوار ہے کیونکہ بحکم المعروف کالمشروط (۱) یہ معاوضہ امامت کا ہی سمجھا جاتا ہے اور سید کو بھی صدقہ فطر اور قیمت چرم قربانی بلا حیلہ تملیک دینا جائز نہیں ہے، اور بہر حال اگر وہ ایسے روپیہ سے حج بیت اللہ کرے تو حج ہو جاوے گا۔ فقط

متولی نے امام کو بہ غرض ملازمت بلایا ہے

تو راستہ کا خرچہ کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۳۶) ملک نبال افریقہ کے مسلمانوں نے ممبئی سے ایک امام مسجد کے واسطے بلائے تھے، اس وقت نہ امام سے کچھ تنخواہ و خرچ راستہ کا معاملہ طے ہوا تھا، ممبئی سے جواب گیا امام تیار ہے بلاؤ، اس خط کے پہنچنے پر متولی مسجد نے لکھ دیا کہ فوراً بھیج دو اور خرچہ راستہ کا دے دو، اور متولی کا یہ خیال تھا کہ

(۱) الشامی ۴/۲۰۱ کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: مسئلۃ دراهم النقش والحمام و لفافۃ الكتاب ونحوها.

جب تنخواہ دوں گا تب خرچ راستہ کاٹ لوں گا، متولی کی خاص یہی نیت تھی جب امام پہنچ گئے تو متولی نے تنخواہ مقرر کر لی، جب تنخواہ دینے کا وقت آ گیا تو متولی نے خرچ راستہ تنخواہ میں سے کاٹنا چاہا تو میں نے انکار کیا کہ میں تنخواہ پوری لوں گا، لہذا امام و متولی میں نزاع ہو رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس معاملہ میں متولی کو اختیار ہے کہ امام کی تنخواہ کاٹ لے یا نہیں؟ اور اسی طرح مسجد کا پیسہ چھوڑ دینا متولی کو جائز ہے یا نہیں؟ فقط (۱۳۳۲-۳۳/۲۰۹۷ھ)

الجواب: عرف یہی ہے کہ اگر کسی مدرس و امام کو بغرض ملازمت بلایا جاتا ہے تو خرچ سفر بلانے والے کے ذمے ہے اور المعروف کا المشروط (۱) قاعدہ مقررہ ہے، لہذا سفر خرچ امام مذکور کا متولی کو دینا چاہیے اور یہ اختیار متولی کو نہیں ہے کہ سفر خرچ کو امام کی تنخواہ سے وضع کرے، بلکہ مسجد کی آمدنی میں سے جیسا کہ تنخواہ امام کی دیتا ہے یہ خرچ بھی دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام اپنی ذمہ داری نہ نبھائے تو ان کو تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۷) مسجد میں جو امام مقرر ہے وقت مقررہ پر امامت نہیں کراتا، جس وقت چاہے آ کر امامت کرتا ہے، بعض اوقات آتا بھی نہیں ہے اس کو جو ماہانہ دیا جاتا ہے وہ دینا درست ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳-۳۲/۲۱۰۰ھ)

الجواب: اہل محلہ اور منتظمین مسجد جیسا مناسب سمجھیں ویسا کریں، اگر وہ دیویں امام کو لینا درست ہے۔

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۳۸) امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امام تنخواہ لے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا مکروہ؟ (۱۳۳۳-۳۲/۹۹۱ھ)

الجواب: امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے (۲) پس تنخواہ دار امام

(۱) الشامی ۲/۲۰۱ کتاب النکاح، باب المہر.

(۲) قال في الدر المختار: ويفتي اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقہ والإمامة والأذان الخ وقال الشامي: وزاد في متن المجمع الإمامة ومثله في متن الملتقى ودر البحار (الدر والرد ۹/۶۵-۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة)

کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے، اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیے۔

بلا اجرت نماز پڑھانے والے کی موجودگی میں اجرت پر

نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۹) زید اجرت معین کر کے نماز پڑھاتا ہے اور لوگ بلا اجرت نماز پڑھانے والے موجود ہیں زید کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۴۱ھ)

الجواب: امامت بھی انہیں امور میں سے ہے جس پر اجرت لینا جائز رکھا گیا ہے کما فی الشامی (۱) پس اس امام کے پیچھے جو امامت پر اجرت اور تنخواہ لیتا ہے نماز صحیح ہے اور کچھ کراہت اس میں نہیں ہے، اگرچہ افضل امامت کے لیے وہ ہے جو تنخواہ نہ لے بشرطیکہ وہ ہر طرح لائق امامت کے ہو اور مسائل نماز سے واقف ہو۔ فقط

امام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہو تو باقی ماندہ تنخواہ وصول کر سکتا ہے

سوال: (۴۰)..... (الف) اہل محلہ نے اپنی مسجد کا امام زید کو مقرر کیا ماہانہ تنخواہ پر، من جملہ اہل محلہ کے بکرنے بھی ماسوائے تنخواہ دینے کا تحریری اقرار کیا اور عرصہ تک تنخواہ دیتا رہا مگر کچھ عرصہ کے بعد بکرنے دینے سے انکار کر دیا اور زید برابر بکر کے اقرار نامہ پر اور بقایا تنخواہ کے وصول ہونے کی امید پر اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہا تو کیا زید بکر سے حسب تحریری اقرار نامہ بقایا تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہ؟

(ب) اور بکر پر اپنے اقرار کی ذمہ داری عائد ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۲۱ھ)

الجواب: (الف) مستحق ہے۔ (ب) اور بکر اپنے اقرار کا ذمہ دار ہے۔

امام کو رعایتی رخصت کے زمانہ کی اجرت دینا درست ہے

سوال: (۴۱) اگر مسجد کا امام ایک سال میں ایک ماہ کی رخصت رعایتی لیوے تو اس کو تنخواہ مل سکتی

ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۸۰۲ھ)

الجواب: مل سکتی ہے اور یہ امر شرائط واقف یا متولی کی رائے پر موقوف ہے۔

باجہ بجانے والے اور بھیک مانگنے والے نمازیوں سے تنخواہ لینا جائز ہے

سوال: (۴۲) میں ایک مسجد میں کچھ دنوں سے رہتا اور خدمت کرتا ہوں اس محلہ کے آدمی بڑے تو نہیں، باجہ بجاتے ہیں، اور بھیک بھی مانگتے ہیں وہ مجھ کو روٹی کھلاتے ہیں یہ کھانا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس مسجد میں آپ رہتے ہیں اور امامت کراتے ہیں اگر اہل محلہ آپ کو روٹی یا نقد وغیرہ بوجہ امامت و خدمت مسجد کے دیویں تو اس کا لینا درست ہے۔ فقط

امام فارغ اوقات میں دوسری ملازمت کر سکتا ہے

سوال: (۴۳) زید بغرض امامت مسجد ملازم رکھا گیا جس کو ستر (۷۰) اسٹی (۸۰) روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے، اس کے علاوہ وہ دس بجے سے چار بجے تک سرکاری مدرسہ میں ملازمت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۷ھ)

الجواب: شرعاً اس کی ممانعت نہیں ہے کہ امام مسجد تنخواہ دار سوائے اوقات نماز کے فارغ اوقات میں کوئی دوسری ملازمت یا کسب کرے۔ فقط

امام و مدرس کا ایام رخصت کی تنخواہ لینا اور اپنا نائب مقرر کرنا

سوال: (۴۴) اگر تنخواہ دار مدرس یا امام مسجد بحصول رخصت جاتے ہوئے کسی شخص کو یہ کہہ کر کہ میں تم کو اپنی اس ماہ کی تنخواہ کا نصف دوں گا تم میری عدم موجودگی میں کام انجام دینا؛ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ واپسی پر یہ نصف تنخواہ جن ایام کا اس نے خود کام نہیں کیا شرعاً لینا جائز ہے یا نہیں؟ زید یہ کہتا کہ جب کام نہیں کیا تو تنخواہ کیسی؟ بلکہ اس کا کل کا حقدار اگر ہے تو نائب ہے یا نصف نائب کی ہے اور نصف مدرسہ کی جو حق ہو تحریر فرمائیں۔ (۱۳۴۲/۴۸۵ھ)

الجواب: اگر مدرس یا امام کو مہتمم یا متولی نے رخصت بوضع تنخواہ دی ہے یعنی اس طرح کہ تنخواہ

ایام رخصت کی نہ ملے گی، اور یہ اجازت دیدی ہے کہ ان ایام کے لیے کوئی امام مقرر کر جاتا جائے تو نصف تنخواہ اس نائب کو ملے گی اور نصف مدرسہ یا مسجد میں رہے گی، اس مدرس یا امام کو نصف تنخواہ لینا درست نہیں ہے، اور اگر رخصت بلا وضع تنخواہ دی ہے یعنی اس طرح کہ کل تنخواہ ایام رخصت کی اس کو ملے گی اور نائب مقرر کرنے کی اجازت دی ہے اور پھر اس نے نصف پر نائب مقرر کیا تو یہ صحیح ہے اور دونوں نصف نصف لیں گے، اور دراصل امام و مدرس کو از خود یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ نائب مقرر کرے بلکہ یہ حق مہتمم اور متولی کو ہے اور ان کی اجازت سے وکالتاً وہ امام و مدرس بھی نائب مقرر کر سکتا ہے، اور تفصیل اس میں وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ فقط

تنخواہ دار امام رخصت لے سکتا ہے

سوال: (۴۵) مساجد کے جو امام تنخواہ دار ہیں وہ کسی رخصت کے مثل مدرسین کے مستحق ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۸۰۲)

الجواب: مستحق ہیں۔

سوال: (۴۶) مؤذن اور امام جو مسجد میں ملازم ہیں ان کو رخصت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۵)

الجواب: مؤذن اور امام کو رخصت لینا جائز ہے جس قدر ضرورت ہو رخصت لے لی جاوے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

جو امام صرف ایک وقت کی امامت کرتا ہے

وہ امامت کی پوری تنخواہ نہیں لے سکتا

سوال: (۴۷) ایک شخص امام مسجد ہے اوقات پنج گانہ میں سے صرف ایک وقت کی نماز اور اذان پڑھتا ہے باقی اوقات میں اذان تک نہیں کہتا اور اس مسجد کا وظیفہ روٹیاں وصول کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۸۸۹)

الجواب: یہ درست نہیں اور ایسی حالت میں اس کو وظیفہ لینا درست نہیں ہے۔ فقط

امام کے مقررہ وظیفہ میں اہل محلہ کمی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۸) وظیفہ مقرر کر کے امام کو تعینات کیا جائے تو پھر اہل محلہ اس وظیفہ مقرر میں کمی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳۵ھ)

الجواب: امام کے وظیفہ مقررہ کو اگر اہل محلہ آئندہ کو کم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، لیکن امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کمی پر رہے یا نہ رہے کما هو حکم الإجارة. فقط

امام کا اپنا نائب مقرر کرنا اور اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ اُسے دینا

سوال: (۲۹) ایک مسجد کا امام جس کو چالیس روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے حج کو گیا اور اپنی جگہ ایک شخص کو پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ پر خلیفہ بنا گیا؛ آیا امام مذکور کو مسجد سے چالیس ماہوار تنخواہ وصول کرنا اور اپنے خلیفہ کو پندرہ ماہوار تنخواہ چکانا اور باقی خود رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے متولی کو وقف کا روپیہ بلا ملازمت امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۶۷۸ھ)

الجواب: جب کہ امام مذکور اپنی جگہ اپنے نائب کو مقرر کر گیا اور متولی بھی اس پر راضی رہا تو امام کو پوری تنخواہ لینا اور دینا اور اس کے نائب کو تنخواہ مقررہ من جانب امام لینا اور دینا درست ہے، شامی میں ہے: ويستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر في مقابلة عمله والظاهر أنه يستحقه لأنها إجارة إلخ (۱) فقط

مہتمم کا خلاف ضابطہ کسی ملازم کو چھٹی دینا

سوال: (۵۰)..... (الف) مدارس عربیہ میں قواعد مجریہ کے خلاف اگر ناظم کسی ملازم کو چھٹی دے دیوے تو خلاف شرع ہے یا نہیں؟

(ب) جو ملازمین خلاف قاعدہ چلے جاویں ان کو اس کا معاوضہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(ج) ناظم اگر اس فعل کو جائز رکھے تو مستوجب ملامت ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۴۰۱ھ)

الجواب: (الف) خلاف نہیں ہے۔

(ب) اگر مہتمم دے دیوے تو ان کو لینا درست ہے۔

(ج) نہیں۔ فقط

ناظم مدرسہ بیماری کے زمانہ کی تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۱) ایک شخص بحیثیت ملازم ایک مدرسہ اسلامیہ دینیہ کے ناظم تھے، انہوں نے اپنی بیماری اور علالت کے زمانہ میں بلا کام کیے ہوئے خلاف دستور العمل تیرہ مہینے تک پوری تنخواہ مدرسہ سے وصول کی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بصورت عدم جواز وہ شخص اگر اس رقم کو واپس نہ کرے تو عند اللہ مأخوذ ہوگا یا نہ؟ (۱۳۳۷ھ/۳۲۸-۳۶)

الجواب: اگر اراکین و ممبران مدرسہ ان کے ساتھ یہ رعایت کریں کہ بیماری کے زمانہ کی تنخواہ ان کو دیدیں تو ان کو لینا اس تنخواہ کا جائز ہے اور واپس کرنا ان کے ذمے لازم نہیں ہے۔ فقط

مدرس کو ایام رخصت اور ایام بیماری کی تنخواہ لینا درست ہے

سوال: (۵۲) زید ایک مدرسہ میں مدرس ہے، عید الاضحیٰ کے موقع پر زید اپنے وطن گیا مہتمم مدرسہ نے یہ فرما دیا کہ علاوہ تعطیل عید الاضحیٰ کے جو پندرہ روز کی رخصت اتفاقیہ ہے، اگر آپ کو کوئی مجبوری ہو تو وہ ایام بھی آپ فی الحال قیام وطن کے لیے من جانب مدرسہ لے سکتے ہیں، زید وطن جا کر بیمار ہو گیا بسبب بیماری ۲۷ یوم ایام تعطیل کے علاوہ خرچ ہو گئے جس میں پندرہ یوم اتفاقیہ رخصت اور ایام بیماری بھی شامل ہیں، بیماری کی رخصت کا ہر سال ایک ماہ مقرر ہے، زید نے آتے ہی تنخواہ کا مطالبہ کیا، مہتمم نے دو ماہ کا وعدہ کیا اسی طرح سال بھر سے بھی زیادہ لیت و لعل میں ہو گیا، آیا مدرس کو ایام مذکورہ کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۹۲۰)

الجواب: اس صورت میں زید مستحق تنخواہ ایام رخصت و ایام بیماری مذکورہ کا ہے اور زید کو تنخواہ ایام مذکورہ کی لینا درست ہے اور مہتمم صاحب مدرسہ مذکورہ کو دینا جائز ہے۔ فقط

ہدیہ یا صدقہ کے طور پر مدرس کو جو مال دیا جاتا ہے اس کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۵۳) زید کو ایک انجمن نے تعلیم و تعلم پر اجیر خاص رکھا ہے اور علاوہ ضروری شرائط اجارہ یعنی تعیین اجرت و عمل کے اور کوئی شرط نہیں بتائی گئی، کچھ عرصہ کے بعد یہ اظہار کیا گیا کہ اگر زید کو کوئی شخص ہدیہ یا صدقہ کے طور پر کچھ دے گا تو زید کا حق نہیں کہ اس کو اپنے کام میں لائے بلکہ وہ نقد وغیرہ مال انجمن ہوگا، اب قابل استفسار صرف یہ امر ہے کہ اس وقت اجارہ صحیح رہا یا فاسد ہو گیا؟ اور اگر زید ملازمت سے دست بردار ہوگا تو خلاف عہدی کا جرم اہل انجمن کے ذمے ہوگا یا زید اجیر خاص کے، اور یہ شرط شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۲۸۷۹ھ)

الجواب: زید کو لازم ہے کہ وہ اوقات مقررہ میں اپنے آپ کو انجمن کی خدمت معینہ تعلیم و تعلم کے لیے پیش کیا کرے، اسی کے عوض میں انجمن پر زید کی تنخواہ واجب ہوگی، ہدایا و صدقات کے ساتھ انجمن کو کوئی دخل نہیں اس لیے کہ:

(الف) یہ امر مدارس کے ان ملازمین کے حق میں خلاف معروف ہے جن کو درس و تدریس کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے المعروف عرفاً کالمشروط شرعاً (۱) کے قاعدہ کلیہ کے موافق زید مدرس کے ذریعہ سے صدقات حاصل کرنا عرفاً بھی زید کے فرض سے خارج ہے۔

(ب) نیز اگر بوقت اجارہ اس قسم کی شرط لگادی گئی ہوتی تو اجارہ فاسد ہو جاتا مگر چونکہ عقد اجارہ میں یہ شرط نہیں لگائی گئی ہے، لہذا اجارہ صحیح ہے اہل انجمن کا یہ دعویٰ غیر مسموع ہوگا۔

جو مدرسہ سرکار سے امداد لیتا ہے اس میں ملازمت کرنا

سوال: (۵۴) جس طرح فوج اور پولس کی نوکری حرام ہے اسی طرح مدرسہ امدادی کی نوکری جس میں گورنمنٹ امداد کرتی ہے حرام ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۶۷۵ھ)

الجواب: فوج اور پولس کی نوکری کی حرمت کی وجہ ہے وہ امدادی مدرسہ کی ملازمت میں

(۱) الشامی ۶۷/۷ کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً وما لا یدخل، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً ولفظہ: المعروف عرفاً کالمشروط نصاً.

نہیں ہے، اگرچہ دوسری وجوہ سے ملازمت مدارس انگریزی کی بھی ممنوع ہے، اور جس مدرسہ میں امداد سرکاری ملتی ہے اس کی ملازمت بھی اچھی نہیں ہے، پس چھوڑنا تو اس کا بھی ضروری ہے، لیکن بہ ضرورت اگر چند روز کر لی جاوے تو یہ بھی درست ہے اور گنجائش ہے، لیکن ارادہ چھوڑنے کا رکھنا چاہیے اور جس وقت اور کوئی صورت معاش کی ہو جاوے تو اس وقت چھوڑ دی جاوے۔ فقط

سوال: (۵۵) ایک شخص ایسے مدرسہ اسلامیہ میں ملازم ہے جو سرکار سے امداد لیتا ہے اس شخص کی ملازمت حرام ہے یا نہ؟ اور باقی مدرسین جو اس اسکول میں ملازم ہیں دینیات پڑھانے پر ان کی ملازمتیں کیا حکم رکھتی ہیں؟ (۱۳۳۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ملازمت مذکورہ جائز ہے اگرچہ بصورت دوسرے ذریعہ معاش حاصل ہو سکنے کے ترک اس کا اولیٰ و احوط ہے، اور دیگر مدرسین کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ فقط

دفع بلا کے واسطے مسجد میں سورہ یونس پڑھ کر اجرت لینا

سوال: (۵۶) دفع بلا کی غرض سے ختم سورہ یونس سوا لاکھ دفعہ مسجد میں پڑھ کر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

عالمگیری (ج: ۵، آداب المسجد) میں ہے: رجل يبيع التعويذ في المسجد الخ ويأخذ عليه المال الخ لا يحل له ذلك وفيه أيضًا: ويكره كل عمل من عمل الدنيا في المسجد و لو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فإن كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لأنه قرينة وإن كان بالأجرة يكره الخ (۱) (۱۳۳۱/۷۳۸ھ)

الجواب: اجرت لے کر ختم مذکور مسجد میں پڑھنا اچھا نہیں ہے، یعنی مکروہ تنزیہی ہے، لیکن جائز ہے، یعنی بکراہت تنزیہی جائز ہے کیوں کہ جواز کراہت تنزیہیہ کے منافی نہیں ہے، گویا مطلب یہ ہے کہ جائز ہے، مگر اچھا نہیں ہے، بلکہ خلاف اولیٰ ہے، اور روایت عالمگیریہ میں بھی مراد کراہت تنزیہی ہے، اور خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ایک ہی ہے۔ فلا منافاة

کرایہ کی دکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۵۷) زید نے بکر کی دکان کرایہ پر لے کر عمر کو اپنی طرف سے بغیر کسی مالی فائدہ کے اسی کرایہ پر دے رکھی ہے، اتفاقاً اس دکان میں رات کو آگ لگ گئی اور دکان کے کواڑ کڑی وغیرہ سب جل گئے، اب اس دکان کی مرمت کس کے ذمے ہوگی؟ آیا زید مالک کے ذمے یا کرایہ دار اول کے ذمے یا ثانی کے۔ (۱۳۲۵ھ/۸۲۵-۳۳)

الجواب: کرایہ دار اول و ثانی کے ذمے مرمت دکان وغیرہ نہیں ہے، مالک اگر چاہے اپنی دکان کی مرمت کرے یا نہ کرے اس کو اختیار ہے، اگر مرمت نہ کرے گا اور دکاندار اس میں نہ بیٹھے گا تو اجارہ فسخ ہو جاوے گا، در مختار میں ہے: بنی المستأجر تنورا أو دكاناً عبارة الدرر أو كانوا في الدار المستأجرة فاحترق بعض بيوت الجيران أو الدار لا ضمان عليه مطلقاً (۱) وفيه أيضاً: ولا يضمن ما هلك في يده وفي الشامي: أي لغير صنعه إلخ (۲) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وعظ کہنے اور فتاویٰ لکھنے کی اجرت لینا

سوال: (۵۸) کسی عالم کی علم دین پڑھانے کے لیے تنخواہ مقرر کرنی و نیز کسی عالم سے وعظ کہلا کر نذر دینی و نیز قرآن شریف کسی سے ایصالِ ثواب کی غرض سے پڑھوا کر میت پر فی سبیل اللہ اس کو دینا یا رمضان شریف میں بعد ختم تراویح کے حافظ کو فی سبیل اللہ نذر کرنا اور مفتی سے فتویٰ لکھوا کر اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲ھ/۱۱۶۲-۳۳)

الجواب: تعلیم علم دین اور وعظ پر تنخواہ وغیرہ لینے کو متاخرین نے جائز فرمایا ہے، اور تلاوت قرآن شریف پر اجرت لینا ممنوع ہے، اور تراویح میں قرآن شریف سنا کر اس کا معاوضہ لینا بھی ناجائز ہے کیوں کہ یہ بھی تلاوت قرآن شریف پر لینا ہے اور وہ ممنوع ہے، اور اس میں عرف کا اعتبار ہے لأن

(۱) الدر المختار مع حاشیة ابن عابدین ۸۵/۹ کتاب الإجارة، باب ضمان الأجير. مطلب في

الحارس و الخاناتي.

(۲) الدر مع الرد ۷۶-۷۷ کتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مطلب: يفتي بالقياس على قوله.

المعروف كالمشروط (۱) پس جب معلوم ہے کہ حافظ بدون اخذ روپیہ قرآن شریف نہ سناوے گا تو یہ اخذ اجرت ہے اور اعطاء واخذ اجرت قرآن شریف پڑھنے پر ناجائز ہے، اور فتویٰ لکھنے پر اجرت لینے کو فقہاء نے جائز فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے: و كجواب المفتی بالقول وأما بالكتابة فيجوز

إلخ (۲) فقط

سوال: (۵۹) وعظ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۲۲۷ھ)

الجواب: طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہے، لیکن چند امور کو اس میں سے فقہاء نے مستثنیٰ فرمایا ہے مثلاً تعلیم قرآن شریف و تعلیم فقہ وغیرہ اور امامت و وعظ وغیرہ جس کی تفصیل شامی جلد خامس کتاب الاجارہ میں ہے (۳) پس معلوم ہوا کہ وعظ پر اجرت لینا بھی درست ہے۔ فقط

سوال: (۶۰) کوئی شخص بغیر کسی فن سیکھے ہر جگہ وعظ و تقریر کر کے چندہ وصول کرے اور اسی کو اپنا ذریعہ معاش قرار دے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۲۸۰ھ)

الجواب: فتویٰ متاخرین فقہاء کا یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینا درست ہے كذا في الشامي (۴) لیکن وعظ کو پیشہ مکاسب بنانا مناسب نہیں ہے، مگر یہ کہ نیت صالحہ ہو اور غرض ہدایت و ارشاد ہو، اگرچہ اس کے ساتھ اپنے گذر اوقات کے لیے اجرت بھی لے لیوے، حدیث شریف میں ہے: إنما الأعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى (۵) (الحديث) فقط

سوال: (۶۱) احقر مدرسہ میں ملازم تھا، قحط کی وجہ سے تعلق قطع ہو گیا اور کوئی صورت بسر اوقات کی نہیں، اگر سفر میں جا کر وعظ و نصیحت کرے اور جو کچھ بغیر سوال کے ملے اس کا لینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۱۵۲۹ھ)

(۱) المعروف عرفاً كالمشروط نصاً (رد المحتار ۷/۶۷ کتاب البيوع - مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً)

(۲) الدر مع الرد: ۱۵۱/۸ کتاب القضاء، باب التحكيم قبيل كتاب الشهادات.

(۳) وزاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ إلخ (الشامي ۹/۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ)

(۴) حوالہ سابقہ۔

(۵) قال علقمة بن وقاص الليثي يقول: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات وإنما لإمرئ ما نوى الحديث (صحيح البخاري: ۲/۱ باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم إلخ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

جن شرائط پر مدرس کا تقرر ہوا ہے ان کو توڑ کر از سر نو معاملہ کرنا

اور علیحدگی پر مدرس کا چند ماہ کی زائد تنخواہ طلب کرنا

سوال: (۶۲) ایک مدرسہ اسلامی کو مدرس کی ضرورت تھی، مہتمم صاحب نے ایک مولوی صاحب سے جو دوسرے مدرسہ میں مدرس تھے معاملہ کیا اور چند شرائط طے کر کے ان کو بلایا، چنانچہ وہ وہاں سے استعفاء دے کر اس مدرسہ میں چلے آئے، یکم ذیقعدہ سے ان کا تقرر ہوا، اب بعض رکن مدرسہ مدرس صاحب کی ان شرائط کو جو پہلے طے ہو چکی تھیں توڑ کر از سر نو معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ مدرس صاحب کہتے ہیں کہ مجھے پندرہ شوال تک کی تنخواہ دید و میں ابھی چلا جاؤں گا، اس صورت میں ارکان مدرسہ کو ان کی شرائط سابقہ طے شدہ کو پورا کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور مدرس صاحب کی علیحدگی پر ان کو پندرہ شوال تک کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہ؟ (۱۶۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مدرس صاحب موصوف سے جو کچھ معاہدہ ہوا بلا عذر قوی کے اس کو توڑنا نہ چاہیے اور جب تک وہ مدرسہ میں کام کریں ان کو تنخواہ پوری دینی چاہیے، لیکن اگر بالفرض وہ اس وقت علیحدہ کیے جائیں یا علیحدہ ہو جائیں تو آئندہ شوال تک کی تنخواہ دینے اور لینے کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

مدرس کا دس پانچ منٹ اپنی ضرورت کے لیے مدرسہ سے چلا جانا

سوال: (۶۲) مہتمم مدرسہ نے معلم سے کہا کہ مدرسہ میں آکر پھر کہیں نہ جایا کرو، مگر معلم دس پانچ منٹ کو گاہ بہ گاہ اپنی ضروریات کو چلے جاتے ہیں تو عدم تعمیل کی وجہ سے مأخوذ ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۲)

الجواب: بہ حکم المعروف کالمشروط (۱) دس پانچ منٹ کے لیے کسی ضرورت سے چلے جانے پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

تعویذ و عملیات پر اجرت لینا درست ہے

سوال: (۶۳) تعویذ پر اجرت مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور خوشی سے کچھ دیتا ہے تو اس کا لینا کیسا ہے؟ آیت کلام مجید سے دعا کر دینا، تعویذ لکھنا کیسا ہے؟ آیت کلام مجید سے یا کسی نام اللہ جل جلالہ یا محمد ﷺ سے دعا خوانی چند آدمی کے ساتھ یا تنہا کرنا کیسا ہے؟ اور اس پر اجرت مقرر کرنا یا خوشی سے کچھ پانے پر لینا کیسا ہے؟ (۱۹۵۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درست ہے (۱) فقط

سوال: (۶۴) زید نے عمر سے کہا ۶۰ مرتبہ اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھ کر مجھ پر دم کر دو میں تم کو ۸ روپیہ دوں گا، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۴/۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ صورت رقیہ پر اجرت لینے کی درست ہے کما ورد فی الحدیث (۲) اجرت قرآن خوانی مروجہ پر اس کو قیاس نہیں کر سکتے۔

(۱) جوڑوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي ، لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي (ردالمحتار ۶۸/۹ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهيل ونحوه مما لا ضرورة إليه)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنه أن نفرا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم مروا بماء فيهم لديدغ أو سليم فعرض لهم رجل من أهل الماء ، فقال : هل فيكم من راقٍ ؟ إن في الماء رجلاً لديدغاً أو سليماً فانطلق رجل منهم فقرأ بفتحة الكتاب على شاةٍ ، فبرأ ، فجاء بالشاة إلى أصحابه ، فكروها ذلك . وقالوا : أأخذت على كتاب الله أجراً ؟! حتى قدموا المدينة . فقالوا : يا رسول الله ! أأخذ على كتاب الله أجراً . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب الله . رواه البخاري (۸۵۴/۲) وفي رواية : أصبتم ، أقسموا ، واضربوا لي معكم سهماً . (مشكاة المصابيح : ص : ۲۵۸ كتاب البيوع ، باب الإجارة)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه إن ناساً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أتوا على الحى من أحياء العرب فلم يقروهم ، فبينما هم كذلك ، إذا لدغ سيد أولئك . فقالوا : هل معكم دواء أو راقٍ ؟ فقالوا : نعم ، إنكم لم تقرونا ولا نفعل حتى تجعلوا لنا جعلاً ، فجعلوا لهم قطيعاً من الشاة فجعل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ويتفل ، فبرأ . فأتوا بالشاة . فقالوا : لا نأخذه حتى نسئل النبي صلى الله عليه وسلم . فسألوه فضحك وقال : ما أدراك أنها رقية ، خذوها واضربوا لي بسهم (صحيح البخاري ۸۵۴/۲ كتاب الطب ، باب الرقى بفتحة الكتاب)

سوال: (۶۵) ایک عامل ہیں وہ آسیب و امراض کے لیے اکتالیس لاکھوں پر سات مرتبہ سورۃ مزمل پڑھتے ہیں اور ایک لاکھ لاکھ کا ایک آنہ لیتے ہیں، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۲/۱۳۳۵ھ)
الجواب: شرعاً اعمال پر کچھ لینا جائز ہے۔

مسجد کی زمین کی آمدنی میں سے امام کو تنخواہ دینا

سوال: (۶۶) زمین مسجد کی آمدنی میں سے پیش امام کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟ جو حکم ہو بتلایا جائے اور نصاریٰ کی زمین کا عطیہ آمدنی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۹۲/۴۶-۱۳۳۷ھ)
الجواب: اس زمین کی آمدنی مسجد میں لگانا جائز ہے اور تنخواہ دینا امام مسجد کو یہ بھی مسجد ہی کا خرچ ہے اور تعمیر میں لگانا بھی مسجد ہی میں خرچ کرنا ہے تو متولی اور اہل محلہ جس طریق سے مناسب سمجھیں اس زمین کی آمدنی کو خرچ کریں، اگر زمین کی آمدنی تعمیر مسجد میں لگادیں تو جائز ہے، لیکن امام مسجد (کی تنخواہ) کے لیے دوسرا انتظام کرنا چاہیے۔ فقط

دلالی لینا جائز ہے

سوال: (۶۷) دلالی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۵۶/۳۹-۱۳۴۰ھ)
الجواب: کسی چیز کے فروخت کرنے یا خریدنے میں دلال سے کام لینا اور سعی کرنا درست ہے اور اجرت اس کی جو کچھ معروف ہو یا جو کچھ مقرر ہو وہ دی جائے یہ جائز ہے، درمختار میں ہے: وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها، فأجرته على البائع وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه، يعتبر العرف الخ وفي الشامي: قوله: يعتبر العرف فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف الخ (۱) (شامی: ۴/۴۲)

آڑھت کا دونوں جانب سے لینا اور آڑھتی کا

عمدہ پھل چھانٹ کر لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۸)..... (الف) الرشید جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳ پر آڑھت کا دونوں جانب سے لینا اور عمدہ

(۱) الدر المختار والشامی: ۷/۷۱ کتاب البیوع. مطلب: فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

پھل کا نکالنا درست لکھا ہے یہ جواب صحیح ہے یا چھپنے میں کوئی لفظ رہ گیا ہے، اگر صحیح ہے تو حوالہ کتاب سے مطلع فرمادیں؟ (۳۲/۶۲۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) دلال کو دونوں طرف سے آڑھت لینے کا جواز اس روایت درمختار و شامی میں مذکور ہے۔ فی الدر المختار: وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف النخ، قال المحقق الشامي: قوله (يعتبر العرف) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف جامع الفصولين (۱) (شامی جلد رابع، کتاب البيوع)

ترجمہ: یہ ہے کہ دلال اگر خود بیع کرتا ہے مالک کی اجازت سے تو اس کی اجرت بائع یعنی مالک پر ہے اور اگر دلال دونوں یعنی بائع اور مشتری کے درمیان میں ساعی ہے اور بیچنے والا خود مالک ہے تو اس میں عرف کا اعتبار ہے۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر عرف یہ ہے کہ اجرت بائع سے لی جاتی ہے تو بائع کے ذمے ہے اور اگر مشتری سے لینے کا عرف ہے تو مشتری کے ذمے ہے، اور اگر دونوں یعنی بائع اور مشتری سے لینے کا عرف ہے تو دونوں سے لی جاوے گی — پس اس روایت سے واضح ہے کہ دلال ساعی کو دونوں طرف سے اجرت لینا جائز ہے، اور احقر کی غرض دلال سے وہی دلال ہے جو ساعی ہوتا ہے مابین بائع اور مشتری کے، پس جب کہ دونوں طرف سے آڑھت لینا اس کا مروج ہے تو یہ درست ہے۔

اور اچھا پھل لینے کے جواز کو رضا مالک پر موقوف رکھا ہے سو اس میں کیا تامل ہے کہ مالک اپنی رضا سے دلال کو اچھا پھل دیدے کیوں کہ ہر ایک شخص کو اپنے مال کے دینے کا اختیار ہے، باقی جبراً لینا دلال کا یا کسی کا کسی دوسرے کے مال کو جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه الحديث رواه البيهقي وغيره (۲) آگاہ رہو کہ نہیں حلال ہے لینا کسی کے مال کا مگر مالک کی خوشی و رضا سے — پس احقر کی غرض اس جگہ اسی قدر تھی کہ دلال نے اگر مالک کی اجازت اور رضا سے کوئی اچھا پھل لیا تو درست ہے۔ فقط

(۱) الدر والشامی ۷/۱ کتاب البيوع، مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن.

(۲) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرئ الحديث (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵ کتاب البيوع — باب الغصب والعارية)

سوال: (ب) ابھی تک شبہ دفع نہیں ہوا، جناب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے دلال کو اور آڑھتی کو ایک سمجھ رکھا ہے، اور فی الحقیقت دلال دوسرا ہے، اور آڑھتی دوسرا یعنی دلال تو وہ ہوتا ہے کہ جو سعی کر کے کسی مال کو فروخت کرتا ہے یا خریدتا ہے، اس کی اجرت کے جواز میں کہ جس کو دلالی کہتے ہیں کلام نہیں، کلام آڑھت میں ہے، آڑھتی وہ ہوتا ہے کہ جس کی دکان پر لا کر اہل اموال اپنا مال فروخت کرتے ہیں یا ان کے ذریعہ سے فروخت کراتے ہیں، آڑھتی بعض اوقات اہل مال سے بطور آڑھت کچھ لیتے ہیں اور کبھی خریدار سے بھی کچھ لیتے ہیں، تردد اس میں ہے کہ یہ آڑھت کا لینا کس چیز کی اجرت ہے، اگر اہل اموال سے بالفرض کوئی اجرت کا معاملہ ہو بھی تو خریداروں سے — چونکہ ان کا کوئی عمل نہیں کیا — کچھ لینا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ لہذا عام طور پر آڑھت کے جواز کا حکم تحریر فرمانا اچھی طرح سے فہم میں نہ آیا — اور عمدہ پھل چھانٹ کر بلا تعین بلا تعداد لینا بھی بہ طیب خاطر نہیں ہوتا ہے بلکہ بہ مجبوری ”قہر درویش بجان درویش“ (۱) اہل اموال کو سکوت کرنا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ نزاع بھی پیش آ جاتا ہے تجربہ اس کا شاہد ہے اس کے جواز کا حکم بھی فہم میں نہیں آتا۔

(۱۳۳۳ھ/۷۷۸-۳۲)

الجواب: (ب) بجواب معروض ہے کہ ہمارے علم میں آڑھت وہی دلالی ہے اور آڑھتی سے جیسے کہ بائع مدد لیتا ہے ایسا ہی مشتری بھی۔ ہمارے خیال میں عرف میں بھی یہی معروف ہے بناءً علیہ روایت اجرت دلال کی نقل کی گئی اور وہ روایت اس مسئلہ میں صاف ہے کما لایخفی۔ اور عمدہ پھل نکالنے میں رضائے مالک کی شرط تصریح کر دی تھی اگر رضائے مالک متحقق نہیں تو شرط جواز ہی فوت ہوگئی، آپ کے شبہ میں اور فتویٰ میں تعارض ہی نہ رہا، عدم رضا کی صورت میں کوئی جائز نہیں کہتا اور نہ فتویٰ میں جائز لکھا گیا ہے۔

رہی آڑھت کی وہ صورت جو آپ نے تحریر کی ہے کہ آڑھتی مشتری کے لیے کوئی سعی نہیں کرتا بلکہ سعی اس کی بائع کے لیے ہوتی ہے، سو اس صورت میں ظاہر ہے کہ آڑھتی بائع ہی سے مستحق اجرت ہوگا اور یہ جزو بھی فتویٰ میں مذکور ہے — اور دوسری صورت جو آپ نے لکھی ہے کہ فقط آڑھتی کی دکان پر بائعین اپنا مال رکھ کر اپنے طور سے فروخت کرتے ہیں اور آڑھتی کی بیع اور عقد میں کوئی وساطت نہیں ہوتی

(۱) قہر درویش بجان درویش یعنی غریب کا غصہ اپنے ہی اوپر چلتا ہے (فیروز اللغات)

سو ہمارے خیال میں آڑھت عرف میں اس کو نہیں کہتے اور اگر کہتے ہوں تو کوئی مناقشہ نہیں، اس صورت میں بھی وہ مالکین سے اجرت معروفہ کا مستحق ہوگا، غایت مافی الباب بہ قول آپ کے یہ اجرت دلالی کی نہ ہوگی، بلکہ اجرت دکان کی ہے، جو عرف پر محمول ہے مگر یہ تفریع آپ کے قول پر ہے، ورنہ عرف وہی ہے کہ آڑھتی سعی کر کے بکواتا ہے، اصل مسئلہ کی ایک اور عبارت درمختار باب مایجوز من الإجارة وما یکون خلافاً فیہا میں ہے: استعان برجل في السوق لیبیع متاعه فطلب منه أجراً فالعبرة لعادتهم (۱) شرح حموی میں ہے: قوله: استعان برجل في السوق إلخ یعنی ولم یعین له أجراً (۲) مزید جزئیات باب سادس عشر من کتاب الإجارة فتاویٰ عالمگیری میں ہیں (۳)

دلالی بائع و مشتری دونوں سے لینا درست ہے

سوال: (۶۹) دلالی دونوں طرف سے لینا جائز ہے یا کیا حکم ہے؟ یعنی جو اجنبی شخص بائع و مشتری دونوں کا کام بنادے اس کو دونوں سے لینا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۷/۹۳۰ھ)

الجواب: ایسے دلال کی اجرت کو فقہاء نے عرف و رواج پر چھوڑا ہے کہ اگر عرف یہ ہو کہ بائع سے اجرت لی جاتی ہو تو بائع سے لیوے اور اگر مشتری سے لی جاتی ہو تو مشتری سے لیوے اور اگر دونوں سے اجرت لینے کا عرف ہو تو دونوں سے لے سکتا ہے۔ درمختار و شامی میں ہے: وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف جامع الفصولین (۴) (شامی) فقط

- (۱) الدر مع الشامی ۴۹/۹ کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة وما یکون خلافاً فیہا، آخر مطلب في الأرض المحتكرة ومعنى الاستحکار.
- (۲) غمز عیون البصائر علی هامش شرح الأشباه والنظائر للعلامة السيد أحمد بن محمد الحموی المصري رحمه الله ۳۷۴/۲، الفن الثاني، کتاب الإجازات، رقم القاعدة: ۱۶۲۷، المطبوعة: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراتشي، پاکستان.
- (۳) وفي الواقعات للناطفی إذا قال لرجل: بع هذا المتاع ولك درهم أوقال: اشتري هذا المتاع ولك درهم. ففعل فله أجر مثله لا يجاوز به الدرهم وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل (الفتاویٰ الهندیة ۴/۲۵۰ کتاب الإجارة، الباب السادس عشر في مسائل الشیوع في الإجارة والاستئجار علی الطاعات والمعاصي والأفعال المباحة)
- (۴) الدر والرد ۷۱/۷ کتاب البیوع، مطلب: فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

بائع اور مشتری دونوں سے دلالی لینا کب جائز ہے؟

سوال: (۷۰) آڑھتی یا دلال بائع مشتری دونوں طرف سے ٹکا پیسہ فی روپیہ دلالی لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۷۹ھ/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رواج یہ ہو کہ دلال دونوں سے دلالی لیتا ہے تو موافق عرف کے یہ جائز ہے، مگر یہ اس وقت ہے کہ دلال خود فروخت نہ کرے، مالک خود فروخت کرے، اور دلال درمیان بائع اور مشتری کے سعی اور کوشش کرے، اور اگر دلال کسی کی چیز خود فروخت کرے تو اس کی اجرت محض بائع پر ہے، مشتری سے اس کو کچھ لینا درست نہیں ہے، درمختار میں ہے: وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها، فأجرته على البائع (درمختار) وليس له أخذ شيء من المشتري الخ. (شامی) وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف (درمختار) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف جامع الفصولین (۱)

کپڑے بیچنے کی دلالی میں فی روپیہ ایک پیسہ کی دلالی لینا

سوال: (۷۱) اس قصبہ میں ایسے کپڑے بکثرت تیار ہوتے ہیں جن کے فروخت کرنے کے لیے دلال مقرر ہیں، وہ کاریگروں کے یہاں سے تھان لا کر فروخت کرتے ہیں اور کاریگروں سے فی روپیہ ایک پیسہ دلالی لیتے ہیں، اگر پانچ روپیہ کو تھان فروخت ہوا تو پانچ پیسہ ان کی دلالی ہوئی اور اگر چھ روپیہ کو فروخت ہوا تو چھ پیسہ دلالی ہوئی، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں چونکہ دلالی مقرر نہیں ہے اس لیے جائز نہیں ہے۔ (۱۳۳۹ھ/۹۸)

الجواب: دلال کی اجرت کے بابت درمختار و شامی میں یہ لکھا ہے کہ موافق عرف کے دلال کو اجرت لینا درست ہے، پس یہ صورت جو سوال میں ہے درست ہے (۲) فقط

(۱) الدر والرد ۷/۱ کتاب البیوع، مطلب: فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

(۲) حوالہ سابقہ۔

عدالت نے کرایہ دار کو تین ماہ میں دکان خالی کرنے کا حکم

دے دیا تو کرایہ دار اس فیصلہ کی اپیل دائر کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۲) رنگون میں کئی سال سے سرکاری قانون یہ ہو گیا ہے کہ جب تک کرایہ دار ماہ بماء کرایہ ادا کرتا رہے اس وقت تک مالک مکان کرایہ دار سے مکان خالی نہیں کر سکتا اور نہ کرایہ میں اضافہ کر سکتا ہے، الا اس صورت میں جب کہ مکان کو از سر نو بنانے یا مرمت کرانے کی ضرورت ہو اور اگر کرایہ دار خود مکان خالی کر دے تو قانوناً مالک مکان مجبور ہے کہ دوسرے کرایہ دار سے وہی کرایہ لے جو پہلے کرایہ دار سے لیا کرتا تھا، چنانچہ حال کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بڑے تاجر زید کے پاس ایک ہندو کی دکان تیس سال سے کرایہ پر تھی جب مالک نے آمدنی بڑھانے کے خیال سے مرمت کا ارادہ کیا تو زید نے مرمت نہ کرانے کی حالت میں اور خالی نہ کرانے کی حالت میں پچاس فیصدی زائد کرایہ دینا بخوشی منظور کیا، لیکن اس نے نہ مانا اور عدالت میں نالش کر دی، یہ حکم ہوا کہ زید تین مہینہ میں دکان خالی کر دے، اب وکلاء زید کو یہ رائے دیتے ہیں کہ تم اس فیصلہ کی اپیل دائر کر دو کہ مرمت کرانے کے بعد مالک زید کو دکان کرایہ پر دیدے اور خرچہ مرمت کے لحاظ سے قانون شرح اضافہ کے مطابق پہلے کرایہ پر اضافہ کر لے، شرعاً زید کو یہ اپیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کو نئی دکان لینے کی حالت میں ایک معتد بہ نقصان پیدا ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ (۱۳۳۳/۲۹۸ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ زید کو جس وقت دکان مذکور قانون شرح اضافہ کے موافق کرایہ معلومہ معینہ پر مل جائے گی تو وہ اجارہ صحیح ہوگا، البتہ کلام اس میں ہے کہ زید کو یہ اپیل کرنا بقانون شریعت جائز ہے یا نہیں کہ بعد مرمت کے دکان مذکور مجھ کو دلوائی جائے کیونکہ شرعاً مالک دکان مجبور نہیں ہے کہ اسی کو دے، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے معاملہ اجارہ کا کرے، لیکن یہ خیال کر کے کہ مالک دکان کا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے کیونکہ وہ جس کو بھی دے گا اسی کرایہ پر دے گا اس سے زیادہ نہیں لے سکتا اور زید کا بصورت اپیل نہ کرنے کے نقصان عظیم ہے تو حسب قاعدہ لا ضرر ولا ضرار (۱) یہ گنجائش

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا ضرر ولا ضرار (ابن ماجہ ۱۶۹/۲ أبواب الأحکام . باب من بنی فی حقہ ما یضر جارہ)

معلوم ہوتی ہے کہ زید اپیل کر کے دکان مذکور کو جو پہلے سے اسی کے پاس کرایہ پر تھی اضافہ مقررہ کے ساتھ کرایہ پر لے لیوے۔ ہذا ما ظہر لی۔ فقط

مکان کرایہ پر دینا سود نہیں

سوال: (۷۳) میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے ایک مکان تیار کرایا، جب مکمل ہو گیا اس میں ایک کرایہ دار کو رکھ دیا اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ سود میں تو داخل نہ ہوگا؟ (۱۵۳۸/۳۲-۱۳۳ھ)

الجواب: کرایہ لینا اس کا درست ہے یہ سود نہیں ہے۔

کرایہ دار نے جس شخص کو اپنے ساتھ کرایہ کے مکان میں شریک کیا ہے اس کو علیحدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۴) زید کے پاس ایک مکان کرایہ پر تھا اس کو اختیار تھا کہ اس مکان میں بطور خود اپنے ساتھ دوسروں کو کم یا زیادہ کرایہ پر رکھ لے اس بناء پر زید اور خالد میں یہ طے ہوا کہ وہ اس کے ساتھ ایک مقدار معین کرایہ پر رہے، بعد اس کے خالد بزمانہ تعطیل مکان چلا گیا، واپسی میں دونوں میں نزاع واقع ہوا زید نے خالد سے کہا کہ ہمارا مکان خالی کر دو، خالد نے جواب دیا کہ میں نے تعطیل میں مکان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ یوں ہی کرایہ دیا اس امید پر کہ آئندہ اس مکان سے فائدہ اٹھاتا رہوں گا اس لیے میں ہرگز مکان خالی نہیں کر سکتا تو اس صورت میں زید خالد سے مکان خالی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر خالد مکان خالی کرنے سے انکار کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۵۳۲/۱۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کو اختیار ہے کہ جس مہینہ کے ختم پر چاہے خالد سے مکان خالی کر سکتا ہے اور خالد کا خالی نہ کرنا مکان کو ظلم اور معصیت ہوگا۔

طے شدہ کرایہ میں سے کچھ رقم چھوڑ دینا درست ہے

سوال: (۷۵) ایک شخص نے اپنا مکان مبلغ ساٹھ روپیہ سالانہ کرایہ پر دیا ہے اور کرایہ دینے کا دستور یہ ہے کہ مبلغ تیس روپیہ چھ ماہ میں دیے جاتے ہیں اور تیس روپیہ سال تمام پر دیے جاتے ہیں اب

مکان والے کو درمیان چھ ماہ کے ضرورت ہوئی تو اس نے مبلغ بیس روپیہ کرایہ دار سے طلب کیے اور کہا کہ یہ بیس روپیہ جو میں لیتا ہوں بجائے تیس روپیہ کے ہیں، دس روپیہ میں نے اپنی جانب سے چھوڑے یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ صورت درست ہے گویا یہ سمجھا جائے گا کہ اس ششماہی میں مالک مکان نے دس روپیہ چھوڑ دیے کرایہ کم لیا اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے۔

پنشن لینا جائز ہے

سوال: (۷۶)..... (الف) زید نے چودہ سال انگریزی فوج میں ملازمت کی ہے گورنمنٹ ہند اس کو پچھتر روپیہ ماہوار پنشن دینا چاہتی ہے، مگر زید پنشن لینے سے بوجہ ذیل انکار کرتا ہے اور خواہ مخواہ گورنمنٹ کو پنشن چھوڑ کر پچھتر روپیہ ماہوار کی امداد کرتا ہے۔

(ب) جب ملازمت فوج کی حرام ہے تو پنشن بھی حرام ہے۔

(ج) پنشن لینا خدا پر بھروسہ کرنے کے خلاف ہے۔

(د) پنشن ایک قسم کا سود ہے، وغیرہ وغیرہ کیا زید کے خیال کے مطابق اس صورت میں پنشن لینا

حرام ہے؟ (۱۳۳۳/۱۴۴۳ھ)

الجواب: خلاصہ جواب اس صورت میں یہ ہے کہ زید کو پنشن لینا جائز ہے اور یہ کہنا زید کا کہ پنشن لینا توکل کے خلاف ہے یا سود ہے صحیح نہیں ہے اور فوج کی ملازمت ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جانا پڑے بے شک حرام ہے، لیکن جب کہ وہ ملازمت باقی نہ رہے تو پنشن لینا ممنوع نہیں ہے اور اگر زید اس کو خود اپنے صرف میں لانا اچھا نہیں سمجھتا تو لے کر غرباء و فقراء مسلمان کو دیدے وہاں چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۷۷) گورنمنٹ سے جو ملازمین کو پنشن ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۷۸۴ھ)

الجواب: یہ بھی عطیہ سرکاری اور ملازمت کی خدمت کا ایک صلہ ہے اس کے جواز میں کوئی

شبہ نہیں۔ فقط

سرکار سے پنشن لینا درست ہے

سوال: (۷۸) سرکار گورنمنٹ سے پنشن لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: پنشن لینا درست ہے۔ فقط

دارالحرب میں پولس اور فوج میں ملازمت کرنا اور اس پر پنشن لینا

سوال: (۷۹)..... (الف) ایک شخص سب انسپکٹر پولس اٹھائیس سال سے ملازم ہے، صرف

ایک سال اس کے پنشن ہونے کا باقی ہے، ایسی حالت میں وہ ملازمت مذکورہ بالا چھوڑ دے یا نہیں؟
(ب) اس وقت جو اشخاص گورنمنٹ سے پنشن لے رہے ہیں، مسلمانوں کے لیے شرعاً پنشن کا

روپیہ موجودہ حالت میں جائز ہے یا حرام؟

(ج) مولوی اشرف علی تھانویؒ نے صفائی معاملات میں تحریر فرمایا ہے کہ حرام آمدنی والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کر کے اس سے قیمت لینا یا کوئی کام اس کا کر کے اجرت لینا حلال نہ ہوگا، جب کہ بموجب فتویٰ جمعیۃ العلماء دہلی ملازمت پولس حرام ہے تو جو لوگ ملازم پولس ہیں ان کی تنخواہ حرام ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۰/۸۸۵ھ)

الجواب: (الف-ج) فوج اور پولس کی ملازمت کا حرام ہونا ظاہر ہے کہ یہ لوگ معاون علی المعصیت اور اہل اسلام کے ساتھ محاربت کرنے والے اور ظلم کرنے والے ہیں، پس اس ملازمت کو فوراً ترک کرنا ضروری ہے، اور اس کے ذریعہ سے جو پنشن ملے گی وہ بھی حلال نہ ہوگی، باقی حالت مجبوری و معذوری و عیال داری میں تا وقتیکہ کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی کا نہ ہو، اگر تا چندے اس کو حرام سمجھ کر تعلق ملازمت یا پنشن لینے کا باقی رکھے تو شاید حق تعالیٰ کی رحمت سے مؤاخذہ و عقاب سے نجات پاوے، توبہ و استغفار ہر حال شرط ہے۔

فوت شدہ شخص کی پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال: (۸۰) محمود فوت شدہ کی کچھ پنشن ماہوار آتی ہے اس کی ایک بیوی رقیہ اور دونابا ل

لڑکیاں اور ایک دوسری بیوی متوفیہ صفیہ کا پسر بالغ ہے، پس ان میں پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۱۳۴۳/۲۰۹۰ھ)

الجواب: محمود فوت شدہ کی پنشن جو کچھ اس کے مرنے کے بعد آتی ہے وہ ترکہ محمود کا نہیں ہے اس میں میراث شرعی جاری نہ ہوگی، بلکہ اس میں جس جس کا نام سرکار میں درج ہو اور جن کے نام سے وہ پنشن آتی ہو انہیں کو ملے گی، اور اگر اس میں یہ حکم ہو کہ محمود کے جملہ وارثوں کو حسب حصص شرعیہ دی جائے تو پھر اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ من جملہ ۳۲ سہام کے چار سہام اس کی زوجہ رقیہ کو اور چودہ سہام اس کے پسر کو جو بطن صفیہ متوفیہ سے ہے اور سات سات سہام ہر ایک دختر کو ملیں گے۔

تنخواہ میں سے وضع شدہ رقم پر کچھ اضافہ کر کے دینا درست ہے

سوال: (۸۱) ایک قاعدہ سرکاری یہ ہے کہ ہر ایک ملازمین کی تنخواہ میں سے ماہوار کچھ وضع کیا جاتا ہے اور ملازمت سے علیحدہ ہونے پر اس جمع شدہ وضع شدہ رقم پر کچھ اضافہ کر کے سرکار دیتی ہے یہ سود ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۳۶۰ھ)

الجواب: اس صورت کو جائز کہا گیا ہے کیونکہ اس میں سرکار اپنے پاس سے اسی قدر رقم اضافہ کر کے دیتی ہے یہ انعام کے طریق سے ہے۔ فقط

سوال: (۸۲) بعض اسلامی اسکولوں میں باعث نہ ہونے پنشن کے ذیل کا طریقہ رائج ہے: ہر ایک استاد کی تنخواہ میں سے ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے ماہوار وضع کیا جاتا ہے، اور اگر کوئی استاد پانچ یا دس سال کی مسلسل ملازمت کے بعد اس اسکول کو چھوڑتا ہے تو انجمن اس استاد کو اتنا ہی روپیہ اپنے پاس سے دیتی ہے جتنا کہ اس کا اس وقت تک جمع ہو جاتا ہے، اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

(۱۳۳۷/۱۲۳۱ھ)

الجواب: اس میں کچھ قباحت نہیں ہے۔ فقط

اسکول کی کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر سود دینا

سوال: (۸۳)..... (الف) مدرسین وغیرہ سے جو ہر مہینہ ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے رقم

وضع کی جاتی ہے اور اتنا ہی روپیہ گورنمنٹ دیتی ہے، پھر اس پر سود لگا کر ڈاک خانوں میں یہ رقم جمع کی جاتی ہے اور مدرس کو اسکول چھوڑنے پر ملتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

(ب) اسکولوں میں ایک کمیٹی اس طرح کی بھی قائم ہو رہی ہے کہ ہر ایک مدرس ماہوار کچھ روپیہ جمع کرایا کرے، اس پر ۹ فیصدی وغیرہ سود ملا کرے گا؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۴۷۴)ھ

الجواب: (الف، ب) جو رقم مدرسین اور ملازمین کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور پھر سرکار اس کے ساتھ اسی قدر رقم ملا کر ڈاک خانہ وغیرہ میں سود پر داخل کر کے مدرسین وغیرہم کو اسکول چھوڑنے کے وقت دیتی ہے، اس کا لینا ملازم و مدرس کو درست ہے۔ اور یہ دوسری صورت جو سود کے حاصل کرنے کی قائم کی جاتی ہے یہ درست نہیں ہے اور اس میں شامل ہونا درست نہیں ہے۔ فقط

گورنمنٹ انعام اور سود کے نام سے جو رقم

ملازمین کو دیتی ہے اس کا لینا درست ہے

سوال: (۸۴) میں ریلوے ملازم ہوں، ریلوے کمپنی سال بھر میں ایک ماہ کی تنخواہ کاٹ لیتی ہے، اور اسی قدر اپنے پاس سے ملاتی ہے اور کچھ سود بھی اس کے ساتھ جمع کرتی ہے، اور اس کا نام یعنی جو اپنے پاس سے دیتی ہے انعام رکھتی ہے، اور باقی جو سود کے نام سے جمع کرتی ہے وہ سود ہے، اس تمام رقم کا لینا ملازم کو ملازمت سے علیحدہ ہونے کے وقت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۸۴۶)ھ

الجواب: تمام رقم مذکور جو گورنمنٹ انعام اور سود کے نام سے ملازمین کو دیتی ہے، اس کا لینا ملازمین کو جائز ہے، حقیقت میں یہ سب انعام ہی ہے۔

نکاح خوانی کی اجرت لینا درست ہے

سوال: (۸۵)..... (الف) ایجاب و قبول کرنے والے شخصوں کو یعنی قاضی نکاح خوانوں کو اجرت نکاح خوانی کا لینا درست ہے یا نہیں؟

(ب) اکثر دیہات و قصبات میں لوگوں نے اپنی مساجد یا مقابر یا عام نشست گاہوں میں فقیر اور

ملاً وغیرہ کو اجرت نکاح خوانی کے وعدہ پر مقرر کیے ہوتے ہیں ان کے لیے اس اجرت نکاح خوانی کا کیا حکم ہے؟

(ج) چوں کہ فی زمانہ مہر و نکاح کے متعلق تنازعات و مقدمات بہت کثرت سے ہوتے ہیں، اس پر اکثر مقامات میں حکام وقت نے نکاحوں کا درج رجسٹر کیا جانا تجویز کر دیا ہے اور بہت سے مقامات میں اول باشندگان کے استخراج اور رضامندی سے اس کا عمل درآمد ہوتا ہے اور اجرت نکاح خوانی مع خرچ رجسٹر وغیرہ کے مقدار معین کر دی گئی ہے اس کے لینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۳/۶۲۳-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (الف) درست ہے۔

(ب) نکاح خوانی پر کچھ لینا جائز ہے۔

(ج) کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے

سوال: (۸۶) نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جائز ہے اور جس قدر اجرت معروف ہے وہ موافق قاعدہ المعروف کالمشروط (الشامی ۲۰۱/۲ کتاب النکاح) جبراً بھی لے سکتا ہے۔

سوال: (۸۷) چند دیہات میں سے ایک شخص دولہا و دولہن والوں سے کچھ رقم جمع کر کے اس میں سے دیہاتی نکاح خواں اور ان کے نگران قاضی کو تنخواہ ملتی ہے، کسی نکاح پڑھنے والے اور قاضی کو صاحبان نکاح سے کوئی رقم لینی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی جمع کردہ رقوم سے نکاح اور قاضی کو تنخواہ لینی درست ہے یا نہیں؟ اور اس طور سے رقم جمع کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دولہا و دولہن والے جو رقم خوشی سے بلا جبر و اکراہ دیویں وہ درست ہے اور جبراً ان سے لینا ظلم اور حرام ہے۔ قال علیہ الصلاة والسلام: ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منه رواہ البیہقی وغیرہ (۱) (مشکوٰۃ شریف) اور نکاح خواں اور قاضی کو صاحبان

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا الحديث (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵ کتاب البیوع، باب الغصب والعارية)

نکاح سے کچھ لینا اگر وہ بخوشی دیویں تو اس کے جواز میں کچھ تامل نہیں ہے، کما ہوتا ہر، اور اگر بطریق اجارہ رقم معین و معروف ان سے لی جائے تو اس بارے میں کوئی تصریح خاص فقہاء کی نہیں ہے، قواعد کے اعتبار سے اس کا جواب دیا جاسکتا ہے سوا یک قاعدہ تو یہ ہے کہ جو امر کسی کے ذمے واجب نہ ہو اس پر وہ اجرت لے سکتا ہے جیسا کہ شامی (کتاب القضاء ۳۱۱/۲) میں ہے: **لأن أخذ الأجرة على بيان الحكم الشرعي لا يحل عندنا وإنما يحل على الكتابة ، لأنها غير واجبة عليه (۱) اور در مختار باب الجنائز میں ہے: والأفضل أن يغسل الميت مجاناً فإن ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه أى لأنه صار واجباً عليه عيناً الخ (۲) اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا درست نہیں ہے سوائے تعلیم قرآن شریف وغیرہ کے جو کہ مستثنیات میں سے ہیں کما فی الشامی: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستيجار عليه عندنا إلخ (۳) (کتاب الإجارة) لیکن بظاہر پہلا قاعدہ اس کا تخصّص ہے، پس بناءً على القاعدة الأولى چونکہ نکاح خواں و قاضی کے ذمے ایجاب و قبول کرنا لازم و واجب نہیں ہے کہ وہ اس کام کے لیے متعین نہیں ہیں بلکہ خود ناکحین بھی ایجاب و قبول کر سکتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی کر سکتے ہیں، لہذا ان کو صاحبان نکاح سے اجرت معروفہ کا لینا درست ہے خصوصاً جب کہ ان کے ذمے کچھ لکھنا اور رجسٹر وغیرہ میں درج کرنا بھی ہو۔ فقط**

سوال: (۸۸) نکاح کی اجرت لینا اور نہ دینے پر ورثاء اہل نکاح کو مجبور کرنا، نکاح ثانی کی اجرت دو چند لینا اور جھگڑنا، اور اجرت کم و بیش دینے اور نہ دینے پر دیگر صاحبان کو معاونت، نکاح خواں کی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور معاونین پر کچھ گناہ تو نہیں ہے؟ (۳۲/۵۵۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نکاح خوانی کی اجرت لینا اور اہل نکاح کو کچھ معاوضہ دینا درست ہے، اور جو کچھ اجرت مقرر ہو یا معروف ہو نکاح خواں اس کو جبراً لے سکتا ہے، جس نکاح میں جو اجرت نکاح خواں مقرر کر دے یا جو کچھ معروف ہو، وہ اس کو لے سکتا ہے مگر یہ اچھا نہیں ہے کہ نکاح ثانی میں دو چند اجرت

(۱) رد المحتار ۸/۴ کتاب القضاء . مطلب في حكم الهدية للمفتي .

(۲) الدر و الرد ۳/۸۷ کتاب الصلاة . باب صلاة الجنابة ، مطلب في حديث ” كل سبب ونسب منقطع إلا سببي ونسبي “ .

(۳) الشامی ۹/۶۵ کتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستيجار على الطاعات .

مقرر کی جاوے یا جھگڑا اس بارے میں کیا جاوے، باقی جو کچھ مقرر ہو گیا ہے وہ اس کو دینا چاہیے۔
معاون پر کچھ گناہ نہیں کیوں کہ نکاح خواں کو اس مقدار کے لینے کا حکم ہے۔

نکاح خواں کی اجرت میں دوسرے رشتہ داروں کا کچھ حق نہیں

سوال: (۸۹) ایک نکاح خواں عرصہ چار سو برس سے شہر یا قریہ نے بنا رکھا ہے، بعد فوت ہونے
مورث اعلیٰ کے اس کی نسل میں سے جس کو لائق سمجھا اس کو نکاح خواں مقرر کر دیا، حق جو نکاح کا ملاوہ
سب میں تقسیم ہو جاتا تھا، اب ان شریکوں سے عرصہ دو سو برس سے کوئی قرابت و رشتہ داری نہیں ہے،
شریک نوکری پیشہ و تجارت پیشہ ہیں اور کچھ شریک ان میں سے ضلع دیگر کو چلے گئے، اب نکاح خواں کی
اوقات ب سری اسی پر ہے جس نے خوشی سے دیا وہ نکاح خواں لے لیتا ہے، اب نکاح خواں چاہتا ہے کہ
میں ان شریکوں میں سے کسی کو نہ دوں میرا حق المحنت ہے کوئی وارث نہیں، اس میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۳ھ - ۳۲/۲۴۴۲ھ)

الجواب: نکاح خوانی جس کو دی جاوے اسی کی ملک ہے دوسروں کا اس میں کچھ حق نہیں، نکاح
خواں اپنی خوشی سے جس کو چاہے دیوے یا نہ دیوے، اس پر کسی کو دعویٰ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اس کا
شریک ہے۔ فقط

مشن اسکول میں نوکری کرنا

سوال: (۹۰) زید کو مشن اسکول میں نوکری ملنے کی امید ہے، مگر وہاں کی ملازمت میں نقصانات
درج ذیل ہیں:

اس مدرسہ میں اور اسباق کے ساتھ انجیل بھی پڑھائی جاتی ہے جس میں ابن اللہ وغیرہ خرافات
باتیں بھی ہیں، لیکن زید راسخ الاعتقاد ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ ہر روز صبح کو تھوڑی دیر کے لیے مدرسین و لڑکے سب کو ایک جگہ جمع ہونا پڑتا ہے
اور مشن والوں کا خطیب کچھ غزلیات پڑھتا ہے جن میں بعض خرافات مذکورہ ہوتی ہیں۔

تیسرا امر یہ ہے کہ ہر اتوار کے دن صرف صبح کے وقت تمام طلباء و مدرسین حاضر ہو کر خاموش بیٹھے

رہتے ہیں اور عیسوی اپنی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور غیر عیسوی خاموش بیٹھ کر ان کو دیکھا کرتے ہیں؛ اس صورت میں زید کو مشن اسکول کی نوکری کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۹۰۹/۳۲-۱۳۳ھ)

الجواب: یہ خرافات جو سوال میں درج ہیں بے شک ان کا لحاظ ضروری ہے اور یہ خرافات قابل غور ہیں، مسلمان کے لیے یہ امر نہایت افسوس ناک ہے کہ وہ الفاظ کفریہ اپنی زبان سے کہے یا سنے اور شریک ایسے گروہ کا ہو جہاں خلاف دین اسلام امور کی تعلیم ہو — آیات و احادیث سے امور مذکورہ کی ممانعت معلوم و محقق ہے — زید کو درست نہیں ہے کہ وہ ان سب مزخرفات میں مبتلا ہو، اللہ تعالیٰ روزی دینے والا ہے، حلال نوکریاں بھی مل سکتی ہیں، امامت و تعلیم دین پر اجرت لینا حلال اور درست ہے، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے (۱) پھر کیا ضرور ہے کہ حلال میں شبہ کرے اور غیر جائز امور میں مبتلا ہو۔ فقط سوال: (۹۱) عیسائی مشن اسکولوں کی ملازمت انگریزی اردو فارسی وغیرہ پڑھانے کے متعلق دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ لڑکوں کے اسکولوں میں تمام لڑکوں اور استادوں کو عیسائیوں کی دعا اور عبادت میں حاضر رہنا لازم اور ضروری ہے۔

دوسرے یہ کہ لڑکیوں کے اسکول میں ہر ایک جماعت میں بالغ اور نابالغ غیر پردہ نشین لڑکیاں ہوتی ہیں مگر ان زنانہ اسکولوں میں دعا اور عبادت سے کچھ تعلق نہیں ہر دو صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۵۱۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ ہر دو صورت درست نہیں ہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی ملازمت نہ کی جائے۔

گورنمنٹ اسکولوں میں عربی پڑھانے کی ملازمت کرنا

سوال: (۹۲) گورنمنٹ اسکولوں میں عربی پڑھانے کی ملازمت کرنا جس کے نصاب میں کوئی کتاب خلاف مذہب اسلام نہ ہو، اور اس ملازمت سے کوئی مذہبی شعار ترک نہ ہوتا ہو، بلکہ مذہبی حمایت

(۱) قال في الدر المختار : ويفتي اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان الخ وقال الشامي: وزاد في متن المجموع الإمامة ومثله في سنن الملتقى والدرر البحار (الدر والرد ۹/۲۵-۲۶ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ)

ہوتی ہو اور بچوں کو نیک ہدایت کرنے کا موقع ملتا ہو بالخصوص جب کہ دوسرے فرقہ نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی مذہبی زبان سنسکرت اور ہندی کی ترویج میں بے انتہا کوشش کر رکھی ہو، پس گورنمنٹ مدارس میں ایسے عہدے قائم کرانے یا ان کے برقرار رکھنے کی کوشش کرنا اور وہ ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۹۱۹ھ)

الجواب: ملازمت مذکورہ کے جواز میں ابھی کچھ کلام نہیں ہے اور بذیل ترک موالات اگرچہ ترک معاملات قطع تعلقات کا بھی فتویٰ ہے، مگر اس میں استطاعت شرط ہے یعنی بقدر استطاعت ترک معاملات قطع تعلقات بہ نصاریٰ مسلمانوں کا فرض مذہبی ہے، پس جب تک ترک ملازمت مذکورہ اور اس قسم کے دیگر تعلقات کے قطع کرنے کی استطاعت نہ ہو اس وقت تک جمعیت علماء ہند کا فتویٰ اس کے عدم جواز کا نہیں ہے۔ فقط

میونسپل بورڈ کی ملازمت کرنا اور اس کے لیے رائے دینا

سوال: (۹۳) خورجہ کا میونسپل بورڈ جس میں دس گیارہ ہندو مسلمان ممبران شامل ہیں ترک موالات کا مخالف ہے اور امن سبھا کا حامی و معین ہے اسی وجہ سے مقامی مجلس خلافت و دیگر تارکین موالات نے یہ بندوبست کیا ہے کہ آئندہ انتخاب ممبران کے موقع پر اپنے ہم خیال ممبر منتخب کر کے اس جماعت کو متفرق و پریشان کر دیا جاوے، لہذا عارضی طور پر میونسپلٹی کے معاملات میں بہ نظر اصلاح بطور ممبر یا رائے دہندہ کے مداخلت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۱۱۶ھ)

الجواب: چونکہ اصل سے میونسپلٹی بورڈ کی ممبری حرام ہے اور اس کے لیے رائے دینا بھی ناجائز ہے، اس لیے مصالح مذکورہ کی وجہ سے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں ہو سکتا، اور یہ ہمیشہ سے علماء محققین کا متفقہ فتویٰ ہے کہ میونسپل بورڈ کی ملازمت بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق خلاف شریعت ٹیکس وغیرہ کا وصول کرنا ہے اور جب کہ بذیل اصول مقررہ کانگریس محصول کا نہ دینا بھی جاری ہونے والا ہے اور میونسپل بورڈ کا تعلق محصول وصول کرنے سے ہے تو پھر ترک موالات کے تحت میں میونسپل بورڈ کی ممبری کیسے داخل ہو سکتی ہے؟ بہر حال اس وقت بحث بحیثیت مسئلہ شرعیہ کے ہے، اور مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ ممبری میونسپل بورڈ کی اور ملازمت اس کی ناجائز ہے، لہذا رائے دینا اس کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ فقط

رشوت، سود، کبسی اور وکیل کی کمائی میں فرق

سوال: (۹۴) وکالت یا مختار کاری کی کمائی سے جو روپیہ حاصل کیا جائے وہ کیسا ہے؟ کیا ایک بیسوا (رنڈی) اور وکیل کی کمائی میں فرق ہے؟ اور وکالت کی روزی حلال ہے؟ سود، رشوت اور وکالت کے روپیہ میں کچھ فرق ہے؟ (۱۱۰۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: رشوت اور سود اور کبسی کی آمدنی کی حرمت میں تو کچھ شبہ نہیں ہے، وکیل کی آمدنی مطلقاً حرام نہیں ہے، سچے مقدمہ کی پیروی میں تو ظاہر ہی ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے اور جھوٹے مقدمہ کی پیروی اگر علم ہو البتہ گناہ ہے، اسی طرح سود وغیرہ کے مقدمات کی پیروی بھی حرام ہے بہر حال وکلاء کی آمدنی مطلقاً حرام نہیں ہے غایت یہ کہ مشتبہ ہے اور مشتبہ اور حرام میں فرق ظاہر ہے۔ فقط

غیر معتبر قصے بیان کرنے والے واعظ کا وعظ سننا اور اس کو کچھ دینا

سوال: (۹۵) ایک مولوی صاحب وعظ کہا کرتے ہیں اور وعظ میں عجیب عجیب حکایتیں اور نقلیں غیر معتبر اور بدعات بیان کرتے ہیں اور وعظ کی فیس پانچ روپیہ اور گاڑی کا کرایہ ایک روپیہ مقرر کر رکھا ہے، ایک آدمی نے وعظ کے بعد پانچ روپے دیے تو مولوی صاحب نے واپس کر دیے کہ اگر گاڑی کا کرایہ دو گے تو لوں گا، اسی طرح فیس لینا اور ایسے واعظ کا وعظ سننا کیسا ہے؟ (۱۵۰۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر ایک واعظ سے وعظ کہلانا اور سننا درست نہیں ہے، تا وقتیکہ متبع سنت ہونا واعظ کا معلوم نہ ہو جاوے اور یہ کہ وہ روایات و نقول اور قصص ضعیفہ موضوعہ بیان کرتا ہو اور بدعت کی طرف بلاتا ہو اس کا وعظ نہ سننا چاہیے، کیوں کہ بدعتی واعظ اور غلط مسائل بیان کرنے والے واعظ کے وعظ سننے سے سننے والے گمراہ ہوں گے اور غلطی میں پڑیں گے اور اجرت لینا وعظ پر اگرچہ متاخرین حنفیہ نے جائز رکھا ہے، مگر اس تشدد اور طمع کے ساتھ لینا جیسا کہ واعظ مذکور کا حال بیان کیا گیا ہے، نہایت نازیبا اور قبیح ہے، اور خصوصاً بدعات اور غلط مسائل بیان کر کے اجرت لینا اور دینا، لینے اور دینے والوں دونوں کے لیے حرام ہے، الحاصل ایسے طماع و مبتدع واعظ کا وعظ سننا جس سے گمراہی کا اندیشہ قوی ہے درست نہیں ہے، اور اس کو کچھ دینا درست نہیں ہے کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔ فقط

ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھ کر اجرت لینا

سوال: (۹۶) ایصال ثواب کی غرض سے جو قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اس پر اجرت لینا اور دینا کیسا ہے؟ اگر دونوں کی نیت صدقہ کی ہو تو کیا حکم ہے؟ (۱۵۴۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت لینا اور دینا قرآن شریف پڑھنے پر جائز نہیں ہے اور بہ حکم المعروف کالمشروط (الشامی ۲۰۱/۴ کتاب النکاح) جو نیت پڑھنے والے اور پڑھانے والے کی روپیہ لینے اور دینے کی ہے اس وجہ سے اگر صراحت نہ کہا تب بھی ناجائز ہے، اور علامہ شامی نے اس کو کتاب الاجارہ میں مفصل لکھا ہے اور نقول وروایات کثیرہ سے اس کی حرمت ثابت کی ہے (۱)

سوال: (۹۷) مزدوں پر جو حفاظ سے قرآن شریف پڑھوایا جاتا ہے اور حفاظ کو کچھ دیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت دے کر قرآن شریف پڑھوانا اور پڑھنا درست نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۹۸) زید ہندہ کی قبر پر اس کام پر ملازم ہے کہ ہر پنج شنبہ ہندہ کی قبر پر جا کر سور قرآنیہ پڑھ کر ہندہ کی روح کو ثواب پہنچائے، ایسی صورت میں زید کو خدمت مذکور الصدر کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کو خدمت مذکور الصدر کی تنخواہ لینا ناجائز اور حرام ہے۔ قال فی الشامی: کما صرح به فی التارخانیۃ حیث قال: لا معنی لہذہ الوصیۃ ولصلۃ القارئ بقراءتہ لأن ہذا بمنزلۃ الأجرۃ، والإجارۃ فی ذلک باطلۃ وہی بدعۃ إلخ (۲) فقط

سوال: (۹۹) اس طرف رواج عام ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے تو بعد دفن کے قرآن شریف پڑھاتے ہیں جمعہ تک اور مملّا نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قیامت تک حساب منکر و نکیر و ضغطہ قبر رفع ہو جاتا ہے، آیا بعد دفن کے قبر پر قرآن پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) راجع للتفصیل إلى رد المحتار ۶۶/۹-۶۷ کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة الخ.

(۲) رد المحتار ۶۷/۹ کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة إلخ.

الجواب: اجرت معروفہ یا مشروطہ پر جو قرآن شریف میت کے لیے پڑھواتے ہیں اس میں محققین نے لکھا ہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اخذ عوض کے تو میت کو کہاں سے ثواب پہنچے گا؟! البتہ اگر کوئی شخص للہ قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت کو ملے گا خواہ مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچائے یا قبر پر (۱)

سوال: (۱۰۰) عوام لوگ کسی ملا و میاں جی کو کچھ روپیہ پیسہ معین کر کے قرآن شریف پڑھوا کر میت کو ثواب بخشواتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وارث میت کے جو صدقہ خیرات قبل دفن یا بعد اس کے کرتے ہیں اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۳۵۰ھ)

الجواب: جو صدقہ و خیرات میت کی ثواب رسائی کو لوجہ اللہ کیا جائے گا اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اور معاوضہ دے کر قرآن شریف پڑھوانا اور ثواب پہنچانا درست نہیں ہے۔ شامی نے تصریح کی ہے کہ اس میں نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے نہ میت کو کچھ ثواب پہنچتا ہے۔ قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا للميت ولا للقاري (۲)

سوال: (۱۰۱) کوئی شخص کسی عالم کو بلا کر قرآن شریف پڑھوا کر ایصال ثواب اموات کو کراتا ہے اور وہ شخص عالم صاحب کو کچھ روپیہ پیسہ دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں بلا کسی معاوضہ کے للہ دیتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۳۸۲ھ)

الجواب: علامہ شامی نے بقاعدہ المعروف كالمشروط (الشامي ۲۰۱/۲ کتاب النکاح) اس کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ آیات و قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانے والے کو اگر یہ معلوم ہو کہ بلانے والا کچھ نہ دے گا تو وہاں نہ جائے گا نہ کچھ پڑھ کر ثواب پہنچائے گا، پس یہ پڑھنا اجرت پر ہوا اور اجرت پر پڑھنے کا کچھ ثواب نہ قاری کو ہوتا ہے نہ میت کو پہنچتا ہے۔ هذا حاصل ما حققه في الشامي (۳) فقط

(۱) وقد قال العلماء: إن القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له فأبي يهديه إلى الميت؟ أو إنما يصل إلى الميت العمل الصالح إلخ (حاشية ابن عابدين ۶۷/۹ کتاب الإجارة) - باب الإجارة الفاسدة - مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ

(۲) الشامي ۶۶/۹ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.

(۳) راجع للتفصيل إلى حاشية ابن عابدين ۶۶/۹ - ۶۷ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.

مرنے کے بعد ایصالِ ثواب کے لیے زندگی میں اجرت دے دینا

سوال: (۱۰۲) ایک شخص حافظ قرآن کو کچھ روپیہ دینا چاہتا ہے کہ بعد میرے مرنے کے دو چار پارہ قرآن شریف پڑھ کر میری روح کو بخشا کرے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۹۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شامی میں ہے: قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل: أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للأمر والقراءة لأجل المال. فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستأجر؟! إلخ (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ قراءت قرآن پر اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو ثواب نہیں ہوتا۔

تراویح میں قرآن سنا کر اجرت لینا

سوال: (۱۰۳) حافظوں کو جو روپیہ تراویح پڑھانے کے بعد دیا جاتا ہے اس کا دینا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور دینے لینے میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۳/۳۶۰ھ)

الجواب: شامی میں یہ تحقیق کیا ہے کہ اجرت پر قرآن شریف پڑھنے اور سننے میں ثواب نہیں ہوتا (۲) اور المعروف کا المشروط (الشامی ۲/۲۰۱ کتاب النکاح) قاعدہ مسلمہ ہے، لہذا ختم قرآن شریف پر کچھ لینا دینا ممنوع ہے اس میں ثواب باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) الشامی: ۶۶/۹ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ.

(۲) قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا إلى الميت ولا إلى القارئ (الشامی ۶۶/۹ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة)

نابینا مفلس امام کی تراویح میں قرآن سنانے کے بعد امداد کرنا

سوال: (۱۰۴) ایک حافظ نابینا کسی مسجد میں بلا تنخواہ امام ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اگر وہ تراویح میں قرآن شریف سنائے اور اہل محلہ اس کی امداد کر دیں فی سبیل اللہ تو جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۵/۲۲۷۲ھ)

الجواب: اگر اس کی امداد اہل محلہ بوجہ اس کے افلاس کے کر دیں نہ بہ خیال معاوضہ قرآن شریف سنانے کے تو یہ حد جواز میں آ سکتا ہے اور نہ لینا افضل ہے اور بعد ہے شبہ سے۔ فقط

اجرت لے کر تراویح میں قرآن شریف سنانے کی

صورت میں تراویح کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰۵) رمضان شریف میں بعض حافظ اجرت معینہ پر تراویح میں قرآن شریف سناتے ہیں درست ہے یا نہیں؟ اگر اجرت معینہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور تراویح درست ہوگی یا اعادہ ضروری ہے؟ (۱۳۳۲/۱۷۱۸ھ)

الجواب: اجرت لینا درست نہیں ہے اور اجرت نہ ٹھہرانے کی صورت میں عرف کو دیکھا جائے اگر عرفاً معلوم ہے کہ کچھ ملے گا تو بحکم المعروف کالمشروط (الشامی ۲۰۱/۴ کتاب النکاح) لینا ناجائز ہوگا، اور تراویح کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے البتہ قرآن شریف کا ثواب نہ ہوگا۔ کما حقہ فی الشامی (۱)

اجرت لے کر قبور پر قرآن شریف پڑھنا

سوال: (۱۰۶) جو شخص اجرت لے کر قبور پر قرآن شریف پڑھے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۵/۷۷۲ھ)

(۱) راجع للتفصیل إلى رد المحتار ۶۵/۹-۶۷ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهيل إلخ.

الجواب: اس طرح قرآن شریف پر اجرت لینا ممنوع ہے اور ایسا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے ایسے شخص کو علیحدہ کر دینا امامت سے لازم ہے۔

ختم اور فاتحہ خوانی پر اجرت لینا

سوال: (۱۰۷) اگر کوئی مرجائے تو بعد نماز جنازہ یا دفن کرنے کے ختم وغیرہ پڑھ کر اور فاتحہ خوانی کر کے اور وعظ کہہ کر اور عیدین کی نماز پڑھا کر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ختم و زیارت قبور و فاتحہ خوانی پر کچھ اجرت لینا درست نہیں ہے اور شامی نے تحقیق کیا ہے کہ قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب میت کرنے پر اجرت لینے میں نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے نہ میت کو ان القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له، فأی شيء یهدیه إلی المیت؟ (۱) اور وعظ پر اجرت لینے کو متاخرین فقہاء نے جائز فرمایا ہے، اور امامت پر اجرت لینا بھی درست ہے۔

سوال: (۱۰۸)..... (الف) قبر پر قرآن کا بہ اجرت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) مریض پر قرآن کا بہ اجرت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) قرآن شریف بہ اجرت پڑھوانے میں، نہ پڑھنے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور نہ میت کو جس کے لیے پڑھوایا جاتا ہے۔ کذا فی الشامی ج: ۵ (۲)

(ب) جائز نہیں ہے۔ قال فی الشامی: نقلاً عن العینی شرح الهدایة: ویمنع القارئ

للدنیا والآخذ والمعطى آثمان إلخ (۳) فقط

ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا

سوال: (۱۰۹) خلاصہ سوال یہ ہے کہ جو لوگ حفاظ سے قرآن شریف پڑھوا کر ایصال ثواب کرتے ہیں اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلاتے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۲/۱۳۳۵ھ)

(۱) الشامی ۶۷/۹ کتاب الإجارة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة إلخ.

(۲) تفصیل کے لیے کتاب الاجارہ سوال (۱۰۳) کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) الشامی ۶۶/۹ کتاب الإجارة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة إلخ.

الجواب: اس بارے میں حنفیہ کی جو کچھ تصریحات ہیں وہ ردالمحتار المعروف بالشامی میں منقول ہیں ان روایات کا حاصل صرف یہ ہے کہ اجرت پر قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے اور اجرت لے کر قرآن پڑھنے میں نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے اور نہ میت کو۔ قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل: أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة، لا يجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطائه الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستأجر؟! ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلة إلى جمع الدنيا، إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (۱) (شامی ۵/ ۳۷ باب الإجارة الفاسدة) فقط

وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا

سوال: (۱۱۰) اجرت وعظ وقرآن خوانی و نماز جنازہ و عیدین و تراویح گرفتن جائز است یا نہ؟ و بہ حیلہ جواز اور اصدقہ نام نہادوں درست است یا نہ؟ و بر مجوزین و معتقدین حکم فسق خواہد شد یا نہ؟ و اقتداء ایں شان جائز است یا نہ؟ (۱۹۷۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت گرفتن بروعظ متأخرین حنفیہ جائز داشتہ اند کما فی إجارة ردالمحتار - و زاد بعضهم: الأذان والإقامة والوعظ إلخ (۲) و ما سوائے آں بر قرآن خوانی و ادائے نماز جنازہ و عیدین و تراویح گرفتن جائز نیست و حسب قاعدہ المعروف كالمشروط (۳) اجرت معروفہ راصدقہ نام نہادوں مفید حلت نہ خواہد شد، و مجوزین و مروجین امور محرّمہ مبتدعہ عاصی و آثم اند لائق اقتداء نیند و باسم فسق احق ہستند۔

(۱) الشامی ۹/ ۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة إلخ.

(۲) الدر و الرد ۹/ ۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة إلخ.

(۳) الشامی ۴/ ۲۰۱ کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النقش والحمام و لفافة الكتاب ونحوها.

ترجمہ: سوال: (۱۱۰) وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسے صدقہ کا نام دینا جواز کے حیلے کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جائز قرار دینے والوں اور جواز کا عقیدے رکھنے والوں پر فسق کا حکم لگے گا یا نہیں؟ اور ان کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: وعظ پر اجرت لینے کو متاخرین حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: و زاد بعضهم الخ اور اس کے علاوہ قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح کی نماز پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور مشہور قاعدہ المعروف كالمشروط کے اعتبار سے مذکورہ اجرت کو صدقہ نام دینا مفید حلت نہیں ہے، اور اسے جائز قرار دینے والے اور حرام امور کو رائج کرنے والے بدعتی اور گنہگار ہیں، اقتداء کے لائق نہیں ہیں اور فسق کے نام کے زیادہ حقدار ہیں۔

کمیشن پر چندہ کرنا

سوال: (۱۱۱) چندہ وصول کنندہ کو کمیشن چندہ میں سے دس فیصدی یا پچاس فیصدی دینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۲۲۱ھ)

الجواب: محصل چندہ کے لیے دس فیصدی یا پچاس فیصدی مقرر کرنا ناجائز ہے اور یہ معاملہ ہی ناجائز ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: بخلاف شركة دلالين و مغنين و وعاظٍ و سؤالٍ إلخ (۱)

سفیر نے کمیشن پر جو چندہ کیا ہے اس میں سے سفیر کا حصہ

نکالنے کے بعد باقی ماندہ رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینا

سوال: (۱۱۲) اس سے پہلے جو روپیہ مدرسہ میں آیا ہے وہ حصہ سویم مقرر کردہ سفیر کی سفارت سے وصول ہو کر مدرسین کو تنخواہیں اسی سے دی گئی ہیں چونکہ اس سے پہلے یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، لہذا وہ تنخواہیں حلال ہیں یا نہیں؟

دیگر اینکه سفیر تنخواہ پر کام نہیں کرتے اور حصہ پر اچھا کام کرتے ہیں تو اس کے لیے کوئی جواز کی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۱۲۷ھ)

الجواب: جو تنخواہ مدرسین کو اس چندہ سے دی گئی وہ ان کو حلال ہے کیونکہ اجارہ فاسدہ میں اجیر کو اجر مثل دینا لازم ہوتا ہے، پس جب کہ بعد میں وہ سفیر اس اجرت پر جو اس کو دی گئی راضی رہا تو اس کے حق میں بھی وہ اجرت جائز ہوگئی اور جو روپیہ مدرسہ میں رہا وہ بھی جائز ہے، اور بطریق مذکور حسب قواعد فقہیہ اجارہ فاسدہ ہے کوئی صورت اس کے جواز کی نہیں معلوم ہوتی سوائے اس کے کہ سفیر کو ملازم تنخواہ دار معین تنخواہ پر رکھا جاوے۔

نصف، ثلث یا ربع چندہ پر سفارت کرنا

سوال: (۱۱۳) کسی کو سفیر اس طرح پر رکھنا کہ جو کچھ وہ چندہ لے آوے اس کا ربع یا ثلث اس کو دیا جاوے تو اس طرح جائز ہے یا نہ؟ (۲۱۸/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ عقد اس صورت میں فاسد ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے: عقد اجارہ میں معقود علیہ ہی میں سے اجرت متعین کرنا مفسد عقد ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں، حیث قال: ومن دفع إلى حائك غزلاً لينسجه بالنصف الخ فالإجارة فاسدة لأنه جعل الأجر بعض ما يخرج من عمله الخ (۱) وفي الدر المختار: لأنه استأجره بجزء من عمله. والأصل في ذلك نهية - صلى الله عليه وسلم - عن قفيز الطحان الخ (۲) پس صورت مسئلہ میں یہ اجارہ فاسد ہے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے کیوں کہ اس صورت میں خصوصیت کے ساتھ اجرت میں بھی جہالت ہے اور جہالت اجرت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے (۳)

سوال: (۱۱۴) تنخواہ مقرر نہ کرنا بلکہ نصف یا ربع چندہ میں شرکت پر نوکری کرنا جائز ہے یا نہ؟

(۱۰۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تنخواہ مقرر ہونی چاہیے جس قدر بھی رضا مندی باہمی سے حسب ضرورت و حاجت

(۱) الہدایہ ۳/۳۰۵ کتاب الإجازات ، باب الإجارة الفاسدة .

(۲) الدر مع الرد ۹/۶۸ کتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب: تحریر مهمم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة .

(۳) وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهمما تفضي إلى المنازعة إلخ ويعلم المنفعة ببيان المدة إلخ (الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۹/۷-۸ کتاب الإجارة)

طے ہو جائے، نصف اور ربع چندہ میں شرکت درست نہیں ہے، کیوں کہ اس صورت میں اجرت مجہول ہے اور اجارہ اس سے فاسد ہو جاتا ہے۔

سوال: (۱۱۵) سفرائے مدارس اسلامیہ مثل عمال ہیں یا نہیں؟ اگر سفیر اور محصل چندہ بایں صورت مقرر کیا جائے کہ جو کچھ وصول کرے اس میں سے نصف یا ربع مثلاً اس کی اجرت ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۳۱۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ محصل چندہ اجیر ہیں اور یہ اجارہ فاسدہ ہے بوجہ جہالت اجرت کے — اور نیز قفیر طحان میں داخل ہو کر بھی یہ اجارہ فاسدہ ہے — کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ کتنا روپیہ وصول کریں گے اور اس کا ربع و خمس کیا ہوگا؟ الغرض یہ اجارہ شرعاً صحیح نہیں ہے، صحت اجارہ کی صورت یہ ہے کہ ان کی تنخواہ ماہوار یا روزانہ یا سالانہ مقرر کر دی جاوے۔ فقط

سوال: (۱۱۶) مدرسہ کی سفارت پر جس سفیر کو مقرر کیا جائے اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کا حصہ معین یا غیر معین کرنا کیسا ہے؟ اور تنخواہ ماہوار کیسی ہے؟ (۱۰۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: سفیر کی تنخواہ ماہوار مقرر کرنی چاہیے حصہ نصف و ثلث و ربع پر سفیر بنانا درست نہیں ہے بلکہ تنخواہ ماہوار مقرر ہو جانی چاہیے۔

سوال: (۱۱۷) بعض جگہ سفیروں کی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی، بلکہ یہ صورت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کی رقوم علیحدہ نکال کر جو ان کی کوشش سے جمع ہوتا ہے، اس میں سے نصف مدرسہ کا سمجھا جاتا ہے اور نصف ان کی تنخواہ؛ کیا یہ نصف جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳/۱۳۵۳-۱۳۴۵ھ)

الجواب: محصل چندہ کو نصف و ثلث و ربع رقم وصول شدہ پر اجیر مقرر کرنا بقاعدہ اجارہ فاسدہ ہے کیوں کہ معلوم نہیں کہ مہینہ میں یا سال بھر میں کیا وصول ہوگا، بلکہ جواز کی صورت یہ ہے کہ تنخواہ ماہانہ یا ششماہی یا سالانہ مقرر کی جاوے اور جو کچھ وہ وصول کریں وہ سب مدرسہ میں دیں، یا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ محصل جو کچھ وصول کر کے لاوے سب مدرسہ میں دیدے اور یہ اس کی کوشش لوجہ اللہ ہو، اس کے بعد اس کی خدمت بقدر حاجت مدرسہ سے کر دی جاوے۔ فقط

چندہ وصول کرنے کے لیے ملازم رکھنے کی چند فاسد صورتیں

سوال: (۱۱۸) مدرسہ ایک شخص کو بغرض وصول چندہ ملازم رکھنا چاہتا ہے جس کی بابت چند

صورتیں زیر بحث ہیں:

اول یہ کہ محصل چندہ جس قدر روپیہ مدرسہ میں وصول کر کے داخل کرے اس کی چہارم تعداد کے پانے کا مستحق ہوگا۔

دوسرے یہ کہ مدرسہ دس روپیہ ماہانہ تنخواہ پر معین کر کے ملازم رکھے اور زید سے کہہ دے کہ اگر ۳۰ روپیہ ماہانہ وصول کرو گے تو پوری تنخواہ ملے گی اور اگر کم وصول کیا تو کل تنخواہ نہیں ملے گی۔

تیسرے یہ کہ منجانب مدرسہ زید کو ایک روپیہ روزانہ چندہ وصول کرنے کے واسطے اجرت ۴ آنہ یومیہ پر ملازم رکھا جاوے اور جس قدر ایام کی بابت وہ چندہ داخل کرے اس کی اجرت بشرح طے شدہ مسطور بالا ان کو دیدی جائے۔ (۱۳۳۵/۲۰۳ھ)

الجواب: یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں اول صورت کا عدم جواز تو ظاہر ہی ہے کیونکہ اس میں اجرت مجہول ہے، اور ثانی اور ثالث صورت میں جہالت اجرت بھی لازم آ جاتی ہے جب کہ وہ مثلاً تیس روپیہ ماہوار یا ایک روپیہ روزانہ وصول نہ کرے، علاوہ بریں یہ شرط کرنا کہ اگر تیس روپیہ مہینہ میں وصول نہ ہوئے تو بحساب اس کے تنخواہ کم کر دی جاوے گی، اور اسی طرح ثالث صورت میں بھی ایک روپیہ سے کم ہونے پر ۴ آنہ یومیہ نہ ملیں گے مفسد عقد اجارہ ہیں، بلکہ یوں چاہیے کہ تنخواہ ماہانہ یا روزانہ مقرر کر دی جاوے اور چندہ کی مقدار کچھ مقرر نہ کی جاوے جس قدر چاہے چندہ وصول ہو، تنخواہ مقررہ پوری دینی چاہیے تب اجارہ صحیح ہوگا (۱) فقط واللہ اعلم

گائے یا بھینس گا بھن کرانے کی اجرت لینا

سوال: (۱۱۹) زید نے ایک بھینسا اور بیل سانڈ پال رکھے ہیں، جب کوئی گائے یا بھینس گا بھن کرانے لاتا ہے تو زید ایک روپیہ نقد وصول کرتا ہے یہ جائز ہے یا منع؟ (۱۳۲۳/۲۰۹۰ھ)

الجواب: حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہے (۲) پس بطریق اجارہ کچھ لینا اس صورت

(۱) وشرطها: كون الأجرة و المنفعة معلومتين، لأن جهالتهم تفضي إلى المنازعة (الدر مع الشامي ۹/۷-۸ کتاب الإجارة)

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل (صحيح البخاري ۱/۳۰۵ کتاب الإجازات - باب عسب الفحل)

میں حرام ہے اور اگر مالک فحل عاریۃ دیوے اور پھر وہ شخص جس نے اپنی گائے و بھینس کو گاہن کرایا ہے بخوشی خود کچھ دیدیوے تو اس کو علماء نے جائز لکھا ہے۔

سوال: (۱۲۰) جب نرمادہ پر جست کرے تو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۸۵۵)
الجواب: اس کو فقہاء اجارہ فاسدہ لکھتے ہیں، درمختار باب الاجارة الفاسدة میں ہے: لا تصح الإجارة لعسب التيس وهو نزوه على الإناث إلخ (۱) یعنی نرمادہ سے جفتی کرانے پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔ فقط

یتیم بچوں کے مال میں سے معلم کو تنخواہ دینا

سوال: (۱۲۱) اگر یتیم بچوں کی طرف سے ان کے ولی چچا والدہ وغیرہ ان کے معلم کو جوان کو تعلیم دیتا ہے فصلانہ مقررہ یتیموں کے مال میں سے دیویں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور معلم کو لینا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۱/۷۱۴)

الجواب: یتیم بچوں کی تعلیم کے لیے ان کے ولی چچا وغیرہ ان کے حصے میں سے فصلانہ مقررہ دے سکتے ہیں اور معلم کو اس کا لینا درست ہے۔

یتیم بچوں کا مکان دس برس تک کرایہ پر دینا

سوال: (۱۲۲) زید نے عمر سے جو متولی یتامی ہے، یتامی کا ایک مکان کرایہ پر لیا، اور کاغذ اسٹامپ پر یہ لکھ دیا کہ پورے دس سال تک یہ مکان میرے پاس رہے گا، دس روپیہ تازہ بتازہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا، اس عرصہ میں نہ عمر ہی مجھ سے مکان خالی کراوے گا اور نہ میں خود اس مکان کو چھوڑوں گا خواہ خود اس مکان میں رہوں یا کسی دوسرے کو اس کا جزو یا کل کرایہ پردوں، زید نے مکان کی کنجی عمر سے لے لی، لیکن آج تک کہ جس کو قریباً تین ماہ کا عرصہ ہوا ہے مکان میں سکونت نہیں کی؛ اب زید اقالہ چاہتا ہے عمر اقالہ نہیں دیتا اب شرعاً اس تنازع کا فیصلہ کس طرح ہونا چاہیے؟

(۱۳۳۷/۲۱۰۷)

الجواب: قال في الدر المختار في بيان مدة إجارة الوقف: قيل: تطلق الزيادة للقيم وقيل: تقيد بسنة مطلقاً وبها أي بالسنة يفتى في الدار إلخ (۱) وفي رد المحتار: ثم إن أرض اليتيم في حكم أرض الوقف إلخ (۲) پس جب کہ دس برس تک اجارہ پر دینا مکان یتامی کا بقول مفتی بہ ناجائز ہوا تو موافق تصریح دس روپیہ ماہوار کے ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوا اور باقی میں فاسد ہوا، پھر جس مہینہ کے شروع میں مستأجر مکان مستأجرہ میں سکونت کرتا ہے اس میں اجارہ صحیح ہوتا ہے۔ چونکہ صورت مسئلہ میں مستأجر نے اس مکان میں سکونت نہیں کی اس لیے ایک ماہ کے بعد اجارہ فاسد ہو گیا زید اس کو فسخ کر سکتا ہے۔ فقط

استاذ کا ختم قرآن پر بچوں سے کچھ لینا

سوال: (۱۲۳) مکاتب اسلامیہ کے ملازمین حفاظ وغیرہ کو جب کہ ممبران کی طرف سے خاصی ممانعت ہے کہ کسی طالب علم سے عیدی وغیرہ نہ لیں تو اگر مدرس باوجود ممانعت کے ختم قرآن پر کچھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ میں خارج میں بھی کام کرتا ہوں اس لیے اس کے معاوضہ میں لیتا ہوں یہ کہنا معلم کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۸۷۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ طریقہ تو مستحسن نہیں ہے مگر جب کہ عام عرف و رواج ایسے ہی ہیں اور لوگ اپنے بچوں کی خاطر اس کو بخوشی منظور کرتے ہیں تو پھر اس میں عدم جواز کی بھی کوئی وجہ نہیں؛ معلمین کے معاملہ میں اس طرح کی مسامحتیں کی جاتی ہیں کیونکہ ابتدائی معلم صرف مدرسہ ہی کے اوقات کے پابند نہیں ہوتے بلکہ خارج وقت بھی کام کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کہ اس خارجی آمدنی کو خارجی اوقات میں محسوب کیا جائے، اس معاملہ میں معلمین کے خلاف اس قدر اصرار کی ضرورت نہیں، حضرات فقہاء نے بھی اس کی اجازت دی ہے حتیٰ کہ درمختار میں ہے: ويجبر على دفع الحلوۃ المرسومة هی ما يهدى للمعلم على رؤوس بعض سور القرآن إلخ (۳) (الدر المختار مع الشامی مصري ۵/۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدر مع الرد ۶/۲۷۴ کتاب الوقف، فصل: يراعي شرط الواقف في إجارته.

(۲) الشامی ۶/۲۴۵ کتاب الوقف، مطلب: أرض اليتيم و أرض بيت المال في حكم أرض الوقف.

(۳) الدر مع الشامی ۹/۶۷ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.

نماز جنازہ پڑھانے پر اجرت لینا

سوال: (۱۲۴) مسجد کا امام امامت کی اجرت تو نہیں لیتا، مگر جنازہ کی نماز اور نکاح بغیر اجرت کے نہیں پڑھاتا یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۸۵۱)

الجواب: امامت پر اجرت لینا درست ہے، لیکن خاص جنازہ کی نماز بلا اجرت لیے نہ پڑھانا جائز نہیں ہے کیونکہ بہ موجب حکم: صلوا علی کل بر وفاجر الحدیث (۱) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔

امامت کی اجرت میں صدقہ فطر اور عشر کا غلہ دینا

سوال: (۱۲۵) ایک شخص محتاج ہے اور اس کی معاش امامت کی تنخواہ پر ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اکثر جہلاء تنخواہ پر امام مقرر نہیں کرتے بلکہ تمام عشر کا غلہ امام ہی کو دیتے ہیں اور کسی مسکین کو عشر میں سے کچھ نہیں ملتا اور بعض جگہ عموماً ایسا کرتے ہیں کہ تمام صدقہ فطر کے دو حصے کر کے نصف امام کو اور نصف پانی بھرنے والے کو دے دیتے ہیں اور یہی ان کی اجرت میں مجرا ہوتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۶۰۵)

الجواب: امامت پر اجرت لینا اس زمانے میں جائز ہے۔ کما فی الدر المختار: ویفتی الیوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان الخ. وقال الشامي: وزاد في متن المجمع: الإمامة (۲) (شامی، الدر المختار ص: ۳۴) البتہ صدقات وغیرہ کا اجرت امامت میں مجرا کرنا صحیح نہیں، اس کا مصرف تو صرف فقراء و مساکین ہیں ہاں اگر امام و مؤذن بھی مالک نصاب نہیں تو پھر اجرت کے علاوہ ان کو دینا بھی جائز ہے، اور یہی حال عشر کا ہے کہ اس کی تملیک بھی بغیر کسی عوض کے

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برّاً كان أو فاجراً..... والصلوة واجبة على كل مسلم برّاً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد: ۳۴۳/۱ کتاب الجہاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور)

(۲) الدر والرد ۹/۶۵-۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة إلخ.

ہونی چاہیے کیونکہ زکوٰۃ و صدقہ فطر اور عشر دونوں کا حال یکساں ہی ہے۔ کما فی الشامی فی تحت قوله غیر العشر: فإنه ملحق بالزکاة ولذا سَمَّوه زکاة الذرع (۱) وفي الخانية: ویصرف العشر إلى من یصرف إليه الزکاة (۲) وفي الدر المختار: وصدقۃ الفطر کالزکاة فی المصارف الخ (۳) پس جس طرح کہ مال زکوٰۃ کے بدلے کسی عوض کا لینا جائز نہیں ایسے ہی صدقات و عشر میں بھی جائز نہیں، لہذا صورت مذکورہ میں جو عشر و صدقات امام و مؤذن کو بعوض تنخواہ دیے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مٹھی چاول اللہ واسطے نکال کر امام و مؤذن کو تنخواہ میں دینا

سوال: (۱۲۶) کھانا پکانے کے وقت پہلے ایک مٹھی آٹا اللہ واسطے نکال لیتے ہیں اسے جمع کر کے فروخت کر کے امام و مؤذن کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۷۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر یہ آٹا اسی لیے جمع کیا جاتا ہے تو امام اور مؤذن کی تنخواہ میں دیا جاسکتا ہے، ورنہ اس کا مصرف فقراء و مساکین ہیں۔ فقط

تعویذ گنڈے کو روزگار بنانا

سوال: (۱۲۷) کیا رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا ائمہ سلف صالحین نے تعویذ گنڈے کا روزگار کیا ہے یا نہ؟ (۵۷۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: رقیہ پر اجرت لینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے اس لیے فقہاء نے رقیہ و تعویذ پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے۔

تعویذ گنڈے کے نام پر دھوکے سے پیسہ لینا

سوال: (۱۲۸) عوام الناس کا قول ہے کہ جو تعویذ گنڈا کرتے ہیں اور مکر سے ان سے پیسہ لیتے

(۱) رد المحتار ۲/۳ کتاب الزکاة، باب المصروف، مطلب فی الحوائج الأصلية.

(۲) الفتاویٰ الخانية علی هامش الهندية ۱/۲۷۷ کتاب الزکاة، فصل فی العشر.

(۳) الدر مع الرد ۳/۲۹۲ کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، قبیل کتاب الصوم.

ہیں اور اپنے خرچ میں خرچ کرتے ہیں، خرچ کرنا چاہیے یا نہیں؟ جب کہہ دیا جاوے کہ تمہیں اتنی زکوٰۃ دینا ہوگی۔ (۱۳۳۸/۱۷۶۳ھ)

الجواب: مکر اور خداع سے لینا کسی کا مال قطعاً حرام ہے، اور جائز طریق سے اگر تعویذ و گنڈا پر کچھ اجرت مقررہ لیوے تو یہ درست ہے، معلوم نہیں زکوٰۃ کا پیسہ کہنا اس کو کیا مطلب رکھتا ہے یہ غلط ہے (یعنی فیس اور اجرت کو زکوٰۃ کا پیسہ کہنا غلط ہے)

رنڈیوں سے لیا ہوا تعویذ گنڈے کا نذرانہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۹) رنڈیوں سے تعویذ گنڈے کا نذرانہ لینا کیسا ہے؟ کیا تعویذ کی برکت سے وہ حلال ہو جاتا ہے؟ (۱۳۴۰/۵۷۰ھ)

الجواب: جو حرام ہے وہ حلال نہیں ہوتا۔

ڈاک خانہ کی ملازمت جس میں سود کا حساب لکھنا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۰) ایک شخص کو بہت کوشش کے بعد ڈاک خانہ کی ملازمت ملنے والی ہے لیکن اس میں سیونگ بینک کا کام بھی کرنا پڑتا ہے اور سود کا حساب لکھنا ہوتا ہے، آیا یہ ملازمت درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کوئی حیلہ شرعیہ جواز کا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۸۰۳ھ)

الجواب: حیلہ شرعیہ اس میں کچھ نہیں ہے لیکن بہ ضرورت بعض روایات فقہیہ کی بناء پر ایسی ملازمت کی گنجائش ہے، پس جب تک کوئی دوسری ملازمت بلاشبہ ملے اس وقت تک اس کو کرتے رہیں

الضرورات تبیح المحظورات (۱) فقط

بینک میں ملازمت کرنا اور سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۳۱) بینک میں ملازمت کرنا اور اس کی سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۵-۴۴/۸۹۵ھ)

الجواب: ایسی ملازمت جس کی تنخواہ سود کے روپیہ سے دی جاتی ہو جائز نہیں، سود کے لین دین اور کاروبار میں ملازمت کرنا اور اس میں سے تنخواہ لینا دونوں گناہ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سود خوار، راشی اور غاصب کے یہاں ملازمت

کرنا اور ان سے دیگر معاملات کرنا

سوال: (۱۳۲) سود خوار یا راشی یا غاصب کے یہاں ملازمت کر کے تنخواہ لینا یا ان سے خرید و فروخت کرنا یا اراضی کاشت پر دینا اور غلہ وغیرہ لینا حلال ہے یا نہیں؟ (۵۸۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ان لوگوں کے یہاں ملازمت کرنا درست ہے، البتہ احتیاط اگر ممکن ہو تو انسب ہے، علیٰ ہذا اپنی تجارت کا مال ان کے ہاتھ فروخت کرنا یا ان کی تجارت سے مال خریدنا و نیز اراضی کو بٹائی پر دینا یہ سب امور درست ہیں و نیز ان صورتوں میں تنخواہ و اجرت و ثمن بیع و لگان حلال ہے بشرطیکہ غاصب نے اجرت یا ثمن بیع وغیرہ میں وہ مال نہ دیا ہو جسے اس نے غصب کیا ہے اور لینے والے کو بھی معلوم ہو۔

شراب فروش کو مکان کرایہ پر دینا

سوال: (۱۳۳)..... (الف) اگر کوئی مسلمان اپنا مکان یا زمین کسی کافر شراب فروش کو کرایہ پر دیوے تو جائز ہے یا نہیں؟

(ب) صورت بالا میں اس کا کرایہ لینا مالک کو جائز ہے یا نہ؟

(ج) اگر مالک مکان کے وکیل نے مکان کرایہ پر شراب فروش کو دیدیا ہو تو مالک اس سے قبل مدت معینہ خالی کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(د) اگر کرایہ دار شراب بوتلوں میں فروخت کرے یا نکال کر فروخت کرے تو دونوں صورتوں میں

ایک حکم ہوگا یا نہیں؟ (۲۶۸۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: و جاز إجارة بیت الخ لیتحذ بیت نار أو کنيسة أو بیعة أو بیاع

فيه الخمر وقالوا: لا ينبغي ذلك لأنه إعانة على المعصية وبه قالت الثلاثة إلخ (۱) (درمختار)
اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ شراب بیچنے والے وغیرہ کو اپنا مکان و دکان کرایہ پر
دینے کو جائز فرماتے ہیں اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ اس کو ممنوع اور مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ اس میں
اعانت علی المعصیت ہے اور امام اعظم کا جائز فرمانا بھی شاید مع الکراہت ہو تو اس صورت میں کچھ خلاف
نہ رہے گا، بہر حال چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورہ مائدہ، آیت ۲) اس لیے جس امر میں اعانت علی المعصیت ہوگی وہ ممنوع ہوگا، پس
اس تمہید کے بعد سوالات مذکورہ کا جواب نمبر وار حسب ذیل ہے:

(الف) اوپر معلوم ہوا کہ یہ مختلف فیہ ہے اور رائج و احوط یہ ہے کہ نہ دیوے۔

(ب) آمدنی کرایہ کی جائز اور حلال ہے لیکن مسلمانوں کو اس میں احتیاط کرنی چاہیے اور ایسا کام نہ کرنا
چاہیے جس میں اعانت علی المعصیت اور امداد کفار ہو۔

(ج) کرایہ لینا درست ہے اور مالک اس کرایہ دار سے جبراً مکان و دکان مدت معینہ سے قبل خالی
نہیں کرا سکتا، لیکن اگر مصالح دین اسلام اس کو مقتضی ہوں تو سدّ الباب اور بغرض تنبیہ ایسا کرنا جائز
ہے۔

(د) شراب خواہ بوتلوں میں بھری ہوئی فروخت کرتا ہو یا نکال کر ہر دو صورت میں اس کو مکان
و دکان کرایہ پر دینا موافق مذہب صاحبین و ائمہ ثلاثہ کے ممنوع ہے، لہذا اہل اسلام اس سے احتراز
کریں کہ اپنی دکان و مکان شراب فروش کو کرایہ پر نہ دیں اور اگر دی گئی ہے تو جس طریق سے ہو سکے
اس سے خالی کرائیں۔ فقط

سوال: (۱۳۴) ایک مسلمان نے اپنا گھر کرایہ پر دیا کرایہ دار اس میں شراب اور لحم خنزیر وغیرہ
اشیاء فروخت کرتا ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اپنی سواری میں مزدوری لے کر حرام اشیاء اٹھانا کیسا
ہے؟ (۱۳۴۲/۳۱۳۵ھ)

الجواب: ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ جاز إجارة البيت
لكافر ليتخذ معبدًا أو بيت نار للمجوس أو يباع فيه خمرًا في السواد وهذا قول الإمام ، وقالوا:

یکرہ إلخ (۱) (تکملہ بحر، ص: ۲۳۰) ابوحنیفہؒ آجارہ کو عوض منفعت دار قرار دیتے ہیں، پس رقم کرایہ گھر اور سواری کے منافع کا عوض ہے اس لیے جائز ہونا چاہیے، رہا اقامت معصیت کا سوال سو اس کا گھر کے مالک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کافر کا فعل ہے۔ فقط

شراب کے ڈرم اٹھانے کی اجرت لینا

سوال: (۱۳۵) شراب کے پیپے کرایہ پر لے جانا درست ہیں یا نہیں؟ (۳۲/۱۹۶-۱۳۳۳ھ)
الجواب: مسلمان کو شراب کے پیپے کرایہ پر لے جانا جو مجوسی کے ہیں، امام ابوحنیفہؒ جائز فرماتے ہیں اور صاحبین مکروہ فرماتے ہیں پس احتراز بہتر ہے۔ و جاز..... حمل خمر ذمی بنفسہ أو دابتہ بأجر (درمختار) قال الزیلعی. وهذا عنده، وقال: هو مکروہ (۲) (شامی)

شراب کا حساب لکھنے کی نوکری کرنا

سوال: (۱۳۶) شراب کا حساب کتاب لکھنے کی نوکری کرنا کیسا ہے؟ (۳۲/۲۰۵۸-۱۳۳۳ھ)
الجواب: یہ نوکری درست نہیں ہے قطعاً حرام ہے، کیونکہ شراب کے معاملہ کے لکھنے والے اور کسی قسم کی شرکت کرنے والے پر بھی لعنت وارد ہوئی ہے (۳) پس احتراز ایسی ملازمت سے ضروری ہے۔

محکمہ شراب میں ملازمت کرنا

سوال: (۱۳۷) زید محکمہ شراب میں ملازم ہے جس میں اس قسم کی کارروائی ہے کہ شراب زید کے ہاتھ کو نہ لگے گی مگر شراب کے قریب ضرور جائے گا اور شراب کی بدبودماغ میں ضرور جائے گی اس قسم کی ملازمت زید کی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۷/۱۳۳۵ھ)

(۱) تکملۃ البحر الرائق ۳۷۱/۹ کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع.

(۲) الدر المختار والشمی ۴۷۷/۹ کتاب الحظر والإباحۃ. فصل فی البیع.

(۳) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة: عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقها وبائعها واكل ثمنها والمشتري لها والمشتراة لها (جامع الترمذي ۲۴۲/۱ أبواب البيوع، باب ما جاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك)

الجواب: زید کی یہ ملازمت درست نہیں ہے بلکہ حرام ہے کیوں کہ حدیث شریف میں شراب کے ساتھ کسی قسم کی ملازمت اور اختلاط کرنے والوں پر بھی لعنت وارد ہوئی ہے (۱)

جس دکان میں شراب کے علاوہ اور چیزیں بھی بکتی ہیں اس میں نوکری کرنا

سوال: (۱۳۸) ایک دکان میں شراب بھی بکتی ہے اور دیگر اشیاء سوداگری بھی بکتی ہیں کیا اس دکان میں نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس دکان میں شراب بکتی ہے اس دکان کی نوکری کرنی درست نہیں ہے کیوں کہ غالباً گاہ بگاہ اس نوکر کو بھی شراب فروخت کرنا ہوگا اور یہ حرام ہے اور حساب و کتاب اس کا لکھنا یہ بھی حرام ہے اور تقاضا کرنا اس کی قیمت کا یہ بھی حرام ہے غرض یہ کہ کسی قسم کی شرکت و اعانت اس میں ہونا سب نا جائز اور حرام ہے مسلمانوں کو ایسی نوکری کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

مسکرات کا ٹھیکہ لینا

سوال: (۱۳۹) شرعاً افیون وغیرہ مسکرات کا ٹھیکہ لے کر ان کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۲۷۸/۱۳۳۶ھ)

الجواب: مسکرات افیون وغیرہ کی بیع و شراء نا جائز ہے اس لیے ٹھیکہ لینا مسکرات کا نا جائز ہے۔ در مختار میں ہے: ولا يجوز بيعها إلخ (۲) إلى أن قال: وصح بيع غير الخمر مأمراً إلخ ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما في الغاية إلخ (۳) فقط

مسجد کا کچھ حصہ کرایہ پر دینا

سوال: (۱۴۰) جس مسجد کے لیے اوقاف نہ ہوں اور وہ مرمت و عمارت کی محتاج ہو تو اس مسجد

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) الدر مع الرد ۲۸/۱۰ کتاب الأشربة .

(۳) الدر والرد ۳۳/۱۰ کتاب الأشربة .

کا کچھ حصہ اجارہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۳۱۳۶ھ)

الجواب: روایات معتبرہ کے موافق مسجد کی زمین کے کسی حصہ کا کرایہ پر دینا اور دکانیں بنوانا ناجائز ہے، اور جو جگہ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے اور مسجد کا نیچے اور اوپر کا حصہ سب مسجد کے حکم میں ہے۔ در مختار میں ہے: أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال: عنيت ذلك لم يصدق تاتارخانية . فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره؟ فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنى (بزازية) اور شامی میں ہے: وقد ورد في الفتح مباحثه في الخلاصة من أنه لو احتاج المسجد إلى نفقة توجر قطعة منه بقدر ما ينفق عليه بأنه غير صحيح إلخ (۱) والفتاوى على قول أبي يوسف في تأييد المسجد (۲) (شامی) فقط

مرہونہ زمین مرتہن کو اجارے پر دینا

سوال: (۱۴۱) اگر راہن زمین مرہونہ مرتہن کو اجارہ پر دیوے تو یہ اجارہ جائز ہے یا نہیں؟ اور راہن اس سے باطل ہو جاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۶۸۷ھ)

الجواب: قال في رد المحتار: وأما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن فهي باطلة وكانت بمنزلة ما إذا أعار منه أو أودعه وإن كان هو المرتهن وجدد القبض للإجارة أو أجنبياً بمباشرة أحدهما العقد بإذن الآخر بطل الرهن إلخ . وفيه بعد أسطر: ويشترط في الإجارة تجديد القبض كما علمت آنفاً إلخ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرتہن کو وہی زمین اجارہ پر دیوے اور تجدید قبض ہو جاوے تو اجارہ صحیح ہے، لیکن راہن باطل ہو جاتا ہے۔ قال في الدر المختار: بخلاف الإجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن أو من أجنبى إذا باشرها أحدهما بإذن الآخر حيث يخرج عن الرهن ثم لا يعود إلا بعقد مبتدئ إلخ (۳) فقط

(۱) الدر والرد ۶/۲۲۸-۲۲۹ کتاب الوقف ، مطلب في أحكام المسجد .

(۲) الشامی ۶/۲۲۹ کتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره .

(۳) الدر والشامی ۱۰/۱۰۴ کتاب الرهن ، باب التصرف في الرهن والجناية عليه وجنایته على غيره

پچھنے لگانے کا پیشہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۴۲) حجامت کا پیشہ کرنا کیسا ہے؟ اور کاسب پر طعن و تشنیع کرنا کیسا ہے؟

(۱۳۴۶/۳۷۴ھ)

الجواب: بعض احادیث میں یہ وارد ہے: ثمن الکلب خبیث، ومهر البغی خبیث، وکسب الحجام خبیث رواہ مسلم (۱) چونکہ اس روایت میں کسب حجام کو خبیث فرمایا ہے اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ یہ پیشہ مکروہ ہے بوجہ دناءت کے، چنانچہ صاحب مرقات نے کسب الحجام خبیث کی شرح میں لکھا ہے: أي مکروہ لدناءتہ (۲) پس معلوم ہوا کہ اس کو پیشہ کرنا اچھا نہیں ہے اگرچہ حجام کے لیے وہ اجرت حلال ہے کیونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حجامت کرائی اور حجام کو اجرت دی (۳)

غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت کا حکم

سوال: (۱۴۳) بندہ نے گذر معاش کی وجہ سے درزی کا کام شروع کیا ہے، مگر خرابی یہ ہے کہ لباس غیر مشروع بنانا پڑتا ہے، لہذا یہ کام درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو اجرت ملے وہ حلال ہے۔

معین غلہ کے عوض زراعتی زمین کا اجارہ درست ہے

سوال: (۱۴۴)..... (الف) زید اپنی زراعتی زمین بکر کو اس طور پر اجارہ کے لیے دینا چاہتا ہے

(۱) الصحيح لمسلم ۱۹/۲ کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي والنهي عن بيع سنور .

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ۳۸/۶ کتاب البیوع - باب الکسب وطلب الحلال، مکتبة إمدادیة، ملتان .

(۳) عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم احتجم فأعطى الحجام أجره واستعط متفق عليه (مشكاة ص: ۲۵۸ باب الإجارة)

کہ فی فصل دس من غلہ معینہ مثلاً گندم بکر اس کو دیا کرے یہ صورت اجارہ کی درست ہے یا نہیں؟
(ب) اگر بسبب بارش نہ ہونے کے یا دیگر وجوہ سے بکر نے زمین کو کاشت نہ کیا تو زید فصل پر
مقدار معین غلہ کی یا اس کی قیمت بکر سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۹۸۵)

الجواب: (الف-ب) یہ صورت اجارہ کی درست ہے تعین اجرت ہوگئی اور صحت اجارہ کے
لیے اسی کی ضرورت ہے اور اگر زمین مستأجرہ میں کچھ پیدا نہ ہوا یا مستأجر نے کاشت نہ کیا تو اجرت
مقررہ یعنی غلہ معینہ بکر کو دینا پڑے گا، اور اگر روپیہ اجرت کا مقرر ہوا تھا تو روپیہ دینا پڑے گا اور اگر غلہ
معینہ کی قیمت لینے پر زید اور بکر راضی ہو جائیں تو وہی دی جائے گی۔ در مختار میں ہے: وکل ما صلح
ثمناً أى بدلاً في البيع صلح أجره إلخ (۱) وفي الشامي: ولا بد من إعلام البدل إلخ (۲) وفي
الدر المختار: أو الاستيفاء للمنفعة أو تمكنه منه إلخ (۳) (در مختار) فقط

درختوں کو اجارہ پر دینا درست نہیں

سوال: (۱۴۵) ایک باغ میں بہت سی قسم کے درخت ہیں اب کسی نے یہ کہا کہ ان میں سے کسی
خاص درخت کو اجارہ پر دید و چند ماہ کے لیے اور اس مدت میں جو کچھ نفع اس درخت سے ہوگا وہ میں
لوں گا، اور بقیہ جو درخت کہ اجارہ میں نہیں ہیں ان کا ثمر مالک زمین کو ہی ملے گا اور جو درخت کہ اجارہ پر
لیا ہے اس میں فی الحال کوئی ثمر نہیں ہے اس قسم کا اجارہ جائز ہے یا نہ؟ (۳۴۷/۳۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درختوں کو ان شرائط کے ساتھ اجارہ پر لینا جائز نہیں ولا تجوز إجارة الشجر على
أن الثمر للمستأجر إلخ كذا في المحيط السرخسي (۴) الفتاویٰ العالمگیریہ.

سوال: (۱۴۶) زید زمین دار ہے، درختان کھجور اور تارڑ کو فصل کے وقت تارڑ بیچنے والوں کے
ہاتھ فروخت کر دیتا ہے وہ تین چار مہینے ان درختوں سے تارڑ اتار کر بیچتے ہیں جب فصل ختم ہو جاتی

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۷ کتاب الإجارة .

(۲) الشامي ۹/۶ کتاب الإجارة .

(۳) الدر مع الرد ۹/۱۳ کتاب الإجارة .

(۴) الفتاویٰ الہندیہ ۴/۴۴۲ کتاب الإجارة ، الباب الخامس العشر فی بیان ما يجوز من الإجارة
وما لا يجوز .

ہے؛ تب ان درختوں کو چھوڑتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)
الجواب: یہ اجارہ اشجار کا ناجائز ہے۔

مسلمان بنانے پر اجرت لینا

سوال: (۱۴۷) ایک شخص غیر مذہب قاضی کے یہاں مسلمان ہونے گیا، قاضی نے اس سے پانچ روپیہ اجرت طلب کی یہ اجرت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور قاضی مذکور کے لیے کیا حکم ہے؟
(۱۳۳۵/۱۷۹۰ھ)

الجواب: ایسا قاضی فاسق اور مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے، شرح فقہ اکبر میں ہے: وفي الخلاصة كافر قال لمسلم: أعرض على الإسلام فقال: اذهب إلى فلان العالم كافر أي لأنه رضي ببقائه في الكفر إلى حين ملازمة العالم ولقائه أو لجهله الخ وقال أبو الليث: إن بعثه إلى عالم لا يكفر لأن العالم ربما يحسنه مما لا يحسنه الجاهل فلم يكن راضياً بكفره ساعة الخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محض توقف کرنے کو اس کے مسلمان کرنے میں بعض فقہاء نے کافر کہا ہے۔ فکیف بهذا. فقط

سوال: (۱۴۸) نابالغ یتیم ہندو کو مسلمان کیا اور اس کے پاس دواڑھائی روپیہ باپ کا متروکہ تھا اس میں سے نصف کی مٹھائی منگو کر تقسیم کی گئی اور نصف مسلمان کنندہ نے اجرت مسلمان بنانے کی لی یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نابالغ کے روپیہ کی مٹھائی تقسیم کر دینا اور نصف مسلمان کنندہ کو خود رکھ لینا جائز نہیں ہے اس کو واپس کرنا چاہیے۔

اعانت علی المعصیت والے اجارے کا حکم

سوال: (۱۴۹)..... (الف) ایک کافر کہتا ہے کہ مجھے اپنی گاڑی پر سوار کر کے شراب خانہ تک

(۱) شرح الفقہ الأكبر فی الکلام لملاً علی القاری ص: ۲۱۸ فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ، المطبوعة: المجتبائی. دہلی.

لے چلو؛ ایسے شخص سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے بگھی گاڑی پر سوار کر کے رنڈی کے پاس چھوڑ آؤ؛ ایسے شخص سے

اجرت لینا کیسا ہے؟

(ج) کسی شخص کی افیون اور چرس گاڑی پر لاد کر کہیں پہنچانا اور اس سے اجرت لینا درست ہے یا

نہیں؟ (۱۳۳۵/۶۵۹ھ)

الجواب: (الف - ج) ان سب صورتوں میں بوجہ اعانت علی المعصیت اجارہ مکروہ ہے۔

سوال: (۱۵۰)..... (الف) ہندو کو گاڑی میں بیٹھا کر اس کے میلے میں پہنچا کر کرایہ لینا حلال

ہے یا حرام؟

(ب) عیسائی کو گاڑی میں گرجا میں پہنچا کر کرایہ لینا حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۵/۸۸۲ھ)

الجواب: (الف) کرایہ حلال ہے لیکن بوجہ اعانت علی المعصیت کے یہ فعل مکروہ ہے۔

(ب) اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔

سوال: (۱۵۱) آج کل بارات ریل سے اتر کرتا نگہ گاڑی میں سوار ہو جاتی ہے اور گاڑی وغیرہ

کے آگے باجا بجاتا ہوا لڑکی والے کے گھر تک آتا ہے، اس حالت میں گاڑی تا نگہ کرایہ کرنا اور کرایہ لینا

حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۵/۹۶۰ھ)

الجواب: مکروہ ہے۔

سوال: (۱۵۲) مکان کو ہوٹل بنانے کے لیے جس میں سور شراب بھی انگریزوں کو دیا جائے گا اور

ایسے ہی فاحشہ کی سکونت کے لیے جس میں حرام کاری ہوگی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو لذتہ

یا غیرہ؟ اور کرایہ اس کا صاحب مکان کے لیے حلال ہوگا یا حرام؟ اور مال حرام سے جو مکان خریدا جائے

یا بنایا جائے اس میں بہ کرایہ رہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۹۸۱ھ)

الجواب: امام صاحب کا مذہب اس صورت میں جواز کا ہے، لیکن صاحبینؒ مکروہ فرماتے ہیں

کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے اور یہ معصیت لغیرہ ہے، پس ان لوگوں کو مکان کرایہ پر دینا اچھا

نہیں ہے، اور مال حرام سے جو مکان خریدا یا بنایا جائے اس میں خباثت ضرور ہے، لہذا اس میں رہنا اچھا

نہیں ہے، بایں ہمہ رہنے والے کے لیے حکم جواز کا ہے، رہنا اس میں حرام نہیں ہے اور صاحب مکان

کے لیے وہ کرایہ اچھا نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی دکانوں کو تین سال کے لیے ٹھیکہ پر دینا

سوال: (۱۵۳) مسجد کی چند دکانیں ایک شخص مسلم یا غیر مسلم کو ٹھیکہ پر تین سال کے لیے دی جاسکتی ہیں کہ وہ زر ٹھیکہ پیشگی ادا کر کے دکانداروں پر جس قدر چاہے اضافہ کر کے اپنا منافع حاصل کرتا رہے خواہ دکانیں چلتی رہیں یا خالی رہیں، دکانداران کہتے ہیں کہ مسجد ہم سے براہ راست معاملہ کیوں نہ رکھے جس قدر ٹھیکہ دار ہم دکانداران پر اضافہ کرے وہ مسجد خود کر سکتی ہے اور ہم اس کے واسطے آمادہ ہیں تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۲۵)

الجواب: جس میں وقف کا نفع ہو وہ کام کرنا چاہیے، پس اگر بطریق مذکور ٹھیکہ دینے میں نفع معلوم ہو اس وجہ سے کہ براہ راست کرایہ داروں کے دینے میں شاید کبھی دکانوں کے خالی رہنے کا احتمال ہو تو تین سال کا ٹھیکہ دیدینا درست ہے، غرض یہ کہ مہتمم اور متولی دکانوں کے نفع کا خیال رکھے کسی کی رعایت سے دکانوں کا نقصان نہ کرے نیک نیتی سے جو کچھ وہ کریں درست ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۲۲۰) فقط

مزدور نے جو کھیتی کاٹی ہے اس میں سے کاٹنے کی اجرت دینا درست نہیں

سوال: (۱۵۴) زمین میں مثلاً غلہ پیدا ہوا اور اس کو کسی سے کٹوایا اور اس مزدور نے یہ شرط کر لی کہ پانچواں یا چھٹا حصہ اسی میں سے اس کو دیا جاوے یہ جائز ہے یا نہ؟ اور اس طرف کھجور کی تاڑی میں سے رس نکال کر مٹھائی بناتے ہیں تو مزدور کو نصف رس دیتے ہیں یعنی مزدوری کا، تو یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۳۴۷ھ)

الجواب: اس طرح معاملہ کرنا ناجائز ہے، یہ اجارہ فاسد ہے اجرت میں ایسی شے متعین کرنا جو خود مستاجر کے عمل کا ثمرہ ہو مفسد اجارہ ہے۔ ہدایہ میں ہے: وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ حِمَارًا يَحْمِلُ عَلَيْهِ طَعَامًا بِقَفِيزٍ مِنْهُ فَإِلَّا جَارَةً فَاسِدَةً لِأَنَّهُ جَعَلَ الْأَجْرَ بَعْضُ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ فَيَصِيرُ فِي مَعْنَى قَفِيزِ الطَّحَانِ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ (۱)

(۱) الهدایہ ۳/۳۰۵ کتاب الإجازات، باب الإجارة الفاسدة.

سوال: (۱۵۵) کھیت کاٹنے میں یہ شرط کرنا کہ بیس پولی میں سے ایک پولی کاٹنے والے کو دی جاوے درست ہے یا نہیں؟ (۳۲/۲۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ شرط کرنا کہ بیس پولی کاٹنے والے کو ایک پولی دی جاوے وہ مفسد اجارہ ہے۔ فقط
سوال: (۱۵۶) جو لوگ کھیت کاٹتے ہیں ان سے کچھ مزدوری طے نہیں کی جاتی، دستور یہ ہے کہ شام کو ان کو لاؤنی (۱) دی جاتی ہے، جس میں ۵ سیر غلہ نکلنے کا دستور ہے۔ خواہ اس میں سے غلہ کم نکلے یا زیادہ اس طرح لاؤنی دینا جائز ہے یا نہیں؟ مزدور کھیت کو دیکھ کر جس جگہ اچھا غلہ معلوم ہوتا ہے اپنی لاؤنی اس جگہ سے لینا چاہتا ہے ان کی رائے سے دینا چاہیے یا مالک جس جگہ سے چاہے دیدے؟

(۱۳۳۵/۱۱۲۷ھ)

الجواب: یہ اجارہ فاسدہ ہے؛ دو وجہ سے: اول وجہ یہ ہے کہ یہ بہ حکم قفیز الطحان ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اجرت مجہول ہے، اگر اجرت معلوم بھی ہو تب بھی وجہ اول کے سبب سے ناجائز ہے، درمختار میں اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے: أو استأجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن به بعض دقيقه فسدت في الكل لأنه استأجره بجزء من عمله والأصل في ذلك: نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز الطحان الخ . والحيلة أن يفرز الأجر أولاً أو يسمي قفيزاً بلا تعيين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز (۲) (درمختار)

مزدور کو اسی کے کیے ہوئے کام میں سے مزدوری دینا کب درست ہے؟

سوال: (۱۵۷) مزدور کو اسی کے کئے ہوئے کام میں سے مزدوری دینا کیسا ہے؟

(۱۳۳۹/۱۶۰۴ھ)

الجواب: اگر شرط اس میں سے مزدوری دینے کی نہ کی جائے اور پھر اس میں سے دیدی جائے تو جائز ہے۔

(۱) لاؤنی: فصل کاٹنے کی مزدوری (فیروز اللغات)

(۲) الدر المختار مع الشامی ۶۸/۹ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة إلخ .

گیہوں یا چاول پسوا کر اسی میں سے اجرت دینا

سوال: (۱۵۸) گیہوں یا چاول پسوا کر اسی میں سے اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۱۷۳۸ھ)

الجواب: یہ ممنوع ہے۔ كما ورد النهي عن فقيز الطحان (۱) البتہ اگر مطلق گیہوں بہ مقدار معین اجرت مقرر کی جاوے تو یہ جائز ہے۔ فقط

ذبح کرنے کی اجرت لینا

سوال: (۱۵۹) جانور ذبح کرنے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۳/۸۸۷ھ)

الجواب: قواعد فقہیہ کا مقتضایہ ہے کہ ذبح پر اجرت لینا درست ہے (۲) بشرطیکہ اجرت معین ہو اور کام بھی معین ہو مثلاً یہ کہ فی جانور ایک آنہ یا دو آنہ۔ فقط

ذبح کرنے کی اجرت میں گوشت لینا

سوال: (۱۶۰) ذبح کرنے کی اجرت لینا یا اجرت میں گوشت لینا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۲/۵۱۲ھ)

الجواب: ذبح کرنے اور گائے وغیرہ کو صاف کرنے اور گوشت نکالنے کی اجرت لینا درست ہے۔ اور اگر گوشت میں سے اجرت لینا پہلے مقرر نہ کیا ہو مثلاً اجرت روپیہ پیسہ سے مقرر کی گئی ہو مثلاً چار آنہ یا آٹھ آنہ اور بعد میں بجائے چار آنہ کے مثلاً بہ رضائے قصاب و ذابح گوشت چار آنہ کا دیدیا جائے تو یہ درست ہے اور قربانی میں اس کو مکروہ لکھا ہے، پس قربانی میں گوشت اجرت میں نہ دے۔ فقط

(۱) أو استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه أو ثورا ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل لأنه استأجره بجزء من عمله ، والأصل في ذلك نهيه صلى الله عليه وسلم عن فقيز الطحان (الدر المختار مع رد المحتار ۹/۲۸ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهيل إلخ)

(۲) ويجوز الاستئجار على الذكاة إلخ (الفتاوى الهندية ۴/۲۵۴ كتاب الإجارة ، فصل في المتفرقات)

ناف ملنے کی اجرت لینا

سوال: (۱۶۱) دایہ دوسرے کے مکان پر جا کر ناف وغیرہ ملتی ہے اور اس کی اجرت لیتی ہے یہ اجرت حلال ہے یا نہ؟ اور ان کے مکان میں دعوت کھانا اور ان کی پکائی ہوئی روٹی کھانا کیسا ہے؟ ان کو رذیل اور کمینہ سمجھ کر دعوت قبول نہ کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۳ھ/۳۲/۱۲۵۲)

الجواب: اجرت مذکورہ حلال ہے، اور ان کے مکان میں دعوت کھانا اور ان کی پکائی ہوئی روٹی کھانا درست ہے، ان کو رذیل اور کمینہ سمجھنا اور اس وجہ سے دعوت قبول نہ کرنا ممنوع ہے اور معصیت ہے۔

بچے کے کان میں اذان کہنے پر رقم لینا

سوال: (۱۶۲) امام مسجد لڑکے کے کان میں جو اذان دیتا ہے اس پر رقم لینی جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۳ھ/۶۷۵)

الجواب: اگر معاوضہ اذان کا نہ ہو تو درست ہے۔

جو شخص سود لیتا ہے اس کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۶۳) زید سود لیتا ہے اور ز میں دار بھی ہے اور معاملات زمینداری میں لگان وغیرہ لینے میں بھی سود لیتا ہے اور بکر اس کا ملازم ہے تو ملازمت اور تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس اسکول کی ملازمت درست ہے یا نہیں جس کا خرچ سودی آمدنی اور فیس کے مجموعے سے چلتا ہے؟ (۱۳۳۸ھ/۶۱۹)

الجواب: بکر ملازم کو بمعاضہ ملازمت اپنی خدمت کے زید سے تنخواہ لینا درست ہے اور ملازمت درست ہے گوا احتیاط بچنے میں ہے، لیکن ازراہ فتویٰ ملازمت مذکورہ درست ہے، اور اسکول مذکور میں ملازمت کرنا بھی درست ہے۔ فقط

جس محکمہ میں سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں، اُس میں ملازمت کرنا

سوال: (۱۶۴) محکمہ منصفی یا کسی دوسرے محکمہ کی (جن میں سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں)

ملازمت جائز ہے یا نہیں اور ناجائز ہونے کی صورت میں وہاں کے ملازموں کے یہاں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۳۲)ھ

الجواب: یہ ملازمت درست نہیں ہے، اور کھانا پینا بھی ان کا اچھا نہیں ہے۔

ایسی ملازمت کرنا جس میں جاندار کی تصویر کشی کرنی پڑتی ہے

سوال: (۱۶۵) زید ایسی ملازمت کر سکتا ہے؟ جس میں اس کو تصویر جاندار وغیرہ جاندار کی کھینچنی

ہو۔ (۱۳۳۸/۲۲۷)ھ

الجواب: جس ملازمت میں تصویر کشی جاندار کی، ملازم کے ذمے ہے خواہ وہ خود کھینچے یا کسی سے کھینچوائے وہ ملازمت درست نہیں ہے۔

خلاف شرع کام پر ملازمت کرنا

سوال: (۱۶۶) ناجائز ملازمت کرنی شرعاً کیسی ہے؟ (۱۳۳۵/۹۴۹)ھ

الجواب: ظاہر ہے کہ ناجائز فعل خواہ ملازمت ہو یا کچھ اور کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ عجیب بات ہے کہ سائل یہ بھی کہتا ہے کہ ناجائز ملازمت پھر اس کا حکم دریافت کرتا ہے۔

سوال: (۱۶۷) مسلمان کو ایسی ملازمت کرنا جس میں خلاف شرع کام کرنا ہوتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو ملازم کسی محکمہ میں ہو اس میں بقاعدہ ملازمت ایک مدت مقررہ کے لیے مجبور ہو اور ملازمت کو چھوڑ بھی نہ سکتا ہو اور خلاف شرع کام کرنا پڑے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۳۷۳)ھ

الجواب: مسلمان کو حتی الوسع ایسی ملازمت سے احتراز کرنا چاہیے جس میں خلاف شریعت کوئی کام کرنا پڑے، بعد ملازمت کے تو آدمی مجبور ہو جاتا ہے، لیکن ملازمت کرنے پر کوئی مجبور نہیں ہے پس اول ہی اس کا خیال رکھے اور ایسی ملازمت نہ کرے، جس میں خلاف احکام اسلام اس کو کرنا پڑے۔ فقط

سوال: (۱۶۸) ناجائز کام پر نوکری کر کے تنخواہ لینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۱۸۶)ھ

الجواب: ناجائز کام پر نوکری کرنا اور تنخواہ لینا حرام اور معصیت ہے۔

زمین اجارے پر لے کر مالک کو یا دوسرے کو اجارہ پر دینا

سوال: (۱۶۹) زمین اجارہ پر لے کر زیادہ اجرت پر دوسرے کو یا مالک زمین کو اجارہ پر دینا درست ہے یا نہیں؟ (۳۳/۸۲۰-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زمین اجارہ پر لے کر دوسرے کو اجارہ پر دینا کم یا زیادہ پر درست ہے، اور خود مالک زمین کو دینا درست نہیں ہے یعنی اس کو دینے میں پہلا اجارہ بھی منسوخ ہو جاتا ہے۔

غیر کی زمین میں درخت لگانے کا حکم

سوال: (۱۷۰) زید نے عمر کی زمین میں ایک درخت لگایا اور اب جب بڑا ہوا اور اس کی لکڑی کاٹی گئی تو زید کو بھی کچھ حصہ یا محنت و عمل کی اجرت دی جاوے گی یا درخت تمام عمر صاحب زمین کا ہوگا؟ (۳۳/۷۴۰-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی دو صورتیں ہیں یا تو بلا اجازت مالک زمین کے درخت لگایا یا با اجازت، بلا اجازت لگانے میں درخت کے اکھاڑنے کا یا قیمت اکھڑے ہوئے درخت کی دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہے، اور با اجازت لگانے میں مالک درخت کا؛ صاحب زمین ہے اور درخت لگانے والے نے جو خرچ کیا وہ اس کو دیا جاوے۔ فلو یاذنہ فالبناء لرب الدار ويرجع عليه بما أنفق إلخ (۱) (شامی ۱۲۴/۵ کتاب الغصب)

جانور پالنے کے لیے بٹائی پر دینا

سوال: (۱۷۱) بکری گائے وغیرہ کو پالنے کے لیے دینے کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں کہ مالک بکری وغیرہ غیر کو دیتا ہے اور یہ شرط ہوتی ہے کہ جو بچہ پہلے پیدا ہوگا، وہ پالنے والے کا ہوگا اور پھر اور جو بچہ ہوگا وہ نصف نصف مشترک ہوتا ہے، اس بچے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳/۱۷۱-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ صورت شرعاً ناجائز ہے، شامی میں لکھا ہے کہ اگر جانور کو اس طرح پرورش پر دیا جائے

تو جو بچے پیدا ہوں گے وہ اس جانور کے مالک کی ملک ہیں اور پرورش کنندہ کو اجرت مثل یعنی قیمت گھاس وغیرہ کی اور اجرت معروفہ جو ایسے کام کی اور ایسی محنت کی ہو ملے گی، عبارت شامی کی یہ ہے: وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله تاتار خانية (۱) (شامی: ۳/۳۵۱، شرکت فاسدہ) لیکن جب کہ مالک بخوشی پرورش کنندہ کو وہ بچہ دیدے تو وہ مالک ہو گیا، اگر وہ قربانی کرے تو درست ہے، اور مالک کے حصے میں جو بچہ آئے وہ تو مالک ہی کا ہے، وہ بھی قربانی کر سکتا ہے۔

سوال: (۱۷۲) جانور کے بچے کو اس طرح پرورش پر دینا کہ جب پرورش ہو جاوے گا اور جو اس کی قیمت ہوگی اس میں سے نصف پرورش کرنے والے کی اور نصف مالک کی، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۳۲۹ھ)

الجواب: اس طرح پرورش پر دینا جائز نہیں ہے، شامی میں ہے کہ ایسی صورت میں پرورش کرنے والے کو اجرت مثل دینا لازم ہوتا ہے یعنی جس قدر زمانہ پرورش کرنے اور رکھنے کی اجرت عرفاً ثابت ہو وہ دینی پڑے گی اور جانور مالک کا ہے۔

سوال: (۱۷۳) ایک شخص نے دوسرے شخص سے چھوٹا بچھڑا اس شرط پر لیا کہ میں پرورش اس کی کرتا ہوں تو دو ڈھائی سال کے بعد جو قیمت اس کی ہوگی، ہم دونوں نصفانصف تقسیم کر لیں گے یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۹۲۹ھ)

الجواب: اس طرح کے معاملہ کو علامہ شامی نے شرکت فاسدہ میں ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ جانور مالک کا ہی ہوگا اور پرورش کنندہ کو اجرت پرورش دی جائے گی حسب عرف، عبارت اس کی یہ ہے: وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله تاتار خانية إلخ (۲) (شامی: ۳/۳۵۱)

سوال: (۱۷۴)..... (الف) کسی کو کوئی بکری یا گائے پالنے کے لیے اس طرح پر دینا کہ جو کچھ بچہ پیدا ہوگا نصف میرا اور نصف تمہارا اصل جانور مالک کا رہے گا یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱) الشامی ۶/۳۹۴ کتاب الشركة، مطلب يرجح القياس.

(۲) حوالہ سابقہ۔

(ب) کوئی جانور اس طور پر پالنے کے لیے دینا کہ پرورش پر دینے کے وقت جو قیمت ہو، اس کو چھوڑ کر پرورش ہو جانے پر جو قیمت ہو اس کا نصف پالنے والے کو اور نصف مع اس قیمت کے جو پرورش پر دینے کے وقت تھی مالک کو ملے گی یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۶۴۰)

الجواب: (الف) اس صورت میں وہ گائے وغیرہ بھی مالک کی ہی رہے گی اور جو بچے اس سے پیدا ہوں گے وہ بھی مالک گائے کے ہوں گے یہ شرط کرنا کہ جتنے بچے ہوں گے وہ نصف نصف کر لیں گے باطل ہے بلکہ پرورش کنندہ کو اجر مثل ملے گا۔

(ب) اس میں بھی وہی حکم ہے جو اوپر گذرا وہ قیمت تمام مالک کی ہے اور پالنے والے کو اجر مثل یعنی جس قدر اس کام اور وقت کی اجرت معاوضہ معروفہ ہو دیا جائے گا جیسا کہ (شامی: ۳/۳۵۰-۳۵۱) میں ہے: وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله تاتار خانية (۱) فقط

سوال: (۱۷۵) زید نے بکری، مرغی، گائے وغیرہ بکر کو اس شرط پر دی کہ تم اس کو پالو اس کا بچہ، انڈا، دودھ وغیرہ جو فائدہ ہو اس میں ہم تم نصف نصف لیں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۸۶)

الجواب: یہ معاملہ فاسد ہے اور اس طرح شرکت صحیح نہیں ہوتی وہ جانور اصل مع نفع وزوائد کے مالک اصلی کی ملک ہیں، پرورش کنندہ کو اجر مثل اور خرچ خوراک وغیرہ دیا جائے گا۔ کذا فی الشامی (۲) فقط

سوال: (۱۷۶)..... (الف) گائے بیل کو پالنے کے واسطے کسی کو اس شرط پر دیا کہ جو قیمت ہوگی ثلث یا ربع پالنے والے کو ملے گی اور باقی مالک کو ملے گی؟

(ب) کسی کو گائے بیل پالنے کو دیے اس شرط پر کہ دینے کے وقت مثلاً ان کی قیمت دس روپیہ تھی اور کچھ عرصہ بعد تیس روپیہ ہو گئی تو اب نفع دس روپیہ پالنے والے کو اور اصل مالک کو دس روپیہ نفع میں سے اور دس روپیہ اصل قیمت میں سے کل بیس روپیہ ملے تو یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۴/۳۴۷)

الجواب: (الف-ب) یہ شرط صحیح نہیں، پالنے والے کو صرف اجر مثل ملے گا جانور بدستور اصل

(۱) الشامی ۶/۳۹۴ کتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة، مطلب: يرجع القياس.

(۲) حوالہ سابقہ۔

مالک ہی کا ہے، پالنے والا اپنی اس خدمت کے بدلے اجرت کا مستحق ہے سو وہ اس صورت میں اجر مثل ہے، درمختار میں ہے: وما حصله أحدهما بإعانة صاحبه فله و لصاحبه أجر مثله إلخ (۱)

رنڈی کے لڑکوں کو پڑھا کر تنخواہ لینا اور رنڈی کی نبض دیکھ کر فیس لینا

سوال: (۱۷۷)..... (الف) زید ایک ہندو کے مدرسہ میں مدرس تھا، چند زمانہ سے ہندو رئیس نے ایک رنڈی اپنے یہاں رکھ لی ہے اور اس سے چند لڑکے ہوئے، زید کو مدرسہ سے علیحدہ کر کے رنڈی کے لڑکوں کو پڑھانے کو کہہ دیا ہے، لہذا ان کو تعلیم دینا اور تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر طبیب رنڈی کی نبض دیکھ کر فیس لے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف-ب) ان کو تعلیم دینا اور تنخواہ لینا درست ہے، اسی طرح صورت مذکورہ میں طبیب کو فیس لینا درست ہے۔

جھیل و دریا ماہی گیروں کو کرایہ پر دینا

سوال: (۱۷۸) زید کے ملک میں چند جھیل اور دریا ہیں، ماہی گیروں کو سالانہ اجارہ پر دینا ان کا درست ہے یا نہیں؟ (۲۶۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شامی کتاب الإجارة میں ہے: ولا تجوز على استيجار الآجام والحياض لصيد السمك إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ صحیح نہیں ہے، فقط

خدمت گاران سے اجرت مقرر کیے بغیر خدمت لینا

سوال: (۱۷۹) یہاں عام طور سے یہ دستور ہے کہ خدمت گاران مثل حجام، سقہ، دھوبی، کمہار، لوہار بڑھئی وغیرہ سے خدمت لینے کا نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ اجرت دینے کا، جو میرے خیال میں ناجائز

(۱) الشامي ۳/ ۲۳۸ کتاب الزكاة ، باب الركا .

(۲) ردالمحتار ۵/ ۷۵ کتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، مطلب الإجارة إذا وقعت على العين لا تصح والحيلة فيه .

ہے، لہذا عرض ہے کہ کوئی صورت جواز کی جو سہل ہو ارشاد فرمائیں (۱۳۳۷/۳۸۴)

الجواب: ایسے امور میں مسامحت ہی کرنی پڑتی ہے باقاعدہ و باضابطہ اجارہ صحیحہ ہونا دشوار ہے، اس میں عدم مواخذہ کی صورت ہے تو یہی ہے کہ جو کچھ ان خدمت گزاروں کو سالانہ وغیرہ دیا جائے اس وقت ان کو راضی کر لیا جائے اور اس وقت خدمات ماضیہ کا وہ معاوضہ ان کی رضامندی سے سمجھا جائے گا۔

جو شخص از خود دین کی خدمت کرتا ہے اس کا نفقہ اہل قصبہ پر واجب ہے؟

سوال: (۱۸۰) جو شخص خادم دین اسلام ہے اور کچھ معاش نہیں رکھتا، کیا اس شخص کا نفقہ اہل قصبہ پر واجب ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص بغیر کسی کی تحریک کے خود ہی خدمت دین میں مصروف ہے؟

(۱۳۴۰/۸۴۷)

الجواب: جو شخص از خود خدمت اسلام کرتا ہے وہ کار ثواب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دے گا، اہل اسلام بھی خود حسب استطاعت اس کی خدمت کریں یہ امر ان کے لیے موجب اجر و ثواب ہے، مگر ان کے ذمے اس کا نفقہ و خرچ واجب نہیں ہے۔ فقط

قصابی کا پیشہ کرنا جائز ہے

سوال: (۱۸۱) قصابی کا پیشہ اختیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل تو جروا

(۱۳۳۴-۳۳/۱۶۷۴)

الجواب: جائز ہے اور دلیل: اباحتِ جمیع انواعِ حرفہ و کسب ہے جس میں کوئی امر ممنوع و محظور شرعی نہ ہو، درمختار میں ہے: وکل أنواع الکسب فی الإباحة سواء الخ اور شامی میں ہے: فالمراد من قولهم کل أنواع الکسب فی الإباحة سواء أنها بعد إن لم تکن بطریقٍ محظورٍ لایذم بعضها وإن کان بعضها أفضل من بعض إلی أن قال: وما قیل إن فیہ إزهاق الروح وهو یورث قسوة القلب لا یدل علی الکراهة بل غایتہ أن غیرہ کالتجارة و الحراثة أفضل منه الخ (۱) (کتاب الصيد ۵/۲۹۸) فقط

مالک نے جو مکان کرایہ پر دیا ہے اس کو فروخت کرنا

سوال: (۱۸۲) ایک شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا، بعدہ اس مکان کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اس صورت میں بیع کا کیا حکم ہے؟ اور مشتری کرایہ دار کو اجارہ کی مدت کے اندر نکال سکتا ہے اور مکان خالی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۳۴۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وبخلاف بیع ما آجره فإنه أيضا ليس بعذر بدون لحوق دين كما مر ويوقف بيعه إلى انقضاء مدتها هو المختار إلخ (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ جس مکان کو مالک مکان نے اجارہ اور کرایہ پر دیا ہے اس کو فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو مدت اجارہ کے پورا ہونے تک وہ بیع موقوف رہے گی، غرض یہ ہے کہ مشتری کرایہ دار کو مدت اجارہ کے ختم ہونے سے پہلے جبراً نہیں نکال سکتا، البتہ اگر کرایہ دار خوشی سے مکان چھوڑ دے تو اس کو اختیار ہے۔ فقط

خاکروب کا پیشہ کرنا اور اس پر اجرت لینا

سوال: (۱۸۳) بھنگی کا پیشہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پر اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۰/۱۴۵۱ھ)

الجواب: خاکروب کا پیشہ شریعت میں حلال و مباح ہے اور اجرت لینا اس پر جائز ہے کما هو معمول و معروف في عامة البلاد بلانكير درمختار كتاب الصيد میں ہے: فالتحقيق عندي إباحة اتخاذه حرفة لأنه نوع من الاكتساب و كل أنواع الكسب في الإباحة سواء على المذهب الصحيح إلخ و في الشامي: قوله: و كل أنواع الكسب أي أنواعه المباحة إلى أن قال: أقول: فالمراد من قولهم كل أنواع الكسب في الإباحة سواء أنها بعد إن لم تكن بطريق محظور لا يذم بعضها وإن كان بعضها أفضل من بعض إلخ (۲) (كتاب الصيد ۵/۲۹۷) فقط

(۱) الدر مع الرد ۹/۹۸ كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ.

(۲) الدر والرد ۱۰/۴۴-۴۵ أوائل كتاب الصيد.

سود خور کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۴) کافر مشرک بت پرست سود خوار، رشوت خوار کی نوکری کرنا کیسا ہے؟

(۱۳۳۷/۱۷۰۳ھ)

الجواب: کافر و مشرک وغیرہ کی ملازمت درست ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان سود خوار ہو تو اگر ملازم کو یہ معلوم ہے کہ مجھ کو تنخواہ سود سے دیتا ہے تب تو احتراز بہتر ہے ورنہ کچھ حرج ملازمت میں نہیں ہے۔ فقط

افیون کے تاجر کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۵) جو شخص افیون کی تجارت کرتا ہو اس کے یہاں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۱/۱۲۳۳ھ)

الجواب: افیون کے بارے میں فقہاء نے یہ تفصیل فرمائی ہے بغرض تداوی اس کا استعمال درست ہے اور بلا ضرورت دوا استعمال اس کا حرام ہے، لیکن شراب کی حرمت سے کم ہے، درمختار میں ہے: ويحرم أكل البنج و الحشيشية..... والأفيون ، لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله تعالى وعن الصلوة لكن دون حرمة الخمر اور شامی میں ہے: فهذا كله و نظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل إلخ (۱) وفيه أيضًا: والحق التفصيل: إن كان للتداوى فكذلك وإن للهو وإدخال الآفة قصدًا فينبغي أن لا يتردد في الوقوع إلخ (۲) وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوي ونحوه كالتطيب بالعنبر وجوزة الطيب إلخ (۳) پس معلوم ہوا کہ افیون کے استعمال کی بعض صورتوں میں بعض اشخاص کے لیے بغرض تداوی اجازت ہے تو اس کی بیچ

(۱) الدر والرد ۱۰/۳۸-۳۹ أو آخر كتاب الأشربة .

(۲) الشامی ۶/۵۳ کتاب الحدود ، باب حد الشرب ، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة .

(۳) الشامی ۶/۵۳ کتاب الحدود ، باب حد الشرب ، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة .

وشرء مطلقاً حرام نہیں ہے، مگر مشتبہ ضرور ہے اس لیے اس کی ملازمت بھی حرام نہیں ہے مگر مشتبہ ہے اور اس سے بچنا چاہیے کیوں کہ احتیاط یہی ہے کہ مشتبہات سے بھی احتراز کیا جاوے۔

گھٹیا دوا تیار کرنے والے حکیم کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۶) میں ایک حکیم صاحب کی دکان پر ملازم ہوں دو تین ملازم اور ہیں لیکن وہ حکیم صاحب جب کوئی مرکب دوا بنواتے ہیں، تو اس میں قیمتی ادویہ مثل مشک عنبر مروارید وغیرہ کے کم قیمت اور گھٹیا ادویہ میں ڈلواتے ہیں یا بالکل نہیں ڈلواتے، بحالت موجودہ یہ ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو جو پہلے اس قسم کا کام ہم لوگوں نے کیا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۶۲۵ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح خلاف شریعت اور خلاف دیانت کوئی کام کرنا معصیت ہے اسی طرح اس میں معاونت اور امداد کرنا بھی حرام اور معصیت ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۲) پس اس میں کچھ تردد نہیں ہے کہ ملازمت مذکورہ میں اعانت علی المعصیت اور شرکت فی المعصیت ہے یعنی یہ ملازمین بھی گناہ میں شریک ہیں اس لیے ملازمت مذکورہ حلال نہیں ہے، اور جو کچھ پہلے ہو چکا اس سے توبہ واستغفار کیا جائے اور آئندہ کو ملازمت مذکورہ کو چھوڑ دیا جائے۔ فقط

زانیہ عورت کا دودھ بچہ کو اجرت پر پلانا

سوال: (۱۸۷)..... (الف) بچے کو دودھ پلانے کے لیے عورت کو اجرت پر لے سکتے ہیں یا نہیں؟ جس کا دودھ زنا سے ہو۔

(ب) مسلمان عورت ہندو کے بچے کو دودھ اجرت پر پلا سکتی ہے یا نہیں؟

(ج) مسلمان کے بچے کو عورت کا فرہ دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۹۸۱ھ)

الجواب: (الف) ایسی عورت کا دودھ بچے کو پلا سکتے ہیں اور اجرت پر مقرر کر سکتے ہیں۔

(ب) پلا سکتی ہے۔

(ج) پلا سکتی ہے۔

جو آٹا پیسا ہے اس کے علاوہ آٹا اجرت میں دینا درست ہے

سوال: (۱۸۸) زید نے آٹا پیسنے کے واسطے چکی لگائی اور لوگوں کو اس اجرت سے پیسنے کا اختیار دیا ہے کہ فی من دوسیر آرد (آٹا) زید کو دیا کرے اور یہ دوسیر آرد ایک من کے علاوہ ہوں؛ یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۸۹۳)

الجواب: اس مسئلہ میں جب کہ زید نے دوسیر آٹا اجرت؛ ایک من آٹا پیسنے کی مقرر کی اور وہ دوسیر اس من بھر میں نہیں جن کی اجرت قرار پائی ہے تو اس کو فقہاء نے جائز لکھا ہے کیونکہ یہ قفیز طحان کے حکم میں نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے۔ فقط

خنزیر کی تجارت کے متعلق خطوط لکھنے پر اجرت لینا درست نہیں

سوال: (۱۸۹) تجارت خنزیر کے متعلق خطوط لکھ کر اجرت لینا کیسا ہے؟ (۱۳۴۰/۷۲۷)

الجواب: خطوط مذکورہ تحریر کرنا اور ان کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ فقط

رنڈیوں کی مزدوری کرنا اور ان سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۹۰) زید رنڈیوں کی مزدوری کرتا ہے، تو زید کو ان سے مزدوری لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۳۶۵)

الجواب: مزدور کے حق میں وہ مزدوری حلال ہے، اور حرام مال کے مخلوط کرنے سے ملک ہو جاتی ہے اگرچہ ملک خبیث ہوتی ہے اور زکوٰۃ اس میں لازم ہے۔ فقط

میت کو غسل دینے کے لیے کسی کو نوکر رکھنا

سوال: (۱۹۱) شملہ کے باشندے مستقل طور پر شملہ کے متوطن کم ہیں، زیادہ تر ملازمت وغیرہ کی وجہ سے مقیم رہتے ہیں، اگر کسی کے یہاں میت ہو جاتی ہے تو کنبہ و برادری نہ ہونے کی وجہ سے بہت دقت ہوتی ہے، کوئی عورت مرجاتی ہے تو غسالہ میسر نہیں آتی، شملہ کے باشندوں کا خیال ہے کہ شملہ کی

تین چار مساجد صاحب جائداد ہیں ایک غسالہ کو بھی نو کر رکھ لیں اور مساجد کے متولی مشترکہ طور پر مساجد کی جائداد سے غسالہ کو تنخواہ دیا کریں، مساجد کی اوقاف کسی شرط کے ساتھ مخصوص وقف نہیں بلکہ چندہ وغیرہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے، آیا جس طرح امام و مؤذن وغیرہ کو ہر مسجد فرداً فرداً تنخواہ دیتی ہے غسالہ کو مشترکہ طور پر مساجد کی جانب سے نو کر رکھنا اور تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۹۳۱ھ)

الجواب: غسل میت پر اجرت لینا دینا دراصل ناجائز ہے، لیکن بہ ضرورت اس کے جواز کی گنجائش ہے۔ **کما فی الشامی عن الفتح:** ولا يجوز الاستئجار علی غسل المیت ویجوز علی الحمل والدفن، وأجاز بعضهم فی الغسل أيضا إلخ (۱) پس حسب روایت جواز غسالہ کو مشترکہ طور سے متولیان مساجد اگر تنخواہ دیں تو بہ ضرورت مذکورہ درست ہے۔ فقط

میت کو قبر میں اتارنے کی قیمت لینا

سوال: (۱۹۲) میت کو قبر میں اتارنے کی (یعنی قبر کی) قیمت لینا اور اس کو ہدیہ نام رکھنا کیسا ہے؟ یہ اجرت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۳۴۳ھ)

الجواب: یہ قیمت ناجائز و حرام ہے، محافظ قبرستانوں کو اس سے کیا علاقہ ہے؟ اگر قبرستان موقوف ہے تو اس میں کوئی تصرف مالکانہ جائز ہی نہیں، حرام ہے، اور اگر کسی شخص کا مملوک ہے تو مالک اپنی زمین کی قیمت لے سکتا ہے۔

حکم کا عدالت سے یا فریقین سے فیس لینا

سوال: (۱۹۳) عدالت ججی میں ایک مقدمہ دائر ہوا جس میں ہندہ مطلقہ نے اپنے زوج مطلق پر مہر و واپسی جہیز کا دعویٰ کیا، عدالت نے فریقین مقدمہ کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے مقدمہ کا انفصال عدالت میں کرانے کے بجائے پنچایت سے کرائیں، فریقین مقدمہ نے اس پر راضی ہو کر ایک شخص مقرر کیا، جس کو فریقین نے بالاتفاق تسلیم کر لیا، عدالت نے بھی اسے مقرر کر دیا اور اس کے لیے سو روپیہ فیس مقرر کر

(۱) ردالمحتار ۳/۸۷ کتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، مطلب فی حدیث ”کل سبب ونسب منقطع إلا سببی ونسبی“۔

دی اور اسے بذریعہ عدالت اطلاع دی کہ تم کو فلاں فلاں مدعی مدعا علیہ نے اپنے مقدمے میں حکم بنایا ہے، لہذا تم اس مقدمے کی تحقیقات کر کے منصفانہ فیصلہ کر دو اور اس کے لیے سو روپیہ تم کو بھیجے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ فیس حکم کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں:

اؤّل یہ کہ عدالت خود یہ فیس حکم کو دے یعنی اپنے خزانہ سے۔

دوسری یہ کہ فریقین مقدمہ سے عدالت وصول کرے اور پھر حکم کو دے ان دونوں صورتوں کے حکم میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

حکم کو مدعی، مدعا علیہ کے بیان لینا، شہادت لینا، عذرات سننا، فریقین کو تاریخ کی اطلاع تحریری دینا اور تمام مسل (۱) تحریری مرتب کرنا اور پھر فیصلہ لکھنا، اور تمام کاغذات عدالت میں بھیجنا یہ تمام کام کرنے پڑیں گے۔ بینواتو جروا۔ (۳۴۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار: المحكم كالقاضي (۲) وفيه من كتاب الحظر والإباحة: وجاز رزق القاضي من بيت المال إلى أن قال: ولو غنيا في الأصح، وهذا لو بلا شرط ولو به كالأجرة فحرام، لأن القضاء طاعة إلخ (۳) وفي ردالمحتار من القضاء: قال في البحر: وذكر الهدية ليس احترازا إذ يحرم عليه الاستقراض والاستعارة ممن يحرم عليه قبول هديته كما في الخانية اه قلت: ومقتضاه أنه يحرم عليه سائر التبرعات فتحرم المحاباة أيضا ولذا قالوا: له أخذ أجرة كتابة الصك بقدر أجر المثل، فإن مفادته أنه لا يحل له أخذ الزيادة، لأنها محاباة وعلى هذا فما يفعله بعضهم من شراء الهدية بشيء يسير أو بيع الصك بشيء كثير لا يحل، وكذا ما يفعل بعضهم حين أخذ المحصول من أنه يبيع به الدافع دواة أو سكين أو نحو ذلك لا يحل، لأنه إذا حرم الاستقراض والاستعارة فهذا أولى إلخ (۴) (رد المحتار) قوله: ولو غنيا في الأصح عبارة الهدية، ثم القاضي إذا كان فقيرا فالأفضل بل الواجب

(۱) مسل: مقدمے کی کاروائی کے کاغذات جو ایک جگہ منسلک ہوں۔ (فیروز اللغات)

(۲) ردالمحتار ۱۱۳/۸ کتاب القضاء، أوائل باب التحکیم.

(۳) الدر مع الرد ۴۷۵/۹ کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.

(۴) ردالمحتار ۴۶/۸ کتاب القضاء، مطلب في هدية القاضي.

الأخذ، لأنه لا يمكنه إقامة فرض القضاء إلا به، إذا اشتغال بالكسب يقعه عن إقامته. وإن كان غنيا فالأفضل الامتناع على ما قيل، رفقا ببیت المال. وقيل: الأخذ وهو الأصح صيانةً للقضاء عن الهوان ونظراً لمن تولى بعده من المحتاجين إلخ. قوله: وهذا لو بلا شرط إلخ بأن تقلد القضاء ابتداءً من غير شرط ثم رزقه الوالی كفايته إلخ (۱) ان عبارات و امثالہا سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حکم اس بارے میں مثل قاضی کے ہے اور قاضی کو قضا پر اجرت لینا درست نہیں ہے (۲) اور اگر تحریر وغیرہ کی اجرت کا طالب ہو تو وہ بقدر اجرت مل سکتی ہے نہ زائد، لہذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں حکم کو فیس نہ کور فریقین سے لینا درست نہیں ہے، البتہ اگر حاکم اور والی خزانہ میں سے دے دیویں تو درست ہے۔ فقط

چنگی کی طرف سے مقرر طبیب کا چنگی سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۹۴) زید چنگی کی طرف سے پبلک کے لیے طبیب مقرر ہے اور اس کو تنخواہ چنگی سے ملتی ہے یہ حلال ہے یا نہ؟ (۱۳۳۹/۱۹۷۰ھ)
الجواب: یہ تنخواہ اس کو حلال ہے۔

سال بھر کے لیے دکان کرایہ پر لے کر درمیان سال

میں بیماری کی وجہ سے چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۵) اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کو کرایہ پر لے اور درمیان سال کے بوجہ بیماری چھوڑ دے تو ممبران باقی کرایہ چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۴۷۵ھ)
الجواب: اگر اس نے بیماری کی وجہ سے اجارہ فسخ کر دیا اور دکان کو خالی کر کے حوالہ متوالیان کر دیا تو اس مدت کا کرایہ واجب نہیں ہوا، اس کو چھوڑ دینا چاہیے، اور اگر مستأجر نے باوجود مریض

(۱) الدر مع الرد ۴۷۵/۹ کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.

(۲) یہ پہلے زمانہ کا مسئلہ ہے جب کہ طاعات مقصودہ پر اجارہ باطل تھا، اب فتویٰ یہ ہے کہ جن طاعات کے ساتھ نظام اسلامی وابستہ ہے ان کا اجارہ درست ہے، پس قاضی کی تنخواہ بھی درست ہوئی ۱۲ سعید احمد پالن پوری

ہونے کے اجارہ فسخ نہیں کیا اور بدون فسخ کرنے اجارہ کے دکان کو چھوڑ دیا تو کرایہ اس مدت کا اس کے ذمے لازم ہے درمختار میں ہے: ولو مرض فهو عذر في رواية الكرخي إلخ (۱) قوله: تفسخ إنما قال تفسخ لأنه اختار قول عامة المشائخ وهو عدم انفساخ العقد بالعذر وهو الصحيح، نص عليه في الذخيرة (۲) (شامی) فقط

مکان کی قیمت کے بقدر کرایہ ادا کرنے

سے بھی کرایہ دار مکان کا مالک نہیں بنتا

سوال: (۱۹۶) عمر نے کچا مکان تین سو روپیہ کی مالیت کا بلا تحریر کرایہ نامہ دو روپیہ ماہوار کرایہ پر زید سے لیا، ساڑھے بارہ برس کے بعد کرایہ دار کہتا ہے کہ یہ مکان شرعاً و قانوناً میری ملکیت میں آچکا اس لیے کہ شخص واحد مسمی عمر کرایہ دار سے زید مکان دار بلاناغہ کرایہ وصول کرتا رہا اور قیمت بھی مکان کی پوری ہو چکی، مال کا مول تین سو روپیہ کرایہ میں ادا ہو چکا، پس باعتبار سکونت اور ادائے قیمت کے دونوں صورتوں میں عمر کہتا ہے کہ مکان میرا ہے، بینوا تو جروا (۱۳۳۸/۱۳۹۷ھ)

الجواب: شرعاً وہ مکان کرایہ دار کی ملک میں نہیں آیا کیونکہ اجارہ میں کرایہ دار کو صرف منافع حاصل کرنے کا اختیار ہوتا ہے جس وقت تک کہ وہ کرایہ دیتا رہے، اور مالک مکان کو اختیار ہے کہ جب مدت اجارہ ختم ہو جاوے اسی وقت اپنا مکان خالی کرائے، کرایہ دار کو بوجہ سکونت اور کرایہ بقدر قیمت مکان یا اس سے بھی زیادہ دینے سے کرایہ دار مالک مکان کا نہیں ہو سکتا۔ فقط

سرکاری قانون کے مطابق پندرہ سال گزرنے کے

بعد کرایہ دار مکان کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۷) ایک شخص اجارہ کی حیثیت سے کپھرل کے مکان میں ۱۸ برس سے قابض ہے،

(۱) الدر مع الرد ۹/۹۷ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر ليس عذراً في الفسخ.

(۲) حاشیة ابن عابدین ۹/۹۰ کتاب الإجارة، باب أوائل فسخ الإجارة.

مالک مکان اب مکان خالی کرانا چاہتا ہے، کرایہ دار کہتا ہے کہ عقد اول سہ سالہ مالک مکان کی مباحث کے سبب احسانا میں نے اپنے تصرف دائمی میں شامل نہ کی، باقی پانچ عقود ہر عقد سہ سالہ یعنی پندرہ برس گزرنے کے بعد قابض کو مکان مقبوضہ پر بلا ادائے کرایہ تصرف دائمی حاصل ہے اور قانون بھی اسی پر مبنی ہے۔ (۱۳۹۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کرایہ دار کو مکان مستاجرہ میں حق ملک کسی وقت حاصل نہیں ہو سکتا اگرچہ کرایہ دار کسی مدت تک اس مکان میں رہے۔ فقط

متولی وقف کا کام کیے بغیر اجرت لینا، اور مدرس وقف کو پیشگی تنخواہ دینا

سوال: (۱۹۸)..... (الف) ایک متولی وقف اجرت مثل مقررہ واقف تہائی کھاتا ہے اور کوئی کام وقف کا نہیں کرتا، یہ لینا کیسا ہے؟

(ب) متولی یہ بھی چاہتا ہے کہ چھ ماہ زیادہ کی اجرت مثل مقررہ پیشگی لے لے، یہ کیسا ہے؟
(ج) اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک عامل نے پیشگی چاہا، مسئول عنہ نے فرمایا کہ تم یہ لکھ دو کہ اس وقت تک میں نہیں مروں گا یہ روایت صحیح ہے، یا غیر صحیح؟
(د) مدرسین وقف کو پیشگی تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۴۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) واقف نے اگر یہ شرط کی تھی کہ متولی کو اجرت مثل دیا جاوے تو جس قدر وہ کام کرے اُس کا اجرت مثل اُس کو ملنا چاہیے، بدون کام کیے اس کو کچھ لینا درست نہیں ہے، الغرض شرط واقف کی رعایت ضروری ہے۔

(ب) جب وہ کام ہی نہیں کرتا تو اس کو نہ پیشگی لینا درست ہے، نہ بعد میں لینا درست ہے۔

(ج) اس روایت کا کچھ حال معلوم نہیں ہے۔

(د) درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

مدرسین کی پیشگی تنخواہ دینے کے جواز کا یہ مطلب ہے کہ متولی و مہتمم اپنی ذمہ داری پر دے گا، اگر بالفرض وہ ضائع ہو تو ضمان اس کا متولی و مہتمم پر لازم ہے اور یہ جواز بر بناء مصلحت ہے، یعنی اگر مصلحت مدرسہ وغیرہ اس کو مقتضی ہو تو دفعاً للضرر والخرج پیشگی دینا جائز ہے، اور ذمہ داری دینے والے کی ہے،

اور ہو سکتا ہے کہ اس کے جواز کو روایت سے ثابت کیا جاوے وللقاضي أن يقرض مال اليتيم والوقف (۱) (رد المحتار: ج: ۴ کتاب الوكالة) اور فقہ کا مشہور مسئلہ ہے: المعروف كالمشروط (۲) اب چوں کہ یہ معروف ہو گیا ہے اس وجہ سے بھی جواز کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ مفتی صاحب: ۱۷ صفر ۱۳۳۵ھ

بلا ٹکٹ ٹرین کا سفر کیا ہو تو اس کا کرایہ ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۱۹۹) زید کو کوئی شخص بلا کرایہ سوار کرا کے دوسری جگہ لے گیا یہ کرایہ واجب الاداء ہے تو کس طرح ادا کرے؟ (۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس قدر روپیہ کا ٹکٹ کسی اسٹیشن سے لے کر چاک کر دیا جاوے جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس تمام ریلوے کا مالک ایک ہے، مثلاً جو ریلوے مملوکہ گورنمنٹ ہو چکی ہے اس کے علاقہ میں جہاں سے چاہے ٹکٹ لے کر چاک کر دیوے۔

ریلوے کا ملازم اگر بلا ٹکٹ کسی کو سفر کرائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۰) ملازم ریلوے اگر کسی کو بلا ٹکٹ سفر کراوے تو سفر کرنے والے اور کرانے والے کو کس قدر گناہ ہوگا؟ (۹۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: دونوں امر خلاف شرع کے مرتکب ہیں اور گنہ گار ہیں تو بہ کریں اور سفر کرنے والا کرایہ داخل کرے۔

چودہ یا پندرہ سال کے لڑکے کا نصف ٹکٹ لینا

سوال: (۲۰۱) ریلوے قانون ہے کہ لڑکوں کو بارہ برس تک نصف ٹکٹ دیتے ہیں، مگر ٹکٹ ماسٹر کبھی سن کے متعلق کچھ دریافت نہیں کرتے، صرف لڑکے کے قد و قامت کو دیکھ کر نصف ٹکٹ دیتے ہیں،

(۱) رد المحتار ۲۳۵/۸ کتاب الوكالة، آخر فصل: لا يعقد وکیل البيع والشراء.

(۲) الشامي ۲۰۱/۴ کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النقش والحمام ولفافة الكتاب ونحوها.

میرا چھوٹا بھائی جس کی عمر ۱۴، ۱۵ برس کی ہوگی لیکن قد و قامت سے ۹، ۱۰ برس کا لڑکا معلوم ہوتا ہے اگر اس کو دیکھ کر ٹکٹ ماسٹر نصف ٹکٹ دیدیں تو لینے والا گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (۱۸۹۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ قانون یہ ہے کہ بارہ برس تک کے عمر والے لڑکے کو نصف ٹکٹ دیا جاتا ہے اور بارہ برس سے زیادہ عمر والے کو پورا ٹکٹ لینا چاہیے تو جس لڑکے کی عمر ۱۴، ۱۵ برس کی ہو اس کو پورا ٹکٹ لینا چاہیے اور صاف کہہ دینا چاہیے کہ ۱۴، ۱۵ برس کی عمر ہے اور ٹکٹ ماسٹر اگرچہ کچھ دریافت نہ کرے اور وہ نصف ٹکٹ بھی قد و قامت کو دیکھ کر دینے پر راضی ہو تب بھی پورا ہی ٹکٹ لینا چاہیے۔ فقط

مسکین ناپینا وغیرہ کا بلا کرایہ سفر کرنا

سوال: (۲۰۲) ریل میں بلا کرایہ سفر کرنا پہلے یا اس وقت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ خاص کر کسی مسکین ناپینا کو؟ (۸۴۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بلا کرایہ جانا جائز نہیں ہے جو حکم پہلے تھا وہی اب بھی ہے، البتہ اگر قواعد سے ناپینا وغیرہ مستثنیٰ ہو تو اس کے لیے جائز ہے۔ فقط

ہندوستان میں کفار سے سود لینا اور بلا کرایہ ریل میں سفر کرنا

سوال: (۲۰۳) آج کل بعض لوگ ریل میں بلا کرایہ سفر کرتے ہیں اور تمسک علماء کے فتویٰ سے کرتے ہیں، بعض لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ علمائے دیوبند کا فتویٰ ہے کہ انہوں نے بلا کرایہ سفر ریل کو اور کفار سے سود لینے کو جائز کر دیا ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بلا کرایہ سفر کرنے سے بعض مفاسد بھی پیش آتے ہیں مثلاً بلا ٹکٹ پکڑ لیے جانے کی وجہ سے کسی مسلمان کا مطعون ہونا اور دو گنا خرچ دینا یا سزا یا ب ہو جانا ان امور کو لحاظ کر کے کیا حکم ہونا چاہیے؟ (۸۹۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ریل میں بلا ادائے کرایہ سفر کرنے کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی، اس لیے نہ ہم لوگوں نے ایسا کیا اور نہ اس کی اجازت کسی کو دیتے ہیں اور علاوہ عدم جواز کے جو مفاسد خارجیہ اس پر لازم آتے ہیں جن کو آپ نے لکھا ہے وہ بھی قابل لحاظ ہیں ان وجوہ سے بھی مسلمانوں کو ایسا نہ کرنا چاہیے، اور سود کے بارے میں بھی برابر یہاں سے فتویٰ عدم جواز کا لکھا جاتا ہے کفار سے بھی سود لینے کی

اجازت نہیں ہے اور ہمارے اکابر کا یہی مسلک رہا ہے حضرت مولانا شیخ الہندؒ کا بھی ہر دو امر میں یہی عمل رہا ہے۔ فقط

طیب وڈاکٹر کا فیس مقرر کرنا اور لینا

سوال: (۲۰۴) طیب وڈاکٹر کو فیس مقرر کرنا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۵/۲۳۵-۱۳۳۶ھ)
الجواب: طیب اور وڈاکٹر کو فیس مقرر کرنا اور لینا درست ہے شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے لیکن غریبوں کا علاج مفت کرنا انسانیت اور مروت کی بات ہے اور کارِ ثواب ہے۔ فقط

بوجہ مصالحت پیروی کی ضرورت نہ رہے

تو وکیل کو پیشگی دی ہوئی رقم واپس لینا

سوال: (۲۰۵) ایک موکل نے ایک وکیل کو مبلغ پندرہ روپیہ پیشگی ایک مقدمہ فوجداری میں پیروی کرانے کی غرض سے دیے اور اقرار کیا کہ یہ روپیہ میں تم سے نقد واپس نہیں لوں گا پیروی کراؤں گا، فریق ثانی کو جب خبر ہوئی تو وکیل کے خوف سے موکل سے صلح کر لی بعد صلح ہونے کے موکل پندرہ روپیہ وکیل سے واپس طلب کرتا ہے، وکیل غایۃ الاوطار کی عبارت مندرجہ ذیل سے استدلال کر کے کہتا ہے کہ موکل پیروی کرانے کا حق رکھتا ہے پندرہ روپیہ واپس نہیں لے سکتا، واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه به، بل بتعجيله أو شرطه في الإجارة المنجزة (۱) آیا اس صورت میں موکل وکیل سے پندرہ روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۳۱۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ وکیل نے پیروی نہ کی اور ضرورت پیروی کی نہ رہی بوجہ مصالحت ہو جانے کے تو اب وکیل کو وہ رقم رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ اجارہ منعقد ہونے کے بعد اگر ایسا کوئی عذر پیش آجائے جس سے ضرورت اس اجارہ کی نہ رہے تو وہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اور جب کہ اجارہ باقی نہ رہا تو واپس کرنا اجرت وصول شدہ کا لازم ہے، اور عبارت غایۃ الاوطار سے یہ نہیں نکلتا کہ بعد فسخ ہو جانے اجارہ کے اجرت کا رکھنا بدون اس کام کے کرنے کے درست ہے۔ فقط

کتاب الغصب

غصب کا بیان

قیامت کے دن غاصب کو کیا سزا ہوگی؟

سوال: (۱) دو بھائیوں میں سے ایک بھائی کی زمین سہویا دھوکے سے دوسرے بھائی کے نام بندوبست میں لگ گئی، زمین والے نے اول بطور برادری زمین مانگی، پھر مقدمہ دائر کیا مگر ناکام رہا، سرکار نے قبضہ اور نام کو صحیح رکھا، اب شرعاً مالک زمین اس زمین دبانے والے سے قیامت کو اپنا حق پائے گا یا نہ؟ حشر کے روز وہ زمین غاصب کے گلے میں ڈالی جائے گی یا نہیں؟ غاصب کی نیکی بطور حق العباد مالک زمین کو دلوائی جائے گی یا نہیں؟ اگر غاصب کے پاس نیکی نہ ہوگی تو مالک زمین کے گناہ غاصب پر ڈالے جائیں گے یا نہیں؟ (۵۳۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بے شک زمین دوسرے کی ناحق دبانے والا عند اللہ مأخوذ اور غاصب و ظالم ہے، غاصب روز محشر مأخوذ ہوگا اور حق العباد کا گناہ اس پر ہوگا، اور جو کچھ عذاب زمین دبانے والے پر ہوگا، اس پر بھی ہوگا یہ مضمون حدیث شریف میں ہے کہ اگر ایک بالشت زمین بھی کوئی دوسرے کی دباے گا تو ساتوں زمینوں تک اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا (۱) اور غاصب ظالم کی نیکیاں

(۱) عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أخذ شبرا من الأرض ظلماً، فإنه يطوّقه يوم القيامة من سبع أرضين. متفق عليه (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۴ کتاب البیوع - باب الغصب والعارية، الفصل الأول) =

مالک زمین کو دی جائیں گی، اور اگر ان سے حساب پورا نہ ہوگا تو مالک زمین کے گناہ غاصب پر ڈالے جائیں گے (۱) فقط

صدقہ خیرات کرنے کے لیے مریدوں سے زبردستی روپیہ وصول کرنا

سوال: (۲) زید اپنے مریدوں سے جبراً روپیہ وصول کرتا ہے، حتیٰ کہ یتیموں سے بھی لیتا ہے اور اس قسم کے مال سے صدقہ خیرات کرتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ یتیموں کا مال لینا اور بلا طیب نفس کسی کا مال لینا حرام اور ناجائز ہے، اور ایسے مال کا کھلانا بھی ناجائز ہے، اور ایسے مال کو صدقہ و خیرات کرنے سے یہ بہتر ہے کہ جن لوگوں سے لیتا ہے ان سے نہ لے یا واپس کر دے، حدیث شریف میں ہے: **أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ (۲) فقط**

= وعن يعلى بن مرة رضى الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :
أيما رجل ظلم شبرا من الأرض كلفه الله عز وجل أن يحفره حتى يبلغ آخر سبع أرضين ، ثم يطوّقه إلى يوم القيامة حتى يقضى بين الناس ، رواه أحمد (مشكاة المصابيح ص : ۲۵۶ ، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثالث)

(۱) عن أبي هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته ، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحُمِلَ عليه . رواه البخارى وعنه رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : أتدرون ما المفلس ؟ قالوا : المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع . فقال : إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتي قد شتم هذا ، وقذف هذا ، وأكل مال هذا ، وسفك دم هذا ، وضرب هذا ، فيعطى هذا من حسناته ، وهذا من حسناته فإن فُيئت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم . فطُرِحَتْ عليه ثم طُرِحَ في النار . رواه مسلم (مشكاة المصابيح ص : ۳۳۵ كتاب الآداب ، باب الظلم ، الفصل الأول)

(۲) عن أبي حُرّة الرقاشي عن عمه رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : **أَلَا لَا تَظْلَمُوا ، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ ، الْحَدِيثُ (مشكاة المصابيح ص : ۲۵۵ كتاب البيوع – باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)**

غاصب سے اپنی زمین کسی بھی طریقے سے حاصل کرنا درست ہے

سوال: (۳) ایک شخص نے کسی کی ارض کو غصب کر لیا، اگر غاصب سے یا غاصب کی اولاد سے وہ شخص یا اس کی اولاد یا دوسرا شخص کچھ حصہ ارض کسی ذریعے سے لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کو یا اس کی اولاد کو یا دوسرے شخص کو جس نے لے کر مالک کو دیا ہے غاصب کہیں گے یا نہیں؟
(۱۳۳۸/۱۷۵۴ھ)

الجواب: اپنا حق جس طریق سے بھی آجاوے درست ہے (۱) لہذا وہ یا اس کی اولاد یا دوسرا شخص جس نے حق دلوایا غاصب نہ ہوگا۔

غصب کردہ چیز عیب دار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) زید نے عمر کی بندوق چھین لی، اور چھ سات سال تک اپنے پاس دبائے رکھی، اس عرصہ میں ایک تو عمر کو یہ خسارہ ہوا کہ اس وضع کی بندوقوں کی قیمت گھٹ گئی، دوسرا خسارہ یہ ہوا کہ زید کی بے توجہی کی وجہ سے بندوق کو زنگ نے کھالیا، گڑھے پڑ گئے اور بد نما ہو گئی، اور تاجر نسبتاً اس نقصان کی وجہ سے اس میں رغبت نہیں کرتے، نصف قیمت تقریباً زنگ کی وجہ سے کم ہو گئی، اب عمر کو یہ عین مغصوبہ واپس کی جائے گی یا عمر کو قیمت لینے کا اختیار ہے؟ اور قیمت یوم غصب کی لی جائے گی یا یوم رد کی؟ (۱۳۳۳/۸۵۹ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ یہ نقصان فاحش ہے، لہذا اس میں مالک کو اختیار ہے کہ بندوق کو غاصب کو دیوے اور اس سے قیمت یوم غصب کی لیوے، یا بندوق لیوے اور جس قدر نقصان قیمت کا ہوا ہے اس کا ضمان لے لیوے۔ درمختار میں ہے: فَإِنْ ذَبَحَ شَاةً غَيْرَهُ..... طَرَحَهَا الْمَالِكُ عَلَيْهِ وَأَخَذَ قِيمَتَهَا أَوْ أَخَذَهَا وَضَمَّنَهُ نَقْصَانَهَا، وَكَذَا الْحَكَمُ لَوْ قَطَعَ يَدَهَا إِنْ خَرَقَ ثَوْبًا خَرَقًا فَاحِشًا وَهُوَ مَافُوتَ بَعْضَ الْعَيْنِ وَبَعْضُ نَفْعِهِ إِنْ خَرَقَ ثَوْبًا خَرَقًا مَعْطُوفٌ عَلَى مَاقِلِهِ: أَيِ

(۱) فی الشامی: أن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق (رد المحتار ۶/۱۱ کتاب السرقة - مطلب: يُعَذَّرُ بِالْعَمَلِ بِمَذْهَبِ الْغَيْرِ عِنْدَ الْضَرُورَةِ)

للمالك أيضاً أن يطرحه عليه ويضمنه القيمة، أو يمسكه ويضمنه النقصان إلخ (۱) (شامي)
وفي الدر المختار: وتجب القيمة في القيمي يوم غصبه إجماعاً إلخ (۲) (درمختار) فقط

زیادہ زمانہ گزرنے سے کسی کا حق ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۵) ایک شخص مر جاوے اور اس کے پانچ لڑکے اور زمین رہ جاوے اور ان پانچوں میں سے ایک سب کا حق کھاتا جاوے، اور کھاتے کھاتے چالیس سال گزر جاویں، تو باقیوں کا دعویٰ معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۰۰۸ھ)

الجواب: چالیس پچاس سال تک دوسروں کا حق کھانے سے کھانے والا اس کا مالک نہیں ہو جاتا، بلکہ جس قدر زیادہ دنوں تک قبضہ غاصبانہ رکھے گا زیادہ گنہ گار ہوگا، اور فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے: الحق لا يسقط بتقادم الزمان (۳) یعنی زیادہ زمانہ گزرنے سے کسی کا حق ساقط نہیں ہوتا۔
کذا في الشامي: جلد خامس و رابع.

بلا اجازت کافر و مشرک کا مال کھانا حرام و غصب ہے

سوال: (۶)..... (الف) اگر کوئی شخص کافر کا مال کھاوے تو اس کی کیا سزا ہے؟
(ب) اگر کوئی شخص کافر مشرک کا مال کھاوے تو اس کی کیا سزا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۳/۱۹۸۴ھ)
الجواب: (الف) دوسرے کا مال بلا اجازت مالک کھانا حرام و غصب ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔
(ب) وہ شخص غاصب و ظالم ہے جو سزا غاصبوں کی ہے وہی اس کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۲۳۲/۹-۲۳۳ کتاب الغصب، مطلب: شری داراً و سکنها فظہرت لوقف أو یتیم وجب الأجر وهو المعتمد.

(۲) الدر المختار مع الشامي ۲۲۱/۹ کتاب الغصب، مطلب في رد المغصوب و فيما لو أبى المالك قبوله.

(۳) الشامي ۱۰۳/۸ کتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب: هل يبقى النهي بعد موت السلطان. وفيه أيضاً: فقد قالوا: إن الحق لا يسقط بالتقادم، كما في قضاء الأشباه (رد المحتار ۳۸۸/۱۰ کتاب الخنثى، مسائل شتى)

یتیموں کے مال پر قبضہ کرنا سخت ظلم اور معصیت ہے

سوال: (۷) بکر و عمر کے والد نے انتقال کیا، اور کافی جائیداد اور ترکہ بصورت نقد و مال و اسباب تجارتی چھوڑا، اور بہ وجہ کم سنی بکر و عمران کے ایک قریبی رشتہ دار زید نے اس جائیداد پر قبضہ کر لیا، اب جب کہ بکر و عمر بالغ ہو گئے اور زید سے حسابات اور رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں، تو وہ دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۵/۹۸۸ھ)

الجواب: اوّل تو کسی کا مال بدون اس کی اجازت کے اپنے تصرف میں لانا اور قبضہ کرنا حرام اور باطل ہے، خصوصاً یتیموں کے مال پر اس طرح ظلماً قبضہ کرنا اور پھر ان کو نہ دینا باوجود ان کے مطالبہ کے سخت ظلم اور معصیت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ (سورہ نساء، آیت: ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (الحديث) (۱)

مشترک مال میں سے کچھ رقم خفیہ طور پر علیحدہ رکھنا

سوال: (۸) زید و عمر دو بھائی ہیں، زید نے مختصر پونجی سے کام شروع کیا، جب دکان کو ترقی کی صورت ہوئی تو عمر نے یہ کہا کہ ہم بھی آدھا دن دکان پر کام کریں گے، چنانچہ وہ کام کرنے لگے، جب دکان میں خوب ترقی ہو گئی تو عمر نے کارخانہ توڑ کر مال اس دکان میں لگا دیا، زید کو یہ خیال ہوا کہ بھائی کا خرچ بوجہ عیالدار ہونے کے زیادہ ہے اور میرا خرچ بوجہ مجرد ہونے کے کم ہے، اس وجہ سے مال مشترکہ میں سے کچھ رقم خفیہ طور پر علیحدہ رکھتا رہا، اب زید نے عمر سے علیحدہ ہونا چاہا، برادری نے یہ فیصلہ کیا کہ عمر کو روپیہ میں سے دس آنہ، کیونکہ اس کے لڑکوں نے زیادہ کام کیا ہے، اور زید کو روپیہ میں سے چھ آنہ ملنے چاہئیں، چنانچہ اسی طرح تقسیم ہو گئی، مگر بہ وقت تقسیم زید نے جو مال خفیہ تھا ظاہر نہیں کیا بہ وجہ بدنامی کے، اگر زید نصف کا مستحق تھا تو وہ خفیہ مال اگر نصف سے زائد نہ ہو تو زید کو رکھنا درست ہے یا نہ؟

(۱۳۴۰/۱۳۶۸ھ)

الجواب: زید اور عمر میں جس طرح برادری نے فیصلہ کر دیا کہ ۶ آنہ زید کے اور ۱۰ آنہ عمر کے، اسی طرح معاملہ طے ہو گیا، پس زید نے جو مال خفیہ رکھا وہ اس کو رکھنا درست نہیں ہے، اس کو ظاہر کر دے اور عمر کا حق اس میں سے حسب حصہ دیدے، اور دنیا کی عمارت اور بدنامی کا خیال نہ کرے، مؤاخذہ اخروی اور حق العباد سے بچنا ضروری ہے۔ فقط

مستعار زیور فروخت کرنا بہ حکم غصب ہے

سوال: (۹) ایک شخص نے کسی سے زیور چند یوم کے واسطے لیا، پھر اس نے اس زیور کو فروخت کر دیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۶۲۰/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: امانت سے انکار کر دینا اور زیور مذکور کو فروخت کر دینا یہ بھی حکم میں غصب کے ہے، اس صورت میں ضمان بذمہ غاصب لازم ہے، اور درمختار میں ہے کہ مثلی چیز کا ضمان مثل سے لازم ہے، اور قیمتی میں قیمت واجب ہے (۱) اور شامی میں ہے: فلو غصب دراهم أو دنانیر فطالبه المالك في بلدة أخرى، عليه تسليمها، وليس للمالك طلب القيمة إلخ (۲) وفيه تفصیل آخر. فقط

نکاح خوانی کی اجرت نکاح خواں سے چھین لینا صریح ظلم ہے

سوال: (۱۰) زید نے اپنا نکاح پڑھوانے کے لیے امام جامع مسجد کو بلوایا اور سواریہ اجرت دی، جامع مسجد زید کے محلہ میں نہیں ہے، اس لیے اہل محلہ اور امام مسجد نے سواریہ جو زید نے امام جامع مسجد کو دیا تھا، اس سے واپس لے لیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۷-۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ فعل زید کے محلہ داران اور امام مسجد کا ناجائز اور ظلم صریح ہے، وہ سواریہ جو زید نے امام جامع مسجد کو اپنی خوشی سے دیا تھا محلہ داران اور امام مسجد محلہ زید کا اس کو امام جامع مسجد سے غصب

(۱) و يجب ردّ عين المغصوب في مكان غصبه أو يجب ردّ مثله إن هلك وهو مثلي، وإن قطع المثل وتجب القيمة في القيمي يوم غصبه إجماعاً (الدر المختار مع الشامی ۲۱۸/۹-۲۲۱ کتاب الغصب - مطلب في ردّ المغصوب وفيما لو أبي المالك قبوله)

(۲) حاشیة ابن عابدین للعلامة محمد أمين الشامي ۲۱۹/۹ کتاب الغصب، مطلب في ردّ المغصوب وفيما لو أبي المالك قبوله.

کرنا جائز نہیں ہے، اسی کو واپس کرنا چاہیے۔ فقط

کسی سے جبراً زمین لے کر مدرسہ میں شامل کرنا

سوال: (۱۱) کسی شخص کی زمین جبراً مدرسہ میں لینی کیسی ہے؟ اور ایک شخص کو اتنی ہی زمین کے دام زیادہ دینا اور دوسرے کو اتنی ہی زمین کے کم دام دینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۲۰۵ھ)

الجواب: جبراً بلا رضامندی مالک کے کسی سے زمین لے کر مدرسہ میں داخل کرنا درست نہیں ہے، باقی مالک اگر رضامند ہو تو جس قیمت کو وہ دیوے درست ہے، اگرچہ دوسرے کو زیادہ روپیہ دیا ہو، یہ امر رضا پر موقوف ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (سورہ نساء، آیت: ۲۹) فقط

دھوکہ سے کسی کی زمین لینے والا ظالم و غاصب ہے

سوال: (۱۲) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر سے کیا، زید اپنی زمین لڑکی کے نام کرنا چاہتا ہے، سوائے لڑکی کے اور کوئی اولاد زید کے نہیں، لیکن اس کو وارثوں کا ڈر ہے، لیکن لڑکی کے خاوند بکر کے بھائی عمر نے زید کو یہ تجویز بتائی کہ تم مبلغ سات سو روپیہ کا اسٹامپ فرضی میرے نام لکھ دو، میں اس قرضے کے عوض آپ کی زمین لے کر آپ کی لڑکی کے نام کر دوں گا، چنانچہ زید نے ایسا ہی کیا، ابھی تک عمر نے زید کی لڑکی کے نام زمین نہیں لکھائی، نہ زید کو واپس کرتا ہے، تو عمر غاصب ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۸۸۹ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر ظالم و غاصب ہے۔

موروٹی زمین کی تعریف اور حکم

سوال: (۱۳) موروٹی زمین کی تعریف کیا ہے اور کون حرام ہے اور کون حلال ہے؟

(۱۳۳۷-۲۶/۲۰۳۹ھ)

الجواب: موروٹی زمین وہ ہے جس کو کاشتکار زبردستی اور جبراً اپنے قبضہ میں رکھے، پس اس طریقے سے زمین پر قبضہ رکھنا حرام ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

قرآن وحدیث کی روشنی میں کاشت موروٹی کا حرام ہونا

سوال: (۱۴) کاشت موروٹی کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے تحریر فرمایا جاوے؟

(۱۳۳۱/۲۸۰ھ)

الجواب: کاشت موروٹی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کاشتکار خلاف مرضی مالک یعنی زمیندار کے اس زمین پر قابض ہے، اور وہ چھڑانا چاہتا ہے تو یہ نہیں چھوڑتا، غاصبانہ قبضہ ہے، اور دوسرے کی زمین سے ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس کی حرمت قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۸۸) اور حدیث شریف میں ہے: أَلَا لَا تَظْلَمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالٌ أَمْرِي إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ، الْحَدِيثُ (۱)

موروٹی زمین کی دو صورتیں اور ان کے احکام

سوال: (۱۵) موروٹی زمین سے تمتع حاصل کرنا کیسا ہے؟ جس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) بعض کو خود زمین دار نے موروٹی بنایا ہے۔

(۲) اور بعض بوجہ قانون کے موروٹی ہیں۔ (۱۳۳۳/۲۰۵۰ھ)

الجواب: بصورت اجازت مالک کے اور راضی ہونے کے قبضہ کاشتکار سے: کاشتکار کے حق میں نفع جائز ہے، اور بصورت عدم رضائے مالک قبضہ زمین پر رکھنا ناجائز ہے، اور ایسی زمین سے منافع حاصل کرنا ناجائز ہے اور درمختار میں ہے کہ اگر غاصب زمین مغصوبہ میں زراعت کرے تو جو کچھ عرف ہو اس کے موافق غلہ زراعت تقسیم ہوگا نصف یا ثلث وغیرہ کے حساب سے، اور اگر کچھ عرف نہ ہو تو غلہ زارع کا ہے، اور زمین کا جو کچھ اجر مثل ہو وہ مالک کو دلوایا جائے گا (۲)

(۱) مشکاة المصابیح ص: ۲۵۵ کتاب البیوع - باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی.

(۲) ولو زرعها يعتبر العرف: فإن اقتسموا الغلة أنصافاً أو أرباعاً اعتبر، وإلا فالخارج للزراع وعليه أجر مثل الأرض (الدر المختار مع الشامی ۲۳۵/۹ کتاب الغصب، مطلب: زرع فی أرض الغير، يعتبر عرف القرية)

موروٹی زمین سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

سوال: (۱۶) جو شخص زمیندار کی زمین میں ۱۲ سال تک کاشت کرے وہ موروٹی ہو جاتا ہے اور زمین کو نہیں چھوڑتا، نہ اضافہ لگان کرتا ہے ایسی صورت میں موروٹی زمین سے فائدہ اٹھانا شرعاً کیسا ہے؟ (۱۳۳۸/۴۹۲ھ)

الجواب: یہ قبضہ کاشتکار کا غاصبانہ ہے، اس کو نفع اٹھانا ایسی موروٹی زمین سے بلا اجازت مالک زمین کے درست نہیں ہے (۱) فقط

کاشتکار موروٹی زمین کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷) زید کی زمین خالد کے پاس موروٹی ہے، کاشتکار اس زمین موروٹی کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۶۷۲ھ)

الجواب: کاشتکار کو فروخت کرنا اس زمین مملوکہ زمیندار کو بدون اس کی اجازت و رضا کے جائز نہیں ہے، اور کچھ تصرف کرنا اس میں درست نہیں ہے (۲)

ہندو کی موروٹی زمین نہ چھوڑنا اور اس میں تصرف کرنا

سوال: (۱۸) ایک شخص کے پاس ایک ہندو کی زمین موروٹی ہے، کاشتکار سے جب کہا جاتا ہے کہ اس زمین کو چھوڑ دو کہ موروثیت زمین شرعاً منع ہے، تو جواب دیتا ہے کہ ہندو کی زمین اگر موروٹی ہو جائے تو اس کے نہ چھوڑنے میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ قول اس کا صحیح ہے یا نہیں؟ موروٹی زمین خواہ ہندو کی ہو یا مسلمان کی، اگر مالک زمین چھڑانا چاہے تو چھوڑ دینی چاہیے یا نہیں؟ جس شخص کا قبضہ کسی زمین پر بطور موروثیت کے ہو، اس سے دوسرا شخص کرایہ پر لے کر شرعاً کاشت کر سکتا ہے یا نہیں؟ علیٰ ہذا

(۱) لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته إلخ (الدرمع الرد ۲۴۰/۹ کتاب الغصب -

مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح)

(۲) حوالہ سابقہ۔

مکان موروثی کو رہنے والا فروخت کر دے یا کرایہ پر دیدے تو اس کو یہ حق ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۷۲۸)

الجواب: موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں ہے، اور زمین ہندو کی ہو یا مسلمان کی جس وقت مالک چھڑانا چاہے چھوڑ دینی چاہیے کاشت کرنے والے کو کچھ حق روکنے کا زبردستی سے نہیں ہے، اور جس شخص کا قبضہ کسی کی زمین پر موروثیت کے زور سے ہے تو یہ قبضہ غاصبانہ ہے اس کو کرایہ پر دینا اور اس سے کرایہ پر لینا درست نہیں ہے، اور اسی طرح سکونت کرنے والے کو کسی کے مکان میں بوجہ موروثیت کے یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس مکان کو فروخت کر دے یا کرایہ پر دیوے، بلکہ اس کو خود رہنا بھی بلا رضائے مالک کے درست نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۹) ایک شخص بیان کرتا ہے کہ اہل ہندو کی موروثی زمین رکھنا جائز ہے، اور مسلمان کی موروثی جائز نہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹ھ/۵۵۶)

الجواب: یہ غلط ہے کسی کی موروثی زمین بلا رضا مالک کے رکھنا اور اس میں کاشت کرنا درست نہیں ہے، یہ درحقیقت غصب ہے۔

موروثی زمین کو ٹھیکہ پر دینا

سوال: (۲۰) موروثی زمین جائز ہے یا نہ؟ اگر کاشتکار موروثی زمین دوسرے کو ٹھیکے پر دیدے تو یہ سود میں تو شامل نہیں؟ صورت ٹھیکہ کی یہ ہوتی ہے کہ موروثی کاشتکار کا قرض مالدار شخص اس شرط پر ادا کر دیتا ہے کہ مثلاً چار سال کو یہ زمین میری کاشت میں رہے گی، اسی لگان پر جو موروثی کاشتکار ادا کرتا تھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹ھ/۱۵۵)

الجواب: یہ سب ناجائز ہے، بدون اجازت مالک زمین کے جو تصرف کیا جائے گا وہ ناجائز ہوگا۔ فقط

شرکاء میں سے ایک شریک موروثی زمین

چھوڑنا چاہتا ہے تو کس طرح چھوڑے؟

سوال: (۲۱) ایک اراضی موروثی میں چار شریک ہیں، ایک ان میں سے بخوف خدا اس اراضی کو

چھوڑنا چاہتا ہے، لیکن اگر وہ استعفیٰ دے گا تو بحق زمیندار نہ ہوگا، بلکہ وہ تین شخص اس کے حصے کے مالک ہو جائیں گے، تو وہ شخص کیا کرے؟ اور کس طرح اس حق العبد سے بچے؟ (۱۳۳۹/۲۹۷)۔
الجواب: وہ شخص استعفیٰ دیدے، اور اپنے حصہ کے قبضہ کو چھوڑ دے وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔

موروثی زمین کے لگان کا نقصان وصول کرنے کے لیے

جھوٹا دعویٰ کرنا اور دعویٰ میں سود کی رقم شامل کرنا

سوال: (۲۲) ایک کاشتکار مسلمان موروثی مبلغ چھبیس روپیہ سالانہ کا نقصان دے رہا ہے اضافہ نہیں کرتا، اگر اضافہ باقاعدہ کرتا ہوں تو عدالت سے بہت کم اضافہ ہوگا، اور میں نے اس کاشتکار پر معذرت وصول شدہ جس کی رسید نہیں دی تھی، سود لگا کر نالش کر دی، اب بعد وصولیابی زراصلی و خرچہ عدالت کے جو رقم زائد مجھ کو بچی ہے وہ مجھ کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ ظاہر ہے کہ کاشتکار سالہا سال سے نقصان دے رہا ہے۔ (۱۳۳۱/۸۱۸)

الجواب: جھوٹا دعویٰ اور سودی روپیہ دعویٰ میں شامل کرنا شرعاً جائز نہ تھا اور جو روپیہ زائد آیا وہ کاشتکار کو واپس کرنا چاہیے احتیاط اسی میں ہے، اگرچہ یہ بھی روایت ہے کہ صاحب حق اپنے حق میں رقم وصول شدہ کو رکھ سکتا ہے (۱) مگر یہاں چونکہ زائد لگان کو کاشتکار نے تسلیم نہیں کیا تو اس کے ذمے کوئی رقم متعین قائم نہیں ہوئی۔ فقط

موروثی کاشت کی آمدنی مسجد، مدرسہ اور مساکین پر صرف کرنا درست نہیں

سوال: (۲۳) کاشت موروثی کی آمدنی کو مسجد و مدرسہ اور مساکین پر صرف کرنا کیسا ہے؟
(۱۳۳۷/۱۶۵۰)

الجواب: مسجد و مدرسہ میں ایسے مال کو صرف کرنا درست نہیں ہے۔

(۱) وفي الشامي: أن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق (رد المحتار ۶/۱۱۷ كتاب السرقة - مطلب: يُعذر بالعمل بمذهب الغير عند الضرورة)

موروٹی زمین کا لگان کم ہو تو زمیندار کسی ترکیب

سے پورا لگان وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴) جس اراضی کا لگان کاشتکاران خام تین روپیہ بیگھہ دیتے ہیں، اسی حیثیت کی اراضی کا لگان کاشتکاران موروٹی ۴ آنہ بیگھہ دیتے ہیں، بہ وجہ قانونی مجبوری کے زمیندار مجبور ہیں، اگر کسی دیگر ترکیب سے زمیندار کاشتکار موروٹی سے اپنا حق لگان پورا کر لے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ لگان تین روپیہ ان سے ٹھہرا نہیں ہے تو اس کے وصول کا حق نہیں ہے، البتہ کوشش اس میں کرے کہ یا وہ زمین کو چھوڑ دے یا لگان بڑھاوے، بعد تسلیم کے اس کے ذمے لگان زید کا ادا کرنا لازم ہوگا۔

موروٹی زمین کی آمدنی سے حج کرنا یا زکاة دینا

سوال: (۲۵) جو اراضی موروٹی کاشت میں ہو چکی ہے، اس پر لگان جو ٹھہرا ہے وہ برابر دیا جاتا ہے، اور راجہ صاحب مالک زمین نے ابھی تک اس پر کوئی تقاضا استعفا کاشت دخیل کاری کا نہیں کیا، ملکیت موروٹی کی آمدنی سے حج کرنا یا زکاة دینا مناسب ہوگا یا نہیں؟ اور کاشتکار کو یہ آمدنی حلال ہے یا نہیں؟ (۱۶۶۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حق موروثیت شریعت میں کوئی چیز نہیں ہے، پس کاشت کرنے والا اس میں اپنا حق موروثیت کچھ نہ سمجھے، اور جس وقت مالک زمین بے دخل کرنا چاہے بے دخل ہو جائے، اور جس وقت تک مالک زمین اس زمین کو نہ چھڑاوے، کاشتکار کو اس کی آمدنی لینا اور کھانا درست ہے، اور حج وغیرہ کرنا جائز ہے، اور زکاة بعد حولان حول واجب ہے، کیونکہ جب موافق اجازت و رضا مندی راجہ صاحب کے اس نے اس زمین کو کاشت کیا ہے اور لگان برابر ادا کرتا ہے، تو آمدنی کے حلال ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے، صرف یہ خیال رکھے کہ اپنا حق موروثیت اس میں کچھ نہ سمجھے اور جس وقت مالک زمین خالی کرنا چاہے کچھ عذر نہ کرے۔ فقط

موروٹی زمین کی پیداوار کھانے والوں

سے رشتہ داری رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۶) موروٹی زمین کی پیداوار کا کھانا کیسا ہے؟ اور جو لوگ آباؤ اجداد سے موروٹی کھا رہے ہیں ان لوگوں سے رشتہ و قرابت رکھنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۰۶-۱۳۳۰ھ)
الجواب: رشتہ و قرابت قطع نہ کرے، مسئلہ بتلادیویں کہ جبراً بدون رضائے مالک موروٹی نہ کھائیں۔ فقط

غیر مالک کا بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے

جانور کو پکڑ کر فروخت کرنا جائز نہیں

سوال: (۲۷) جانور آں کہ کفار بنام بتاں رہامی کنند، دیگر اشخاص آں راقبضہ و فروخت کردن جائز است یا نہ؟ (۲۹/۱۱۰۰-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دریں کہ جانور آں کہ کفار بنام بتاں رہامی کنند، در ملک اوشاں داخل اند، و دیگر اشخاص اور اقبضہ کردن و فروخت کردن بلا اجازت مالکان جائز نیست۔ فقط

ترجمہ: سوال: (۲۷) جو جانور کفار بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں، دوسرے لوگ اس پر قبضہ کر کے اس کو فروخت کرتے ہیں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مذکورہ میں جو جانور کفار بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں، انہیں کی ملک ہے، اور دیگر اشخاص کا اس پر قبضہ کر کے فروخت کرنا مالکوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ فقط

کتاب الشّفة

شفعہ کا بیان

ثبوت شفعہ کے دلائل

سوال: (۱) قانون شفعہ کی ترمیم کونسل کے سامنے پیش ہے اور بعض ہندو ممبران مسلمانوں سے حق شفعہ لینا چاہتے ہیں، نہ صرف یہی کہ ہندو کے مقابلے میں مسلمان کو حق شفعہ نہ ہو، بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان کے مقابلے میں مسلمان کو بھی حق شفعہ نہ ہو، اور ایک بابو صاحب نے یہاں تک کرم فرمایا ہے کہ علمائے دین کی خدمت کو بھی اپنے ذمے لے لیا ہے اور فرماتے ہیں کہ نص قطعی سے بھی شفعہ ثابت نہیں ہے، میں بہ غایت ممنون ہوں گا اگر جناب والا ان احادیث یا آیات قرآنی کے حوالے سے مجھے مطلع فرمادیں گے کہ جن کی رو سے شریعت اسلامی شفعہ کو جائز سمجھتی ہے۔ فقط (۱۵۳/۱۳۳۱ھ)

الجواب: حق شفعہ کے ثبوت میں احادیث صحیحہ کثیرہ وارد ہیں، اور اس پر اجماع امت ہے، اور خلاف حق پر امت محمدیہ کا اجماع نہیں ہو سکتا۔ کما فی الحدیث: لن تجتمع امتی علی الضلالة (۱) یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی، اس لیے اجماع حجت شرعیہ مانی گئی ہے۔

اور ثبوت شفعہ کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث دلیل ہے: عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لن تجتمع امتی علی الضلالة أبداً، فعلیکم بالجماعة، فإن ید اللہ علی الجماعة (المعجم الكبير للطبرانی ۱۲/۳۴۲،

عنه قال : قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعة فی کل مال لم یقسم الحدیث رواہ البخاری (۱) ترجمہ یہ ہے کہ حکم فرمایا نبی ﷺ نے شفعہ کا شریک کے لیے ہر ایک غیر منقسم چیز میں، اس حدیث سے شریک کے لیے شفعہ ثابت ہے۔ اور دوسری حدیث مسلم شریف کی اسی کے ہم معنی ہے:

قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعة فی کل شرکة لم تقسم الحدیث (۲)

اور جار کے شفعہ کے ثبوت کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث حجت صریحہ ہے: الجار أحق بسقبہ — أي بقربه — (۳) یعنی پڑوسی بوجہ قریب ہونے کے زیادہ مستحق ہے خریدنے کا، یعنی اس کو حق شفعہ حاصل ہے بسبب قرب کے، اور بعض روایات میں ہے: الجار أحق بشفعته الحدیث رواہ أحمد والترمذی وأبو داود وابن ماجہ والدارمی (۴) الغرض ثبوت شفعہ میں احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں، اس کے خلاف کرنا اور اس حق کو باطل کرنا صریح مخالفت ہے حکم شریعت کی، اور مداخلت ہے مذہب میں، کما لا یخفی علی الماہر۔ فقط

بلا شرکت و جوار کوئی شخص شفعہ نہیں ہو سکتا

سوال: (۲) ایک شخص مسمیٰ نور اللہ خان نے اپنی اراضی چاہ داخلی موضع مقصودہ فروخت کیا، اور حافظ محمد افضل خان نے خرید کیا، اور محمود خان صاحب شفعہ کرنا چاہتا ہے؛ حالانکہ شفعہ کو نہ حق اشتراک فی نفس المبیع ہے اور نہ اشتراک فی حق المبیع ہے، اور نہ حق جوار حاصل ہے، پس شفعہ شرعاً محمود خان کو پہنچتا

(۱) صحیح البخاری ۳۰۰/۱ کتاب السلم، باب الشفعة فیما لم یقسم، فإذا وقعت الحدود، فلا شفعة (۲) عن جابر رضی اللہ عنہ قال : قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (الصحيح لمسلم ۳۲/۲ کتاب المساقاة والمزارعة، باب الشفعة)

(۳) عن عمرو بن الشرید قال: وقفت علی سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ، فجاء المسور بن مخرمة، فوضع یدہ علی إحدى منکبئی..... إني سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الجار أحق بسقبہ الحدیث (صحیح البخاری ۳۰۰/۱ کتاب السلم، باب الشفعة فیما لم یقسم، فإذا وقعت الحدود، فلا شفعة)

(۴) عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الجار أحق بشفعته و ینتظر لها، وإن کان غائباً، إذا کان طریقہما واحداً رواہ أحمد والترمذی وأبو داود وابن ماجہ والدارمی (مشکاۃ المصابیح ص: ۲۵۷ کتاب البیوع، باب الشفعة، الفصل الثانی)

ہے یا نہیں؟ اور مشتری سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۳۲/۲۱۶۹-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ محمود خان کو کوئی حق: شرکت فی نفس المبیع و فی حق المبیع و جوار کا نہیں ہے تو شرعاً محمود خان کسی طرح شفعی اراضی مبیعہ کا نہیں ہو سکتے، اور مشتری سے اس کو لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

هكذا في عامة كتب الفقه (۱)

پٹواری نے غلط طور سے جس کا نام سرکاری کاغذات

میں درج کر دیا ہے وہ شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا

سوال: (۳) مسمیٰ امام علی خان و محمد علی خان کا؛ و نذیر احمد و لطیف احمد و مسماة: عمدة النساء و غفور النساء کا ایک حقیقت صحرائی میں نام درج کاغذات سرکاری ہے، اور درحقیقت محمد علی خان اور امام علی خان کا اس میں حصہ شرعاً نہیں ہے، بلکہ پٹواری دہ (قریہ) نے غلط طور سے مسماة: عمدة النساء و غفور النساء کے حصے میں درج نام محمد علی خان و امام علی خان کا کر دیا، لہذا اگر نذیر احمد اپنا حصہ فروخت کر دے، تو امام علی خان جس کو حقیقت میں شرعاً کچھ حصہ نہ پہنچتا تھا، وہ نذیر احمد کے مشتری پر دعویٰ شفعہ شرعی کر کے ڈگری پانے کا شرعاً مستحق ہے یا نہیں؟ (۳۲/۱۹۷۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ امام علی خان درحقیقت شریک اس زمین میں نہیں ہے، تو محض اس کا نام تحریر ہو جانے سے وہ سہیم و شریک نہیں ہوا، اور اس وجہ سے شرعاً وہ شفعی نہیں ہے، اور شریک فی نفس المبیع ہو کر وہ دعویٰ شفعہ کا نہیں کر سکتا۔

شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے اور طلب

مواثبت و غیرہ نہ کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے

سوال: (۴) شفعہ کس چیز سے ثابت ہوتا ہے، اور کس چیز سے باطل ہوتا ہے؟ اگر کوئی شریک

(۱) الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع، ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق، ثم للجار، أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء، و أفاد الترتيب (الهداية ۳/۳۸۹، أوائل كتاب الشفعة)

دوسرے شریک سے مکان خریدے، تو دیگر شرکاء کو حق شفعہ ہے یا نہیں؟ اور قرابت دار کو شفعہ ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۵۷)

الجواب: شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے، یہ نہ ہوں تو شفعہ ہی ثابت نہ ہوگا اور ترک طلب مواثبت وغیرہ سے بھی حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے (۱) اور قرابت کو شفعہ کے ثبوت یا سقوط میں کچھ دخل نہیں ہے، اگر شریک نے شریک سے مکان وزمین خریدی تو دیگر شرکاء کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

طلب شفعہ میں تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: (۵) زید و عمر ایک مکان میں شریک ہیں، عمر اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنا حصہ فروخت کرتا ہے، کچھ عرصہ تک اول زید سے جو کہ شفعی ہے بیع و شراء کی گفتگو ہوتی رہی، جب حسب منشا عمر زید شفعی سے کوئی معاملہ طے نہ ہوا تو چند ذرائع سے غیر شخص کو خریدنے پر متوجہ کیا، ۷ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو ایجاب و قبول ہو کر زبانی بیع سپرد غیر شخص کو کر دی، اور کچھ زر ثمن بطور بیعانہ رسید لکھ کر لے لیا، بقیہ کا وعدہ بہ وقت تکمیل کاغذ ٹھہرا، بائع نے ۹ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو بذریعہ نوٹس شفعی کو مطلع کیا، مگر شفعی کو نوٹس ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو ملا، جس کو شفعی نوٹس کے جواب میں نوٹس ہی کے ذریعہ سے بائع کو مطلع کرتا ہے، ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو شفعی اس میں لکھتا ہے:

(۱) اس معاملہ میں صحیح علم مجھے ابھی ہوا قیمت وغیرہ۔

(۲) ملاحظہ ہو: پھر شفعی نے ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو مشتری کے نام ایک تحریر بھیجی، جس میں طلب وعدہ واپسی بیع و طلب رہائش بحالت اشتراک دریافت کرتا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو: پھر ۱۶ ہی نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو شفعی نے ایک نوٹس بہ نام بائع لکھا، جس میں شفعی نے شکایات بیان کر کے طلب حق و طلب مہلت کی۔ ۱۳ و ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کے درمیانی تواریخ میں شفعی نے کسی قسم کی گفتگو کسی سے نہیں کی نہ بائع سے نہ مشتری سے نہ بیع سے، پھر غالباً ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو وثیقہ

(۱) يُطْلَهَا تَرْكُ طَلَبِ الْمَوَاطِبَةِ، تَرْكُهُ بَأَنْ لَا يُطْلَبُ فِي مَجْلَسِ أَخْبَرِ فِيهِ بِالْبَيْعِ أَوْ تَرْكُ طَلَبِ الْإِشْهَادِ عِنْدَ عَقَارٍ أَوْ ذِي يَدٍ لَا الْإِشْهَادَ عِنْدَ طَلَبِ الْمَوَاطِبَةِ لِأَنَّهُ غَيْرُ لَازِمٍ، مَعَ الْقُدْرَةِ كَمَا مَرَّ، وَ يُطْلَهَا تَسْلِيمُهَا بَعْدَ الْبَيْعِ عِلْمًا بِالسَّقُوطِ أَوْ لَا فَقَطْ، لَا قَبْلَهُ إِلَّا الْخ (الدَّرَالْمَخْتَارُ مَعَ الشَّامِيِّ ۲۸۸-۲۸۹/۹ كِتَابُ الشَّفْعَةِ، أَوَائِلُ بَابِ مَا يُطْلَهَا)

لکھا گیا، مشتری نے وثیقہ شفیع کے پاس بھیجا کہ اس پر دستخط کر دو، شفیع نے دستخط سے انکار کیا، شرعاً صورت مسئلہ میں تکمیل بیع کب ہوگی؟ آیا بہ وقت ایجاب وقبول و سپرد بیع؟ یا بوقت تکمیل کاغذ یا بوقت رجسٹری؟ اور شفیع کو کب تک حق شفیعہ صورت مسئلہ میں باقی رہا؟ (۱۳۴۷-۲۶/۱۷۴۷ھ)

الجواب: بیع کا انعقاد صرف ایجاب وقبول سے ہو جاتا ہے، دستاویز کی تحریر یا اس کی تکمیل پر موقوف نہیں، اور ایجاب وقبول کے بعد ہی بیع کا انتقال من ملک البائع الی ملک المشتري ہو جاتا ہے، لیکن اس سے قبل کہ مشتری بیع پر قابض ہو بیع میں احتمال انفساخ عقد بہلاک المبیع باقی رہتا ہے، اور جب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا، تو یہ احتمال بھی باقی نہیں رہتا ہے، اسی طرح انعقاد بیع یا انتقال بیع من ملک البائع الی ملک المشتري ادائے ثمن الی البائع پر موقوف نہیں ہے، بناءً علیہ صورت مسئلہ شفیع کا انعقاد ۱۹۲۷ء ہی کو ہو چکا ہے۔ رہی بقائے حق شفیعہ کی بحث سو موجودہ صورت میں یہ حق باقی نہیں، کیونکہ اگرچہ شفیع سے معاملہ طے نہ ہونے کے بعد دوسرے شخص سے معاملہ کیا گیا، تاہم قبل وجود بیع بین البائع والمشتري اگر شفیع اپنے حق شفیعہ کو ساقط کر دے تو حق شفیعہ ساقط نہیں ہوتا ہے، جب بائع اور مشتری کے مابین بیع کا انعقاد ہو جائے گا، تب اس کے بعد شفیع کو حق شفیعہ حاصل ہوگا، اور اسی وقت تسلیم شفیعہ معتبر ہے۔ زیلعی شرح کنز ۲۴۲/۵ میں ہے: وقیل: البیع هو السبب بدلیل أن الشفیع لو أسقط الشفعة قبل الشراء لا یصح لكونه إسقاطاً قبل وجود سببه، وهو البیع، ولو كان السبب الاتصال لصح لكونه بعد وجود السبب، وجوابه: أنه إنما لم یصح الإسقاط قبله لفقد شرطه وهو البیع، لأن السبب لا یكون سبباً إلا عند وجود شرطه كما في الطلاق المعلق (۱)

لیکن کاغذات منسلک کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد انعقاد بیع، شفیع تسلیم حق شفیعہ کر چکا ہے، کیونکہ نوٹس بائع بہ نام شفیع ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو شفیع کے پاس پہنچا ہے، اور شفیع نے اس کا جواب ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو لکھا ہے، اس قدر مدت کے بعد جواب دینا مسقط حق شفیعہ ہے۔ مجلہ کی دفعہ (۱۰۳۳) میں ہے: لو آخر الشفیع طلب التقرير والإشهاد مدة يمكن إجراؤه فيها ولو بإرسال

(۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامة فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی ۲۴۲/۵، کتاب الشفعة، المطبوعة: مكتبة إمدادية، ملتان، پاکستان.

مکتوب یسقط حق شفعته (۱) اور شفع کی تحریر کا کہ اس معاملہ میں صحیح علم مجھ کو ابھی ہوا، اگر حقیقی معنی کے اعتبار سے لیا جائے، تو چونکہ نوٹس اس کے پاس ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو پہنچ چکا ہے، اس لیے یہ کذب ہے، اور اگر مجازاً مراد یہ ہے کہ وصول نوٹس من جانب بائع بہ نام شفع کے اس وقت علم ہوا تو طول مدت مسقط حق شفعہ ہے، علاوہ ازیں نوٹس شفع بنام مشتری مرسلہ ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء ہی میں شفع مشتری سے کیفیت رہائش دریافت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ آئندہ ہمارے ہاتھ اس مکان کو فروخت کر دو گے، جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت موجودہ بیع کو فسخ کرنا نہیں چاہتا ہے، آئندہ کے لیے مشتری سے وعدہ بیع لینا چاہتا ہے، تو اس لیے بھی حق شفعہ ساقط ہے۔ مجلہ کی دفعہ (۱۰۲۳) میں ہے: یشرط أن لا یکون للشفیع رضی صراحة أو دلالة بعقد البیع الواقع ، فإذا سمع بعقد البیع وقال: هو مناسب سقط حق شفعته وليس له طلب الشفعة بعد ذلك ، وكذا إذا طلب بعد سماعه بالبیع شراء العقار المشفوع أو استجاره من المشتري سقط حق شفعته إلخ (۲) محمد اعزاز علی غفرلہ

سوال: (۶) کچھ زمین شاہی وقت سے سید منور عرف بھکاری کے نام معافی چلی آتی ہے، جس پر ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے دونوں بیٹوں سید بخش اور سید دیوان بالا شتراک قابض رہے، اور ان دونوں کے بعد ان کی اولاد بھی آج تک اپنے اپنے حصے پر بالا شتراک قابض ہے۔ عرصہ پانچ ماہ کا ہوا کہ سید بخش کی اولاد میں سے سید بدیع الدین کے بیٹے سید جنید علی نے اپنے اور نیز اپنی بیٹی اشرفی بیگم کے حصے کی زمین، سید دیوان کی بیٹی عزیز النساء کے نواسے سید نواز علی کے ہاتھ فروخت کر دی، لیکن اب سید بدیع الدین کے دوسرے بیٹے مسمی عابد علی مرحوم کا لڑکا سید حسین الدین کہتا ہے کہ قانوناً و شرعاً اس فروخت شدہ زمین کا حق شفعہ مجھے پہنچتا ہے۔ جب تک میں لوں تم اس زمین کو نہیں لے سکتے، حالانکہ مشتری مذکور نے وقت خرید اور نیز اس سے پہلے حسین الدین کو جتا دیا اور کہہ دیا تھا کہ زمین فروخت ہوئی ہے، اگر تم کو لینا ہے تو لے لو، جس کے جواب میں حسین الدین نے کہا کہ آپ میرے خسر ہیں اور میری

(۱) شرح المجلة ۵۸۲/۱، الكتاب الأول في البيوع وينقسم إلى مقدمة و سبعة أبواب ، الباب الثالث في الشفعة وينقسم إلى أربعة فصول ، الفصل الثالث في طلب الشفعة ، المادة : ۱۰۳۳ ، المطبوعة : دار الكتب العلمية ، بيروت ، لبنان .

(۲) شرح المجلة ۵۷۲/۱، الكتاب الأول الفصل الثاني في شرائط الشفعة ، المادة : ۱۰۲۳ ، المطبوعة : دار الكتب العلمية ، بيروت ، لبنان .

طرح آپ کو بھی اس کا حق شفعہ پہنچتا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ خوشی سے لے لیں، اب باوجود اطلاع یا بی فروخت کے ایک ماہ سے زائد گزرنے کے بعد شخص مذکور زمین مذکور کا دعوے دار اور خریدار ہے، لہذا سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زمین مذکورہ کا حق شفعہ عزیز النساء کے نواسے کو بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور زمین مذکورہ کا خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۹۶۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زمین مذکورہ جو کہ جملہ ورثہ میں اب تک مشترک ہے، سب شرکاء کو اس میں حق شفعہ حاصل ہے، سید نواز علی بھی شفیع ہے، جیسا کہ سید حسین الدین شفیع تھا، اور جب کہ سید حسین الدین نے بعد اطلاع پانے بیع کے فوراً طلب شفعہ نہیں کیا اور طلب مواثبت نہیں کی، شفعہ اس کا ساقط ہو گیا۔ بیع ہونے سے پہلے تو انکار کرنا شفعہ کو باطل نہیں کرتا، مگر بعد بیع کے اور اطلاع پانے کے طلب نہ کرنا اور اپنے خریدار ہونے کو ظاہر نہ کرنا مبطل شفعہ ہے۔ ویطلبها الشفیع فی مجلس علمہ..... بالبیع..... بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كأننا طالبها أو أطلبها إلخ (۱) (درمختار) وفيه أيضا: يطلها ترك طلب الموائبة إلخ (۲) ویطلها تسليماً بعد البيع..... فقط لا قبله ، كما مر إلخ (۳) (درمختار)

طلب مواثبت اور طلب اشہاد کا طریقہ اور طلب مواثبت

کے گواہوں کا وقت کے بیان میں اختلاف کرنا

سوال: (۷)..... (الف) مسئلہ شفعہ میں طلب مواثبت و طلب اشہاد کا کیا طریقہ ہے؟ اور کن صورتوں میں طلب مواثبت کا اعتبار نہ ہوگا؟

(ب) اگر مقدمہ شفعہ میں حاکم کے سامنے طلب مواثبت پر تین گواہ موجود ہوں اور سب متفق ہوں، مگر بیان وقت میں اختلاف ہو تو اس صورت میں طلب مواثبت کیا باطل ہو جائے گی؟

(۲۶۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲۷۰/۹ کتاب الشفعة ، أوائل باب طلب الشفعة .

(۲) الدر المختار مع الرد ۲۸۸/۹ کتاب الشفعة ، أوائل باب ما يُطلها .

(۳) الدر المختار مع الرد ۲۸۹/۹ کتاب الشفعة ، أوائل باب ما يُطلها .

الجواب: (الف) طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر بیع کی لگے، فوراً اسی مجلس میں کہے کہ میں خریدتا ہوں، یا میں شفعہ طلب کرتا ہوں، پھر بائع کے پاس یا مشتری کے پاس یا اس مکان یا زمین کے پاس جس میں شفعہ ہے، دو گواہ لے جا کر یہ کہے کہ اس مکان کو فلاں شخص نے خریدا ہے، اور میں اس کا شفیع ہوں اور میں اس کو لیتا ہوں تم گواہ رہو الخ۔ چنانچہ درمختار میں ہے: و يطلبها الشفيع في مجلس علمه..... بالبيع..... بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه..... وهو يسمي طلب الموائبة..... ثم يشهد على البائع الخ وهو طلب إظهار الخ (۱) اس عبارت کا وہی حاصل ہے جو اوپر لکھا گیا۔

(ب) درمختار میں ہے: ومنها موافقة الشهادتين لفظاً ومعنى اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: قوله: (موافقة الشهادتين) كما لو ادعى داراً في يد رجل أنها له منذ سنة فشهد الشهود أنها منذ عشرين سنة بطلت، فلو ادعى المدعى أنها منذ عشرين سنة و الشهود شهدوا أنها منذ سنة جازت شهادتهم، خانية، وفي الألقوي عن القاعدة في الشهادات: الشهادة لو خالفت الدعوى بزيادة لا يحتاج إلى إثباتها أو نقصان كذلك، فإن ذلك لا يمنع قبولها إلخ (۲) الغرض اگر دو گواہ ایک وقت پر متفق نہیں ہیں تو شہادت ان کی باطل ہے اس شہادت سے دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔ فقط

طلب مواثبت و اشہاد کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں

سوال: (۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسمیان رائے بہادر و راج بہادر برادران حقیقی اہل ہنود نے اپنی اراضی مکان کنڈر مملوکہ مقبوضہ کو بدست مسماۃ حشمت بی اہل اسلام بہ قیمت بیس یا پچیس روپے میں فروخت کر دیا ہے، مسمی ڈاکٹر جوئے رام شفیع جائز جن کا حق شفعہ بطور جار ملاصق حاصل ہے، بوقت فروش اراضی مذکور شفیع تیرتھ (درشن، زیارت) کو گیا تھا، بعد واپسی شفیع کو اراضی مذکور کے فروخت ہونے کی اطلاع زبانی ملی، تو فوراً اس وقت شفیع: باعین اراضی مذکور کے

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲۷۰/۹-۲۷۲ کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة.

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۱۹۱/۸ کتاب الشهادات، باب الاختلاف في الشهادة.

پاس بہ مع قیمت اراضی مذکور کے گیا، اور اراضی مبیعہ کے خریدنے کے متعلق یہ کہا — الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے — مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اراضی کنڈر مکان جس پر میرا شفعہ ہے فروخت کر دی ہے، جتنے میں فروخت کی ہے اتنے دام مجھ سے لے لو، اب اراضی مذکور میری ہے میں لے چکا ہوں، بعدہ حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں کیونکہ بائعان و مشتری کو اراضی کنڈر مذکور و مشفوع فیہ؛ شفعہ کو دینے سے انکار ہے، اور شفعہ کی بلا وجہ حق تلفی ہو رہی ہے۔

کیا بروئے شرع شریف طلب مواثبت و اشہاد ادا کرنے کے واسطے کوئی خاص الفاظ مقرر معین ہیں؟ اور اگر تمام الفاظ مسلسل ادا نہ ہوں تو کیا طلب مواثبت و اشہاد شرعاً ثابت نہیں ہوگی؟ اور اگر ہیں، تو کیا الفاظ ہیں؟ (۱۳۴۲/۲۵۰)

الجواب: قال في الدر المختار: ويطلبها الشفيع في مجلس علمه من مشترٍ أو رسوله أو عدل أو عدد بالبيع الخ بلفظ يفهم طلبها كطلب الشفعة ونحوه كأننا طالبها أو أطلبها، وهو يسمى طلب الموائبة: أي المبادرة والإشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود، ثم يشهد على البائع لو العقار في يده أو على المشتري وإن لم يكن ذايد لأنه مالك أو عند العقار فيقول: اشترى فلان هذه الدار، وأنا شفيعها، وقد كنت طلبت الشفعة وأطلبها الآن، فاشهدوا عليه، وهو طلب إشهاد، ويسمى طلب التقرير وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب أو رسول، ولم يشهد بطلت شفعته وإن لم يتمكن منه لا تبطل ولو أشهد في طلب الموائبة عند أحد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين الخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طلب مواثبت وغیرہ کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں ہے، بلکہ ایسے الفاظ کے ساتھ تکلم کافی ہے جو طلب شفعہ پر دال ہوں، لہذا جو الفاظ شفعہ نے استعمال کیے وہ طلب مواثبت میں کافی ہیں، اور اگر یہی الفاظ بائع یا مشتری یا زمین مشفوعہ کے پاس جا کر رو برو دو گواہوں کے ادا کیے تو یہ طلب مواثبت اور طلب اشہاد دونوں ہو گئے، البتہ ثبوت شفعہ کے لیے عدالت اور اسلام گواہوں کا شرط ہے۔ کما فی الشامی: و أما ما يخص بعضها فالإسلام إن كان المشهود عليه مسلماً الخ (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲۷۰-۲۷۲ کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة.

(۲) رد المحتار ۱۵۴/۸ کتاب الشهادات.

طلب اشہاد بیع کے پاس کرنا بھی کافی ہے اور بیع نامہ

میں زر ثمن زیادہ لکھ دیا گیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں

سوال: (۹) ایک شخص نے یہ خبر سنی کہ فلاں مکان زید نے بکر کے ہاتھ فروخت کیا ہے، اس پر شریک مکان نے شرائط شفعہ فوراً ادا کیں، اور شفیع انہیں گواہان موجودہ کو لے کر مکان مبیعہ پر گیا، اور طلب دوم کی، پھر مشتری کے پاس اس کے مکان پر گیا؛ تو بکر نے کہا کہ بیع نامہ میرے نام نہیں ہے، میرے پسرو برادر کے نام ہے، وہ بھی وہیں موجود تھے، ان سے بھی طلب شفعہ کی گئی، یہ بھی معلوم ہوا کہ بیع نامہ زید کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ اس کے والد کی طرف سے ہے، ایسی صورت میں زید کہتا ہے کہ شرائط شفعہ ادا نہیں ہوئیں، تو اس صورت میں شفعہ صحیح ہے یا نہیں؟ بہ خوف شفعہ زر ثمن بہت ہی زائد لکھوایا گیا، تو زر ثمن وہی ملے گا جو بیع نامہ میں ہے یا کس قدر؟ (۹۱/۷۱۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں شفعہ ثابت ہے، اور طلب مواثبت و طلب اشہاد ہوگئی، کیونکہ طلب اشہاد اگر بیع کے پاس بھی کر لیا جائے تو کافی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: و یطلبہا الشفیع فی مجلس علمہ بالبیع إلخ و هو یسمی طلب الموائبة ، ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ أو علی المشتري أو عند العقار إلخ و هو طلب إشہاد انتہی ملخصاً (۱) اور زر ثمن جو کچھ شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے وہی دینا ہوگا، بیع نامہ میں اگر زیادہ ثمن لکھ دیا گیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ شفیع اگر دو عادل گواہوں سے یہ ثابت کر دے کہ زر ثمن واقع میں اس قدر ہے تو وہی ثابت ہوگا، ورنہ مشتری جو کچھ قسم کھا کر بیان کرے وہ معتبر ہے، درمختار میں ہے: وإن اختلف الشفیع والمشتري فی الثمن صدق المشتري بیمنہ لأنه منکر وإن برہنا فالشفیع أحق لأن بیئته ملزمة إلخ ملخصاً (۲) فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۹/۲۷۰-۲۷۲ کتاب الشفعۃ ، باب طلب الشفعۃ .

(۲) الدر مع الرد ۹/۲۷۶ کتاب الشفعۃ ، باب طلب الشفعۃ ، مطلب : طلب عند القاضي قبل طلب الإشہاد بطلت .

اگر کسی جائیداد کے چند شفیع ہوں تو ہر شفیع کے لیے

پوری بیع کا شفعہ طلب کرنا ضروری ہے

سوال: (۱۰) ہندہ نے دو قطعہ مکانات بہ قرار داد ملکیت خود بہ دست فاطمہ بیع قطعی کر دی، بعد بیع؛ زید اور صغریٰ نے یکجائی عدالت میں دعویٰ اس بیان سے دائر کیا کہ مکانات متنازعہ مذکورہ میں ہم دونوں ذریعہ میراث کے نصف کے مالک ہیں، نصف باثبات میراث ہم کو دلانے جائیں، اور نصف مکانات متنازعہ میں ہم شفیع ہیں، چنانچہ ہم مدعیان کو بہ تاریخ یکم مارچ سنہ ۱۹۲۷ء علم بیع مشفوعہ کا ہوا، مدعیان نے بہ مجرد علم بیع طلب مواثبت و اشہاد عند المبیعہ حسب قاعدہ شرعی ادا کیے یعنی ہر ایک مدعی نے بابت نصف مکانات مشفوعہ کے، بعد خبر بیع ایک وقت میں الفاظ طلب مواثبت و اشہاد کے علیحدہ علیحدہ کل نصف مکانات کے ادا کیے، اور اسی کے موافق ثبوت بھی مدعیان کا گزر گیا، اور دعویٰ میں استدعا بایں الفاظ کی گئی کہ نصف مکانات کی ڈگری بہ استحقاق شفعہ نفس المبیع بہ حق مدعیان صادر فرمائی جائے، اب ایسی حالت میں استفسار صرف اس امر کا ہے کہ اس کل نصف مشفوعہ کا یکجائی دعویٰ کرنا دونوں مدعیوں کا اور استدعائے مذکورہ دعویٰ میں بہ الفاظ مذکورہ لکھنا باعث بطلان شفعہ کا ہے یا نہیں؟ اور اگر موجب بطلان شفعہ کا نہیں ہے تو اس روایت درمختار: لو طلب أحد الشريكين النصف بناءً أنه يستحقه فقط بطلت شفعته إذ شرط صحتها أن يطلب الكل کا مطلب اور محمل اور کیا جواب ہے؟

(۱۳۳۶-۳۵/۷۸ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ مدعیان کے زعم کے موافق بیع نصف کی ہی صحیح ہوئی ہے جو کہ ملک بالغ کی ہے، لہذا دعویٰ شفعہ کا اس میں کرنا مبطل حق شفعہ نہیں ہے، اور روایت درمختار کا محمل وہ ہے کہ ہر ایک شفیع اپنے حق کے قدر دعویٰ کرے، اور دوسرے شریک کا حصہ چھوڑ دے اس میں دعویٰ نہ کرے، اور صورت موجودہ میں جس مقدار کو مدعیان نے بیع سمجھا ہے اس میں کل میں دعویٰ شفعہ کا کیا ہے، نہ اس کے نصف میں، کیونکہ بیع اس صورت میں نصف ہے اور نصف مدعیان کی ملک بہ حق وراثت ہے، پس شرط صحت شفعہ جو کہ طلب کل بیع ہے وہ اس صورت میں پائی گئی، کما قال فی الدر المختار:

إذ شرط صحتها أن يطلب الكل (۱) فقط

بعض بیع کا شفعہ طلب کرنے سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: (۱۱) زید، عمر اور بکر ایک مکان کے مشترکاً بہ حصہ مساوی مالک ہیں، زید نے اپنا حصہ عمر کو فروخت کر دیا۔ بکر نے طلب مواثبت و طلب اشہاد نصف حصہ مبیعہ کی بابت کی، یعنی کل مکان کے ایک سدس کی بابت، اندریں صورت بکر کا حق شفعہ ساقط ہو گیا کہ نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ مصنف ردالمحتار کی ایک کتاب تنقیح فتاویٰ حامد یہ ہے اس میں لکھا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے، اس کو لازم تھا کہ کل حصہ مبیعہ کی بابت طلب کرتا۔ (۱۳۳۸/۸۵۱)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ شفعہ اگر ابتداء ہی سے جزو بیع میں طلب مواثبت وغیرہ کرے تو شفعہ اس کا باطل ہو جاتا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: بل لو طلب أحد الشريكين النصف بناء أنه يستحقه فقط. بطلت شفعته، إذ شرط صحتها أن يطلب الكل كما بسطه الزيلعي إلخ قوله: (إذ شرط صحتها أن يطلب الكل) لأنه يستحق الكل والقسمه للمزاحمة وكذا لو كانا حاضرين فطلب كل منهما النصف بطلت، ولو طلب أحدهما الكل والآخر النصف، بطل حق من طلب النصف، وللآخر أن يأخذ الكل أو يترك إلخ (۲) (ردالمحتار للشامي ۵/۱۴۱ کتاب الشفعة، المطبوعة: مطبع مجتہائی منشی ممتاز علی دہلی) ترجمہ: بلکہ اگر دو شریکوں میں سے جو کہ شفعہ ہیں ایک نے نصف کو طلب کیا اس وجہ سے کہ وہ صرف نصف کا مستحق ہے تو شفعہ اس کا باطل ہو گیا، کیونکہ شفعہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کل کو طلب کرے (درمختار من الزيلعي) اس لیے کہ وہ یعنی ہر ایک شفعہ کل کا مستحق ہے، اور تقسیم کرنا بوجہ مزاحمت دوسرے شریک کے ہے اور اسی طرح اگر وہ دونوں شریک و شفعہ موجود ہوں، پس ہر ایک نے نصف کو طلب کیا تو دونوں کا شفعہ باطل ہو گیا،

(۱) الدر المختار مع حاشیة ابن عابدین للعلامة محمد أمين الشامي ۹/۲۶۸ کتاب الشفعة،

مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة، قبيل باب طلب الشفعة.

(۲) الدر والشامي ۹/۲۶۸ کتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

اور اگر ایک نے کل میچ کو طلب کیا اور دوسرے نے نصف کو تو اس کا حق باطل ہو گیا جس نے نصف کو طلب کیا، اور دوسرے کو اختیار ہے کہ وہ کل میچ کو لیوے یا چھوڑ دیوے۔ فقط

بیع شدہ اراضی کے چند شفیع ہوں تو تنہا ایک

شفیع پوری بیع کا شفعہ طلب کر سکتا ہے

سوال: (۱۲) کسی اراضی بیع شدہ کی متصلہ اراضی پر چند شرکاء مساوی قابض و حصہ دار ہیں، من جملہ شرکاء ایک شریک بہ وجہ اتصال والحاق اراضی مبیعہ بر بنائے حق شفعہ تنہا دعوے دار ہے، ایسے دعویٰ کے لیے جملہ شرکاء کی شرکت ضروری ہے یا نہیں؟ (۷۱/۷۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایک شفیع تنہا دعویٰ شفعہ کا کل اراضی مبیعہ پر کر سکتا ہے، دوسرے شرکاء شفعاء کا سکوت اس مدعی کے دعویٰ کو کچھ مضر نہیں ہے، بلکہ ہر ایک شریک پورے مکان کے شفعہ کا دعویٰ کرے۔ درمختار میں ہے: بل لو طلب أحد الشريكين النصف بناءً أنه يستحقه فقط بطلت شفعته إذ شرط صحتها أن يطلب الكل الخ. وقال في الشامي: قوله: (إذ شرط صحتها أن يطلب الكل) لأنه يستحق الكل والقسمة للمزاحمة إلخ (۱) فقط

دو خریداروں میں سے ایک سے شفعہ طلب کرنا

سوال: (۱۳) محمد یوسف نے ایک کوٹھری کا بیع نامہ محمد یامین و محمد عمر کے نام کیا، اس میں شفیع محمد یلین و محمد اسحاق و محمد یوسف ہیں، من جملہ شفیع کے صرف ایک شخص محمد یلین نے محمد یامین مشتری سے شفعہ طلب کیا، تو ایک شخص کے شفعہ طلب کرنے سے شفعہ کی شرائط پوری ہو گئی یا نہیں؟

(۲۴/۲۰۱-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں محمد یلین نے محمد یامین مشتری سے جو شفعہ طلب کیا ہے وہ صرف اس کے حصے میں قائم ہو گیا، اور جس سے طلب نہیں کیا اس کے حصے میں باطل ہو گیا، یعنی نصف کوٹھری جو

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۲۶۸/۹ کتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

محمد یامین کے حصے میں ہے اس میں شفعہ صحیح ہے، بقیہ میں نہیں، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ دو مشتری ہونے کی صورت میں شفعہ جس سے شفعہ طلب کرے اس کے حصے میں شفعہ قائم ہو جاتا ہے۔ کما فی الدر المختار: إذا اشترى جماعة عقاراً والبائع واحد، يتعدد الأخذ بالشفعة بتعدد هم، فللشفيع أن يأخذ نصيب بعضهم إلخ (۱) (در مختار مع الشامی ۵/۱۵۶ باب ما يبطلها) فقط

شریک فی حق المبیع کے ہوتے ہوئے جار ملاصق شفعہ کا حق دار نہیں

اور جار ملاصق کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا

سوال: (۱۴) کوچہ غیر نافذہ میں چند مکانات ہیں، بعض کی پشت اور بعض کا رخ اس کوچہ میں ہے، زید نے بہ اجازت باشندگان کوچہ ایک مکان خریدا ہے کہ جس کا رخ کوچہ کے اندر ہے، اس صورت میں عمر کو کہ جس کے مکانات کی پشت کوچہ کے اندر ہے حق شفعہ ہے کہ نہیں؟ اور عمر کو کوچہ ہذا میں حق فتح الباب ہے یا نہیں؟ اور یہ عمر جار ملاصق ہے یا شریک فی حق المبیع؟ بصورت اولی عمر کو شرکاء فی حق المبیع پر ترجیح ہو سکتی ہے یا نہیں؟ حاصل سوال یہ ہے کہ زید کی بیع شرکاء فی حق المبیع سے بہ مقابلہ عمر کے صحیح ہوگی یا باطل؟ اور عمر کو اس مکان کے لینے کا حق زید سے بہ حق شفعہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ بصورت شفعہ ہونے کے باشندگان کوچہ اپنے اپنے حقوق زید کو ہبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا (۵۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر کو جو کہ صرف جار ملاصق ہے شریک فی حق المبیع نہیں ہے اس مکان میں جس کا دروازہ کوچہ غیر نافذہ کے اندر ہے اور زید نے اس کو خریدا ہے، بہ مقابلہ ان لوگوں کے جن کا دروازہ کوچہ کے اندر ہے حق شفعہ حاصل نہیں ہے، کیونکہ وہ شریک فی حق المبیع نہیں ہے، بلکہ جار ملاصق ہے، اور جار ملاصق کا مرتبہ شفعہ میں بعد شریک فی حق المبیع کے ہے، جیسا کہ در مختار کی عبارت میں جو کہ آگے منقول ہے مذکور ہے، البتہ اگر شرکاء فی حق المبیع نے لینے سے انکار کر دیا، اور عمر جار ملاصق نے بوقت علم بیع شفعہ کا دعویٰ کر دیا تھا تو بعد تسلیم شرکاء فی حق المبیع عمر کو حق شفعہ حاصل ہے اور وہ مکان مذکور کو لے سکتا ہے، لیکن اگر انکار کرنے شرکاء فی حق المبیع کے عمر نے خریدنے کا اظہار کیا اور بفور خبر پانے بیع مکان مذکور کے لینے کا ارادہ ظاہر نہ کیا تھا، جس کو طلب مواثبت کہتے ہیں، تو اب اس کو شفعہ نہیں

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۲۹۶ کتاب الشفعہ، باب ما يبطلها، مطلب: لا شفعة للمقر له بدار.

پہنچتا۔ درمختار میں ہے: تجب..... للخليط في نفس المبيع ، ثم إن لم يكن أو سلم له — أي الخليط — في حق المبيع الخ ثم لجار ملاصق الخ (۱) اور رد المحتار شامی میں ہے: واعلم أن كل موضع سلم الشريك الشفعة فإنما تثبت للجار إن طلبها حين سمع البيع وإن لم يكن له حق الأخذ في الحال أما إذا لم يطلب حتى سلم الشريك فلا شفعة له . شرح المجمع ومثله في النهاية وغيرها (۲) (شامی ۵/۱۴۰-۱۴۱) اور عمر مذکور کو کوچہ مذکورہ میں حق فتح الباب نہیں ہے۔ کذا في الدر المختار وغيره (۳) فقط

شریک فی حق المبیع فروخت شدہ مکان

لینا نہ چاہے تو جار ملاصق لے سکتا ہے

سوال: (۱۵) ایک زمین افتادہ خالد کے دروازے کے سامنے واقع ہے، اور اسی زمین سے خالد کی آمد و رفت ہے، اور جانب مغرب زمین مذکور زید کا مکان واقع ہے جس کا دروازہ جانب جنوب ملحق بہ سڑک ہے، وگوشہ شمالی و مغربی مکان خالد و زید کے ایک کوچہ غیر نافذہ ہے جس میں دو تین مکان بھی واقع ہیں، ان کی آمد و رفت بھی اسی زمین افتادہ سے ہے، مگر ساکنان کوچہ غیر نافذہ خواہاں زمین کے نہیں ہیں، جانب مشرق بکر کا مکان واقع ہے، جس کا دروازہ بھی جانب جنوب متصل بہ سڑک ہے، زید و بکر کے مکانوں میں سے کسی کا دروازہ جانب زمین متنازعہ نہیں ہے، اب یہ زمین مرقوم فروخت ہوتی ہے، شرعاً اس میں حق شفعہ کس کو ہے؟ (۲۹۳۶/۱۳۳۲ھ)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۲۶۵-۲۶۶ کتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة .

(۲) رد المحتار ۹/۲۶۷ کتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة الخ .

(۳) ثم لجار ملاصق بابہ في سكة أخرى وظهر داره لظهرها ، فلو بابہ في تلك السكة فهو خليط . وفي الشامي : أقول : إذ لو كان محاذيا والطريق غير نافذ فهو خليط لا جار ، قوله : فلو بابہ في تلك السكة ، أي وهي غير نافذة كما سبق (الدر والرد ۹/۲۶۶-۲۶۷ کتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة)

الجواب: زمین افتادہ پیش دروازہ خالد اگر فروخت ہو تو حق شفعہ اس کا خالد اور کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والوں کو ہے جن کا راستہ اس زمین افتادہ میں ہے، اور خالد اور وہ سب کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والے حق شفعہ میں برابر حق دار ہیں، اور جب کہ کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والے اس زمین کے طالب اور خریدار نہ ہوں تو خالد اس کو لے سکتا ہے، اور زید اور بکر کو بہ مقابلہ خالد کے حق شفعہ زمین مذکور میں حاصل نہیں ہے، کیونکہ زید اور بکر محض جار ملاصق ہیں، اور خالد اور کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والے شریک فی حق المبیع ہیں اور جار ملاصق سے حق شفعہ میں شریک فی حق المبیع مقدم ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ اول حق شفعہ اس کو ہے جو شریک فی نفس المبیع ہو اور دوسرے درجے میں شریک فی حق المبیع ہے اور تیسرے درجے میں جار ملاصق ہے (۱) اور اول کے ہوتے ہوئے ثانی کو اور ثانی کے ہوتے ہوئے ثالث کو حق شفعہ نہیں ہے اور راستے کے شرکاء شریک فی حق المبیع کہلاتے ہیں، بناءً علیہ صورت مذکورہ میں خالد کا حق مقدم ہے زید اور بکر سے، البتہ اگر خالد نہ لیوے اور کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والے بھی طالب نہ ہوں تو پھر حق شفعہ زید اور بکر کو ہے اور وہ دونوں برابر درجہ میں ہیں۔ فقط

بیٹے جس مکان کی وجہ سے شفعہ کے دعویدار ہیں وہ

باپ کی ملک ہو تو بیٹے شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے

سوال: (۱۶) ایک شخص نے باوجود واقفیت حکم شرع نسبت حق شفعہ، بلا علم ہمسایہ و محلّہ والوں کے ایک مکان و زمین خریدا، مشتری اس سے دور محلّہ کا رہنے والا ہے، ہمسایہ ملحق کو کچھ ماہ بعد علم ہوا اور مشتری سے درخواست جائداد مذکور کی، مشتری نے انکار کیا، تو ہمسایہ مذکور نے بخلاف مشتری و بائعان دعویٰ دائر کیا، مشتری مذکور دلائل ذیل پیش کرتا ہے:

(۱) الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع، ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق، ثم للجار، أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء، وأفاد الترتيب (الهداية ۳/۳۸۹، کتاب الشفعة)

وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشتری بشركة أو جوار وفي الشامي: قوله: (بالمشتری) بفتح الراء وقوله: (بشركة أو جوار) متعلق باتصال، وشمل الشركة في البقعة والشركة في الحقوق (الدر والرد ۹/۲۶۱-۲۶۲ کتاب الشفعة)

- (الف) مدعیان کو استحقاق حق شفعہ بوجہ عدم رواج اس محلہ کے نہیں ہے۔
 (ب) یہ مشفوعہ جائیداد تجارت کرنے کے لیے مستعمل ہے۔
 (ج) کشمیر کی زمین حق مرافق سرکار ہے شفعہ ناجائز ہے۔
 (د) جارملاصق — ہمسایہ — کو بذات خود حق نہیں ہے، ان کے باپ کی ملک ہے۔
 (نوٹ): ”الف“ کے متعلق اس سے پیشتر کئی مرتبہ اس قسم کا دعویٰ حق شفعہ ہوا ہے، جو بحق دعوے دار یعنی شفیع کے حق میں فیصلہ ہوا ہے۔
 ”ب“ کے متعلق جائیداد مذکور بستی اور تجارت کے لیے یکساں ہے، اور مثل بازاری دکانوں کے نہیں ہے۔

”ج“ کشمیر میں ماقبل اور حال میں کئی مرتبہ دعویٰ حق شفعہ ہوا ہے، اور بحق شفیع تصفیہ ہوا ہے۔
 ”د“ دعوے دار یعنی شفیعان جائیداد مذکور دولٹ کے بالغ جو بہت مدت سے باپ سے علیحدہ کاروبار کرتے ہیں، اور ہر قسم جوان کے متعلق ہو بلا تجویز و پابندی پدر کرتے ہیں۔ (۲۶۲/۱۳۳۷ھ)
 الجواب: دلائل مشتری در بارہ ابطال شفعہ از حرف ”الف“ تا حرف ”ج“ غلط ہیں، البتہ حرف ”د“ غور طلب ہے، کیونکہ صحت شفعہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ شفیع مالک اس مکان کا ہو جس کی وجہ سے دعویٰ شفعہ کا کرتا ہے، پس مدعیان اگر مالک اس مکان کے نہیں ہیں جس مکان کی وجہ سے دعویٰ شفعہ کا مکان بیع میں کیا گیا ہے، تو دعویٰ شفعہ کا پیران کی طرف سے صحیح نہ ہوگا، پس وہ مکان اگر ملک پدر ہے تو بہ موجودگی پدر کے پیران مالک اور حصہ دار اس مکان کے نہیں ہیں، لہذا دعویٰ شفعہ کا بھی ان کی طرف سے صحیح نہ ہوگا، البتہ پدر کی طرف سے دعویٰ شفعہ کا صحیح ہو سکتا ہے۔ قال في الدر المختار: وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشتري بشركة أو جوارٍ إلخ (۱) فقط

فاتر العقل اور مجنون کی طرف سے اس کا ولی شفعہ طلب کر سکتا ہے

سوال: (۱۷) فاطر العقل کی طرف سے اس کا ولی طلب شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۴۷/۱۳۳۸ھ)
 الجواب: فاطر العقل اور مجنون کی طرف سے اس کا ولی دعویٰ شفعہ کا کر سکتا ہے، اور قائم مقام

فاتر العقل کے شفعہ کے بارے میں اس کا ولی ہوگا، یہاں تک کہ اگر ولی شفعہ کو چھوڑ دے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔ كما في الدر المختار : ولو تسليمها من أب و وصى إلخ (۱)

شفیع کا غیر کے واسطے شفعہ طلب کرنا اور اس

صورت میں مشتری کا زیادہ قیمت طلب کرنا

سوال: (۱۸)..... (الف) زید نے ایک قطعہ زمین مبلغ دو ہزار روپیہ میں خریدا، شفعہ زید نے شفعہ للغير کیا، کیا یہ شفعہ غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر جائز ہے تو زید کے واسطے بطور نفع بجائے دو ہزار اصل قیمت کے تین ہزار روپیہ لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگر شفعہ اپنی ذات کے لیے شفعہ کرتا تو البتہ اصل ثمن سے زیادہ لینا درست نہ تھا، مگر چونکہ غیر کے نفع کے واسطے شفعہ کرتا ہے، لہذا یہ ایسا ہوا جیسا کسی غیر شخص کے ہاتھ زمین کو نفع کے ساتھ بیچنا۔ (۱۳۳۸/۱۳۱۲ھ)

الجواب: (الف) شفعہ کو جب کہ حق شفعہ حاصل ہے تو وہ اس کے ذریعہ سے بیع کو لے سکتا ہے اگرچہ نیت اس کی یہ ہو کہ میں لے کر کسی دوسرے کو دوں گا غرض یہ کہ یہ صورت مذکورہ جائز ہے۔
(ب) زید مشتری کو شفعہ کو اسی قیمت کو دینا لازم ہے جس قیمت کو اس نے خریدا، قیمت کا فرق کرنا بصورت مذکورہ درست نہیں ہے۔

شفیع کو حق شفعہ سے محروم کرنے کے لیے زیادہ قیمت لکھوانا

سوال: (۱۹) ایک شخص اپنی زمین فروخت کرنی چاہتا ہے، خریدنے والے کہتے ہیں کہ قیمت سے زیادہ روپیہ لکھوادو تا کہ شفعہ والا نہ لیوے، آیا زیادہ لکھوانا قیمت سے جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۷/۲۲۷۰ھ)

الجواب: زیادہ قیمت لکھوانا کذب ہے اور ناجائز ہے، اور شفعہ جس کا حق شفعہ شریعت سے ثابت ہے وہ اگر لے لے تو اس کو روکنے کی یہ تدبیر درست نہیں ہے۔ فقط

جوز میں مسجد سے متصل ہے اس کے شفعہ کا دعویٰ متولی یا اہل محلہ نہیں کر سکتے

سوال: (۲۰) ایک مسجد کے متصل اور ملحق ایک قطعہ زمین واقع ہے، جس پر مسجد کی طرف سے دعویٰ حق شفعہ دائر ہو سکتا ہے، امام مسجد فوت ہو گیا ہے، اس کا جانشین ایک نو عمر لڑکا ہے جو نوکری میں رہتا ہے، اور اس وجہ سے دعویٰ حق شفعہ کرنے کی طرف ملتفت نہیں ہوتا، اس صورت میں اہل محلہ دعویٰ شفعہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۳۴۱ھ)

الجواب: وقف میں شفعہ نہیں ہوتا، اور نہ وقف کی وجہ سے شفعہ ہو سکتا ہے، یعنی متولی وغیرہ دعویٰ شفعہ کا وقف کی طرف سے نہیں کر سکتے کما فی الدر المختار: ولا شفعة في الوقف ولا له إلخ، وفي الشامي: ولا له: أي لا لقيمه ولا للموقوف عليه لعدم المالك إلخ (۱) (رد المحتار ۵/۱۲۲) فقط

موقوفہ جائداد کی طرف سے یا موقوفہ جائداد کا شفعہ طلب کرنا درست نہیں

سوال: (۲۱) موقوفہ پر اور موقوفہ کی طرف سے شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی متولی موقوفہ جار پر شفعہ کرے تو شرعاً جائز ہے یا ممنوع؟ یہاں پر معلوم ہوا ہے کہ ناجائز ہے، اگر جائز ہو تو مع حوالہ کے لکھ دیں۔ (۱۳۳۷/۸۳۳ھ)

الجواب: وقف کی طرف سے اور وقف پر شفعہ نہیں ہو سکتا، یعنی متولی وقف وقف کی طرف سے دعویٰ شفعہ کا نہیں کر سکتا، اور نہ وقف پر کسی کا دعویٰ شفعہ کا مسموع ہو سکتا ہے کذا فی الدر المختار (۲) فقط

سوال: (۲۲) ایک شخص نے اپنی جائداد وقف کر دی، اور ہر متولی وقف کو جملہ اختیارات نالشات و جوابدہی وغیرہ دے دیے، پس وہ شخص بحیثیت متولی وقف کے، دعویٰ شفعہ کا حق شرعاً رکھتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کو ہر قسم کے نالشات وغیرہ کا حق واقف نے دے دیا ہے، اور نیز یہ شخص علاوہ حیثیت

(۱) الدر مع الشامي ۲۶۹/۹ کتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

(۲) ولا شفعة في الوقف ولا له، وفي الشامي: ولا له: أي لا لقيمه ولا للموقوف عليه لعدم المالك إلخ (الدر والشامي ۲۶۹/۹ کتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة)

تولیت کے؛ ذاتی طور سے حق شفعہ کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۵۷۳ھ)

الجواب: اس صورت میں متولی کو حق شفعہ کسی حیثیت سے بھی حاصل نہیں؟ کیونکہ یہ حق ملکیت کے ساتھ مخصوص ہے، جن چیزوں میں ملکیت نہیں وہاں حق شفعہ بھی نہیں، ظاہر ہے کہ وقف کا کوئی مالک نہیں، پس اگرچہ واقف نے متولی وقف کو ہر قسم کے اختیار دیدیے ہوں، لیکن ان اختیارات کے ماتحت وہ کسی ایسے حق کا مالک نہیں ہو سکتا، جس کی شرعاً ممانعت ہو، وقف جب کہ کسی کی ملکیت میں نہیں تو پھر اس کی وجہ سے حق شفعہ کس کو مل سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: وأما إذا بيع لجواره أو كان بعض المبيع ملكاً وبعضه وقفاً، وبيع الملك فلا شفعة للوقف. وقال في الشامي: حاصله أنه لا شفعة له لا بجوارٍ ولا بشركة، فهو تصريح بالقسمين (۱) (شامی ۱۲۲/۵) وقال في البحر: وإنما تجب — الشفعة — لحق الملك في الأراضي حتى لو بيعت دارٌ بجانبها دار الوقف فلا شفعة للواقف ولا للمتولي لعدم الملك كذا في المحيط وغيره (البحر الرائق ۸/۱۳۸) وقال أيضاً: وفي المحيط وغيره ما لا يجوز بيعه في العقارات كالأوقاف والحنوت المسبل، فلا شفعة في ذلك الخ (۲) (أيضاً ص: ۱۳۸) عبارات مذکورہ میں تصریح ہے کہ اوقاف میں کسی قسم کا بھی حق شفعہ نہ خود واقف کو ہے نہ متولی کو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مندر کی وجہ سے ہنود کو حق شفعہ حاصل نہیں

سوال: (۲۳) زید مسلمان نے ایک قطعہ زمین مملوکہ مقبوضہ خود عمر مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا، چونکہ مندر ہنود کا اس مکان میعہ کے قریب ہے، لہذا اہل ہنود اس مکان میعہ پر حق شفعہ کر کے خود خرید کر بحق مندر وقف کرنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں شفعہ ہنود کا قابل سماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور مندر موقوفہ سے شفعہ شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳-۳۳/۸۶۵ھ)

الجواب: مندر کی وجہ سے ہنود کو حق شفعہ حاصل نہیں ہے کیونکہ مندر کسی کی ملک نہیں ہے۔ شامی

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۹/۲۷۰ کتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء الخ

قبيل باب طلب الشفعة.

(۲) البحر الرائق ۹/۲۵۰ کتاب الشفعة، باب ما يجب فيه الشفعة و ما لا يجب.

میں ہے: قال في التجريد: ما لا يجوز بيعه من العقار كالأوقاف لاشفعة في شيء من ذلك عند من يرى جواز بيع الوقف، ثم قال: لاشفعة في الوقف ولا بجواره انتهى نقله الرملی (۱) پس دعویٰ ہنود کا اس صورت میں شرعاً قابلِ سماعت نہیں ہے۔ فقط

حق شفیعہ میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں

سوال: (۲۴) ہندو بائع اور مسلمان مشتری ہو اور شفیع مسلمان ہو تو شرعاً شفیعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
(۱۳۴۳ھ/۸۷۹)

الجواب: شفیعہ اس صورت میں مسلمان شفیع کے لیے ثابت ہے، کیونکہ شفیعہ میں حکم کفار کا مثل مسلمانوں کے ہے، الأشباه والنظائر میں احکام الذمی میں ہے: حکمہ حکم المسلمین إلا فی مسائل (۲) وفي الدر المختار: ویأخذ بقيمتها..... لو كان الشفیع مسلماً إلخ (۳) فقط

شوہر نے دین مہر کے عوض بیوی کو جو مکان دیا ہے

اس میں شفیعہ کا دعویٰ کرنا درست ہے

سوال: (۲۵) زید کا نکاح ہندہ سے بہ عوض مہر مبلغ چار ہزار روپیہ رائج الوقت ہوا، زید نے نصف دین مہر میں اپنی جائیداد غیر منقولہ اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دی، عمر شریک زید جائیداد مذکورہ بالا پر شفیعہ کرنا چاہتا ہے آیا شفیعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳ھ/۱۴۹۲)

الجواب: اس صورت میں شفیعہ ہو سکتا ہے کیونکہ زید کا نکاح ہندہ سے بہ عوض دین مہر مبلغ چار

(۱) رد المحتار ۲۶۹/۹ کتاب الشفعة، مطلب فی الکلام علی الشفعة فی البناء فی نحو الأرض المحتکرہ.

(۲) حکمہ حکم المسلمین إلا أنه لا يؤمر بالعبادات ولا تصح منه ولا يصح تيممه و يصح وضوءه وغسله إلخ (الأشباه والنظائر ۸۳/۳-۸۴، الفن الثالث وهو في الجمع والفرق، أحكام الذمي، المطبوعة: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراتشي، پاکستان)

(۳) الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۲۷۹/۹ کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي قبل طلب الإشهاد بطلت.

ہزار روپیہ کے ہوا، پھر زید نے نصف دین مہر میں اپنی جائیداد بیچ کر دی، لہذا اس صورت میں شفعہ ہو سکتا ہے، اور عمر شریک کو حق شفعہ حاصل ہے، البحر الرائق میں ہے: بخلاف مالو باعها العقار بمہر المثل أو بالمسمی عند العقد أو بعده حیث تجب فیہ الشفعة، لأنه مبادلة مال بمال، لأن ما أعطاه من العقار بدل عما فی ذمته من المہر (۱) فقط

زر ثمن لے کر اپنی جائیداد کسی کو ہبہ کرنے سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۲۶) زید نے عمر کو اپنی جائیداد زر ثمن لے کر ہبہ کی، تاکہ میرے مرنے پر وارث شرعی بے قابو ہو جائیں، کیونکہ بیچ نامہ کرنے کی صورت میں ورثائے شرعی بذریعہ شفعہ جائیداد واپس لے لیتے، یہ ہبہ ہے یا بیع؟ (۱۳۴۲/۵۵۳)

الجواب: یہ صورت بیع کی ہے، لہذا اس میں شفعہ جاری ہوگا۔ فقط

رہن میں شفعہ نہیں ہوتا

سوال: (۲۷) زید نے بکر کے پاس ایک مکان رہن رکھا جو عمر کے مکان سے ملا ہوا ہے۔ اور بکر نے زید سے رہن نامہ میں ۶۰ سال کی شرط نہ چھڑانے کی اس وجہ سے تحریر کرائی کہ عمر شفعہ نہ کر سکے، اس صورت میں عمر کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۹۱۹)

الجواب: رہن میں شفعہ نہیں ہوتا، لہذا اس صورت میں شفعہ کو حق شفعہ نہیں ہے۔

ہبہ بلا عوض میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا

سوال: (۲۸) مسماۃ کلثوم بی نے اپنی جائیداد قیمتی پانچ ہزار روپیہ، اپنے برادر حقیقی محمد ہادی کے نام ہبہ بلا عوض مع القبض کر دی، اور ہبہ نامہ رجسٹری کرا دیا، مسماۃ کے شوہر کے بھائیوں نے دعویٰ شفعہ کا اس بنا پر کیا ہے کہ محمد ہادی نے جس تاریخ کو یعنی ۳۰ جولائی سنہ ۴۳ء کو ہبہ نامہ لکھا ہے، اسی تاریخ کو مسماۃ مذکورہ کے نان و نفقہ کے واسطے ساڑھے سات روپیہ ماہوار، نوے روپیہ سالانہ دینے کا اقرار نامہ

لکھا تھا، اس لیے ہبہ نامہ کو بیع نامہ قرار دے کر شفیعہ کیا ہے، یہ صحیح ہے یا نہ؟ وہ کہتے ہیں کہ ساڑھے سات روپیہ ماہوار ہم دیا کریں گے، جائداد ہماری طرف منتقل ہونی چاہیے۔ (۱۳۴۲/۲۷۰۱ھ)

الجواب: یہ بیع نہیں ہے اور نہ بیع کے حکم میں ہے، لہذا دعویٰ شفیعہ کا اس میں صحیح نہیں ہے، کیونکہ اول تو ہبہ میں تصریح بلا عوض کی ہے، اس کے سوا فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر بہ وقت ہبہ عوض کی تصریح نہ ہو اور بعد میں موہوب لہ بطریق عوض کچھ واہب کو دیوے تو وہ مسقط حق رجوع نہیں ہے اور ہبہ مذکورہ کو حکم بیع نہیں کرتا، اور حق شفیعہ اس میں ثابت نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: تنبیہ: نقل فی المجتبى أنه يشترط في العوض أن يكون مشروطاً في عقد الهبة، أما إذا عوضه بعده فلا الخ وفي الشامي: قال أصحابنا: إن العوض الذي يسقط به الرجوع ما شرط في العقد، فأما إذا عوضه بعد العقد لم يسقط الرجوع، لأنه غير مستحق على الموهوب له — إلى أن قال — وليس كذلك إذا شرط في العقد، لأنه يوجب أن يصير حكم العقد حكم البيع، ويتعلق به الشفعة ويرد بالعيب إلخ (۱) فقط

بیع فاسد میں شفیعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹) بیع فاسد میں استحقاق شفیعہ ہوتا ہے یا نہ؟ (۱۳۳۷/۳۲۷ھ)

الجواب: بیع فاسد میں جب تک کوئی امر مانع عن الفسخ حادث نہ ہوا ہو شفیعہ نہیں ہے، بعد سقوط حق فسخ شفیعہ ثابت ہے۔ كما في الدر المختار: أو بيعت الدار بيعاً فاسداً ولم يسقط فسخه فإن سقط حق فسخه كأن بنى المشتري فيها تثبت الشفعة كما مر (۲)

شفعہ جوار ساقط کرنے کا حیلہ

سوال: (۳۰) ایک شخص نے دعویٰ شفیعہ کا بابت مکان شفیعہ طلب کے مشتری و بائع پر کیا، مکان شفیعہ طلب کی دیوار غربی و شفیع کے مکان کی دیوار شرقی سٹی (یعنی ملی) ہوئی ہے، مگر بیع نامہ میں مشتری

(۱) الدر المختار والشامي ۴۴۲/۸ کتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة.

(۲) الدر المختار مع الشامي ۲۸۶/۹ کتاب الشفعة، باب ما تثبت هي فيه أولاً.

نے مکان شفعہ طلب کی دیوار غربی کو بیع سے مستثنیٰ لکھایا ہے، اور زمین جس پر دیوار قائم ہے وہ مستثنیٰ نہیں لکھا ہے، دعویٰ کی جواب دہی میں مشتری نے یہ جواب دیا ہے: دیوار غربی اس غرض سے بیع سے مستثنیٰ کی گئی ہے کہ جو میں مدعا علیہ نے خرید کیا ہے اس کی بابت نالش شفعہ کی نہ ہو سکے، اور یہ بہر کیف شرعاً جائز ہے زمین زیر دیوار مستثنیٰ نہیں کیا ہے، صرف دیوار مستثنیٰ کی ہے، اور اب تک مکان شفعہ طلب کی دھرنیں (۱) اس دیوار مستثنیٰ شدہ پر رکھی ہوئی ہیں، اور یہ چالاکی کی ہے کہ ایک جدید دیوار نمائشی بلانیہ (بلانیاد) کی صرف زینت کی کھڑی کر دی ہے، پس یہ چالاکی مشتری کی شرعاً جائز ہو سکتی ہے یا نہ؟ اور اس چالاکی و بدینتی کے سبب سے شفعہ اپنے دعوے میں کامیاب ہو سکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۲/۱۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ وإن باع رجل عقاراً إلا ذراعاً مثلاً في جانب حد الشفيع، فلا شفعة لعدم الاتصال الخ (۲) اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں شفعہ کا شفعہ ساقط ہو گیا، کیونکہ بہ جانب شفعہ دیوار کو فروخت نہ کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ مع زمین ماتحت الجدار فروخت نہیں کیا، اور اس کو مستثنیٰ رکھا، کیونکہ ظاہر ہے کہ دیوار زمین کے اندر تک ہوتی ہے، اور عرفاً جب کوئی شخص کسی دیوار کو حد مقرر کرے اور یہ کہے کہ حقہ إلى هذا الجدار أوبعت هذا الدار إلى هذا الجدار تو وہ دیوار مع زمین تحتانی کے خارج ہو جاتی ہے و هذا ظاهر لا خفاء فيه، پس زمین کے استثناء کرنے کی صراحت ضرورت نہیں ہے جب کہ دیوار جانب شفعہ کو مستثنیٰ کر دیا۔ فقط

سوال: (۳۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا، اور شفعہ ہمسایہ کے خیال سے کچھ حصہ زمین کا ہمسایہ کی طرف کا بیع نامہ سے خارج کر دیا، تو شفعہ باطل ہو گیا یا نہ؟ (۱۳۴۷-۴۶/۲۵۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ اس سے شفعہ شفعہ کا یعنی جار کا ساقط ہو جاتا ہے، پس دعویٰ جار کا شرعاً قابل سماعت نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: وإن باع رجل عقاراً إلا ذراعاً مثلاً في جانب حد الشفيع، فلا شفعة لعدم الاتصال الخ (در مختار ملخصاً) وفي الشامي: قوله: (إلا ذراعاً) أي مقدار عرض ذراع أو شبر أو إصبع، وطوله تمام ما يلاصق دار الشفيع الخ (۳) فقط

(۱) دھرنیں: دھرن کی جمع: شہتیر (فیروز اللغات)

(۲) الدر المختار مع الشامي ۲۹۲/۹ کتاب الشفعة، باب ما يبطلها.

(۳) الدر و رد المختار ۲۹۲/۹ کتاب الشفعة، باب ما يبطلها.

سوال: (۳۲) ایک شخص نے اپنا مکان ایک اجنبی شخص کے ہاتھ فروخت کیا، اور شفعہ کا حق باطل کرنے کے لیے اس جزو دیوار کو جو مکان شفعہ کے متصل ہے بیع سے مستثنیٰ کر دیا ہے، تو جار ملاصق ہونے کی صورت میں بہ حالت مذکورہ شفعہ باطل ہو جاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۳ھ/۲۷۲۲)

الجواب: درمختار میں ہے: و إن باع رجل عقاراً إلا ذراعاً مثلاً في جانب حد الشفع، فلا شفعة لعدم الاتصال الخ وكذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري وقبضه الخ (۱) پس معلوم ہوا کہ فقہاء نے یہ حیلہ اسقاط شفعہ کا لکھا ہے کہ ایک ذراع یا ایک بالشت مثلاً بہ جانب شفعہ بیع نہ کرے، اس کو ویسے ہی مشتری کو ہبہ کر دے، تو شفعہ کا حق شفعہ ساقط ہے، یعنی شفعہ جو اسقاط ہو جاتا ہے اور اس صورت میں شفعہ بالجوار ہی ہے، لہذا بائع نے اگر دیوار معہ اس کی زمین ماتحت کے مشتری کو ہبہ کر دیا اور بیع سے خارج کر دیا، تو جار کا شفعہ باطل ہو گیا۔ فقط

دو زمینوں کے درمیان سرکاری حد حائل ہو تو شفعہ جوار ثابت ہو گا یا نہیں؟

سوال: (۳۳) دو اراضی باہمی متصل اور ملحق ہیں، جس میں ایک اراضی ایک موضع کی اور دوسری دوسرے موضع کی، مگر ان دونوں کا اتصال والحاق واقع ہوا ہے، درمیان میں صرف ایک سرحد جس کو باندھ کہا جاتا ہے من جانب سرکار بہ لحاظ انتظام واقع ہے، من جملہ ان اراضیات کے ایک اراضی بحق شخص ثالث بیع ہو گئی ہے، تو ایسی صورت میں آیا شرعاً قابض زمین متصلہ پر بر بنائے حق شفعہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ یا اراضیات کا صرف جداگانہ مواضع میں شمار ہونا شفعہ میں کچھ اثر رکھتا ہے؟ (۱۳۳۹ھ/۷۶۰)

الجواب: جو زمین ملحق ہے دوسری زمین کے ساتھ، اگرچہ ایک زمین ایک موضع کی ہو اور دوسری زمین دوسرے موضع کی، تو اگر ان میں سے ایک زمین فروخت ہو تو دوسری زمین ملحق کے مالک کو حق شفعہ ہے، کیونکہ شفعہ جوار کے لیے اتصال اراضی کا ضروری ہے، اگرچہ وہ مختلف دیہات کی ہوں، لیکن اتصال حسی مابین اراضی مذکورہ ضروری ہے، پس اگر درمیان میں حد سرکاری حائل ہے کہ جس کی وجہ سے کسی جگہ بھی ہر دو اراضی میں اتصال نہیں ہوا، اور نہ کوئی دوسری وجہ شفعہ کی مثلاً شرکت فی الشرب

پائی گئی، تو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا، درمختار میں ہے: ثم لجار ملاصق. وفي الشامي: والملاصق من جانب واحد ولو بشبر كالملاصق من ثلاثة جوانب فهما سواء إلخ (۱) (شامی ۵/۱۴۰) فقط

حق شفعہ باقی نہ رہنے کے باوجود مشتری نے شفعہ

کو جو جائداد دے دی، شفعہ اس کا مالک ہو گیا

سوال: (۳۴) ایک شخص نے اپنی جائداد پانچ سو روپیہ کو اس شرط پر فروخت کی کہ اگر میں ساقط الملكية سے دست بردار نہ ہوں، یا کسی نے حق شفعہ کا دعویٰ کیا، تو ایک سو روپیہ مشتری کو واپس کر دوں گا لیکن بیع نامہ پانچ سو روپیہ کا رجسٹری شدہ قائم رہے گا، بائع کے ایک چچا زاد بھائی جن کی جائداد وغیرہ جدا تھی، مگر بعض حصہ زمین غیر آباد اور بعض جہات مشترک تھے، انہوں نے جب اس بیع کی خبر مع شروط واپسی زر ثمن بعد بیع نامہ رجسٹری شدہ پانچ سو کی سنی، تو یہ زبان سے نہیں کہا کہ میں شفعہ (طلب) کروں گا، غرضیکہ شرعاً ان کو کوئی استحقاق حق شفعہ حاصل نہ تھا، مگر انہوں نے قانوناً حق شفعہ کا دعویٰ دائر کر دیا مع اس استغاثہ کے کہ زر ثمن زیادہ لکھا گیا ہے، بعد ازاں ایک ثالث نے دونوں کے درمیان صلح کرادی، اور قریب چار سو روپے کی جائداد مذکور شفعہ کو دلادی، شرعاً اس بیع کا کیا حکم ہے؟ شفعہ کے لیے اس جائداد کا رکھنا یا بیع وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۳۲۷)

الجواب: جب کہ صلحاً شفعہ کو وہ جائداد چار سو روپیہ کو مشتری نے دیدی تو شفعہ مالک ہو گیا، تصرفات بیع وغیرہ کر سکتا ہے، اگرچہ حق شفعہ شفعہ کا باقی نہ رہا ہو، مگر مصالحۃ جو معاملہ مابین شفعہ و مشتری ہو گیا وہ صحیح ہوگا، اور مشتری سے خریدنے والے کے حق میں وہ طیب ہے۔ کما صرح به الفقهاء:

ويطيب للمشتري منه لصحة عقده (۲) (درمختار)

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۹/۲۶۶ کتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

(۲) الدر المختار مع الشامي ۷/۲۲۲ کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: البيع الفاسد لا يطيّب له و يطيّب للمشتري منه.

شفیع مکان کی فروختگی کو گواہوں سے ثابت کر کے شفعہ طلب کر سکتا ہے

سوال: (۳۵) ایک شخص غلام محمد نے ایک مکان کی بابت شفعہ کا دعویٰ کیا، عبد اللہ ساکن مکان کا دعویٰ ہے کہ میں نے اس مکان کو سات آٹھ سال ہوئے رہن رکھا ہے، بیع نہیں کیا ہے، دستاویز رہن نامہ موجود ہے۔ نصیر الدین مکان والا کہتا ہے کہ میں نے یہ مکان فروخت نہیں کیا ہے، بلکہ رہن رکھا ہے، غلام محمد کہتا ہے کہ رہن کے بعد حال میں فروخت ہوا ہے، میں ثبوت دے سکتا ہوں، اور گواہ پیش کر سکتا ہوں، عدالت نے امور تنقیح یہ قائم کی ہیں کہ کیا غلام محمد کو یہ حق ہے کہ گواہوں سے مکان کے خرید و فروخت ہونے کا ثبوت دے کر ڈگری حاصل کرے؟ (۱۳۳۵/۲۵۳ھ)

الجواب: غلام محمد شفیع کو یہ حق حاصل ہے کہ خرید و فروخت ثابت کرے، اور شفعہ طلب کرے۔
قال في الدر المختار: سأله عن الشراء هل اشتریت أم لا ؟ فإن أقربہ أو نکل عن اليمين إلخ
أو برهن الشفیع قضی له بها إلخ . وفي رد المحتار: وقد كان أنکر — المشتري —
الشراء فأقام علیه — الشفیع — البرهان به إلخ (۱) فقط واللہ اعلم

کتاب المزارعة

مزارعت کا بیان

صحت مزارعت کی شرطیں

سوال: (۱) زمین کو بٹائی پر دینا جس کو مزارعت کہا جاتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟ (۱۳۳۵/۳۲۸ھ)

الجواب: اقول وبالله التوفیق: در بارہ مزارعت مفتی بہ قول صاحبین کا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مزارعت کی صحت کی آٹھ شرطیں ہیں جو در مختار میں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ بیان کیا جاوے کہ تخم (بیج) کس کا ہوگا: مالک زمین کا یا عامل کا؟ قال فی الدر المختار: ولا تصح عند الإمام، لأنها كقفيز الطحان، وعندهما تصح وبه يفتى للحاجة وقياساً على المضاربة، بشروط ثمانية إلخ وذكر رب البذر إلخ (۱) ثم قال: وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل للآخر، أو الأرض له والباقي للآخر، أو العمل له والباقي للآخر إلخ (۲) (در مختار - کتاب المزارعة) اور اسی میں بیان رسم المفتی میں ہے: أما العلامات للإفتاء فقولہ: وعليه الفتوى، وبه يفتى، وبه نأخذ إلخ (۳) اور اسی کتاب میں ہے: وأما نحن فعلىنا

(۱) الدر مع رد المحتار ۳۳۱/۹-۳۳۲ أوائل كتاب المزارعة .

(۲) الدر مع الرد ۳۳۴/۹ أوائل كتاب المزارعة .

(۳) الدر مع الشامي ۱۵۹-۱۶۰ مقدمة ، مطلب: إذا تعارض التصحيح .

اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو أفتوا في حياتهم (۱) ان عبارات سے واضح ہے کہ ہم لوگوں کو اسی قول پر فتویٰ دینا چاہیے جس کو مشائخ نے مفتی بہ قرار دیا ہے۔ فقط

صحت مزارعت کے لیے پیداوار میں شرکت ضروری ہے

سوال: (۲) دس من غلہ فی بیگھ مقرر کر کے زمین کا شتکار کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: یہ صورت جائز نہیں ہے، بلکہ جواز کی صورت یہی ہے کہ حصہ مشترک مثل ثلث و نصف وغیرہ ہو (۲) (در مختار)

سوال: (۳) اگر کوئی شخص کسی کو اس شرط پر زمین دے کہ مجھ کو دو من یا چار من غلہ دینا ہوگا، اگر زیادہ ہو وہ تمہارا ہے، اور اگر کم ہو مجھ کو مقدار معین دو گے، یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۸/۱۳۳۷ھ)
الجواب: اس طرح معاملہ کرنا مزارعت کا درست نہیں ہے، بلکہ مزارعت میں حصہ مشترک ہونا چاہیے، مثلاً ثلث یا ربع یا نصف وغیرہ کہ جس قدر غلہ پیدا ہو، وہ دونوں کو تقسیم ہو بہ حساب مقررہ۔

سوال: (۴) ایک شخص نے اپنی زمین کے متعلق دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس کو کاشت کرو، اور پیداوار ہو یا نہ ہو تم اس قدر غلہ مثلاً دس من یا گیارہ من مجھ کو دیدینا باقی تم لے لینا، اور بعض یہ کرتے ہیں کہ اگر پیداوار ہو تو دینا، ورنہ نہیں، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ صورت صحیح نہیں ہے، کیونکہ مزارعت میں ایسی شرط کرنا کہ دس من یا گیارہ من میں لوں گا، باقی تم لینا، ہر حال فاسد ہے، خواہ کچھ پیدا ہو یا نہ ہو، مزارعت کی صحت کے لیے من جملہ دیگر شرائط کے یہ بھی ضروری ہے کہ نفع مشترک ہو مثل نصف یا ثلث یا ربع وغیرہ کے۔

مزارعت کی ایک جائز صورت

سوال: (۵) ایک شخص اپنی زمین مع پانی کے کسی آدمی کو چوتھے یا پانچویں حصے پر دیتا ہے، اور

(۱) الدر المختار مع حاشیة ابن عابدین ۱/۱۶۶ مقدمة، مطلب فی طبقات الفقہاء۔
(۲) و بشرط الشركة فی الخارج۔ ثم فرع علی الآخر بقوله: فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماء، أو ما یرجى من موضع معین (الدر المختار مع الشامی ۹/۳۳۳ کتاب المزارعة)
فإن شرطاً لأحدهما قفزاناً مسماءً فهي باطله لأن به تنقطع الشركة، لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر. (الهدایة ۴/۲۲۶ کتاب المزارعة)

مالک زمین سوائے زمین اور پانی کے عامل کو اور کچھ نہیں دیتا ہے، بیج عامل کا ہوتا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲-۳۳/۱۳۰۱ھ)

الجواب: یہ صورت مزارعت کی درست ہے۔ کما فی الدر المختار: وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزید، والبقر والعمل للآخر، أو الأرض له والباقي للآخر إلخ (۱)

بٹائی پر کھیت دینا

سوال: (۶) بٹائی پر کھیت دینا کہ نصف پیداوار زمیندار کی اور نصف کاشتکار کی، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۰۸ھ)

الجواب: اس میں اگر مزارعت کی شرائط کا لحاظ رکھے تو درست ہے۔ فقط

مزارعت کی چند فاسد صورتیں

سوال: (۷) زید نے زمیندار سے ایک زمین باقی مقررہ نقد پر لی، اس کے بعد زید نے عمر سے شرکت اس طور پر کر لی کہ اے عمر! تخم و کھات تو دیدے، باقی عمل و بقر و بقایات سب میرے ذمے ہے، اور پیداوار میں نصفانصافی کی شرکت، چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے، یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۰۴ھ)

الجواب: اس صورت میں مزارعت کو فقہاء نے فاسد و باطل لکھا ہے، کما فی الدر المختار: وبطلت فی أربعة أوجه: لو كان الأرض والبقر لزید أو البقر والبذر له والآخران للآخر، أو البقر أو البذر له والباقي للآخر إلخ (۲) یہ اخیر صورت یعنی أو البذر له والباقي للآخر وہ صورت ہے جو سوال میں درج ہے، لہذا وہ بھی باطل ہوگی۔

سوال: (۸) بیل اور زمین اور کنواں پانی کے واسطے زید کا ہے، اور عمر اس میں اس طرح شریک ہے کہ علاوہ زمین اور قیمت پانی اور بیل کے کل لاگت یعنی تخم و مزدوری وغیرہ کل خرچ عمر کے ذمے ہے،

(۱) الدر مع الرد ۳۳۴/۹ أوائل کتاب المزارعة .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۳۳۴/۹-۳۳۵ کتاب المزارعة .

اور عمر کو ایک حصہ اس پیداوار سے ملے گا، اور زید کو دو حصے ملیں گے، یہ صورت شرکت کی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۱۲۷ھ)

الجواب: یہ صورت مزارعت کی درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: وکذا صحت لو كان الأرض والبذر لزید، والبقر والعمل للآخر، أو الأرض له والباقي للآخر أو العمل له والباقي للآخر، فهذه الثلاثة جائزة، وبطلت في أربعة أوجه، لو كان الأرض والبقر لزید، أو البقر والبذر له، والآخران للآخر، أو البقر أو البذر له، والباقي للآخر إلخ (۱) (درمختار)

سوال: (۹) ایک شخص نے زمین مزارعت پر دی ہے اس شرط پر کہ جزمین ہوئے گا اس سے دوسرا کام بھی لوں گا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۲۱۸ھ)

الجواب: اس شرط سے مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مزارعت میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانا

سوال: (۱۰) بندہ نے کل اراضی زرعی تہائی حصہ مقرر کر کے کاشت کاروں کو بٹائی پر دے رکھی ہے، علاہ تہائی غلہ لینے کے فی من ایک سیر غلہ پیداوار میں سے لینا اور مقرر کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۱۰۶۱ھ)

الجواب: زمین کو اس طریق سے بٹائی پر دینا جائز ہے، پیداوار میں جب کہ مشترک طور پر شرکت ہے اور حصص شرکت کو متعین کر دیا گیا ہے، تو پھر اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، لیکن اس کے بعد شرط ثانی یعنی فی من ایک سیر اور غلہ مقرر کرنا مقتضائے عقد کے خلاف ہے؛ جائز نہیں، اور یہ شرط معاملہ کو ناجائز کر دیتی ہے۔ فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة أو ما يخرج من موضع معين أو رفع رب البذر بذره إلخ (۲) (درمختار)

مزارعت میں غلہ کی مقدار من و سیر سے مقرر کرنا درست نہیں

سوال: (۱۱) عمر نے زید سے کہا کہ پانچ من گیہوں ہم کو ایک سال میں دیا کرو اور ہمارا کھیت

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۳۳۴/۹-۳۳۵ کتاب المزارعة .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۳۳۳/۹ کتاب المزارعة .

جوتا کرو، اور جو کچھ غلہ ہو علاوہ پانچ من کے، وہ سب تم لے لیا کرو، درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: زمین کا معاملہ دو طرح سے شرعاً صحیح ہے:

ایک یہ ہے کہ مزارعت زمین کسی کو دیوے، اس کی صورت یہ ہے کہ کاشتکار کو زمین دیوے کہ اس کو جوتو بو، جو کچھ پیدا ہوگا اس کا نصف یا ثلث میرا، باقی تمہارا (۱)

اور دوسری صورت اجارہ کی ہے کہ فی بیگھ اس قدر روپیہ مجھے دو، یا کل زمین کا اس قدر روپیہ مجھے دو، اور زمین پیداوار خود رکھو، اس صورت اجارہ میں اس کو اختیار ہے کہ خود کاشت کرے یا کسی کو اجارہ پر دیوے یا کچھ بھی نہ کرے، ہر حال مالک زمین کو روپیہ مقررہ دینا ہوگا، (۲) اور پہلی صورت میں اگر غلہ پیدا ہوگا تو مالک کو جس قدر حصہ نصف یا ثلث اس کا ہے اس کو دیا جائے گا، باقی خود رکھے اور اگر کچھ پیدا نہ ہو تو کچھ نہ دیا جائے گا، اس صورت مزارعت میں غلہ کی مقدار من و سیر سے مقرر کرنا درست نہیں ہے، اس سے مزارعت فاسد ہو جاتی ہے۔ (۳) فقط

قرض حسنہ کی شرط پر زمین بٹائی پر دینا

سوال: (۱۲) زید اپنی مملو کہ زمین عمر کو اس شرط پر بٹائی پر دیتا ہے کہ مجھے ایک ہزار روپیہ بطور قرض حسنہ دیدے، اور چوتھائی حصہ غلے کا مقرر کرتا ہے، اور یہ شرط کرتا ہے کہ جب روپیہ ادا کر دوں گا

- (۱) ہی عقد علی الزرع ببعض الخارج ولا تصح عند الإمام وعندهما تصح، وبہ یفتی بشروط ثمانية إلخ. (تنویر الأبصار مع الشامی ۳۳۰/۹-۳۳۲ أوائل کتاب المزارعة)
- (۲) وتصح إجارة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها، أو قال: علی أن أزرع فيها ما أشاء كي لاتقع المنازعة، وإلا فهي فاسدة للجهالة وتنقلب صحيحة بزرعها ويجب المسمي. وفيه أيضا بعد أسطر: حتى تلزم الأجرة بالتسليم أمكن زراعتها أم لا (الدر المختار مع رد المحتار ۳۳۴/۹-۳۵ کتاب الإجارة، الباب الأول، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافا فيها)
- (۳) وبشرط الشركة في الخارج. ثم فرع على الأخير بقوله: فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة، أو ما يخرج من موضع معين. (الدر المختار مع الشامی ۳۳۳/۹ کتاب المزارعة)
- فإن شرطاً لأحدهما قفزاناً مسماةً فهي باطلة لأن به تنقطع الشركة، لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر. (الهداية ۲۲۶/۲ کتاب المزارعة)

زمین بٹائی سے واپس لوں گا، اور یہاں زمین نصف بٹائی پردی جاتی ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہ؟
(۱۳۳۲/۳۱۲۶ھ)

الجواب: اگر ان میں سے ہر ایک معاملہ ایک دوسرے سے جدا ہو تو ظاہر ہے کہ ہر ایک ان میں سے درست ہے، لیکن اگر قرض دینے والا اس شرط پر قرض دیوے کہ قرض لینے والا مجھ کو اپنی زمین کی لگان و حصہ پر دیوے تو پھر یہ صورت کل قرض جو نفعاً فہو رہا (۱) میں داخل ہو کر ممنوع ہو جائے گی۔ فقط

مزارعت میں عشر کی ادائیگی کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۱۳) مزارعت میں عشر کس حساب سے نکالا جائے؟ کل پیداوار یا اپنے حصہ کا؟
(۱۳۳۵/۱۱۷۹ھ)

الجواب: فتویٰ اس پر ہے کہ جس جگہ عشر واجب ہے وہاں زمیندار اپنے حصہ کا عشر دے اور کاشتکار اپنے حصہ کا۔

مسلمان ہندو کی زمین بٹائی پر کاشت کر سکتا ہے

سوال: (۱۴) ہندو کی زمین کو مسلمان اس شرط پر کاشت کرتا ہے کہ اس زمین میں جو کچھ پیدا ہوگا اس کو دو حصے کر کے ایک حصہ مالک زمین کے پاس پہنچا دے گا، اور دوسرا حصہ خود رکھ لے گا، دارالحرب میں ایسی زراعت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۱۸۵ھ)

الجواب: قال في الدر المختار في كتاب المزارعة: وعندهما تصح وبه يفتي للحاجة، وقياساً على المضاربة بشروط ثمانية إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ بقول مفتی بہ مزارعت صحیح ہے اور نصف نصف کی شرکت سے مزارعت صحیح ہے جیسا کہ صورت مذکورہ میں ہے، وإذا صحت فالخارج على الشرط إلخ (۳) (در مختار)

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں گزر چکی۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۳۳۱-۳۳۲ أوائل كتاب المزارعة .

(۳) الدر مع الرد ۳۳۵-۳۳۶ کتاب المزارعة .

کاشتکار اپنے حق کاشت کو نہ رہن رکھ سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے

سوال: (۱۵) کاشتکار کی دو قسم ہیں:

ایک یہ کہ کاشتکار کو اکثر حقوق حاصل ہیں، مثلاً اپنے حق کاشت کو رہن رکھنا بیچ کرنا وغیرہ، مال گذاری متعینہ زمیندار کو ادا کرنے کے سوا ان پر اضافہ لگان نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ کاشتکار اپنے حق کاشت کو نہ رہن رکھ سکتا ہے، نہ بیچ کر سکتا ہے، اور اضافہ مال گذاری بھی زمیندار کرتا رہتا ہے، اس میں کوئی قسم جائز ہے اور کوئی نہیں؟ (۴۶/۲۲۸-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پہلی قسم شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ کاشتکار کو حق کاشت؛ بیچ و رہن کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے۔

اور دوسری قسم جو کہ زمیندار کی رضا و اجازت سے کاشتکار کاشت کرتا ہے اور مال گذاری مقررہ ادا کرتا ہے درست ہے، گویا یہ اجارہ ہے کہ محصول مقررہ پر بہ رضائے مالک زمین مستأجر یعنی کاشتکار اس زمین مستأجرہ میں کاشت کرتا ہے۔ فقط

کاشتکار کا مالک زمین کی اجازت کے بغیر زمین میں تصرف کرنا

سوال: (۱۶) جو کاشتکار کسی زمین کو ۱۲ سال تک کاشت کرے، اس کو زمین میں تصرف کرنا بلا رضامندی مالک زمین کے شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۳۶۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: کاشت کار کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ موروثیت شرعاً باطل ہے، کاشتکار کا کچھ حق شرعاً نہیں ہے کہ وہ زبردستی بلا رضامندی زمیندار مالک زمین کے زمین میں تصرف کرے۔

کاشتکار یا زمیندار کا تقسیم سے پہلے پیداوار میں تصرف کرنا

سوال: (۱۷) جس کاشتکار نے زمیندار سے بٹائی پر کھیت لیا، اس کو بلا اجازت زمیندار یا زمیندار کو بلا اجازت کاشتکار اس کی جنس میں تصرف کرنا جائز ہے؟ (۸۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بدون تقسیم کے کسی کو تصرف کرنا درست نہیں، بعد تقسیم کے ہر ایک اپنے حصے میں

تصرف کر سکتا ہے، اور اگر قبل از تقسیم کسی نے کچھ جنس کو صرف کیا، تو اس کو حساب میں اپنی طرف لگانا چاہیے۔ فقط

بارہ برس کے بعد کاشتکار کا دعویٰ ملکیت کرنا

سوال: (۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مغربی بنگال میں تین قسم کی زمین ہے: اول لاخراج، دوسری ایمہ (۱) تیسری آبائی۔ یہ تینوں قسم کی زمین اگر کاشتکار کو دی جائے اور وہی زمین ان کے پاس بارہ سال رہے؛ تو وہ کاشتکار بارہ برس کے بعد دعویٰ ملکیت کا کرتا ہے۔ آیا یہ دعویٰ کاشتکار کا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (۱۹۱۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اوّل دونوں قسم کی زمین مملوکہ زمیندار ہیں، کاشتکار کو درست نہیں کہ دعویٰ ملکیت کا کرے، باوجود چھڑانے مالک کے زمین کو نہ چھوڑے کہ مستأجر اور مزارع کو یہ جائز نہیں کہ مدت اجارہ کے بعد زمین کو نہ چھوڑے، یہ نہ چھوڑنا اور بدون رضائے مالک زمین زراعت وغیرہ کرنا ظلم ہے۔ قال علیہ الصلاة والسلام: ”لیس لعرق ظالم حق“ الحدیث رواہ أحمد والترمذی وغیرہما (۲) قال فی اللمعات: أي من غرس فی ملک غیرہ أو زرع فیہ فلصاحب الملك قلعه مجاناً إلخ (۳) باقی رہی تیسری قسم کی زمین، وہ بھی زمیندار کی ملک ہے۔ کاشتکار کو اس میں دعویٰ ملکیت کا درست نہیں اور قضیہ مخالفانہ رکھنا درست نہیں، جب تک زراعت وغیرہ کرے، بہ اجازت مالک اصلی یعنی زمیندار کے کرے، بدون رضا و اجازت مالک کے اس میں تصرف کرنے کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی اور دوسری قسم کی زمین کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) ایمہ: وہ زمین یا جاگیر جو علماء و فقہاء کو بادشاہ کی طرف سے بہ طور انعام دی جاتی ہے (فیروز اللغات)

(۲) عن سعید بن زید رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من أحي أرضاً ميتةً فهي له، وليس لعرق ظالم حق. رواه أحمد والترمذی و أبو دؤد (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية. وجامع الترمذی ۲۵۶/۱ أبواب الأحكام، باب ما ذكر في إحياء أرض الموت)

(۳) حاشیة علی المشكاة تحت قوله ”لعرق ظالم“ ص: ۲۵۵، رقم الحاشیة: ۶، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية.

کتاب الذبائح والصيد

ذباح اور شکار کرنے کا بیان

شرائط و آداب ذبح

سوال: (۱) ذبح میں کتنے فرض ہیں، اور کتنے سنن؟ (۲۴۱۷/۱۳۳۱ھ)

الجواب: ذبح میں چار رگوں کا یا ان میں سے اکثر کا قطع ہونا، اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے ساتھ ذبح کرنا مسلمان کا شرط ہے اور فرض ہے، اور باقی امور سنن و آداب ہیں۔

سوال: (۲) مسلم کے ہاتھ سے جانور کے ذبح کرنے میں کن کن باتوں کی ضرورت ہے؟ اور کن کن باتوں سے احتیاط کرنی چاہیے؟ اور کیا فرض کیا واجب اور کیا سنت و مستحب ہے؟ اور طریق ذبح کیا ہے؟ کس جگہ سے ذبح کرنا چاہیے؟ طریق ذبح و شرائط ذبیحہ ارقام فرماویں، اور صرف ذابح کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پکڑنے والے کا بھی؟ اگر پکڑنے والا جانور کا ہندو ہو، تو بعض محتاط لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں اور پکڑنے والے کے لیے بھی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ضروری کہتے ہیں، اس صورت میں جو حکم شرعی ہو مدلل تحریر فرماویں۔ (۵۲۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ رگیں گردن کی جن کے قطع ہو جانے سے جانور ذبح ہو جاتا ہے چار ہیں: حلقوم، مری اور ودجان، ودجان وہ دو رگیں ہیں جو حلقوم و مری کی دو جانبوں میں ہوتی ہیں، یہ خون نکلنے کی رگیں ہیں، اور حلقوم سانس آنے جانے کا راستہ ہے، اور مری کھانا پانی جانے کا راستہ ہے، ان چاروں میں سے

اگر اکثر یعنی تین بھی قطع ہو جائیں؛ ذبیحہ حلال ہے کوئی سی تین ہوں کذا فی الدر المختار (۱) بہر حال طریق ذبح معلوم و معروف ہے، اور ذابح مسلمان ہونا چاہیے اور اللہ کے نام پر ذبح کرے یہ ضروری ہے، اور جانور کو قبلہ رخ کرنا (۲) اور چھری کو تیز کر لینا (۳) وغیرہ یہ امور سنت و مستحب ہیں، مسلمان ہونا صرف ذابح کا شرط ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا بھی صرف ذابح کا شرط ہے، اگر ہاتھ پیر جانور کے پکڑنے والا کافر ہو یا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ کہے اور مسلم ذبح کرنے والا کہہ لیوے تو ذبیحہ حلال ہے۔ در مختار میں ہے: وفيها تشترط التسمية من الذابح إلخ (۴) فقط

سوال: (۳) جانور کو ذبح کرنے کے باریک مسائل کون سے ہیں؟ (۱۸۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جانور کے ذبح کرنے کے مسائل معروف ہیں ان میں کچھ خفا اور باریکی نہیں ہے، مسلم ذبح کرنے والا ہو، اور اللہ کے نام پر ذبح کرے، پس ذبیحہ حلال ہے۔

وقت ذبح جانور کو کس کروٹ پر لٹانا چاہیے؟

سوال: (۴) مویشی مذبوحہ کو وقت ذبح کس کروٹ سے ذبح کرنا جائز ہے؟

(۱۹۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جانور کو وقت ذبح بائیں کروٹ پر متوجہ الی القبلة لٹایا جائے (۵)

(۱) وذکاة الاختیار ذبح بین الحلق واللبة..... وعروقه الحلقوم..... وهو مجرى النفس علی الصحيح، والمری هو مجرى الطعام والشراب، والودجان مجرى الدم، وحل المذبوح بقطع أي ثلاث منها، إذ للأكثر حکم الكل (الدر المختار مع الشامی ۹/۳۵۵-۳۵۶ أوائل کتاب الذبائح) (۲) وكره ترك التوجه إلى القبلة لمخالفتهم السنة (الدر المختار مع الشامی ۹/۳۵۸ کتاب الذبائح) (۳) وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وكره بعده (الدر مع الرد ۹/۳۵۷ کتاب الذبائح) (۴) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۶۵ کتاب الذبائح.

(۵) لیشد قوائمه ولیلقه علی شقه الأيسر، و لیوجهه نحو القبلة، و لیسم اللہ تعالیٰ علیہ، و الذبح بما قلنا أسهل علی الحيوان وأقرب إلى راحتہ (بدائع الصنائع ۴/۱۸۸ کتاب الذبائح والصیود، فصل فی بیان شرط حل الأكل فی الحيوان المأكول، أما ما يستحب من الذکاة وما یکره منها)

ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانا اور شکار جب

پانی پینے کے لیے تالاب پر آئے تو گولی مارنا

سوال: (۵) ذبح کرنا ان جانوروں کو جو اہلی اور حلال ہیں، بلا دکھائے پانی اور دانہ کے درست ہے یا نہ؟ اور جو جانور صحرائی ہیں جیسے ہرن جب کہ وہ گرمی میں کسی تالاب پر پانی پینے کے لیے آویں، اور وہ پانی پینے بھی نہ پاویں، اور شکاری اس کو گولی سے مار دیوے جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۱/۴۹۲) **الجواب:** پلے ہوئے جانوروں میں یہ بہتر ہے کہ پانی وغیرہ پیا سے جانوروں کو قبل ذبح پلا دیا جاوے جیسا کہ قربانی میں کرتے ہیں، لیکن ہرن وغیرہ کے شکار میں اس کا لحاظ دشوار ہے، اور اس لیے کہ اس کا حکم شریعت میں نہیں ہے، پس اگر قبل پانی پینے کے گولی ماری تو اس میں کچھ مؤاخذہ اور معصیت شکاری پر نہیں ہے۔

نحر کے معنی اور اونٹ کو نحر کے بجائے ذبح کرنا

سوال: (۶) شتر یعنی اونٹ کو نحر کس طور کیا جائے؟ کیونکہ اس ملک میں نحر کرنے کا کوئی رواج بھی نہیں، اور نہ کبھی اونٹ کو یہاں کے دیہات میں کسی نے قربانی کیا ہے، اگر اونٹ کسی کا تقدیر الہی سے مرنے لگے تو اس کو ذبح کیا جائے یا نحر؟ اگر ذبح کیا جائے تو کس طرح؟ آیا مثل گائے بھینس وغیرہ کے ایک جگہ سے یا کہ سہ جگہ سے؟ اور اگر نحر کیا جائے تو کس طرح پر؟ اس کی پوری وجہ و ترتیب مفصل کتب معتبرہ فقہ وحدیث سے بیان فرمائے۔ (۱۳۳۴-۳۳/۵۴۲) **الجواب:** شامی میں نحر اہل کی تفسیر اس طرح کی ہے: قوله: (وَحُبَّ نَحْرِ الْإِبِلِ) النحر: قطع العروق في أسفل العنق عند الصدر والذبح قطعها في أعلاه تحت اللحيين إلخ (۱) یعنی نحر کے معنی یہ ہیں کہ سینہ کے قریب گردن کے نیچے کے حصہ پر عروق قطع کی جائیں إلخ اونٹ میں نحر ہونا مستحب ہے، اگر بجائے نحر کے اونٹ کو بھی ذبح کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے، ذبیحہ حلال ہے، پس جس کو نحر کرنا نہ آتا ہو وہ اونٹ کو بھی ذبح کر دے۔ فقط

راحت کے لیے ذبح کے بعد ذبیحہ کا سینہ کھولنا

سوال: (۷) عید الاضحیٰ میں جو گائے قصاب ذبح کرتے ہیں وہ بعد ذبح کے گائے کا سینہ کھولتے ہیں چھری سے جس سے گائے جلد مر جاتی ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ اگر سینہ نہ کھولیں تو دیر میں مرتی ہے اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۲۰۶) ھ

الجواب: حدیث شریف میں فلیرح ذبیحتہ (۱) کا لفظ وارد ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ذبیحہ کو جس میں راحت ہو وہ امر کرنا چاہیے، پس اگر اس میں ذبیحہ کو راحت ہو بوجہ جلد مر جانے کے، تو اس میں یعنی سینہ کھولنے میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔

ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے تک ذبیحہ کو دبائے رکھنا

سوال: (۸) چوپایہ جانور یا پرند بعد ذبح تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا جائے یا دبایا جائے؟ (۱۳۳۷/۱۰۶۴) ھ

الجواب: جانور کو ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال اتارنا اور صاف کرنا وغیرہ مکروہ لکھا ہے۔ کما فی الدر المختار: وکرہ کل تعذیب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أي تسکن عن الاضطراب وهو تفسیر باللازم إلخ (۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ جانور کے ٹھنڈا ہونے اور سکون سے پہلے سر علیحدہ نہ کیا جائے اور کھال نہ نکالی جائے وغیرہ، غرض یہ ہے کہ قبل سکون یہ کام نہ کیے جائیں، باقی اگر اس کو ٹھنڈا ہونے تک دبائے رکھیں تاکہ تلویث نہ ہو درست ہے۔ فقط

(۱) عن شداد بن أوس رضي الله عنه قال: ثنتان حفظتهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله تعالى كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته؛ فليرح ذبيحته (الصحيح لمسلم ۱۵۲/۲ کتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة)

(۲) الدر مع الشامی ۳۵۸/۹ کتاب الذبائح.

سوال: (۹) مرغ کو جب ذبح کیا جائے تو بعد ذبح کرنے کے اس کو چھوڑ دیا جائے؟ یا جب تک اس میں جان رہے تو نہ چھوڑا جائے؟ (۱۳۳۲-۳۳/۵۴۲)

الجواب: مرغ کو اگر بعد ذبح کرنے کے چھوڑ دیا جائے کچھ حرج نہیں ہے، لیکن اگر خون کی چھینٹیں آنے اور پھیلنے کا خیال ہو (تو) بہتر یہ ہے کہ نہ چھوڑے۔

ذبح کرنے کے بعد جانور کو آگ میں تپانا

سوال: (۱۰) جانور حلال کو ذبح کر کے اگر اس پر آگ جلائی جائے تو اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۸۲)

الجواب: اس کا حکم شامی میں فتح القدیر سے یہ منقول ہے کہ اگر وہ جانور آگ میں اتنی دیر تک چھوڑا جاوے کہ حرارت اندر تک پہنچ جائے کہ امعاء وغیرہ کی نجاست کا اثر گوشت میں آ جاوے تو اس کا کھانا ناجائز ہے اور وہ ناپاک ہے، اور اگر تھوڑی دیر آگ میں چھوڑا جاوے کہ حرارت کا اثر جلد اور بال تک رہے اندر تک نہ پہنچے؛ تو وہ پاک ہے اور کھانا اس کا درست ہے (۱) بصورت شک بہتر ہے کہ نہ کھایا جاوے، بہر حال آئندہ اس فعل کو چھوڑ دینا چاہیے، آگ اس کے اوپر نہ جلائی جاوے۔

بطخ اور مرغابی کے پردور کر کے کھال کے ساتھ آگ پر بھوننا

سوال: (۱۱) شکاریان اکثر جانور مثل بط و مرغابی وغیرہ کے پردور کر کے بہ وجہ چربی کھال نہیں اتارتے، بلکہ اس کو آگ پر بھون لیتے ہیں، ایسے شکار کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۱/۱۵۵۳)

الجواب: اس طرح کھانا شکار وغیرہ کا شرعاً درست ہے؛ لیکن آگ میں اتنا نہ رکھے کہ اس کے

(۱) وكذا دجاجة ملقاة حالة على الماء للنتف قبل شقها فتح. وفي الشامي قوله: (وكذا دجاجة إلخ) قال في الفتح: إنها لا تطهر أبداً، لكن على قول أبي يوسف تطهر. والعلة — والله أعلم — تشربها النجاسة بواسطة الغليان لكن العلة المذكورة لا تثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل منهما غير متحقق في السميطة حيث لا يصل إلى حد الغليان ولا يترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى ظاهر الجلد لتحل مسام الصوف إلخ (الرد ۱/۴۷۱-۴۷۲ كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قبيل فصل الاستنجاء)

اندر تک اثر پہنچے جس کی وجہ سے امعاء کی نجاست کا اثر گوشت میں آ جاوے، اور بہتر ہے کہ ویسے ہی پر اکھاڑ دے، آگ میں نہ جھلے (۱) فقط

مرغ کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈالنا

سوال: (۱۲) اگر مرغ را ذبح کردہ شکم پارہ ساختہ بآب شستہ، بعد آں آب گرم چناں براں ریزند کہ ریشہا بہ آسانی برآیند؛ حلال است یا نہ؟ (۱۱۴۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر شکم چاک ساختہ امعاء وغیرہ خارج کردہ و بآب شستہ در آب گرم بدارند، البتہ گوشت نجس نیست، و اگر قبل اخراج امعاء وغیرہ آب گرم بر آں ریزند، در آن تفصیل است کہ اگر آں قدر در آب گرم بدارند کہ تشرب و دخول حاصل شود و اثر نجاست در لحم سرایت کند، نجس خواهد شد و الا لا۔ کما قال فی الشامی: لكن العلة المذكورة لا تثبت ما لم يمكث اللحم بعد الغليان زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم إلخ (۲)

ترجمہ: سوال: (۱۲) اگر مرغ ذبح کر کے پیٹ چیر کر پانی سے دھویا، اس کے بعد گرم پانی میں ڈالا کہ اس کے بال و پر آسانی سے نکل جائیں؛ حلال ہے یا نہ؟

الجواب: اگر پیٹ چیر کر انتڑیاں وغیرہ نکال کر پانی سے دھو کر گرم پانی میں ڈالا گیا ہے؛ تو گوشت ناپاک نہیں ہے، اور اگر انتڑیاں وغیرہ نکالنے سے پہلے پانی میں ڈالا تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر اتنے وقت تک پانی میں رکھا کہ تشرب (جذب) اور دخول حاصل ہو، اور ناپاکی کا اثر گوشت میں سرایت کر جائے؛ تو ناپاک ہے، ورنہ نہیں، جیسا کہ شامی کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے۔

ذبح کرتے وقت سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ وغیرہ پڑھنا

سوال: (۱۳) اگر کوئی ناواقف ذبح کرنا نہ جانتا ہو، اور ذبح کرنے کے وقت الحمد قل ہو

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین للعلامة محمد أمين الشامي ۴۷۲/۱ کتاب الطهارة، باب الانجاس، قبیل فصل الاستنجاء.

اللہ اور پانچوں کلمے اور آمنت باللہ پڑھ کر ذبح کر دے، تو ذبیحہ حلال ہے یا مردار؟ (۱۷۹/۱۳۳۵ھ)
الجواب: ذبیحہ حلال ہے، کیوں کہ اللہ کا نام ان سب میں موجود ہے اور یہی شرط ہے۔

ذبح کے وقت پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا بسم اللہ اکبر؟

سوال: (۱۴) بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنے سے ذبح ہوتا ہے یا پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں؟ بعض پوری بسم اللہ پڑھنے سے ذبح کے وقت منع کرتے ہیں۔ (۸۶۳/۱۳۳۳ھ)
الجواب: ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا چاہیے یہ سنت ہے، اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر ذبح کرے گا تب بھی جانور حلال ہو جائے گا، لیکن بہتر اور سنت وہی ہے جو پہلے گزرا۔ فقط

پلے ہوئے کبوتر یا مرغی کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارنا

سوال: (۱۵) پلے ہوئے کبوتر یا مرغی اگر ضرورت کے وقت ہاتھ نہ آئے، تو بسم اللہ کہہ کر تیر وغیرہ مارا اور وہ مر گیا، تو کھانا حلال ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)
الجواب: پلے ہوئے کبوتر اور مرغی میں ذبح ہی کا حکم ہے، تیر وغیرہ سے مارنے سے بلا اضطرار حلال نہیں ہوتے۔ ولا بد من ذبح صید مستأنس، لأن ذكاة الاضطرار إنما يصار إليها عند العجز عن ذكاة الاختيار (۱) (درمختار)

غلط تلفظ کے ساتھ بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنا

سوال: (۱۶) اگر کوئی جاہل غیر محتاط جو نماز کا بھی پابند نہ ہو غلط تلفظ کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے تو ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۲۹۱/۱۳۴۱ھ)
الجواب: اگر بِسْمِ اللّٰهِ اَكْبَرُ اس نے کہہ دیا ہے تو ذبیحہ حلال ہے۔ فقط

ذبح کی پوری نیت معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال: (۱۷) کسی کو پوری نیت ذبح کرنے کی معلوم نہ ہو، صرف بِسْمِ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہہ کر

ذبح کر لیا، تو جائز ہے یا نہ؟ (۴۴/۱۲۸-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صرف بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔

مسلمان کا تکبیر پڑھنا اور غیر مسلم کا ذبح کرنا

سوال: (۱۸) محمد عیسیٰ نے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر تکبیر پڑھی، اور ایک غیر مسلم سے گائے ذبح کرائی، یہ ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گائے کا گوشت حلال ہے یا نہیں؟ (۴۶/۶۳۳-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ذبح کرنے والا جب کہ مسلمان نہیں ہے اور اس نے خود تکبیر نہیں پڑھی تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور محمد عیسیٰ کا تکبیر پڑھنا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ جو شخص ذبح کرے وہ مسلمان ہو یا کتابی ہو اور وہی تکبیر پڑھے، یعنی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، تمام کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ درمختار میں ہے: و شرط كون الذابح مسلماً أو كتابياً، ذمياً أو حربياً فتحل ذبیحتہما (۱) بہر حال ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی ہو یعنی یہودی یا نصرانی ہو، اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کرے (۲) اس وقت ذبیحہ حلال ہوتا ہے۔ فقط

جو جانور صحیح طریقے پر ذبح نہ ہوا ہو اس کو دوبارہ ذبح کرنا

سوال: (۱۹) عادت ہے کہ جب جانور کو ذبح کرتے ہیں تو حلقوم کاٹ کر مری کاٹتے ہیں، مگر اتفاق ایسا ہوا ہے کہ جب زید جانور کو ذبح کرنے لگا تو حلقوم اور مری کو نہیں کاٹا بلکہ گوشت محازی حلقوم اور مری کے کٹ گیا اور حلقوم اور مری مسلم بچ گئے، اور جانور کو زندہ پا کر دوبارہ ذبح کیا جس میں حلقوم اور مری ہر دو کٹ گئے اور خون بھی آیا، ذبح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ (۴۲/۱۷۱-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ذبح ثانی صحیح ہوا اور ذبیحہ حلال ہے۔ فی الدر المختار: و إن علّمت حیاتها وإن

قلت وقت الذبح أكلت مطلقاً إلخ (۳) وفيه أيضاً: وسيجىء أنه يكفى من الحياة قدر ما يبقى

(۱) الدر مع الرد ۳۵۸/۹ - ۳۵۹ کتاب الذبائح .

(۲) وفيها تشترط التسمية من الذابح حال الذبح (الدر المختار مع رد المحتار ۳۶۵/۹ کتاب

الذبائح)

(۳) الدر المختار مع الشامي ۳۷۴/۹ کتاب الذبائح .

في المذبوح. وفي الشامي: والمختار أن كل شيء ذبح وهو حي أكل، وعليه الفتوى (۱)

اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کرنا

سوال: (۲۰) ایک شخص وقت ذبح گائے بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کے؟ لفظ ”اللہ اکبر شریعت ہے“ کہتا ہے، کیا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ذبح کے وقت مسنون و مستحب یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے، اگر اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کیا، اگرچہ ذبیحہ حلال ہے مگر ایسا نہ کہنا چاہیے اچھا نہیں ہے، اگر صرف اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے تب بھی درست ہے۔ قولہ: (والشرط في التسمية هو الذکر الخالص) بأي اسم كان مقروناً بصفة كالله أكبر أو أجل أو أعظم الخ (۲) (شامی) والمستحب أن يقول: بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ بلا واو إلخ (۳) (درمختار) وفي الشامي: قال الزيلعي: حتى إذا سمي واشتغل بعمل آخر من كلام قليل أو شرب ماء أو أكل لقمة أو تحديد شفرة ثم ذبح يحل إلخ (۴)

اس اخیر عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں ذبیحہ حلال ہے، مگر اس طرح کہنا خلاف سنت ہے، اس وجہ سے مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

جس کا داہنا ہاتھ نہیں اس کا بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا

سوال: (۲۱) ایک شخص مسائل ذبح سے واقف ہے، لیکن اس کا داہنا ہاتھ نہیں، بائیں ہاتھ سے ذبح کرتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ذبیحہ حلال اور جائز ہے۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۵۶/۹-۳۵۷ أوائل کتاب الذبائح .

(۲) رد المحتار ۳۶۴/۹ کتاب الذبائح .

(۳) الدر المختار مع الشامي ۳۶۵/۹ کتاب الذبائح .

(۴) حاشیة ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۳۶۶/۹ کتاب الذبائح .

ذباح کا با وضو ہونا ضروری نہیں

سوال: (۲۲) تارک صوم و صلاۃ مسلمان کو جانور ذبح کرنے کے وقت با وضو اور با طہارت ہونا ضرور ہے یا نہ؟ اگر با طہارت نہ ہو تو ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۰۳ھ)

الجواب: مسلمان تارک صوم و صلاۃ بلا وضو و طہارت نے اگر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر جانور ذبح کیا تو وہ بھی حلال ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ذباح نمازی اور با طہارت ہو۔

مسلمان کا ہندو کے واسطے مرغ یا بکر اذبح کرنا

سوال: (۲۳)..... (الف) ایک ہندو گوشت کھاتا ہے، اس نے اپنا مرغ یا بکر کسی مسلمان سے ذبح کرایا، ذبح کر دینا جائز ہے یا کیا؟ اور ایسے ذبیحہ کا لحم مسلمان کو کھانا جائز ہے یا کیا؟ جب کہ وہ مالک خوشی سے بلا قیمت دیوے۔

(ب) ایک اہل ہندو کا بکر اقرب المرگ ہے یا ضعیف بے کار ہے، مالک کہے کہ اس کو ذبح کر دو، تو اس کو ذبح کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۹۵۵ھ)

الجواب: (الف) ذبح کرنا اس کا جائز ہے اور اس کا گوشت کھانا بھی مسلمان کو درست ہے۔
(ب) ذبح کر دینا چاہیے۔

اجرت لے کر ذبح کرنا

سوال: (۲۴) جو لوگ صوم و صلاۃ کے پابند نہیں اور اجرت لے کر ذبح کرتے ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۰۰۴ھ)

الجواب: اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، اور اجرت لے کر ذبح کرنا اگرچہ اچھا نہیں ہے، لیکن وہ ذبیحہ حلال ہے۔

فوق العقد ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۲۵) اگر عقدہ مذبوحوہ در وقت ذبح زیر فقہ شود، پس علمائے بلاد مایان دریں مسئلہ مختلف

است، بعض می گویند کہ مذبوحہ مذکور حلال است، و بعض می گویند کہ حرام است، پس مذہب حنفیہ دریں امر و حکم مفتی بہ و لائق بالا احتیاط دریں مسئلہ چیست؟ جواب مع حوالہ کتاب تحریر فرمائید۔

(۱۵۶۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: علامہ شامی آں چہ تحقیق کردہ است این است کہ اگر از ذبح فوق العقدہ قطع عروق ذبح یافتہ شود، ذبیحہ حلال خواہد شد، و عبارتہ ہکذا: و التحریر للمقام أن يقال: إن كان بالذبح فوق العقدہ، حصل قطع ثلاثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الهداية تبعاً للرسغفنی و إلا فالحق خلافه (۱) و روایت امام رستغفنی این است: فتحل سواء بقيت العقدہ مما يلي الرأس أو الصدر، لأن المعبر عندنا قطع أكثر الأوداج وقد وجد إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۲۵) اگر ذبح کے وقت عقدہ مذبوحہ رفقہ کے نیچے ہو، تو ہمارے علاقہ کے علماء کا اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں ذبیحہ مذکور حلال ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ حرام ہے، پس اس امر میں حنفیہ کا مذہب اور اس مسئلے میں مفتی بہ حکم اور لائق احتیاط کیا بات ہے؟ جواب مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

الجواب: علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ میں عروق ذبح قطع ہو جائیں تو ذبیحہ حلال ہے۔

سوال: (۲۶) ایک شخص حلال جانور کو ذبح کرتا ہے، مگر ذبح کرتے وقت غلطی سے جانور کا گلا گندہ سے ادھر کاٹتا ہے، کیا وہ جانور مذبوحہ قطعاً حرام ہے یا مکروہ یا جائز ہے بلا کراہت؟ بینوا تو جروا۔

(۱۶۸۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں یہ نقل کیا ہے کہ اگر ما فوق العقدہ ذبح کرنے میں عروق ذبح قطع ہو جائیں تو ذبیحہ حلال ہے۔ فقط

سوال: (۲۷) ذبح فوق العقدہ میں ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ (۸۳۳/۱۳۳۰ھ)

الجواب: روایات اس بارے میں مختلف ہیں اور فیصلہ یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ میں اکثر عروق

(۱) رد المحتار ۹/۳۵۶ أوائل کتاب الذبائح .

(۲) الشامی ۹/۳۵۵ أوائل کتاب الذبائح .

ذبح قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے، اور بعض اہل تجربہ ایسا کہتے ہیں کہ قطع ہو جاتی ہیں۔ شامی میں ہے: لكن رواية الإمام الرستغني تخالف هذه، حيث قال: هذا قول العوام وليس بمعتبر، فتحل سواء بقيت العقدة مما يلي الرأس أو الصدر، لأن المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج وقد وجد إلخ (۱) اور اس میں یسر بھی ہے اور حدیث: الذبح ما بين اللبة واللحين (۲) کے بھی مطابق ہے۔ فقط سوال: (۲۸) ذبح فوق العقدہ میں ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۴۰/۱۳۱۹ھ)

الجواب: حنفیہ کے اس بارے میں دو قول ہیں، اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے، پس فیصلہ یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ میں تین رگیں عروق ذبح میں سے قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے، ورنہ نہیں، اور تجربہ والوں سے معلوم ہوا ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اکثر عروق ذبح قطع ہو جاتی ہیں، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ تحت العقدہ ذبح کیا جاوے تاکہ کچھ اختلاف نہ رہے۔ شامی میں ہے بعد نقل کرنے اقوال مختلفہ کے: أقول: والتحرير للمقام أن يقال: إن كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الهداية تبعاً للرستغني وإلا فالحق خلافه، إذ لم يوجد شرط الحل باتفاق أهل المذهب ويظهر ذلك بالمشاهدة أو سؤال أهل الخبرة (۳) فقط

(۱) الشامي ۳۵۵/۹ أوائل كتاب الذبائح .

(۲) قال الزيلعي في نصب الراية قال عليه السّلا: "الزكاة ما بين اللبة واللحين" قلت غريب بهذا اللفظ؛ وأخرج الدار قطني في سننه عن سعيد بن سلام العطار ثنا عبد الله بن بديل الخزاعي عن الزهري عن سعيد بن المسيّب عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم بديل بن ورقاء الخزاعي على جمل أورك، يصيح في فجاج منى: "ألا إن الذكاة في الحلق واللبة انتهى". قال في "التنقيح": هذا إسناد ضعيف بمرة، وسعيد بن سلام أجمع الأئمة على ترك الاحتجاج به، وكذبه ابن نمير، وقال البخاري: يذكر بوضع الحديث، وقال الدار قطني: يحدث بالأباطيل، متروك، انتهى. وأخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" موقوفاً على ابن عباس، وعلى عمر: الذكاة في الحلق واللبة انتهى (نصب الراية لأحاديث الهداية ۱۸۵/۲ كتاب الذبائح، الحديث السادس، وسنن الدار قطني ۱۸۸/۲ كتاب الأشربة وغيرها، رقم الحديث: ۴۷۰۹، المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(۳) رد المحتار ۳۵۶/۹ أوائل كتاب الذبائح .

جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنا

سوال: (۲۹) ہمیشہ سے تمام مذبح میں گائے بیل کے پیر باندھ کر ذبح کیا جاتا تھا، اب سرکاری جانب سے یہ حکم ہوا ہے کہ جس گائے بیل کو ذبح کیا جاوے پہلے ایک آلہ جو مانند ہتوڑے کے ہے جس میں ایک اسپرنگ لگی ہوئی ہے، اس میں سے ایک سوزن (سوئی) نکل کر جانور کے دماغ کے عصبہ حائے پر جا لگتی ہے، جس سے جانور بے ہوش ہو جاتا ہے، اسی بے ہوشی کی حالت میں ذبح کرنے کا حکم ہوا ہے، اس طرح ذبح کرنے میں کوئی حرج شرعی تو نہیں ہے یا ہے؟ (۳۲/۲۱۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طرح ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے، شرط حلت ذبیحہ کی یہ ہے کہ وقت ذبح کے اس کی حیات متحقق ہو، اور ظاہر ہے کہ وہ جانور اس فعل سے مردہ نہیں ہوتا۔ و إن علمت حیاتها و إن قلت وقت الذبح أكلت مطلقاً بكل حال (درمختار) قوله: (بكل حال) سواء وجدت تلك العلامات أو لا (۱) (شامی جلد: ۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

ذبح کے وقت شکار نہ حرکت کرے نہ خون نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰) چڑیوں کے شکار میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درخت سے زندہ گرتی ہیں اور چاقو حلق پر رکھتے وقت یقینی جان ہوتی ہے، مگر ذبح کے وقت خون نہیں آتا اور نہ بعد ذبح کسی قسم کی حرکت وغیرہ ہوتی ہے، اور کبھی چاقو حلق پر رکھنے سے پہلے مردہ معلوم ہوتی ہیں، مگر بعد ذبح خون بھی آ جاتا ہے اور حرکت بھی ہوتی ہے، ان صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۳۲/۱۰۷۵-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر ذبح کے وقت جان یقیناً ہے تو ذبیحہ حلال ہے اگرچہ حرکت نہ ہو۔ اور خون نہ نکلے، درمختار میں ہے: و إن علم حیاته حلت مطلقاً و إن لم تتحرك ولم يخرج الدم (۲) (درمختار)

ذبح کے وقت بیمار جانور یا شکار حرکت کرے یا خون نکلے تو ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۳۱) اگر مریض جانور ذبح کیا جائے اور وہ پاؤں کونہ ہلائے، تو پھر کس طرح معلوم کیا

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۳۷۴/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر مع الرد ۳۷۴/۹ کتاب الذبائح .

جائے کہ یہ جانور وقت ذبح زندہ تھا؟ اور فقہائے کرام نے خروج دم جو علامت فرمائی ہے اس کا اندازہ و مقدار کیا ہے؟ اور خون کا کونسا رنگ دال بر حیات ہے؟ (۳۵/۴۶۸-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بوقت ذبح کرنے کے اس جانور کا زندہ ہونا معلوم ہے، تو پھر نہ حرکت کی ضرورت ہے نہ خروج دم کی، اور اگر زندہ ہونا اس کا معلوم نہ ہو تو پھر حرکت یا خروج دم ان میں سے اگر ایک بھی پایا گیا ذبیحہ حلال ہے، مگر وہ حرکت نہ ہو جو دلیل حیات نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: ذبح شاة مريضة فتحرکت وفي الشامي: أي بغير نحو مد رجل وفتح عين مما لا يدل على الحياة. أو خرج الدم. وفي الشامي: أي كما يخرج من الحي (شامي) حلت وإلا لا، إن لم تدر حياته عند الذبح، وإن علم حياته حلت مطلقاً وإن لم تتحرك ولم يخرج الدم إلخ (۱) (در مختار) وهذا عين ما قلنا.

سوال: (۳۲)..... (الف) اگر شکار کو ذبح کرتے وقت خون اس قدر نکلا کہ بہہ گیا، مگر جانور نے کسی قسم کی حرکت نہیں کی وہ جانور حلال ہے یا نہیں؟

(ب) شکار کو ذبح کرتے وقت خون نہیں نکلا، مگر جانور نے حرکت کی، یہ ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲۶/۷۹۴-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) وہ جانور حلال ہے اس کا کھانا درست ہے (۲) (در مختار)

(ب) یہ بھی حلال ہے کیونکہ کتب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر جانور حرکت کرے، یا خون نکلے، دونوں

صورتوں میں وہ جانور حلال ہے۔ ذبح شاة مريضة فتحرکت أو خرج الدم حلت (۲) (در مختار)

ذبح کے وقت جانور کی صرف دو رگیں کٹیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا

سوال: (۳۳) ذبح کرتے وقت جانور کا حلقوم اور مری ہر دو رگیں قطع نہیں ہوتیں، صرف

دونوں شہ رگیں کٹی ہیں، آیا ایسا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ (۸۱۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کتب معتبرہ حنفیہ میں یہ تصریح ہے کہ عروق ذبح میں سے جو کہ چار ہیں حلقوم و مری

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۷۳/۹-۳۷۴ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۳۷۳/۹-۳۷۴ کتاب الذبائح .

اور ود جان ان میں سے اگر اکثر یعنی تین قطع ہو جائیں تو ذبیحہ حلال ہے، ورنہ حرام ہے پس جس جانور کی دو رگیں قطع ہوئیں اور دو قطع نہ ہوئیں وہ حلال نہ ہوگا کذا فی الشامی والدرا المختار وغیرہما (۱) فقط

دو رگیں کٹنے کے بعد جانور بھاگ گیا پھر دوسرے

شخص نے پکڑ کر بقیہ رگیں کاٹیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴) زید گائے کو ذبح کرنے لگا تھا کہ دو رگیں حلقوم و مری منقطع ہوئیں کہ گائے زید سے زور کر کے مذبح سے بھاگ گئی، بکرنے گائے کو پکڑ کر بقیہ دو رگیں بہ تکبیر جدید کاٹی یعنی دو ذابح کے ہاتھ سے ذبح ہوئی، ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں ذبیحہ حلال ہے۔ لوجود التسمیة من کل من الذابحین۔

حلقوم کاٹتے وقت جانور زندہ ہو اور بقیہ رگیں کاٹتے

وقت بالکل مردہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۵) اگر مذبح کی حیات بہ وقت ذبح یعنی بہ وقت کاٹنے حلقوم کے پائی جائے اور بہ وقت کاٹنے مری اور ود جان کے بالکل مردہ ہو جائے، تو ایسا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۹۵/۱۳۳۲ھ)

الجواب: جب کہ خون نکلا ذبیحہ حلال ہے۔

بلی سے مرغی چھڑا کر ذبح کی اور خون

ایک منٹ کے بعد نکلا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶) مرغی کو بلی نے پکڑا، بلی سے لوگوں نے چھڑا لیا، اور ذبح کر لیا، مگر اس نے ایک

(۱) و ذکاة الاختیار ذبح بین الحلق واللبة وعروقه: الحلقوم والمری والودجان وحلّ المذبوح بقطع أي ثلاث منها، إذ للأكثر حکم الكل وفي الشامی: لأن المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج (الدرا والرد ۹/۳۵۵-۳۵۶ أوائل کتاب الذبائح)

منٹ کے بعد خون دیا، حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۳۳ھ)

الجواب: اگر بوقت ذبح کرنے کے اس میں حس و حرکت تھی یا خون نکلا تو حلال ہے، ایک منٹ کے بعد خون نکلنا بھی کافی ہے۔

بلی یا غیر شکاری کتے نے مرغے کا سر جدا کر دیا پھر

زندگی کی حالت میں ذبح کیا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۷) ایک مرغے کا سر بلی یا کتے غیر شکاری نے کاٹ کر بالکل جدا کر دیا، اور باقی کو زندگی کی حالت میں ذبح کیا گیا، تو یہ مذبحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۶۱۴ھ)

الجواب: قال في الشامي عن البزازیة: ولو انتزع رأسها وهي حية تحل بالذبح بين اللبۃ واللحین إلخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ حلال ہے۔ فقط

اس مرغی کے ذبح کرنے کا طریقہ جس کی گردن بلی نے جدا کر دی ہے

سوال: (۳۸) بلی نے ایک مرغی کو پکڑ کر اس کی گردن جدا کر دی، بعد جدا ہونے گردن کے مرغی تھوڑی دیر زندہ رہی، شرعاً اس کے ذبح کرنے کی کیا صورت ہے؟ (۱۳۳۵/۱۵۶۵ھ)

الجواب: اگر سر جدا کرنے کے بعد محل ذبح باقی رہے، اور وہ زندہ رہی تو ذبح کرنے سے حلال ہو سکتی ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: و لو انتزع رأسها وهي حية، تحل بالذبح بين اللبۃ واللحین إلخ (۲)

سوال: (۳۹) ایک مرغی کا سر بلی نے علیحدہ کر دیا، اب اس کو کس طرح ذبح کریں؟

(۱۳۳۷/۱۵۶۵ھ)

الجواب: شامی میں ہے بزازیہ سے: شاة قطع الذئب أو دأجها وهي حية لاتذکی لفوات

(۱) حاشیة ابن عابدین للعلامة محمد أمين الشامي ۳۷/۹ کتاب الذبائح .

(۲) ردالمحتار للعلامة محمد أمين الشامي ۳۷/۹ کتاب الذبائح .

محل الذبح، ولو انتزع رأسها وهي حية تحل بالذبح بين اللبة واللحين إلخ (۱) حاصل یہ ہے کہ اگر بعد علیحدہ ہونے سر کے محل ذبح باقی رہے اور عروق ذبح موجود ہوں، اور وہ زندہ ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

شکار کردہ جانور کا زیادہ حصہ درندہ نے چبا لیا ہو،

مگر جانور زندہ ہے تو ذبح سے حلال نہیں ہوگا

سوال: (۴۰) درندہ کا ایسا شکار کردہ کہ جانور کے جسم کا زیادہ حصہ درندہ نے چبا لیا ہو، مگر جانور زندہ ہے، بعد الذبح وہ حلال ہے یا نہ؟ (۱۳۲۵-۴۴/۱۲۸ھ)
الجواب: نہیں۔ فقط

شیر یا چیتے نے جس جانور کا گلا زخمی کر دیا ہے

وہ ذبح کرنے سے حلال ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۱) ایک حلال جانور کو جنگل میں شیر یا چیتے نے اس کے گلے میں زخم کر دیا، لوگوں نے اس کو چھڑا لیا، اگر دو چار مہینے کے بعد اس کو ذبح کر لیا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۲/۱۸۱۷ھ)
الجواب: وہ جانور ذبح کرنے سے حلال ہو جائے گا۔ فقط

جو جانور کنویں میں گر گیا اور ذبح کرنا دشوار ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: (۴۲) گائے یا بھینس یا بکری اگر کنویں میں گر جاویں، اور ذبح کرنا اس کا دشوار ہو، تو ایسی حالت میں کیا کیا جاوے؟ اور وہ جانور کس طرح حلال ہو؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۳۸ھ)

الجواب: گائے یا بھینس وغیرہ اگر کنویں میں گر جاویں، اور زندہ نکلنا اس کا دشوار ہو اور ذبح کرنا متعذر ہو، تو کسی جگہ (تسمیہ کے ساتھ) زخم کر دیا جاوے کہ اسی زخم سے وہ مر جاوے، پس کھانا اس کا

حلال ہے، اور یہ زخم لگانا قائم مقام ذبح کے ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر یہ امشبہ ہو کہ اسی زخم سے مرا ہے یا نہیں؛ تب بھی حلال ہے و کفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فی جرح کصید أو تعذر ذبحه کأن تردی فی بئر (درمختار) قوله: (کأن تردی فی بئر) أي سقط وعلم موته بالجرح أو أشکل، لأن الظاهر أن الموت منه وإن علم أنه لم يمت من الجرح لم يؤکل، وكذا الدجاجة إذا تعلقت على شجرة وخيف فوتها فذکاتها الجرح زیلعی (۱) (شامی)

(ترجمہ): اور کافی ہے زخمی کرنا چہار پایہ مثل گائے، بھینس اور بکری کا جو وحشی ہو گیا، سو اس کو زخمی کر دیا جاوے مانند شکار کے، یا دشوار ہو ذبح کرنا اس کا جیسا کہ کوئی جانور کنویں میں گر گیا (درمختار) اور جانا گیا مرنا اس کا اس زخم سے، یا مشتبہ ہوا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اسی زخم سے مرا، اور اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ اس زخم سے نہیں مرا تو نہ کھایا جاوے، یعنی وہ حلال نہیں، اور اسی طرح مرغ اگر درخت پر جا پھنسا اور اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو اس کا ذبح کرنا بھی یہی ہے کہ اس کو زخمی کر دیا جاوے زیلعی (شامی) فقط

بندوق کی گولی لگنے سے شکار کا سرکٹ جائے یا

ذبح کے وقت سر علیحدہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳) شکاری نے شکار کے بندوق لگائی، جانور کا سراڑ گیا اور وہ زندہ ہے، یا تھوڑے سے چڑے میں سر لگا رہ گیا، یا بہ وقت ذبح کرنے کے سر علیحدہ ہو گیا، تو ان صورتوں میں ان جانور کا کیا حکم ہے؟ (۶۶۴/۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بندوق کی گولی چھرے سے جو جانور شکار کیا جائے، جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے حلال نہیں ہوتا، اگر گولی چھرا مارا جس سے جانور مر گیا، یا سراڑ گیا، تو وہ حلال نہیں ہے (۲) اور اگر جانور زندہ رہا اور ذبح کی رگیں موجود اور باقی ہیں، تو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اگر ان رگوں کو کاٹ دیا جائے

(۱) الدر المختار والشامی ۳۶۷/۹ کتاب الذبائح .

(۲) قال قاضي خان : لا يحل صيد البندقة (الشامی ۵۷/۱۰ کتاب الصيد)

تو حلال ہے (۱) اور اگر جانور کو ذبح کرتے وقت چھری تیز چل گئی اور سر علیحدہ ہو گیا، یا حرام مغز تک پہنچ گیا تو ذبیحہ حلال ہے، مگر یہ فعل مکروہ ہے ایسا کرنا قصداً نہ چاہیے، ہکذا فی کتب الفقہ (۲)

ہر قسم کی چھری سے جس سے رگیں کٹ جائیں ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۴۴) ذبح کرنے کے واسطے چھری کیسی ہونی چاہیے؟ اگر دستہ لکڑی کا اور سوراخ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور تکبیر بھی باقاعدہ پڑھی جاوے؟ اور اگر دستہ لوہے کا ہو اور سوراخ اس میں نہ ہو تو ذبح کرنا اس چھری سے کیسا ہے؟ (۱۶۷۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی چھری سے جس کا دستہ لکڑی کا ہو اور سوراخ نہ ہو ذبح کرنا درست ہے، چھری تیز ہونی چاہیے، باقی دستہ چاہے کیسا ہی ہو، شرعاً اس میں کچھ قید نہیں۔ ہکذا فی کتب الفقہ (۳) چھری کیسی ہی ہو، دستہ اس کا لوہے کا ہو یا لکڑی کا، اور سوراخ دستہ میں ہوں یا نہ ہوں، ہر طرح ذبح کرنا اس سے بلا کراہت درست ہے۔ فقط

ہر دھار دار ہتھیار سے ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۴۵) حلال کس کس ہتھیار سے ہو سکتا ہے؟ اس ہتھیار میں تین کیل ہونا ضروری ہیں یا نہیں؟ اور پرند کون کونسا جائز ہے؟ (۳۴۲۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وحل الذبح بكل ما أفرى الأوداج وأنهر الدم أي أساله ولو بنار أو بليطة أي قشر قصب أو مروءة هي حجر أبيض كالسكين يذبح بها إلخ (۴) اس روایت (۱) شاة قطع الذئب أوداجها وهي حية لا تذكى لفوات محل الذبح، ولو انتزع رأسها وهي حية تحل بالذبح بين اللبة واللحين (رد المحتار ۳۷۹/۹ کتاب الذبائح)

(۲) وفي البحر: وكره النخع وقطع الرأس والذبح من القفاء، النخع هو أن يصل إلى النخاع وهو خيط أبيض في جوف عظم الرقبة..... وفي قطع الرأس زيادة تعذيب فيكره (تكملة البحر الرائق، شرح كنز الدقائق ۳۱۱/۹ کتاب الذبائح، قبيل فصل فيما يحل ولا يحل)

(۳) وحل الذبح بكل ما أفرى الأوداج وأنهر الدم أي أساله و لو بنار أو بليطة أي قشر قصب أو مروءة هي حجر أبيض كالسكين يذبح بها (الدر المختار مع الشامی ۳۵۷/۹ کتاب الذبائح)

(۴) الدر المختار مع الشامی ۳۵۷/۹ کتاب الذبائح .

سے معلوم ہوا کہ ہر ایک دھاردار چیز اور دھاردار ہتھیار سے جس سے عروق ذبح قطع ہو جائیں اور خون بہہ جائے ذبح کرنا جائز ہے، اور اس میں تین کیل ہونا ضروری نہیں ہے، اور جو پرند جانور ذی مخلب ہیں اور مخلب یعنی پنچے سے شکار کرتے ہیں، ان کو درمختار میں حرام لکھا ہے (۱) بوجہ حدیث مسلم و ابوداؤد کے۔ شامی میں ہے: والدلیل علیہ أنه صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن أكل كل ذي ناب من السباع و كل ذي مخلب من الطير رواه مسلم و ابوداؤد و جماعة (۲)

بندوق صاف کرنے کی سلاخ یا دھاردار پتھر سے شکار کو ذبح کرنا

سوال: (۴۶) ہرن کو گولی سے مارا، ذبح کرنے کے لیے چاقو موجود نہیں ہے، اگر بندوق کے گز (سلاخ) سے زخم پہنچا کر کسی عضو سے خون بہا دیں، تو ہرن حلال ہوگا یا نہیں؟ اگر لوہے کا گز نہ ہو تو دھاردار پتھر سے تکبیر کہہ کر کسی عضو سے خون بہا دیں، تو بعد مرنے کے جانور حلال ہوگا یا نہیں؟ (۱۸۰/۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وحل الذبح بكل ما أفرى الأوداج وأنهر الدم إلخ و لو بليطة أو مروقة إلخ (۳) پس ہرن جس کو گولی سے شکار کیا، اس کا ذبح کرنا ضروری ہے، اور لوہے کے گز سے ذبح نہیں ہو سکتا، البتہ دھاردار پتھر سے ذبح کر سکتے ہیں۔

مرغی یا کبوتر کو دھاردار ہتھیار سے زخمی کرنا

سوال: (۴۷) پلے ہوئے کبوتر یا مرغی وغیرہ وقت ضرورت جلد ہاتھ نہیں آتے تو اس حالت میں بسم اللہ کہہ کر پتھر یا دھاردار ہتھیار سے مار دے اور مر جاوے؛ تو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۶-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ حکم متفر جانوروں کے لیے ہے جو کسی طرح ہاتھ نہ آویں، مانوس پلے ہوئے کبوتر

(۱) ولا يحل ذوناب يصيد بنابه أو مخلب يصيد بمخلبه أي ظفره (الدر المختار مع الرد ۳۶۸/۹ کتاب الذبائح)

(۲) ردالمحتار ۳۶۸/۹ کتاب الذبائح .

(۳) الدر المختار مع الرد ۳۵۷/۹ کتاب الذبائح .

وغیرہ کے لیے یہ حکم نہیں ہے، مگر جب کہ اس (وحشی ہونے کی) حالت میں پہنچ جاویں (۱) فقط

جس پرندے کو انگلیوں سے چیر کر ذبح کیا ہو اس کا کھانا حرام ہے

سوال: (۴۸) اگر کسی پرند جانور کو ہاتھ سے چیرا گیا ہو، جب کہ کوئی چھری چاقو وغیرہ نہ تھا تو

درست ہے؟ (۱۱۹۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جانور کو کسی تیز دھار دار چیز سے کاٹنا اور ذبح کرنا شرط ہے۔ کما جاء فی الحدیث (۲)

لہذا پرندہ کو جس کو انگلیوں سے چیرا گیا حلال نہیں، اس کا کھانا حرام ہے۔

کلہاڑی مار کر ذبح کرنا

سوال: (۴۹) اگر کوئی جانور ماکول اللحم بحالت نزع ہو، اور آلہ ذبح موجود نہ ہو، اور کلہاڑی

وغیرہ سے جو تیز نہ ہو اس کو زد (چوٹ) کے ساتھ ذبح کیا جائے، تو مذبوح حلال ہوگا یا نہیں؟ (۳۱۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حلال ہے۔ فقط

میخ سے ذبح کرنا

سوال: (۵۰) میخ سے ذبح کرنا صحیح اور جائز ہے یا نہ؟ (۸۶۳/۱۳۴۳ھ)

(۱) ولا بد من ذبح صید مستأنس لأن ذكاة الاضطرار إنما يصار إليها عند العجز عن ذكاة الاختيار وكفى جرح نعم كبقر و غنم تو حش فيجرح كصيد أو تعذر ذبحه كأن تردى في بئر أو نذ أو صال حتى لو قتله المصول عليه مريدا ذكاته حل . وفي الشامي : وكذا الدجاجة إذا تعلقت على شجرة وخيف فوتها ، فذكاتها الجرح قوله : (مريدا ذكاته) أي بأن سُمي عند جرحه إلخ (الدر المختار و ردالمحتار ۹/۳۶۶-۳۶۷ كتاب الذبائح)

(۲) عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال : قلت : يا رسول الله ! إنا لاقوا العدو غدا وليست معنا مدى ، قال : أعجل أو أرن ما أنهر الدم وذكر اسم الله ، فكل ليس السن والظفر وسأحدثك . أما السن فعظم وأما الظفر فمدى الحبش قال : وأصبنا نهب إبل و غنم ، فند منها بغير فرماه رجل بسهم فحبسه ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن لهذه الإبل أو ابد كأو ابد الوحش ، فإذا غلبكم منها شيء فاصنعوا به هكذا (الصحيح لمسلم ۲/۱۵۶-۱۵۷ كتاب الأضاحي ، باب جواز الذبح بكل ما أنهر الدم إلا السن والظفر وسائر العظام)

الجواب: درمختار میں ہے: وحل الذبح بكل ما أفرى الأوداج الخ وأنهر الدم إلخ (۱) یعنی ذبح کرنا جانور کو ایسی تیز چیز سے حلال ہے جس سے رگیں کٹ جائیں، اور خون بہے، پس میخ گلے میں گاڑنے سے جانور حلال نہ ہوگا۔

کھرپا سے ذبح کرنا

سوال: (۵۱) ایک ہرنی گولی سے ماری گئی، اس کو شکاری نے کھرپا (۲) سے ذبح کیا، اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب کہ گولی لگنے کے بعد وہ ہرنی زندہ رہی اور اس کو کھرپے سے ذبح کر لیا گیا کہ رگیں گردن کی کٹ گئیں، تو وہ ہرنی حلال ہوگئی، اس کا گوشت کھانا درست ہے۔ فقط

لاٹھی مار کر جان نکالنے سے جانور مردار ہو جاتا ہے

سوال: (۵۲)..... (الف) جس جانور کو لٹھوں سے مار کر جان نکال لی جاوے، اس کا کھانا حلال ہے یا نہ؟

(ب) مرغی، بکری کو بغیر ذبح کے کھانا حلال ہے یا نہ؟ (۱۱۶۱/۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف - ب) بغیر ذبح کے مار کر جان نکالنے سے جانور میتہ یعنی مردار ہو جاتا ہے، اس کا کھانا حلال نہیں ہے (۳) نص قطعی سے حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۲) پس کوئی جانور حلال مثل بکری و مرغی وغیرہ کے بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتے، اور اس کا کھانا درست نہیں ہے۔ فقط

قصائی کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۵۳) ذبح کرنا قصائی یا کسی مقررہ آدمی کا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۳۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۵۷، کتاب الذبائح.

(۲) کھرپا: گھاس کھودنے کا آلہ (فیروز اللغات)

(۳) قال قاضي خان: لا يحل صيد البندقية والحجر والمعرّاض والعصا وما أشبه ذلك وإن جرح، لأنه لا يخزق (الشامي ۱۰/۵۷ کتاب الصيد)

الجواب: دونوں کا ذبیحہ حلال ہے، مگر یہ اچھا ہے کہ نیک آدمی پابند صوم و صلوٰۃ ذبح کرے۔

محض وہم اور شک سے قصائی کا ذبیحہ حرام نہیں ہوتا

سوال: (۵۴) زید قصاب ہے، علاوہ تجارت جانور ان گوشت بھی اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہے اور فروخت کرتا ہے۔ خالد و عمر کہتے ہیں کہ زید کے ہاتھ کا ذبیحہ اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ شاید وہ اپنے نفع کی وجہ سے مردہ کاٹ کر کھلا دے، چنانچہ ایسا واقعہ ہو بھی جاتا ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا اس کا ذبیحہ درست ہے کہ نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۷۳)

الجواب: مسلمان کے ذبیحہ میں کچھ وہم اور شک نہ کرنا چاہیے، احتمال سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا۔ پس جب کہ زید مسلمان ہے اور وہ خود ذبح کرتا ہے، پھر فروخت کرتا ہے، تو اس گوشت کا کھانا مسلمان کو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۵۵) عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۵۰)

الجواب: ذبیحہ: مسلمان عورت کا جو اللہ کے نام پر ذبح کرے درست ہے (۱)

سوال: (۵۶) عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا کیسا ہے؟ اور عورت خود ذبح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳ھ/۲۶۸)

الجواب: اگر عورت ذبح کرنے پر قادر ہو، اور موافق حکم شریعت ذبح کرے، ذبیحہ اس کا حلال

اور جائز ہے۔

نابالغ، عورت، مخنث اور اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟

سوال: (۵۷) نابالغ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱ھ/۳۹۶)

(۱) و شرط كون الذابح مسلماً ، حلالاً ، خارج الحرم إن كان صيداً أو كتابياً ذمياً أو حربياً ، فتحل ذبيحتهما ولو مجنوناً أو امرأة أو صبياً يعقل التسمية والذبح (تنوير الأبصار مع الشامي ۳۵۸-۳۵۹ كتاب الذبائح)

الجواب: ذبیحہ نابالغ کا حلال ہے جب کہ وہ سمجھ دار ہو اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے کما فی الدر المختار: ولو مجنوناً أو امرأة أو صبياً يعقل التسمية والذبح إلخ (۱) فقط سوال: (۵۸) عورتوں اور نابالغوں اور مخنث اور اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا درست ہوگا یا نہیں؟ جب کہ وہ چھری چلاتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھیں۔ (۱۷۷۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درست ہے۔

جنبی کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۵۹) اگر جنابت کی حالت میں کوئی جانور ذبح کر لیا، تو حلال ہے یا نہیں؟ (۱۷۷۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا گیا، تو ذبیحہ حلال ہے، جنابت کی وجہ سے ذبیحہ کے حلال ہونے میں کچھ فرق نہیں آتا (۲)

جنبی، حائضہ اور نفساء کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۰) جنبی مرد یا عورت حائضہ و نفساء اور نابالغ و نابالغہ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۴۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جنبی و حائضہ و نفساء و نابالغ و نابالغہ کا ذبیحہ جو کہ تسمیہ کو سمجھتا ہو درست ہے۔ و شرط كون الذابح مسلماً إلخ و لو الذابح مجنوناً أو امرأة أو صبياً يعقل التسمية والذبح إلخ (۳) (در مختار) فقط

یہودی یا عیسائی عورت کا ذبیحہ درست ہے مگر احتیاط کرنا اچھا ہے

سوال: (۶۱) عورت مؤمنہ یا عیسائی یا یہودیہ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۴۶/۱۳۴۲ھ)

-
- (۱) الدر المختار مع الشامی ۳۵۹/۹ کتاب الذبائح .
- (۲) وتحل ذبیحة مسلم ولو امرأة حائضاً أو نفساء، أو جنبا ھـ (الدر المنتقى في شرح الملتقى علی هامش مجمع الأنهر ۱۵۴/۴، أوائل کتاب الذبائح؛ المطبوعة: دار الكتب العلمية، بیروت)
- (۳) الدر المختار مع الرد ۳۵۸-۳۵۹/۹ کتاب الذبائح .
-

الجواب: عورت مسلمہ یا کتابیہ کا ذبیحہ درست ہے مگر کتابیہ کے ذبیحہ سے احتیاط کرنا اچھا ہے (۱) فقط

ناخواندہ شخص کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۶۲) ایک قضائی بالکل ناخواندہ ہے، اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۵۲۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)
الجواب: ذبیحہ ہر مسلمان کا جب کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے حلال ہے۔

دیوانہ مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۳) ذبیحہ مسلمان کا اگر لڑکا نابالغ ہو یا عورت، دیوانہ ہو یا بے وضو ہو، اور وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے، تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟ جو شخص اس کو ناجائز بتلاوے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟
(۱۱۷۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ ذبیحہ حلال ہے، اور حرام کہنے والا غلطی پر ہے، اس کو مسئلہ معلوم نہ ہوگا، اس کو مسئلہ بتلا دیا جاوے، آئندہ اس کو ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے۔ فقط

گو نگے اور دیوانہ مسلم کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۴)..... (الف) گو نگے، نابالغ اور دیوانہ مسلم کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ بلا تکبیر کہے ذبح کریں۔

(ب) گو نگا ذبح کے وقت صرف اللہ، اور نابالغ و دیوانہ تکبیر کہہ کر ذبح کریں، تو ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مجنون و نابالغ کا ذبیحہ جب کہ وہ بلا تکبیر ذبح کریں تو جائز نہیں، البتہ گو نگے کا ذبیحہ جائز ہے۔ شامی میں ہے: قوله: (أو أخرس) لأن عجزه عن التسمية لا يمنع

(۱) وتحل ذبيحة النصارى مطلقاً سواء قال: ثالث ثلاثة أو لا، ومقتضى الدلائل الجواز كما ذكره التمرناشي في فتاواه، والأولى أن لا يأكل ذبيحتهم ولا يتزوج منهم إلا للضرورة كما حققه الكمال ابن الهمام (رد المحتار ۳۵۹/۹، كتاب الذبائح)

صحة ذكاته كصلاته إلخ (۱)

(ب) حلال ہے۔ قال في الدر المختار: فتحل ذبيحتهما ولو الذابح مجنوناً أو امرأة أو صبياً يعقل التسمية والذبح أو أكلف أو أخرس (۱)

غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۵) ایک شخص کو جس کی عمر ۳۰-۴۰ سال ہے مسلمان کیا ہے، اس کی ختنہ نہیں ہوئی، اس سے بکری ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۲/۱۱۲۶-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے (۲) مگر ختنہ اس کی ضرور کرنی چاہیے۔

عنین کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۶) ایک شخص مادر زاد عنین ہے، اور اس کی ڈاڑھی موچھ بالکل نہیں ہے، لیکن وہ شخص باشرع اور نمازی ہے، اور تمام رسومِ شرک و بدعت سے مبرا ہے، ایسے شخص کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۴۲/۷۴۲-۱۳۳۷ھ)

الجواب: ذبیحہ اس کا درست ہے اور حلال ہے بشرطیکہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے ساتھ ہو۔

عمداً بسم اللہ ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں

سوال: (۶۷) ہمارے ملک میں لوگ اکثر شافعی مذہب کے رہتے ہیں، ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہیں کہتے، کیا ان کے یہاں کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۴۲/۱۹۶۷-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عمداً تسمیہ ترک کر دیا تو عند الحنفیہ بلکہ عند الجمہور ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ كما في الدر المختار: لا تحل ذبيحة وتارك تسمية عمداً إلخ (۳) فقط

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۵۹/۹-۳۶۰ کتاب الذبائح .

(۲) و لو الذابح مجنوناً أو أكلف و في الشامي: قوله: (أو أكلف): هو الذي لم يختن (الدر والرد ۳۵۹/۹-۳۶۰ کتاب الذبائح)

(۳) الدر مع الرد ۳۶۲/۹ کتاب الذبائح .

بھول سے بسم اللہ ترک ہو جائے تو ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۸) اگر بہ وقت ذبح بسم اللہ سہواً ترک ہو جائے تو ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۹/۲۴۴)

الجواب: ذبیحہ مذکورہ حلال ہے۔ كما في الدر المختار: فإن تركها ناسياً حل (۱)

جاہل بے نمازی مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ بے نمازی جاہل

کا ذبیحہ بلا کراہت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۶۴۰)

الجواب: اگر مسلمان بے نمازی جاہل نے اللہ کے نام پر کوئی جانور ماکول ذبح کیا، کھانا اس کا

بلا کراہت جائز ہے۔ قال في الدر المختار: و شرط كون الذابح مسلماً إلخ (۲)

بے نمازی، بے وضو اور طہارت کا خیال نہ رکھنے والے کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۷۰) جو بے نمازی طہارت کا بھی خیال نہ رکھتا ہو، اور بے وضو بھی ہے، ایسے مسلمان کا

ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۰۶۳)

الجواب: ذبیحہ حلال ہے۔

فاسق کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۷۱) ایک شخص جس کا نام مسلمانوں کا سا بھی نہیں، اور شراب وغیرہ پیتا ہے، غرض فاسق

ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۹۵۱)

الجواب: اگر وہ کلمہ گو مسلمان ہے تو ذبیحہ اس کا درست ہے اور حلال ہے، اگر چہ زانی و فاسق ہو۔ فقط

(۱) الدر مع الرد ۳۶۲/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۳۵۸/۹ کتاب الذبائح .

سوال: (۷۲) آج کل جو ملا بکری ذبح کرنے پر مقرر ہیں وہ مندروں اور قبروں کے پاس بکری ذبح کرتے ہیں، اور وہی ملا مسلمانوں کی بکری بھی ذبح کرتے ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ ساتھ بسم اللہ کے ذبح کرتے ہیں۔ (۱۳۳۵ھ/۴۳۶)

الجواب: ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، اگرچہ اس فعل سے وہ گنہگار ہوتے ہیں اور فاسق ہوتے ہیں، مگر فاسق مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ فقط

سوال: (۷۳) ایک فقیر نماز روزہ کا پابند نہیں، بلکہ ہنود کی رسوم کرتا ہے، اور جو لوگ نجس کھاتے ہیں ان کے گھر کا کھانا کھاتا ہے، احکام اسلام سے ناواقف ہے، تو اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہ؟ (۱۳۳۱ھ/۲۳۷۳)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، جب کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کرے، اگرچہ وہ مسلمان فاسق فاجر، تارک نماز و تارک روزہ ہو، لہذا ذبیحہ اس فقیر کا جب کہ وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور کلمہ پڑھتا ہے حلال ہے، البتہ اس وجہ سے کہ وہ ہندو کی رسوم کرتا ہے، اور نجس خور لوگوں کے گھر کا کھانا کھاتا ہے، اور اسلام کے احکام نہیں جانتا، اس کے ذبیحہ میں احتیاط کرنا اچھا ہے، اور تنبیہ کے لیے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھانا اچھا ہے، تاکہ آئندہ کو وہ اسلام کی باتیں سیکھے اور نماز و روزہ کی پابندی کرے۔ فقط

بدعتی کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۷۴) بدعتی کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۱۰۶۳)

الجواب: حلال ہے۔

شیعہ کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۷۵) رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ سنی کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۱۰۵۸)

الجواب: جو روافض کہ سب شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و قذف سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کرتے ہیں وہ کافر و مرتد ہیں، اور مرتد کا ذبیحہ جائز نہیں ہے، اس لیے ایسے روافض کے ہاتھ کا ذبیحہ

بھی جائز نہ ہوا۔ درمختار میں ہے: لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد إلخ (۱) وفي الخانية: لا تحل ذبیحة المرتد إلخ (۲) البحر الرائق میں ہے: وقد صرح في الخلاصة والبرازية: بأن الرافضی إذا سبَّ الشيخین — أبي بكر وعمر رضي الله عنهما — وطعن فيهما كفر. وفي الجوهرية: من سبَّ الشيخین أو طعن فيهما كفر (۳) اور شامی میں ہے: لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها أو أنكر صحبة الصديق رضي الله عنه إلخ (۴)

سوال: (۷۶) شیعہ سبّ کا مذبحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟ (۳۲/۲۶۱۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کے مذبحہ میں احتیاط چاہیے نہ کھایا جاوے۔

سوال: (۷۷) ایک شخص نمازی یا غیر نمازی اہل شیعہ نے بکرا ذبح کیا، اہل تسنن کو ایسے ذبیحہ کا

حکم کھانا جائز ہے یا کیا؟ (۳۳/۹۵۵-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شیعہ سے ذبح کرانے میں احتیاط کرنی چاہیے، کیونکہ جو فرقہ ان کا کافر ہے اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور شبہ سے کسی حال خالی نہیں ہے۔

سوال: (۷۸) یہاں ایک شیعہ مرد کے ذبیحہ پر بحث ہے، شرعاً ذبیحہ شیعہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ تبرائی ہے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر تبرائی نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟ (۸۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شیعہ تبرائی کو بعض فقہاء نے کافر قرار دیا ہے، اس کا ذبیحہ نہ کھانا چاہیے، احتیاط کرنی چاہیے۔ اور بعض روافض باتفاق کافر ہیں، جو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں، جیسا کہ وہ فرقہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قاتل ہے، اور ان پر تہمت رکھتا ہے، یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے وغیرہ، ان کا ذبیحہ قطعاً حرام ہے، البتہ وہ فرقہ جس کے عقائد کفریہ نہیں ہیں جیسے تفضیلیہ فرقہ، ان کا ذبیحہ حلال ہے، مگر چونکہ آج کل جو روافض ہیں وہ اکثر تبرائی ہیں، اس لیے ان کے ذبیحے سے احتیاط کرنی چاہیے۔ فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۶۰/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الفتاوی الخانية ۳۶۸/۳ کتاب الصيد والذبائح ، باب في الذكاة .

(۳) البحر الرائق ۲۱۲/۵ کتاب السیر ، باب أحكام المرتدين .

(۴) رد المحتار ۲۸۸/۶ کتاب الجهاد ، باب المرتد ، مطلب مهم في حکم سبَّ الشيخین .

سوال: (۷۹) زید کہتا ہے کہ شیعہ کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے حرام ہے، اس لیے کہ یہ شیخین کو برا کہتے ہیں لہذا کافر ہیں، عمر کہتا ہے کہ شیعہ بقول لا اِلهَ اِلا اللہ مسلمان ہیں، البتہ شیخین کو برا کہنے کی وجہ سے فاسق فاجر ہیں، کافر نہیں ہیں؛ آیا ذبیحہ ان کا حلال ہے یا نہیں؟ (۱۵۸۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صرف سب شیخین کی وجہ سے تو صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتے فاسق ہوتے ہیں، اور ذبیحہ ان کا حلال ہے، لیکن اگر روافض منکر قطعیات ہیں مثلاً حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افک کے قائل ہیں، اور ان کو تہمت سے بری نہیں سمجھتے جیسا کہ غالباً تبرائی رافضی قریب قریب سب ایسے ہی ہیں، تو وہ مرتد ہیں، ذبیحہ ان کا حلال نہیں، بہر حال احتیاط لازم ہے کہ معاملہ حلال و حرام کا ہے۔

سوال: (۸۰) ایک شخص شیعہ تبراً گو بہ ظن غالب ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۵۵۱/۳۵-۳۶/۱۳۳۶ھ)

الجواب: رافضی تبراً گو اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک اور قذف کا بھی معتقد ہے، تو اس کو باتفاق علماء نے کافر کہا ہے، کیونکہ براءت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نص قطعی سے ثابت ہے، پس منکر اس کا کافر ہے، ایسے رافضی کا ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہے، اور اگر بظاہر وہ ایسے عقیدہ کا اظہار نہیں کرتا، اور احتمال قوی ہے کہ وہ تبراً گو اور افک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معتقد ہے، تب بھی اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور چونکہ فرقہ مذکورہ بوجہ خباثت باطنی کے اس کھانے میں جو اہل سنت کو کھلاتے ہیں، نجاست ملا دیتے ہیں، اگر بہ ظن غالب ایسا خیال ہو، تو ان کے گھر کا کھانا بھی نہ کھاوے۔ فقط

قادیانی کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۸۱) مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروی و جماعت ہے، ان کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۸/۳۳-۳۴/۱۳۳۴ھ)

الجواب: ذبیحہ ان کا درست نہیں ہے۔

بدفعی کا ارتکاب کرنے والے شخص کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۲) مسمی عبد اللہ قصاب سے ایک لڑکے کا کروب کے ساتھ فعل بد صادر ہوا، ہم

باشندگان نے ایک روز ان دونوں کو پکڑ لیا، اور مار پیٹ کر چھوڑ دیا، اور اس کا ذبیحہ کھانا ترک کر دیا، بعدہ اس کے برادر حقیقی کی سفارش پر قصور معاف کر دیا، اور ذبیحہ کھاتے رہے۔ عرصہ ۷ ماہ کا ہوا کہ ایک بھینسا بیمار دوسرے موضع سے گاڑی میں ڈال کر لایا جو قریب المرگ تھا، اس کا گوشت ہم لوگوں کو کھلایا اس پر بھی قصور معاف کر دیا، پھر اس نے بعض قصور کیے اور توبہ کر لی، ایسے شخص کا ذبیحہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص دائرۃ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۱۳۱۵ھ)

الجواب: وہ مسلمان ہے اور اس کا ذبیحہ کھانا درست ہے۔ خوش گفت:

ایں درگاہ مادر گاہ ناامیدی نیست ❁ صد بار گر توبہ شکستی باز آ

اور یہ مضمون حدیث شریف کا ہے (۱)

مردار کی کھال اور ہڈی نکالنے والے کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۳) قصاب جو کہ مردار جانور یعنی گائے و بیل مرے ہوئے کا پوست و ہڈی نکالتے ہیں، اور ایسے ہی گوشت وغیرہ بھی بیچتے ہیں، اور اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں، تو ان کا ذبح کیا ہوا حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۱۳۱۲ھ)

الجواب: اگر قصاب مذکور میں شرائط ذبح موجود ہیں، تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ کما فی الدر المختار: و شرط کون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرام إن کان صیداً..... أو کتاباً ذمیاً

(۱) عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يروى عن الله تبارك وتعالى: أنه قال:..... يا عبدي! إنكم تُخَطُّون بالليل والنهار وأنا أغفر الذنوب جميعاً فاستغفروني أغفر لكم..... رواه مسلم.

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن عبداً أذنب ذنباً، فقال: رب! أذنبتُ فاغفره، فقال ربه: أعلم عبدي أن له رباً يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدي، ثم مكث ما شاء الله، ثم أذنب ذنباً، قال: رب! أذنبت ذنباً فاغفره، فقال: أعلم عبدي أن له رباً يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدي، ثم مكث ما شاء الله، ثم أذنب ذنباً، قال: رب! أذنبت ذنباً آخر فاغفره لي، فقال: أعلم عبدي أن له رباً يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدي، فليفلعل ما شاء. متفق عليه (مشكاة المصابيح ص: ۲۰۳-۲۰۴ كتاب أسماء الله تعالى، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول)

أَوْ حَرْبِيًّا إِلَّا إِذَا سَمِعَ مِنْهُ عِنْدَ الذَّبْحِ ذِكْرَ الْمَسِيحِ فَتَحِلَّ ذَبِيحَتُهُمَا وَلَوْ مَجْنُونًا أَوْ امْرَأَةً
أَوْ صَبِيًّا يَعْقِلُ التَّسْمِيَةَ وَالذَّبْحَ مُلْخَصًا (۱) فقط

ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور جانور کو

پکڑنے والا غیر مسلم ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۴) جانور کے ذبح کے وقت ایک کافر ذبح میں یعنی جانور کے پکڑنے میں شریک ہو اور مسلمان ذبح کرے، وہ ذبح جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲۹/۲۷۴-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر ذبح کرنے والا صرف مسلمان ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کے اس نے ذبح کیا، اور وہ کافر صرف جانور کو پکڑے ہوئے ہو، چھری پھیرنے میں شریک نہیں ہے، تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ کما فی الدر المختار : وفيها تشترط التسمية من الذابح إلخ (۲) فقط

سوال: (۸۵) ذبیحہ حلال کو ہندو نے دبایا اور مسلمان نے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳/۶۶۴-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہے اور اس نے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہو گیا، دبانے والا اگر تکبیر و تسمیہ نہ کہے یا دبانے والا کافر ہندو وغیرہ ہو تو ذبیحہ میں کچھ شبہ نہیں ہے، کھانا اس کا حلال ہے۔

سوال: (۸۶)..... (الف) ہمارے دیار میں اکثر قصاب ہندو ہیں، اور وہ کسی مسلمان کو بلا کر ذبح کرا لیتے ہیں، اور خود جانور کو پکڑتے ہیں، اور کسی وقت کوئی مسلمان بھی جانور کو پکڑتا ہے، لیکن پکڑنے والا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہیں پڑھتا، صرف ذابح بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھتا ہے۔ ”رفاہ المسلمین“ میں لکھا ہے کہ جب تک ذابح اور اس کا معین و مددگار دونوں بسم اللہ نہ پڑھیں تو وہ ذبیحہ حلال نہیں، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۵۸/۹-۳۵۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۳۶۵/۹ کتاب الذبائح .

(ب) ہندو نے پکڑا، اور مسلمان نے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا تو وہ ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) بسم اللہ صرف ذابح پر ہے پکڑنے والے کا بسم اللہ پڑھنا ضرور نہیں ہے، اور یہ جو ”رفاء المسلمین“ وغیرہ میں لکھا ہے کہ معین پر بھی بسم اللہ لازم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ذبح میں معین ہو یعنی اس کا ہاتھ بھی قصاب کے ساتھ چھری پر ہو، جیسا کہ اس کی تشریح شامی میں ہے: فوضع يده مع يد القصاب في الذبح و أعانه على الذبح سمى كل وجوبا، فلو تركها أحدهما حرمت إلخ (۱)
(ب) حلال ہے۔ فقط

صرف ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضروری ہے

سوال: (۸۷) ذبیحہ کے دبانے والے اور چھری پھیرنے والے پر تکبیر واجب ہے یا نہیں؟ اگر کافر دباوے تو ذبیحہ حلال ہوگا یا حرام؟ (۳۲/۶۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: صرف چھری پھیرنے والے پر تسمیہ واجب ہے دبانے والے پر واجب نہیں، پس اگر کافر نے دبا یا اور مسلمان نے تکبیر پڑھ کر ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے۔

سوال: (۸۸) جو شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے، اور اس کے ساتھ دوسرا ایک شخص اور جو شریک حال ہوتا ہے، اور ذبیحہ کے بقیہ اعضاء کو پکڑے ہوئے ہے، اگر ذبح کرنے والے کے علاوہ اس کا شریک حال تکبیر نہ کہے، تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا؟ کیا ذبح کرنے والے اور پکڑنے والے دونوں کے لیے ذبح کے وقت تکبیر کہنا لازمی ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ صرف ذبح کرنے والے پر فرض ہے۔ ہاتھ پیر پکڑنے والے پر تسمیہ فرض نہیں ہے، اور وہ جو در مختار وغیرہ میں شریک ذابح پر تسمیہ فرض لکھا ہے اس کا مطلب در مختار وغیرہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ غرض اس سے یہ ہے کہ جس کا ہاتھ ذابح کے ساتھ چھری پھیرنے میں ہو اس پر بھی تسمیہ فرض ہے نہ کہ ہاتھ پیر پکڑنے والے پر، اور علمائے حریمین شریفین سے ایک دفعہ سوال کیا

گیا تھا کہ تسمیہ صرف ذابح پر فرض ہے یا ہاتھ پیر بدن کے پکڑنے والوں پر بھی؟ تو ان حضرات نے عربی میں ان مختصر الفاظ میں جواب دیا: علی الذابح یعنی تسمیہ صرف ذابح پر فرض ہے۔ فقط

سوال: (۸۹) اگر وقت ذبح جانور کو کافر یا مشرک یا وہ مسلمان جو تکبیر نہ جانتا ہو یا وہ جو جانتا ہو مگر پکڑنے کے خیال میں تکبیر کہنا بھول جائے، تو ہر چہار صورت میں ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟
(۱۷۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر چہار صورت میں ذبیحہ حلال ہے۔ قال في الدر المختار كتاب الذبائح : وفيها تشترط التسمية من الذابح إلخ (۱) مطلب اس کا یہ ہے کہ صرف ذبح کرنے والے کا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا حلتِ ذبیحہ کے لیے شرط ہے۔

سوال: (۹۰) ذبح کرنے والے اور پکڑنے والے دونوں پر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا شرط ہے یا کیا؟ بعض فقہاء پکڑنے والے پر بھی تسمیہ شرط کہتے ہیں۔ (۱۵۰۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صرف چھری پھیرنے والے اور ذبح کرنے والے پر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا شرط ہے، جانور کے پکڑنے والے پر تسمیہ شرط نہیں ہے، اور جن فقہاء نے معین پر تسمیہ شرط کیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ چھری پکڑنے میں اگر کوئی شریک قصاب کا ہو، اور ذبح کرنے میں شریک ہو، تو اس پر تسمیہ شرط ہے، صرف ہاتھ پیر پکڑنے والے پر نہیں ہے، اور کہہ لینا اچھا ہے۔

کافر کے واسطے گلا گھونٹ کر جانور کو مارنا جائز نہیں

سوال: (۹۱) زید ایک انگریز کانوکر ہے، انگریز کہتا ہے کہ مرغ یا کسی پرند کو گلا گھونٹ کر پکا کر ہم کو کھلاؤ، ذبح کر کے مت کھلاؤ، زید کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۵۴۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: گلا گھونٹ کر مارنا جانور کو جائز نہیں ہے اس بارے میں اس کی اعانت نہ کرے۔ کما ورد في الحديث: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (۲) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ

(۱) الدر مع حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۳۶۵/۹ كتاب الذبائح .

(۲) عن النّوّاس بن سَمْعَانَ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صَلَّى الله عليه وسلّم: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق رواه في شرح السنة (مشكاة المصابيح ص: ۳۲۱ كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني)

الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ﴿۱﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۲) فقط

کافر کے واسطے جانور کو جھٹکا سے مارنا جائز نہیں

سوال: (۹۲) ایک خانساں ایک انگریز کا ملازم ہے، انگریز اس کو کہتا ہے کہ تم ہمارے جانور کو ذبح مت کرو، بلکہ اس کو جھٹکا سے مارو، یہ اس کو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۵/۶۲۵ھ)

الجواب: اس خانساں کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اس کو صاف کہہ دینا چاہیے کہ موافق قاعدہ اسلام کے، میں اس جانور کو ذبح کر سکتا ہوں، جھٹکا وغیرہ سے نہیں مار سکتا۔ فقط

جھٹکا کے واسطے بکرا وغیرہ دینا یا دلانا کیسا ہے؟

سوال: (۹۳)..... (الف) اگر کوئی قصاب جان بوجھ کر جھٹکا کرنے کے واسطے بکرا وغیرہ دے، تو وہ کیسا ہے؟

(ب) اگر کوئی بڑا آدمی جس کے ماتحت وہ قصاب ہو، اور وہ جھٹکا کے واسطے جبراً بکرا دلانے کی کوشش کرے، تو وہ کیسا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۰۱ھ)

الجواب: (الف) یہ فعل اچھا نہیں ہے، بغیر کسی مجبوری کے خوشی سے جھٹکا کے لیے اپنا بکرا دینا گناہ ہے، اور مجبوری ہو تو گناہ نہیں ہے۔
(ب) وہ بھی عاصی ہے۔

بسم اللہ پڑھ کر یا بغیر بسم اللہ کے چوری کی گائے ذبح کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۴)..... (الف) چوری کی گائے کو بغیر بسم اللہ کہے ذبح کی، اور بسم اللہ قصد ترک کی، اور بعد میں مالک نے کھانے کی اجازت دیدی، تو اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

(ب) چوری کی گائے بکری کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے ساتھ ذبح کیا، اس کا کھانا حلال ہے

یا حرام؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۲۳۱ھ)

الجواب: (الف) حرام ہے۔

(ب) وہ ذبیحہ حلال ہو گیا، مگر کھانا اس کا بدون اذن مالک و ادائے ضمان ممنوع ہے۔

چوری کا بکر اذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۵) ایک شخص نے ایک چھوٹا بکر کسی کا چرا کر ایک قصاب کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے کہ یہ بکر اچوری کا ہے اس کو ذبح کر کے کھا گئے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۲۷/۱۳۳۱ھ)

الجواب: فقہ حنفیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ چوری اور غصب کا جانور ذبح کرنے کے بعد ملک اس غاصب اور چرانے والے کی ہو جاتی ہے، اور اس کے ذبح سے ضمان اس جانور کا لازم ہو جاتا ہے، مثلاً جو کچھ قیمت اس بکرے کی ہو، وہ بذمہ اس قصاب چرانے والے کے واجب ہے، وہ قیمت مالک بکرے کو ادا کرے یا معاف کر اے، اور بکرے کا گوشت کھانا حلال ہے، یعنی وہ مردار نہیں ہے بلکہ ذبیحہ ہے۔ اور درمختار میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبل از ادائے ضمان نفع اٹھانا اس چوری کے جانور سے حلال نہیں ہے، اگرچہ ملک بوجہ ذبح کے اس کی ہو جاتی ہے۔ و ملکہ بلا حل انتفاع قبل أداء ضمانہ أي رضا مالکہ بأداء أو إبراء إلخ کذب شاة إلخ أي شاة غیرہ (۱) (درمختار) فقط

ہندو اور چمار نے جو بکر اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم

کرنے کے لیے دیا ہے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۶) صدقات ہندو و چمار بایں وجہ مسلمان کو دیویں کہ تم اس بکرے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کر دو، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کفار ہندو وغیرہ اگر کوئی بکر وغیرہ کسی مسلمان کو دیویں کہ اس کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کر دو، تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ان کفار نے اس بکرے کو کسی بت وغیرہ کے نامزد کیا ہے اور مسلمان

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۲۳۰-۲۳۱ کتاب الغصب، مطلب شری دارا و سکنھا فظہرت لوقف أو یتیم وجب الأجر وهو المعتمد.

کی ملک نہیں کیا، تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے، اور اگر کسی بت وغیرہ کے نام پر اس کو نامزد نہیں کیا، تو پھر مسلمانوں کو اس کا کھانا بعد ذبح کرنے مسلمان کے حلال ہے۔

غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور بِسْمِ اللہ اللہ اکبر

کہہ کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا

سوال: (۹۷) دو شخص مسلمانوں کے دولڑکے پیدا ہوئے، انہوں نے شیخ سدو کے نام کے بکرے چھوڑے کہ ہمارے لڑکے جس وقت سال بھر کے ہوں گے تو ذبح کریں گے، اتفاق سے ایک کا لڑکا مر گیا اس نے حافظ سے کہا، اسے ذبح کر دو، دوسرے کا لڑکا سال بھر کا ہوا، اس نے بھی کہا ذبح کر دو، حافظ نے دونوں بکرے بِسْمِ اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیے، اس وقت کوئی ذکر سدو کا نہ تھا، پہلے ہی سدو کا نام لیا گیا تھا، حافظ ذبح کرنے والے کی نیت میں کچھ نہ تھا، پس گوشت ان بکروں کا حلال ہے یا حرام؟ اور دونوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ ان کا گوشت بھنگی وغیرہ کو دیا جاوے؟ یا دفن کر دیا جاوے؟ یا محتاجوں کو دیا جاوے؟ (۱۰۷۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان دونوں بکروں پر جب کہ اول نیت شیخ سدو کی ہوگئی، اور مالک نے اس نیت کو بدلا بھی نہیں، تو وہ ما اهل به لغير الله ہو گئے۔ بِسْمِ اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہ ہوں گے، اور دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے اس گوشت کو دفن کر دیا جاوے، یا بھنگی کو دیا جاوے، مسلمانوں کو کھانا اور کھانا درست نہیں ہے۔ کذا في الدر المختار (۱) فقط

سوال: (۹۸) ایک مسلمان واعظ جس کو لوگ اپنا بزرگ پیشوا اور نا صح مسلم و عالم، دین دار مانتے ہیں، اور اس کے ساتھ عقیدہ نیک رکھتے ہیں، کہتا ہے کہ شیخ سدو کا بکر اس طرح کرنا جائز ہے کہ پہلے سے شیخ سدو کے نامزد کر دو اور کچھ دنوں چھوٹا رہنے دو، جب ذبح کرو تو بِسْمِ اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دو، پس جائز عند الشرح ہو گیا، اس طرح اس کا ثواب شیخ سدو کو پہنچ گیا اور مسلمانوں کو اس گوشت کا کھانا حلال ہو گیا، غرض کسی کے نام کا بکر یا مرغ یا جانور کچھ ہو، نامزد کر دیا جائے یا چھوڑ دیا جائے، مگر

(۱) ذبح لقدم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم ، لأنه أهل به لغير الله ولو ذكر اسم الله تعالى (الدر المختار مع الشامي ۳۷۵/۹ أو آخر كتاب الذبائح)

جب ذبح کیا جائے بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لینا چاہیے، بلا کراہیت جائز ہو جائے گا، اور یہ بھی نیت رکھے کہ شیخ سدّ و یا فلاں کے نام کا بکرا ہے جس کو بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا جا رہا ہے اور تعظیم و تکریم کے طور پر شیخ سدّ و یا کسی کے نام پر چھوڑا جاتا ہے، یا نامزد کیا جاتا ہے، اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۵۲۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بعض لوگوں کو اس زمانے میں یہ غلطی ہو رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے حلال ہو جاتا ہے حالانکہ آیت قرآنیہ اور حدیث شریف سے اور روایات فقہیہ سے مَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللّٰهِ کا حرام ہونا مطلقاً ثابت ہے۔ خواہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے یا نہ کیا جائے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں باوجود بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے کے وجہ مَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللّٰهِ کی حرمت کی یہ تحقیق فرمائی ہے کہ غیر اللہ کا نام کسی جانور پر تعظیم رکھ دینے سے وہ جانور مثل خنزیر کے نجس العین ہو گیا، پس جس طرح خنزیر تسمیہ پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتا اسی طرح مَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللّٰهِ بھی تسمیہ سے حلال نہ ہوگا (۱) درمختار میں جو کہ فقہ حنفیہ میں معتبر و مقبول کتاب ہے یہ روایت ہے: ذبح لقُدوم الأمير ونحوہ کو احد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير الله ولو وصليّة ذكر اسم الله تعالى إلخ (۲) پھر آگے لکھا ہے کہ ایسا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے یا نہیں، اس میں دو قول ہیں: وهل يكفر؟ قولان بزاوية و شرح وهبانية (۲) شامی میں ہے: قوله وهل يكفر أي فيما بينه وبين الله تعالى إذ لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه أو فعله على محمل حسن أو كان في كفره خلاف إلخ (۲) فقط

(۱) و در حدیث صحیح وارد است کہ ملعون من ذبح لغير الله یعنی ہر کہہ کہہ بذبح جانور تقرب بغير خدا نماید ملعون است، خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نہ، زیرا کہ چون شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلانی است، ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نکرد، چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت و خبیثہ درو پیدا گشت کہ زیادہ از خبیثہ مردار است، زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است و جان ایں جانور را از آں غیر قرار دادہ گشتہ اند و آں عین شرک است، و ہر گاہ ایں خبیثہ دروے سرایت کرد، و دیگر بہ ذکر نام خدا حلال نمی شود مانند سگ و خوک کہ اگر بہ نام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند، وکنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفریں نیاز کردن درست نیست الخ (فتح العزیز المعروف بتفسير عزيزي ص: ۴۱۵ در بیان احکام مَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللّٰهِ تحت الآیة: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللّٰهِ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۳)

(۲) الدر و الرد ۳۷۵/۹ کتاب الذبائح .

سوال: (۹۹) زید نے ایک بکرا شیخ سدو کے نام نیاز مان کر بِسْمِ اللّٰهِ اُکْبَر سے ذبح کیا کسی مشرک نے بت کے نام بکرا کو آزاد کیا اب وہ بکرا کسی اہل اسلام کے ہاتھ آیا، اور بِسْمِ اللّٰهِ اُکْبَر کہہ کر ذبح کیا، شرعاً اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۴۱۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ذبح لقدم الأُمیر ونحوہ کو احد من العظماء یحرم لأنہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وصلیۃ ذکر اسم اللہ تعالیٰ إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جو جانور غیر اللہ کے تقرب کے لیے معین کیا گیا ہو، اور قربت لغیر اللہ اس سے مقصود ہو، وہ جانور اگر چہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حلال نہیں ہوتا، کیونکہ وہ مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے اور مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی حرمت قرآن شریف میں منصوص ہے (۲) اور تحقیق اس کی تفسیر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ میں مفصلاً مذکور ہے (۳) پس شیخ سدو کے نام کا بکرا اور بتوں کے نام کا جانور بِسْمِ اللّٰهِ اُکْبَر پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا۔ فقط

اہل ہنود نے جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہیں

ان کو مالکوں سے خریدنا اور ذبح کر کے کھانا

سوال: (۱۰۰) ایک موضع میں اہل ہنود نے جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے، جب ان جانوروں نے کھیتوں وغیرہ کا نقصان کیا اور مسلمانوں نے ہنود سے شکایت کی کہ یہ نقصان کرتے ہیں، تو اب ہنود ان جانوروں کو جو غیر اللہ کے نام پر یعنی انہوں نے اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑے تھے، مسلمانوں کو فروخت کرتے ہیں، لہذا ان جانوروں کا مسلمانوں کو خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰-۲۹/۲۵۶ھ)

(۱) الدر مع الرد ۳۷۵/۹ کتاب الذبائح .

(۲) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ الْآيَةُ (سورہ مائدہ، آیت: ۳)

(۳) فتح العزیز المعروف بتفسیر عزیزی ص: ۴۱۵ در بیان احکام مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ تحت الآیۃ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۳)

الجواب: وہ جانور بعد چھوڑنے کے ان ہی چھوڑنے والوں کی ملک رہتے ہیں، پس جب کہ وہ مالکین خود ان کو مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دیں تو مسلمانوں کو خریدنا اور کھانا ان کا جائز ہے، جب کہ ان جانوروں کو مالکوں نے فروخت کیا تو غیر اللہ کا نام ہی اٹھ گیا، اب ان کو خریدنے اور کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سائڈ کا کھانا

سوال: (۱۰۱) سائڈ جو کہ اہل ہنود اپنے بت کے نام سے چھوڑ دیتے ہیں، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ ایک مولوی صاحب اس کو حلال کہتے ہیں۔ (۵۷۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے، اور تقرب بغیر اللہ اس سے مقصود ہو، وہ مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ ہے اور کھانا اس کا حرام ہے، حرمت اس کی قرآن شریف میں منصوص ہے (۱) اور کتب فقہ حنفیہ میں تصریح ہے کہ جو جانور تقرباً بغیر اللہ چھوڑا جائے وہ مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ ہے اور اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا (۲) پس کھانا سائڈ مذکور کا درست نہیں ہے اور حلال سمجھنے والا اس کا غلطی پر ہے۔ فقط

پرندہ وغیرہ کو کسی کے سر پر گھوما کر ذبح کرنا

سوال: (۱۰۲) جو پرندہ یا مرغی یا بکری کا بچہ کسی شخص کے سر پر گھوما کر ذبح کیا جائے، تو یہ فعل گناہ ہے، یا وہ جانور حرام ہے؟ (۲۳۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ بھی مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ میں داخل ہے اور حرام ہے، اور اگر صدقہ کرتا ہے اللہ کے نام پر تو حلال ہے۔ فقط

(۱) ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۳)

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ..... وَمَا أَهْلٌ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ الْآيَةُ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۳)

(۲) ذبح لقدم الأمير ونحوہ کو احد من العظماء يحرم ، لأنه أهل به لغير الله ولو ذکر اسم

الله تعالى (الدرمع الرد ۹/۳۷۵ کتاب الذبائح)

جو جانور غیر اللہ کے نام کا ہو اس کو نیت

بدل کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا

سوال: (۱۰۳) جو جانور غیر اللہ کے نام کا ہو پھر اس جانور کو نیت بدل کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نیت بدلنے سے وہ حلال ہو جائے گا تو سود کا جو روپیہ ہے وہ بھی نیت بدلنے سے حلال ہونا چاہیے؟ (۴۶/۹۰۳-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو جانور غیر اللہ کے نام زد کرنے کی وجہ سے مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ میں داخل ہو کر حرام ہو گیا تھا اگر ناذرا اپنی نیت بدل دے اور غیر اللہ کا نام اس سے زائل کر دے اور مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ سے اس کو علیحدہ کر دے اور پھر تقربا الی اللہ، اللہ کے نام پر اس کو ذبح کرے، تو وہ حلال ہے، اصل یہ ہے کہ مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ میں بسبب تقرب غیر اللہ کے جو کہ شرک ہے، حرمت آئی تھی، پس جب کہ تقرب غیر اللہ کی نیت نہ رہی تو بہ حکم إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (۱) وہ جانور حلال ہو گیا، کیونکہ اصل میں جانور حلال تھا، تقرب غیر اللہ کی نیت سے اس میں خرابی آئی تھی، جب وہ نیت نہ رہی تو خرابی دفع ہو گئی، بخلاف سود کے روپیہ کے کہ وہ اصل سے ہی حرام ہے اور دوسرے شخص کا مال ناجائز طریقہ سے لیا گیا ہے، لہذا اس کا واپس کرنا مالک کی طرف لازم ہے جیسا کہ کسی کی کوئی شے ظلماً اور غصباً لی جائے تو واپسی اس کی ضروری ہے، مگر یہ کہ مالک اپنی رضا سے اس کو ہبہ کر دے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ الْآيَةَ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۸۸) وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ الْآيَةَ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۲۷۸) قَالَ فِي الدِّرِّ الْمَخْتَارِ: ذَبْحُ لِقْدُومِ الْأَمِيرِ وَنَحْوِهِ كَوَاحِدٍ مِنَ الْعِظْمَاءِ يَحْرُمُ، لِأَنَّهُ أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ وَلَوْ وَصَلِيَّةٌ ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ الْخ (۲) وَفِي الشَّامِيِّ: وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الذَّبْحِ الْخ (۲) فَقَطْ

(۱) صحیح البخاری ۲/۱ باب کیف کان بدء الوحی .

(۲) الدر والرد ۳۷۵/۹ کتاب الذبائح .

جو جانور بزرگوں کی قبروں پر ذبح کیے جاتے ہوں ان کا حکم

سوال: (۱۰۴) فی زمانہ لوگ بزرگوں کے نام نیاز کے طور پر مانتے ہیں، مثلاً شیخ سدوکا بکرا، یا دادا ملک سورج کی خانقاہ پر مانا ہوا بکرا کہتے ہیں اور پھر اس کو قبر پر لے جا کر ذبح بہ بسم اللہ کرتے ہیں، آیا ایسا ماننا اور قبروں پر لے جانا جائز ہے یا نہ؟ اور وہ مذبح حلال ہے یا حرام؟ (۱۹۰۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۳) ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار جانور اور خون اور گوشت خنزیر کا اور وہ جانور جس پر پکارا گیا نام غیر اللہ کا۔ درمختار میں ہے کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا جیسا شیخ مذکور کا بکرا، اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا انتہی (۱) پس حال اس جانور کا مثل خنزیر کے ہے، کہ وہ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ سے حلال اور پاک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰۵) عوام قبروں پر بکرا چڑھاتے ہیں، اور نذریں مانتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا فلاں پیر کا ہے، پھر اس کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں ایسے جانور کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو بعض تفاسیر میں اُھْلَ بہ عند الذبح کی قید کا کیا مطلب ہے؟ جو شخص اس جانور کی حلت کا قائل ہو، اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ (۳۲/۶۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس جانور کو تعظیماً و تقریباً الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے اگرچہ بوقت ذبح اللہ کا نام اس پر لیا جاوے اس کا کھانا حلال نہیں کہ وہ مَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ میں داخل ہے، اور مفسرین جو وَمَا ذُبح لِغَيْرِ اللَّهِ کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ یہ بھی ایک فرد ہے مَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کا، اور نیز اس وقت میں جس کو غیر اللہ کے نام پر پکارتے تھے اس کو غیر اللہ کے نام پر ہی ذبح بھی کرتے تھے، ورنہ دراصل محرم اہلال لغیر اللہ ہے جو بمعنی رفع الصوت ہے، کتب حنفیہ میں ایسے جانور کے حرام ہونے کی تصریح ہے، پھر حنفیہ کے لیے کوئی محل ریب باقی نہیں۔ درمختار میں ہے: ذبح لقدوم الأمير ونحوہ کو احد من العظماء يحرم لأنه اُھْلَ بہ لِغَيْرِ اللَّهِ ولو..... ذکر اسم اللہ تعالیٰ الخ (۲) پس جو

(۱) ذبح لقدوم الأمير ونحوہ کو احد من العظماء يحرم، لأنه اُھْلَ بہ لِغَيْرِ اللَّهِ ولو..... ذکر اسم اللہ

تعالیٰ (الدر المختار مع الشامی ۹/۳۷۵ کتاب الذبائح)

(۲) الدر المختار مع الرد ۹/۳۷۵ کتاب الذبائح.

شخص اس جانور کی حلت کا قائل ہو، اس کی امامت درست نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰۶) جو جانور قبورِ اولیاء اللہ پر ذبح کیے جاتے ہیں، اس کا کھانا حلال ہے یا نہ؟

(۱۴۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر تقر بالغير اللہ ذبح کیے جائیں، تو وہ مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ہیں، اور کھانا ان کا حرام ہے۔ قال في الدر المختار: ذبح لقدم الأمير ونحوه كواحد من العظماء، يحرم لأنه أهل به لغير الله ولو وصلياً ذكر اسم الله تعالى إلخ (۱)

جو مسلمان غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہو جانور ذبح کر کے

کھاتے ہیں ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: (۱۰۷) بعض مسلمانوں نے ہنود کے ساتھ مل کر ایک بھیڑ کو دیوتا کے مقام پر لے جا کر بہ طریقِ رسوم اہل ہنود نذر کیا، ازاں بعد ایک مسلمان نے اس کو تکبیر کہہ کر ذبح کیا، اور گوشت آپس میں تقسیم کیا، اور استعمال کیا، یہ لوگ فرائض و ارکانِ اسلام کی تعمیل میں انحراف کرتے ہیں، روزہ اور اسلام کی نسبت سخت بدزبانی کی اور قرآن و حدیث کو توہین آمیز لفظوں میں استعمال کیا ایسے لوگوں کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۸۹۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بہ موجب حکم نص قرآنی مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کا کھانا حرام ہے، پس جن لوگوں نے ایسا کیا تو بہ کریں اور ایسے لوگوں سے جب تک وہ توبہ نہ کریں احتراز اور علیحدگی کرنا اور اختلاط نہ کرنا موافق حکم قرآن شریف کے ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (سورہ ہود، آیت: ۱۱۳) ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (سورہ أنعام، آیت: ۶۸) فقط

بارانِ رحمت کے لیے ولی کی قبر پر نبیل وغیرہ ذبح کرنا

سوال: (۱۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلاچی ایک قصبہ ہے جس کے

مضافات میں ایک بخاری سید کی قبر ہے جس کو ولی اللہ خیال کیا جاتا ہے، اور جو کہ عام طور پر بخاری صاحب کے لقب سے مشہور ہیں باشندگان کلاچی میں ایک رسم ہے کہ جب کبھی بارش نہیں ہوتی اور قحط سالی کا زمانہ آتا ہے تو یہ لوگ ایک بیل بخاری صاحب کے مزار پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح ایک جانور کی قربانی کرنے سے بخاری صاحب ہم سے خوش ہوں گے اور بارگاہ کبریا میں دعائے نزول باراں کریں گے، اور ولی اللہ ہونے کی بناء پر ان کی دعا مقبول ہوگی، کیا اس قسم کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ اور ان کا یہ فعل کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے یا حرام؟

(۱۳۳۷-۳۲۵۳/۴۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: بظاہر اس ذبح سے تقرب غیر اللہ مقصود ہے جیسا کہ بخاری صاحب کی قبر کے پاس ذبح کرنے کی خصوصیت بھی اس طرف مشیر ہے لہذا وہ ذبیحہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے اور غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہے، اور جو جانور غیر اللہ کے نام زد کر دیا جائے وہ تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا ہے، تفسیر نیشاپوری میں ہے: قال العلماء: لو أن مسلماً ذبح ذبیحةً وقصد بذبحها التقرب إلى غیر اللہ، صار مرتدًا و ذبیحتہ ذبیحة مرتد انتہی (۱) در مختار میں ہے: ذبح لقدم الامیر ونحوہ کو احد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر اللہ لو..... ذکر اسم اللہ الخ (۲) اور اس رسم ذبیحہ کو ترک کرنا ضروری ہے، اور بارش کے لیے دعا واستغفار کرنا چاہیے، اور صدقہ بطریق مسنون کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مہمان کے لیے مرغ یا بکر اذبح کرنا

سوال: (۱۰۹) اگر بخانہ زید چند مہمان رسند، زید برائے مہمانان خود یک مرغ یا بز ذبح کردہ برائے مہمانان خود پخت و اوشاں را خورائند، ایں ذبح جائز است یا نہ؟ (۳۵/۳۰۴-۱۳۳۶ھ)

(ترجمہ: اگر زید کے یہاں کچھ مہمان آئیں، اور زید اپنے مہمانوں کے لیے ایک مرغ یا ایک بکری

(۱) تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان المعروف بـ ”تفسیر نیشاپوری“ للشیخ العلامة حسن بن محمد القمی النیشاپوری ص: ۱۸۰ تحت تفسیر قوله عز وجل: ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۳) المطبوعة: عالی نول کشور لکھنؤ.

(۲) الدر مع الرد ۳۷۵/۹ کتاب الذبائح.

ذبح کر کے خود پکا کر ان کو کھلائے، یہ ذبح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے: ولو ذبح للضيف لا يحرم لأنه سنة الخليل وإكرام الضيف إكرام الله تعالى إلخ (۱) ترجمہ اور اگر ذبح کیا مہمان کے لیے تو حرام نہیں ہے اس لیے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور مہمان کا اکرام کرنا اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے، پس معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے مرغ یا بکرا وغیرہ ذبح کر کے اس کو کھلانا موجب اجر و ثواب ہے، اور جو لوگ اس کو مَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ الله سمجھ کر حرام کہتے ہیں ان کے قول کی تردید علامہ شامی نے مدلل نقل کی ہے، اور یہ لکھا ہے کہ جو ایسا کہتے ہیں وہ قرآن شریف اور حدیث شریف کے اور عقل کے مخالف ہیں۔ عبارتہ ہکذا: قوله: (لا يحرم إلخ) قال البزازی: ومن ظن أنه لا يحل، لأنه ذبح لإكرام ابن آدم فيكون أهل به لغير الله تعالى، فقد خالف القرآن والحديث والعقل، فإنه لا ريب أن القصاب يذبح للربح ولو علم أنه نجس لا يذبح، فيلزم هذا الجاهل أن لا يأكل ما ذبحه القصاب وما ذبح للولائم والأعراس والعقيقة (۱) (شامی ۵/۱۹۶ کتاب الذبائح) فقط

مسلمان سے ذبح کرا کر (کافر) کھٹیک گوشت

فروخت کرتا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۰) ذبیحہ مسلم کا؛ کھٹیک (۲) فروخت کرتا ہے، اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳۲/۸۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن کھٹیک جب کہ فروخت کرنے والا ہے تو اس کا قول اس بارے میں معتبر نہیں ہے، لہذا وہ گوشت نہ کھانا چاہیے، شامی میں ہے: ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة إلخ (۳)

سوال: (۱۱۱) ذبیحہ مسلم کا کھٹیک لوگ دکان پر فروخت کرتے ہیں، اور اس پر مہر ڈاکٹر کی بدلنے

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۵/۳۷ کتاب الذبائح .

(۲) کھٹیک: ہندوؤں کی ایک قوم جس کا پیشہ عموماً ہر قسم کے جانور پالنے اور رکھنے کا ہے (فیروز اللغات)

(۳) رد المحتار ۹/۴۱۹ کتاب الحظر والإباحة قبل فصل في اللبس .

کے شبہ سے لگی ہوتی ہے، اور مسلمان کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے؛ آیا یہ گوشت کھانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۶۳۲-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ قرآن سے یہ محقق ہے کہ گوشت اسی ذبیحہ مسلمان کا ہے اور کھٹیک نے بدلا نہیں تو اس کا کھانا درست ہے۔

سوال: (۱۱۲) جو گوشت ہندو کھٹیک فروخت کرتے ہیں اگرچہ ذابح مسلمان ہوتا ہے، مگر ہندو کھٹیک ذبیحہ کو اپنے گھر لا کر فروخت کرتے ہیں اور وہ گوشت صورت اشتباہ پیدا کرتا ہے یعنی نظر سے غائب ہونا اور کسی مسلمان کا مذبح سے اس کے مکان تک نہ آنا ایسی صورت میں مسلمان ہندو کھٹیک کے یہاں سے لے کر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۲۳۷۳-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر ذابح کا مسلمان ہونا معلوم ہو تو درمختار کی عبارت سے اس گوشت کے کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور شامی نے ہدایہ سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے، لیکن تاتارخانیہ کی عبارت سے شامی نے حرمت نقل کی ہے، اور آگے لکھا ہے: ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة إلخ (۱) پس احتیاط نہ کھانے میں ہے۔

سوال: (۱۱۳) یہاں عام طور سے ہندو کھٹیک کے یہاں سے گوشت لے کر کھانے کا رواج ہے، اس میں اکثر ہندو کھٹیک سے بے احتیاطی بھی ہو جاتی ہے، کبھی خود ذبح کر لاتا ہے اور یہ کہہ کر فروخت کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور کبھی ناگہاں اور اتفاقیہ مرض یا موت سے مری ہوئی بکری کو ارزاں خرید کر کے اس کے گوشت کو مسلمانوں کا ذبیحہ مشہور کر کے اور زندہ حلال شدہ کا گوشت مشہور کر کے فروخت کرتا ہے، اکثر تجربہ و مشاہدہ ہوا ہے اور معتبر سے معتبر کھٹیک ایسا کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں، اور الزام ثبوت کو پہنچ گیا ہے، ایسی حالت میں مسلمانوں کو ہندو کھٹیک سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶ھ/۵۲۴-۳۵/۱۳۳۶ھ)

الجواب: علامہ شامی نے نقل کیا ہے: وفي التاتر خانية قبيل الأضحية عن جامع الجوامع لأبي يوسف: من اشترى لحماً فعلم أنه مجوسى وأراد الرد ، فقال: ذبحه مسلم ، يكره أكله اهـ ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة فإنه بعد إخباره بالحل بقوله:

ذبحہ مسلم کرہ اُکلہ ، فکیف بدونہ ؟ تأمل (۱) (شامی ۵/۲۱۹) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھٹیک سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں ہے خاص کر جب کہ قرائن اور عادت سے کھٹیکوں کی ایسی بے احتیاطی جو سوال میں درج ہے ظاہر ہو، تو بالضرور اسی روایت پر عمل کرنا چاہیے، بعض ثقہ لوگوں سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات بعض کھٹیکوں نے مسلمانوں کو کتے کا گوشت کھلایا ہے، ان دشمنانِ دین سے کچھ تعجب نہیں ہے، اور میتہ کا کھلانا بھی ایسا ہی ہے جیسا کتے کا گوشت کھلانا، والعیاذ باللہ الغرض مسلمانوں کو اس میں احتیاط ضروری ہے۔ فقط

سوال: (۱۱۴) ایک مسلمان نے ایک بکری ذبح کی، اس کا گوشت ایک ہندو کھٹیک فروخت کرتا ہے، اور بوقت فروخت کوئی مسلمان اس کے پاس موجود نہیں ہے، تو اہل اسلام کو اس گوشت کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۵۵۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر یہ معلوم اور محقق ہو کہ مسلمان نے اس کو ذبح کیا ہے اور صرف فروخت کرنے والا کھٹیک ہے، تب تو اس کا کھانا درست ہے، لیکن اس علم کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کی نظروں سے بعد ذبح کے وہ ذبیحہ غائب نہ ہوا ہو، اور اگر غائب ہو گیا اور صرف کھٹیک کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، تو اس میں اختلاف ہے، احوط یہ ہے کہ اس کو نہ کھائیں۔ کما فی الشامی: وفي التاترخانية قبيل الأضحية عن جامع الجوامع لأبي يوسف رحمه الله: من اشترى لحماً فعلم أنه مجوسى و أراد الرد. فقال: ذبحه مسلم يكره أكله اهـ ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة فإنه بعد إخباره بالحل بقوله ذبحه مسلم كره أكله فکیف بدونہ ؟ إلخ (۱) (الشامی ۵/۲۱۹ کتاب الحظر والإباحة) فقط

سوال: (۱۱۵) کھٹیک لوگ جو گوشت فروخت کرتے ہیں، اگر وہ سور کا گوشت بھی بناتے ہوں اور مردار جانور کا گوشت بھی فروخت کرتے ہوں، اس کا علم ہونے پر جملہ اہل اسلام اس بات کا عہد کر لیں کہ آئندہ ان سے نہیں لیں گے، یہ عہد کیسا ہے؟ (۹۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ اتفاق اور عہد مسلمانوں کا اچھا ہے، اور موافق شریعت کے ہے، مسلمانوں کو ایسا

ہی کرنا چاہیے، کہ کھٹیک کے پاس سے گوشت لے کر نہ کھائیں۔

سوال: (۱۱۶) جس جگہ بکر قصاب ہندو ہے اور وہ مسلمان سے ذبح کراتا ہے اور خود بناتا ہے اور خود فروخت کرتا ہے اور یہ بھی انتظام نہیں کہ مسلمان بروقت اس کی نگرانی کرے تو کیا ایسا گوشت کھانا جائز ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۰۲۸ھ)

الجواب: اگر یقین ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہے تو کھانا جائز ہے، لیکن جب کہ وہ ہندو بکر قصاب نظروں سے غائب ہو کر پھر گوشت کو لائے اور کہے کہ یہ ذبح کیا ہوا مسلمان کا ہے، تو اس کا قول معتبر نہیں، اور وہ گوشت کھانا درست نہیں، لہذا احتیاط ایسے موقع میں لازم ہے۔ فقط

ہندو سے گوشت خرید کر کھانا

سوال: (۱۱۷) بکری ذبح کرنے والا تو مسلمان ہے اور گوشت فروخت کرنے والا ہندو ہے، اور مسلمان ذبح کر کے چلا آتا ہے، ہر وقت مسلمان وہاں موجود نہیں رہتا، اس گوشت کا کھانا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۸۷۶ھ)

الجواب: ایسی حالت میں اس ہندو کافر سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں ہے۔ کما فی

الشامی (۱) فقط

سوال: (۱۱۸) قصبہ ہلدوانی میں یہ طریقہ ہے کہ قصاب مسلمان و اہل ہنود دونوں ایک احاطے کے اندر گوشت بکری کا کاٹ کر فروخت کرتے ہیں، اور ہنود سے بھی مسلمان گوشت خریدتے ہیں، مگر ذبح مسلمان کے ہاتھ سے ہوتا ہے، لیکن ہندو یہ کرتے ہیں کہ احاطہ کے اندر کھال نکالی اور گوشت اپنے مکان کو لے گئے اور اپنے مکانوں سے آکر دکانوں پر گوشت فروخت کرتے ہیں، اور مسلمان گوشت خریدتے ہیں، مسلمانوں کو اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۵/۱۰۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں کہ ہندو اس گوشت کو اپنے گھر لے جا کر پھر دکان پر لاتے ہیں مسلمانوں کو ان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا اور کھانا درست نہیں ہے۔ کذا فی الشامی .

(۱) و مفادہ : أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة ، فإنه بعد إخباره بالحل بقوله : ذبحه مسلم ، كره أكله ، فكيف بدونه ؟ تأمل (رد المحتار ۴۱۹/۹ كتاب الحظر والإباحة)

مشرک سے گوشت خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۹) مشرک سے گوشت خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۱/۱۳۳۵ھ)
الجواب: مشرک دکان دار سے گوشت خریدنا اور کھانا شامی میں ناجائز لکھا ہے (۱) لہذا احتیاط اس میں لازم ہے۔

مسلمان نے ذبح کیا اور غیر مسلم نے چمڑا اتارا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۰) جس ذبیحہ حلال کو مسلمان نے ذبح کیا ہو اس کا چمڑا چماریا کھٹیک سے نکلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)
الجواب: چماریا کھٹیک وغیرہ سے چمڑا ذبیحہ کا اگر نکلوایا، ذبیحہ کے گوشت میں کچھ خرابی نہیں ہوئی، کھانا اس گوشت کا جائز ہے۔

سوال: (۱۲۱) ایک حلال جانور کو مسلمان نے تکبیر پڑھ کر ذبح کیا اور بعد ذبح اس کا چمڑا غیر مسلم نے اتارا تو اس ذبیحہ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۷۳/۱۳۳۵ھ)
الجواب: غیر مسلم کے چمڑا اتارنے سے اس ذبیحہ کی حلت میں کچھ فرق نہیں آیا، البتہ اس غیر مسلم کا سامنے رہنا اور سامنے مسلمانوں کے چمڑا اتارنا ضروری ہے۔ فقط

عیسائی ملازم کا دکان تک مسلمان کا

ذبیحہ پہنچانا اور کولڈ اسٹور میں ذبیحہ رکھنا

سوال: (۱۲۲)..... (الف) شہر جو ہانس برگ میں از جانب سرکار واسطے یہود و نصاریٰ و مسلمان کے ایک اس قدر بڑا مذبح تیار کیا گیا ہے جس کے اندر ایک علیحدہ جگہ چاروں طرف پختہ دیواروں سے بنائی گئی ہے، جس میں ایک ہول سیل تاجر گوشت — تاجر کبیر — مسیحی ابراہیم جمال الدین جو پکے

(۱) ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة ، فإنه بعد إخباره بالحل بقوله : ذبحه مسلم ، كره أكله ، فكيف بدونه ؟ تأمل (رد المحتار ۴۱۹/۹ كتاب الحظر والإباحة)

مسلمان مسائل فقہیہ سے واحکام اسلام سے واقفیت تامہ رکھتے ہیں، اپنی گائے، بیل، بکریوں کو خود کی نگرانی میں ایک ذابح مسلم کے ہاتھ سے جو احکام ذبح میں ماہر ہے، ذبح کروا کر اور چمڑے اتروا کر ہر ایک جانور پر اپنے نام کی مہر کا سکہ لگاتے ہیں، تاکہ تبدیل و تغیر کا بالکل خدشہ نہ رہے، پھر مذکور مذبوح جانوروں کو اپنی خاص گاڑی پر جس پر جلی قلم سے ان کا نام تحریر کیا ہوا ہے، لدوا کر ہر ایک مسلمان گوشت فروش دکان دار کے یہاں پہنچاتے ہیں، گاڑی ہانکنے والا خاص ان کا ملازم ہے از قوم حبشی عیسائی مذہب کا ہے، اس گوشت کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

(ب) مذبح کے متصل از جانب سرکار ایک ایسا مکان بنایا گیا ہے جس کے اندر برف رکھا ہوا ہے، اسے انگریزی میں کولڈ اسٹور کہتے ہیں، اس میں گرمی کے موسم میں یہود و نصاریٰ رات کے وقت ماکول اللحم مذبوح جانوروں کو ایک طرف رکھتے ہیں، اور دوسری طرف مسلمان اپنے ذبح کردہ جانوروں کو رکھتے ہیں، درمیان میں فاصلہ ہے اور مسلمان کے ہر ایک جانور پر اسلامی مہر کا سکہ لگا ہوا ہوتا ہے تاکہ تبدیل ہونے کا خوف و خطر نہ رہے، اور وہ مکان رات کے وقت مقفل ہوتا ہے، جس کی چابی ایک سرکاری افسر نصاریٰ کے نزدیک رہتی ہے، صبح کے وقت اس مکان کو کھولتا ہے، تب مسلمان وہاں سے اپنے مذکور جانوروں کو لا کر دوسرے دکان دار مسلمانوں کو فروخت کرتے ہیں، یہ گوشت از روئے شرع شریف حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۴۳/۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) جب کہ یہ معلوم ہے کہ وہ گوشت مسلمان کے ہاتھ کے ذبح کیے ہوئے حلال جانور کا ہے تو مسلمانوں کو کھانا اس کا بلاشبہ جائز ہے۔ قال فی الدر المختار: و شرط کون الذابح مسلمًا حلالاً إلخ (۱) اور چونکہ اس گوشت پر مہر کا سکہ مسلم قصاب کا لگا ہوا ہے تو عیسائی ملازم کا لانا سبب اشتباہ نہیں ہو سکتا۔

(ب) یہ گوشت مثل سابق مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ کما مرّ سابقاً۔

بت پرست سے گوشت خرید کر کھانا

سوال: (۱۲۳) گوشت فروش اگر بت پرست ہو اور اہل کتاب بھی نہ ہو اور کوئی اہل کتاب ذبح

کردے اور یقین کامل ہو کہ مسلمان نے ذبح کیا ہے، تو اس بدنہب سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۶۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں ہے: ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة، فإنه بعد إخباره بالحل بقوله: ذبحه مسلم كره أكله، فكيف بدونه؟ إلخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں اس بت پرست سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں ہے: وهو الأحوط.

جس جانور کو ہندو نے ذبح کیا ہے مسلمانوں

کے لیے اس کا گوشت کھانا حرام ہے

سوال: (۱۲۴) کسی گاؤں میں ہندو لوگ بہت زیادہ ہیں، اور چند گھر مسلمان کے بھی ہیں، مگر وہ جاہل ہیں، اور ہندو لوگ تلوار سے بھیڑ وغیرہ مار کر کھاتے ہیں، تو مسلمانوں کو وہ گوشت حلال ہے یا نہیں؟ اور پوجا پاٹ میں جو چیزیں آتی ہیں ان کا کھانا بھی جائز ہے یا نہ؟ (۱۲۸/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: مسلمانوں کو وہ گوشت کھانا حرام ہے، اور پوجا پاٹ کا کھانا بھی مسلمانوں کو حرام ہے۔

بھینس کے پیٹ میں بچہ مر گیا پھر بھینس کو

ذبح کر دیا تو اس کا گوشت حلال ہے

سوال: (۱۲۵) ایک بھینس کا جب زمانہ جننے کا قریب ہوا، تو بچہ مقام مخصوص سے نہ نکل سکا، بایں وجہ لوگوں نے اس بچے کا سر کاٹ دیا، وہ بچہ ماں کے پیٹ میں مر گیا، جب بھینس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوا، تو اس کو ذبح کر دیا، بعد ذبح اس کے گوشت کی حلت و حرمت میں مابین مسلمین اختلاف ہوا، بعض نے کہا: حلال ہے، کیونکہ شرعاً ذبح ہوئی ہے اور بعض نے کہا: حرام ہے، کیونکہ جب بچہ پیٹ کے اندر بلا ذبح شرعی سر کاٹنے سے مر گیا، اور اس کا خون نجس اس بھینس کے گوشت پوست میں مل گیا، تو اب اس بھینس کا گوشت کھانا درست نہ رہا، آیا شرعاً اس بھینس کا گوشت حلال ہے یا نہیں؟ اور اگر اس بچے کا

سر اللہ اکبر کے ساتھ کاٹا جاتا، تو وہ بھی حلال ہو جاتا یا نہیں؟ (۲۲۷۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ بھینس حلال ہے، اس کا گوشت کھانا اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے بعد جائز اور حلال ہے، اور بچے کا ماں کے پیٹ میں مرجانا موجب حرمت ماں کے گوشت کے نہیں ہے، آخر پیٹ میں دیگر نجاسات گوبر وغیرہ بھی تو ہوتی ہیں، اور وہ بچہ جس کا سر کاٹا گیا اور حال یہ کہ وہ ماں کے پیٹ میں تھا اگر اس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا، تو اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ کما فی الدر المختار: بقرة تعسرت ولادتها فأدخل ربها يده وذبح الولد حل إلخ (۱) فقط

جو جانور چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ہو اس کو

ذبح کرنا چاہیے یا اپنی موت مرنے دینا چاہیے؟

سوال: (۱۲۶) جو ضعیف و کمزور مویشی بوجہ کسی بیماری یا زیادہ عمر ہو جانے کے اس قدر کمزور ہو گئے ہوں کہ ان کا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو، ایسے ہی بعض جوان العمر اور موٹے تازے مویشی جن کا پیر وغیرہ ٹوٹ جاتا ہے، ان کا کھانا پینا سب چھوٹ جاتا ہے، اور بڑی تکلیف سے ہاتھ پیر گڑ گڑ کر مرتے ہیں، ان کو اپنی موت سے مرنے دینا چاہیے یا بخیاں ان کی تکلیف کے فوراً ذبح کر دینا چاہیے؟ افضل کونسی صورت ہے؟ جہاں غیر مسلمان کی بستی ہے وہاں ذبح کرنے سے پھر مویشی اس کو نہیں ملتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۶۵۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ایسے جانوروں کا ذبح کر دینا بہتر ہے، اور ان کا گوشت کھانا اور فروخت کرنا درست ہے، اور اپنی موت مرنے دینا برا ہے، لیکن اگر اس میں کچھ فتنہ ہے اور نقصان زیادہ ہوتا ہے تو اس وجہ سے ذبح نہ کرنے میں بھی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

ذبیحہ کا گوشت ہندوؤں کے پانی سے صاف کرنا

سوال: (۱۲۷) ایک قصاب نے گاؤں میں بکرا ذبح کیا، جہاں ہندو اور کچھ اہل اسلام آباد ہیں،

اہل ہنود مذکور نے مسلمان قصاب کو کہا کہ ہمارے پانی سے گوشت صاف کیا جاوے، اگر مسلمانوں کے پانی سے صاف ہوا تو ہم نہیں لیں گے، اور مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے پانی سے گوشت صاف کیا جاوے ورنہ ہم نہیں لیں گے، جب تم ہمارے سے پرہیز کرتے ہو تو ہم کو بھی اسلام کا حکم ہے کہ ہندوؤں سے پرہیز کرو، سب مسلمانوں نے گوشت لینے سے انکار کیا، کیونکہ ہنود کے پانی سے گوشت صاف کیا گیا تھا، پس اگر ایک مسلمان اس گوشت کو خریدے جس کے خریدنے کے بعد عموماً لوگوں نے خریدا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۰۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے امور میں شریعت یہ حکم نہیں کرتی کہ خواہ مخواہ ضد کی جاوے کہ اگر ہندوؤں کے پانی سے صاف ہوا تو ہم گوشت نہ خریدیں گے، اگر ہندوؤں کا پانی پاک تھا اور پاک برتن میں تھا تو مسلمانوں کو ہندوؤں کی طرح ضد اور نفسانیت نہ کرنی چاہیے تھی۔ پس جس مسلمان نے گوشت خریدا اور اس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں نے خریدا تو اس نے کوئی جرم نہیں کیا، ہندو تو عموماً مسلمانوں کی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کو اس کے مقابلہ میں یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی ہندو کے ہاتھ کی چیز نہ کھائیں، آخر مٹھائی وغیرہ ہندوؤں کے ہاتھ کی پکی ہوئی اور ان کے برتنوں میں پکی ہوئی اور ان کے پانی سے پکی ہوئی مسلمان کھاتے ہی ہیں، اور شرعاً یہ درست ہے، پھر اس گوشت میں ہی کیا خرابی ہوگئی؟! جب کہ وہ مسلمان ہی کا ذبح کیا ہوا ہے۔

مردہ بکری ذبح کر کے کھلانے والے

اور کھانے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۸) ایک مسلمان کی بکری جنگل میں بیمار ہوئی، اس نے وہیں ذبح کر کے اس کا گوشت گاؤں میں لا کر فروخت کر دیا، بعد کھانے کے معلوم ہوا کہ بکری مردہ ذبح کی گئی ہے، جس شخص نے پکڑ کر ذبح کرائی تھی وہ حلفیہ کہتا ہے کہ بکری ذبح کرنے سے پہلے یقیناً مر چکی تھی، تو کھانے اور کھلانے والوں پر کیا حکم ہے؟ (۳۵/۳۱۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: کھانے والے جنہوں نے لاعلمی میں کھایا گناہ گار نہیں ہیں، کھلانے والا گناہ گار ہوا۔ وہ توبہ کرے یہی اس کا کفارہ ہے۔ فقط

مذبوَحہ کے پیٹ میں سے بچہ نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۹) گائے مذبوَحہ کے پیٹ میں سے اگر مردہ بچہ نکل جائے، تو وہ حلال ہے یا نہ؟
(۱۳۴۵-۴۴/۵۲۹ھ)

الجواب: اگر جنین بلا ذبح کے مر جائے تو وہ حلال نہیں ہے، البتہ اگر زندہ نکلے اور ذبح کر دیا جائے تو حلال ہے (۱) (در مختار و شامی)

سوال: (۱۳۰) اگر بکری، بھیڑ یا ہرنی وغیرہ حلال جانور کے پیٹ میں سے بعد ذبح کے بچہ نکلے، تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا ذبیحہ کرنے والا کس جرم شرعی کا مرتکب ہوگا؟ اگر وہ دکان دار ہے، تو اس کی دکان بند ہو سکتی ہے؟ اور وہ خارج از برادری ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۸۵۱ھ)

الجواب: اس بکری یا بھیڑ یا ہرنی وغیرہ کا بعد ذبح کے کھانا جائز ہے، لہذا وہ شخص جس نے ایسا گوشت کھایا یا فروخت کیا کسی جرم کا مرتکب نہیں ہے، اور اس کی دکان بند کرنا یا اس کو برادری سے اس وجہ سے خارج کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۳۱) جو بکری ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلے، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۵۱۶ھ)

الجواب: اگر وہ بچہ زندہ نکلا، تو اس کو ذبح کر کے کھانا درست ہے، اور اگر مردہ نکلا تو نہ کھایا جائے یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

گائے ذبح کرنے کی حلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے

سوال: (۱۳۲) (الف) ذبیحہ گائے کس زمانہ سے آنحضرت ﷺ نے بحکم ربی حلال

فرمایا؟

(۱) و منظومة النسفي قوله :

إن الجنين مفرد بحكمه ﴿﴾ لم يتذكَّ بذكاة أمه

و في الشامي : ومعنى البيت أن الجنين وهو الولد في البطن إن ذكَّي على حدة حلَّ، وإلا لا .

(الدر و الشامي ۹/ ۳۶۷ ، كتاب الذبائح)

(ب) کون کون آیات قرآن مجید سے بابت ذبیحہ حکم ناطق کے دلیل ظہور میں آئیں؟ اور ذباح البقر پر کیا وعید آئی ہے؟ (۲۰۸۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلَّذَاكِرِينَ حَرَّمَ أَمْ الْأُنثَيْنِ﴾ (سورۃ أنعام، آیت: ۱۴۴) سے حلت بقر ثابت ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے ذبح کرنا بقر کا احادیث سے ثابت ہے (۱) اور یہ مسئلہ مجمع علیہا امت مرحومہ کا ہے کسی کا اس میں خلاف نہیں ہے، اور ذباح البقر پر جیسا کہ عوام میں کچھ وعید مشہور ہے وہ غلط ہے کوئی وعید اس پر نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے خود گائے کو ذبح فرمایا تو اس میں کیا خرابی ہو سکتی ہے۔ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الْآيَةَ﴾ (سورۃ احزاب، آیت: ۲۱)

جو گھوڑی گدھے سے گا بھن تھی اس کو ذبح کیا گیا

تو اس کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۳۳) ما تقول السادة العلماء وأئمة دين الهدى — وفقهم الله لما يحب ويرضى — في أنثى فرس حامل من حمار ذبحت، وخرج من بطنها ولد، أحلال أكلها أم حرام؟ (۱۳۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: المعتبر في الحل والحرمة الأم، فالبغل الذي أمه فرس حكمه كفرس أى يكره عندهما تنزيهاً وعنده تحريماً كذا في الشامي (۲)

(۱) عن جابر رضي الله عنه قال: ذبح رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عائشة بقرة يوم النحر (الصحيح لمسلم ۴۲۴/۱ كتاب الحج، باب جواز الاشتراك في الهدى وأجزاء البدنة والبقرة كل واحدة منهما عن سبعة)

(۲) و(لا يحل) البغل الذي أمه حمارة، فلو أمه بقرة أكل اتفاقاً، ولو فرساً فكأمله. وفي الشامي: قوله: (فكأمله) فيكون على الخلاف الآتي في الخيل، لأن المعتبر في الحل والحرمة الأم فيما تولد من مأكول وغير مأكول (الدر المختار و رد المحتار ۳۶۸/۹-۳۶۹ كتاب الذبائح)

ترجمہ: سوال: (۱۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور ائمہ دین ہدی — اللہ تعالیٰ ان کو ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں — اس گھوڑی کے بارے میں جو گدھے سے گابھن تھی اس کو ذبح کیا گیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلا تو اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب: حلت و حرمت کا مدار ماں پر ہے، پس جس خچر کی ماں گھوڑی ہے اس کا حکم گھوڑی جیسا ہے، یعنی صاحبین کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ تحریمی۔

بکری کا بچہ کتے کے ہم شکل ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۴) ایک بکری خواہ کوئی جانور ایک بار دو بچے جنے جس میں ایک ہم شکل ماں کے اور دوسرا بہ شکل کتے یا کسی حرام جانور کے ہو؛ تو جو بچہ بہ شکل حرام جانور کے ہے، اس کی شناخت کیوں کر ہوگی؟ اور اس کا کھانا ہمارے لیے حرام ہے یا درست؟ (۱۷۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: در مختار میں اور شامی میں یہ ہے کہ اگر وہ بچہ جو بہ شکل کتے کے ہے، بھونکے مثل کتے کے؛ تو نہ کھایا جاوے، اور اگر آواز کرے بکری کی؛ تو ما سوائے سر کے باقی کھایا جاوے، اور سر کو پھینک دیا جاوے، قولہ: (الصياح يخبر الخ) أي فإن نبح لا يؤكل، وإن ثغائر رأسه، ويؤكل

الباقی (۱) (شامی، کتاب الذبائح)

جو بچہ بکری سے کتے کی شکل میں پیدا ہوا ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ گوشت کھاتا ہے؛ تو کتے کے حکم میں ہے، اور اگر گھاس کھاتا ہے؛ تو سر کے علاوہ باقی گوشت کھالیا جاوے، اور اگر اس طرح سے شناخت نہ ہو سکے تو دوسری صورت شناخت کی آواز سے ہے: اگر کتے کی طرح بھونکے تو کتے کے حکم میں ہے، اور اگر بکری کی طرح بولے تو بکری کے حکم میں مثل سابق کیا جائے، کہ سر کاٹ کر پھینک دیں، باقی کو کھالیں، اور اگر دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں؛ تو ذبح کرنے کے بعد اگر اوجھڑی نکلے تو

بکری ہے، اور اگر صرف آنتیں نکلیں تو کتا ہے (۱) (شامی، کتاب الذبائح ۵/۲۷۱) محمد اکمل غفرلہ

گندگی کھانے والی مرغی کو کب ذبح کرنا چاہیے؟

سوال: (۱۳۵) مرغی کو تین روز بند کر کے ذبح کرنا چاہیے؟ یا جس وقت ضرورت ہو چرتی ہوئی

مرغی کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۹۱/۱۳۳۰ھ)

الجواب: گندگی کھانے والی مرغی کو روک کر بند کر کے ذبح کر کے کھانا چاہیے، اگر چہ فی الفور ذبح کر کے کھانا بھی درست ہے، مگر مکروہ ہے، اور جو مرغ گندگی نہ کھاتا ہو اس کو فی الحال ذبح کر کے کھانا بلا کراہت کے درست ہے، اور شامی میں منتقی سے منقول ہے کہ جلالہ یعنی گندگی کھانے والا جانور وہ مکروہ ہے کہ اس کے گوشت میں سے بدبو آنے لگے، پس اگر ایسا نہ ہو تو اس کو فی الفور بدون روکنے کے ذبح کر کے کھانا درست ہے (۲) فقط

(۱) وَإِنْ يَنْزُ كَلْبٌ فَوْقَ عَنَزٍ فَجَاءَهَا ﴿١﴾ نِتَاجٌ لَهُ رَأْسٌ كَكَلْبٍ فَيَنْظُرُ فَإِنْ أَكَلَتْ لَحْمًا فَكَلْبٌ جَمِيعُهَا ﴿٢﴾ وَإِنْ أَكَلَتْ تَبْنًا فَذَا الرَّأْسُ يُتْرُ وَيُؤْكَلُ بَاقِيهَا وَإِنْ أَكَلَتْ لَذًا ﴿٣﴾ وَذَا فَاضْرِبْنَهَا وَالصِّيَاحُ يَخْبِرُ وَإِنْ أَشْكَلَتْ فَادْبَحْ فَإِنْ كَرِشَهَا بَدَا ﴿٤﴾ فَعَنْزٌ وَإِلَّا فَهُوَ كَلْبٌ فَيُطْمَرُ

وفي الشامي قوله: (وإن ينز إلخ) يقال: نزل الفحل إذا وثب على الأنثى فواقعها، والنجاج بالكسر اسم يشمل وضع البهائم من الغنم وغيرها، شارح. قوله: (فإن أكلت إلخ) تفصيل لقوله "فينظر" والبترا القطع: أي يقطع الرأس ويرمي ويأكل الباقي. قوله: (والصياح يخبر) أي فإن نبج لا يؤكل، وإن ثغاير رمي رأسه ويؤكل الباقي. قوله: (وإن أشكلت) بأن نبج كالكلب وثغا كالعنز. قوله: (فعنز) أي فيؤكل ماسوى رأسه. قوله: (وإلا) بأن خرج له أمعاء بلا كرش. والطمر: الدفن في الأرض إلخ (ردالمحتار ۹/۳۷۷ کتاب الذبائح)

(۲) وفي المنتقى: الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة، فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولا يعمل عليها، ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها وصرح المصنف في الحظر والإباحة: أنه يكره لحم الأتان والجلالة. قال الشارح هناك: وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها. وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة، وعشر لإبل وبقر على الأظهر؛ ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت اهـ (الشامی ۱/۳۴۰-۳۴۱ کتاب الطهارة - باب المياہ - فصل في البئر، مطلب في السور، و أيضًا الدر المختار مع الشامی ۹/۴۱۴، کتاب الحظر والإباحة)

بکری یا گائے کے بچے نے خنزیر کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۶) بکری یا گائے کے بچے نے خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی، اس کا دودھ اور گوشت حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو کیوں؟ (۱۳۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس بچے کا گوشت اور دودھ حلال ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے: وكونه يتغذى بالنجاسة لا يمنع حله إلخ (۱) (ص: ۱۹۴) اور وجہ یہ ہے کہ اس میں انقلاب عین ہو جاتا ہے۔

بکری کے بچے نے کتے کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۷) اگر بکری کا بچہ کتے کا دودھ پی کر پرورش ہوا ہو، تو اس بچے کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۲-۳۳/۷۲۳ھ)

الجواب: گوشت اس کا حلال ہے۔ درمختار میں ہے: كما حل أكل جدي غدي بلبين خنزير لأن لحمه لا يتغير وما غدي به يصير مستهلكاً لا يبقى له أثر إلخ (۲) اور شامی نے بعض کتب سے یہ نقل فرمایا ہے کہ حلت اس کی اس حالت میں ہے کہ دودھ نجس پلانے کے بعد چند ایام کے ذبح کیا جائے (۳)

حلال جانوروں کی تفصیل کہاں ہے؟

سوال: (۱۳۸)..... (الف) سارے جانور کیسے حلال ہو گئے؟

(ب) جو جانور حلال ہیں ان سب کے نام قرآن مجید میں درج ہیں یا نہ؟ اور کس پارے میں

ہے؟ (۱۳۳۲-۳۳/۲۲۹ھ)

(۱) حاشیة ابن عابدين ۳۷۱/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۴۱۴/۹ کتاب الحظر والإباحة .

(۳) وفي شرح الوهبانية عن القنية راقما أنه يحل إذا ذبح بعد أيام، وإلا لا (رد المحتار ۴۱۵/۹ کتاب الحظر والإباحة)

الجواب: (الف) جن جانوروں کو قرآن وحدیث میں حلال فرمایا وہ حلال ہیں، اور جن کو حرام فرمایا وہ حرام ہیں، حدیث شریف میں ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر عن أكل كل ذي ناب من السباع وعن كل ذي مخلب من الطير (۱)
 (ب) بعض جانوروں کا ذکر قرآن شریف میں ہے، اور بعض کا احادیث میں ہے اور حدیث میں حلت و حرمت جانوروں کے لیے قواعد کلیہ درج ہیں، اور فقہ کی کتابوں میں اس کی پوری تفصیل ہے، اس تفصیل کو فقہ میں دیکھنا چاہیے (۲) فقہ خلاصہ قرآن اور حدیث کا ہے ہر ایک مسئلہ کی تحقیق فقہ کی کتابوں سے کرنی چاہیے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا اور قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۹) گھوڑے کا گوشت کھانا اور قربانی گھوڑے کی کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۹۸۴ھ)

الجواب: گھوڑے میں امام صاحب علیہ الرحمہ کا مذہب عدم حلت کا ہے، اور صاحبین علیہما الرحمہ حلت کے قائل ہیں مع الکراهة التنزیہیة. کذا فی الشامی (۳) پس گوشت اسپ کو نہ کھانا چاہیے، اور قربانی گھوڑے کی باتفاق درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: و رکنها: ذبح ما يجوز من النعم لا غیر الخ (۴) (درمختار)

کچھوا، مینڈک اور گھڑیال کا کھانا حرام ہے

سوال: (۱۴۰) کچھوا، مینڈک، گھڑیال حلال ہیں؟ (۱۳۳۸/۳۳۲ھ)

-
- (۱) سنن أبي داود ص: ۵۳۳ کتاب الأطعمة، باب ما جاء في أكل السباع .
 (۲) راجع للتفصيل إلى الدر والشامي ۳۶۸/۹-۳۷۱ کتاب الذبائح .
 (۳) و (لا يحل) الخيل و عندهما رحمهما الله والشافعي رحمه الله تحل. وفي الشامي: وإن قالوا بالحل لكن مع كراهة التنزيه (الدر والرد ۳۶۹/۹ کتاب الذبائح)
 (۴) الدر المختار مع رد المحتار ۳۷۹/۹، أوائل کتاب الأضحية .
-

الجواب: امام صاحب بوجہ آیت ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۱۵۷) ان سب کو حرام فرماتے ہیں۔

سوال: (۱۴۱) کچھو اور ریائی اور دریائی مینڈک وغیرہ حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۳/۱۳۳۴ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک کوئی دریائی جانور سوائے مچھلی کی اقسام کے حلال نہیں ہے، اور حدیث: أحلت لنا الميتان (۱) سے عند الحنفیہ مچھلی اور ٹڈی مراد ہے۔ درمختار میں ہے: ولا یحل حیوان مائى إلا السمک الخ وحل الجراد وأنواع السمک بلا ذکاة لحديث: أحلت لنا ميتتان: السمک والجراد (۲) پس کچھو اور ریائی، مینڈک دریائی کا کھانا بھی حرام ہے۔ فقط

سہاہی (خاردار جنگلی چوہا) کھانا حرام ہے

سوال: (۱۴۲) قنفذ جس کو فارسی میں خار پشت اور اردو میں سہاہی کہتے ہیں حلال ہے یا مردار؟ نور الہدایۃ اور غایۃ الأوطار میں جانور مذکور کو حشرات میں داخل کیا ہے۔ (۱۳۴۵/۵۵۷ھ)

الجواب: قنفذ جس کو فارسی میں خار پشت اور اردو میں سیہہ یا سہاہی کہتے ہیں حشرات الارض میں سے ہے، اور کھانا اس کا حرام ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۱۵۷) چنانچہ شامی میں ہے: قوله: واحدها حشرة..... كالقنبرة والوزغة وسام أبرص والقنفذ والحية الخ (۳) اور غایت الأوطار میں ہے: اور حلال نہیں حشرات إلى أن قال چنانچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں، اس واسطے کہ مستخبث ہیں قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۱۵۷) (۴) اور ایسا ہی نور الہدایۃ میں ہے۔ فقط

(۱) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: أحلت لنا ميتتان، الحوت والجراد (سنن ابن ماجہ ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد)

(۲) الدر مع الرد ۹/۳۷۱-۳۷۲ کتاب الذبائح .

(۳) رد المحتار للعلامة محمد أمين الشامي ۹/۳۶۹ کتاب الذبائح .

(۴) غایۃ الأوطار ترجمہ اردو الدر المختار ۴/۱۷۵-۱۷۶ کتاب الذبائح۔

کوّا حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۱۴۳) کوّا نجاست و حلال کھاتا ہو، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)
 الجواب: درمختار میں ہے: والغراب الأبقع الذي يأكل الجيف لأنه ملحق بالخبائث الخ اور شامی میں والغراب الأبقع کی شرح میں ہے: فهو أنواع ثلاثة:
 (۱) نوع يلتقط الحب ، ولا يأكل الجيف وليس بمكروه.

(۲) ونوع لا يأكل إلا الجيف وهو الذي سماه المصنف الأبقع وأنه مكروه.

(۳) ونوع يخلط: يأكل الحب مرة والجيف أخرى ولم يذكره في الكتاب وهو غير مكروه عنده رحمه الله ، مكروه عند أبي يوسف رحمه الله اهـ والأخير هو العقق الخ (۱) اور درمختار میں ہے: والعقق هو غراب يجمع بين أكل جيف وحب والأصح حله الخ (۲) فقط
 سوال: (۱۴۴) فاكهة البستان مصنفه مخدوم محمد ہاشم ٹٹوی اور مصلح المفتاح سندھی میں وارد ہے کہ کوئے کا سور (جھوٹا) حلال ہے اور خود کوّا حلال ہے کیوں کہ فقط حرام نہیں کھاتا، بلکہ مرغی کے موافق ہر دو حرام و حلال کھا جاتا ہے اور پنچے سے شکار نہیں کرتا، چونچ سے شکار کرتا ہے، عنایت فرما کر غور سے اس مسئلہ کا جواب عطا فرمادیں۔ (۱۲۱۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جو کچھ کتاب فاکہۃ البستان میں کوئے کی بابت لکھا ہے صحیح ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کتب فقہ شامی وغیرہ میں منقول ہے یہ کوّا ایسی جو حلال و حرام سب کھاتا ہے حلال ہے اور اس کا سور بھی پاک ہے۔ فقط

بگلا حلال ہے

سوال: (۱۴۵) بگلا تالاب کا رہنے والا حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۹/۳۱۲ھ)
 الجواب: بگلا حلال ہے، کیونکہ جو پرندہ ذی مخلب ہو اور نہ خبائث میں سے، وہ حلال ہے۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۷۰/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۳۷۳/۹ کتاب الذبائح .

كما في الحديث: أنه صَلَّى الله عليه وسلّم نهى عن أكل كل ذي ناب من السباع وعن كل ذي مخلب من الطير. رواه مسلم (۱) فقط

گوہ کا کھانا حلال نہیں

سوال: (۱۴۶) ضب — گوہ — کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ (۵۷۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ ضب کا کھانا حلال نہیں ہے، اور جو کچھ اس کی حلت میں وارد ہوا ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے بعد میں منسوخ ہو گیا۔ شامی میں فرمایا کہ جس وقت آیت ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۱۵۷) نازل ہوئی تو ضب کا کھانا حرام ہو گیا (۲) فقط

خرگوش حلال ہے

سوال: (۱۴۷) خرگوش حلال ہے یا نہیں؟ (۳۳/۴۰۴-۱۳۳۴ھ)

الجواب: خرگوش حلال ہے، کتب فقہ میں حلت اس کی مصرح ہے، اور قاعدہ حرمت میں وہ داخل نہیں ہے، احادیث اور آثار صحابہ سے خرگوش کی حلت ثابت ہے (۳) درمختار میں فرمایا: وحل غراب الزرع..... والأرنب الخ (۴)

(۱) الصحيح لمسلم ۲/۱۴۷ کتاب الصيد والذبائح. باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع وكل ذي مخلب من الطير.

(۲) ولا يحل ذوناب..... والفيل والضب، وما روي من أكله محمول على الابتداء. وفي الشامي: قوله: (على الابتداء) أي ابتداء الإسلام قبل نزول قوله تعالى وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ (الدر والرد ۹/۳۶۸-۳۷۰ کتاب الذبائح)

(۳) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: مررنا فاستنفجنا أرنبا بمر الظهران فسعوا عليه، فلغبوا قال: فسعيت حتى أدركتها، فأتيت بها أبا طلحة فذبحها، فبعث بوركها و فخذيتها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتيت بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله (الصحيح لمسلم ۲/۱۵۲ کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الأرنب) وهكذا في جامع الترمذي (۲/۱ أبواب الأطعمة، باب ما جاء في أكل الأرنب)

(۴) الدر المختار مع الرد ۹/۳۷۳ کتاب الذبائح.

سوال: (۱۴۸) خرگوش دو قسم کا ہوتا ہے ایک پنچے والا اور دوسرا کھر والا، ان میں سے کون سا حلال ہے؟ (۱۳۴۲/۹۶۷ھ)

الجواب: خرگوش کی ہر دو قسم حلال ہیں۔

پیلومرغ حلال ہے

سوال: (۱۴۹) پیلومرغ حلال ہے یا حرام؟ یعنی اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ مدلل ارقام فرمایا جاوے۔ (۱۳۴۳-۳۲/۸۰۹ھ)

الجواب: پیلومرغ حلال ہے کیوں کہ وہ ذی مخلب نہیں ہے، پس جیسا کہ تمام مرغ حلال ہیں، یہ بھی حلال ہے۔ درمختار میں ہے: ولا يحل ذوناب يصيد بناه أو مخلب يصيد بمخلبه أي ظفره فخرج نحو الحمامة من سبع أو طير إلخ . ملخصا (۱) پس مرغ پیلو اس قاعدہ حرمت میں داخل نہیں ہے، لہذا اس کی حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

سوال: (۱۵۰) پیلو جو ایک قسم مرغ کی ہے، حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۴۳-۳۲/۱۳۶۱ھ)

الجواب: پیلو حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۱) فیل مرغ (۲) جو کسی جزیرہ کا ہوتا ہے، جس کو اکثر انگریز پالتے ہیں، قسم مرغ سے ہے، اور دیسی مرغ سے سہ چند اس میں گوشت ہوتا ہے، چونچ سیدھی ہوتی ہے، یہ مرغ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۶-۳۵/۳۷۲ھ)

الجواب: فیل مرغ جس کا ذکر سوال میں ہے حلال ہے۔

سوال: (۱۵۲) ایک پرند جانور جس کو فیل مرغ فارسی میں خروس بوقلمون کہتے ہیں، اس کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۲۵۹۴ھ)

الجواب: اس کا کھانا درست ہے اور وہ حلال ہے۔ فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۶۸/۹ کتاب الذبائح .

(۲) فیل مرغ: پیلومرغ، پیرو (PERU) ایک قسم کا بڑا مرغ (فیروز اللغات)

ایک پہاڑی جانور اور اس کا حکم

سوال: (۱۵۳) دنبہ کے قد و قامت کا ایک پہاڑی جانور ہے، جس کی پیٹھ پر ابلق کانٹے ہیں، اور پیٹ و ٹانگوں پر سخت سیاہ بال ہوتے ہیں، اور پنچہ اگلے پاؤں کے کتے کے موافق اور پچھلے پنچے چھوٹے پنچے کی مانند ہیں، اور کان آدمی کے موافق اور چار تھن ہیں، سر بکرے کی مانند ہے دانت خرگوش کی، نیز جگالی کرنے والا جانور ہے، پہاڑ نے والا نہیں ہے، یہ جانور حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۶۴ھ)

الجواب: قرائن سے جانور مذکور حلال معلوم ہوتا ہے کیوں کہ وہ درندہ ذی ناب نہیں ہے بلکہ انعام میں داخل ہے۔ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۱) فقط

مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور حلال نہیں

سوال: (۱۵۴) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوائے مچھلی کے اور کوئی دریائی جانور حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۲۱۰ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے سوائے مچھلی مجموع اقسامہ کے اور کوئی جانور دریائی حلال نہیں ہے، بلکہ حرام ہے بہ نص قطعی ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۱۵۷) وفي الحديث: أحلت لنا الميتان: السمك والجراد (۱) قال في الدر المختار: ولا يحل حيوان مائي إلا السمك الخ وفيه أيضاً: وحل الجراد..... وأنواع السمك الخ (۲) فقط

غیر مذبوح مچھلی کے حلال ہونے کی دلیل

سوال: (۱۵۵) مچھلی بلا ذبح کیے ہوئے کھانی کس دلیل سے جائز ہے؟ (۱۳۴۵/۳۰۳۶ھ)

الجواب: حدیث شریف میں آیا ہے: أحلت لنا الميتان السمك والجراد الحديث (۳) فقط

(۱) سنن ابن ماجہ ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار المعروف بالشامی ۹/۳۷۱-۳۷۲ کتاب الذبائح.

(۳) سنن ابن ماجہ ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد.

سوال: (۱۵۶) چند آدمی اس بات کا تجسس کرتے ہیں کہ مچھلی کس وجہ سے بے ذبح کیے ہوئے حلال ہے، اور جانور جو حلال ہیں وہ بغیر ذبح کیے ہوئے استعمال میں نہیں آتے، پھر کیا وجہ ہے کہ مچھلی ذبح نہیں کی جاتی؟ (۳۶/۳۲۸۸-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وحل الجراد الخ وأنواع السمك بلا ذكاة لحديث أحلت لنا ميتتان: السمك والجراد الحديث (۱) روایت فقہی اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹڈی اور مچھلی بدون ذبح کے حلال ہیں۔

طافی مچھلی کا کھانا مکروہ ہے

سوال: (۱۵۷) مچھلی پکڑ کر تالاب یا حوض میں چھوڑ دے، اس حالت میں اگر طافی ہوگئی، تو کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۳۲/۱-۱۳۳۳ھ)

الجواب: طافی مچھلی کا کھانا مکروہ ہے (۲)

کتے وغیرہ شکاری جانور کی پکڑی ہوئی مچھلی حلال ہے

چاہے اس میں سے کتے نے کچھ کھالیا ہو

سوال: (۱۵۸) غیر حلال شکاری جانور کی پکڑی ہوئی مچھلی حلال ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس میں سے کچھ کھالیوے، تو باقی کا کیا حکم ہے؟ (۲۱۸۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حلال ہے، اور اگر اس نے کچھ کھالیا تو باقی حلال ہے، اس کو دھولیوے۔

بڑی مچھلی جس کا وزن ایک من سے زائد ہو حلال ہے

سوال: (۱۵۹) مچھلی اگر ایک من سے زائد ہو تو وہ حلال ہے یا حرام؟ جو شخص ایک من سے زیادہ کی مچھلی کو حرام بتلاوے اس پر حکم شرع کیا ہے؟ (۲۴/۱۵۵-۱۳۴۵ھ)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۳۷۲/۹ کتاب الذبائح .

(۲) ویکرہ اکل الطافی منه (الهدایۃ ۴/۴۲۲ کتاب الذبائح)

الجواب: مچھلی کلاں خواہ کتنی ہی وزنی ہو حلال ہے، اور جو شخص حرام کہتا ہے وہ غلطی پر ہے، اس کے قول کا اعتبار نہ کیا جاوے، ناواقفیت سے ایسا کہتا ہے، اس کے قول کا اعتبار نہ کرو، یہی سزا اس کے لیے کافی ہے۔ فقط

سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا حلال ہے

سوال: (۱۶۰) ماہی خشک یعنی سوکھی مچھلی جس کو بنگلہ میں سوکھی کہتے ہیں یعنی جیلے لوگ (ماہی گیر) مچھلی پکڑ کر دھوپ میں سکھاتے ہیں، جب مچھلی سوکھ جاتی ہے تو گھر میں مہینہ دو مہینے رکھتے ہیں یا زائد، بعد اس کے اس کو بازار میں یا گاؤں میں فروخت کرتے ہیں، مگر اس میں بورہتی ہے، ایسی مچھلی کو کھانا حرام ہے یا حلال؟ یہاں پر بعض علماء حرام کہتے ہیں اور بعض حلال کہتے ہیں، اور قائل حرمت پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، آیا قائل حرمت کا فر ہے یا نہیں؟ (۳۲/۲۰۲۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا حلال ہے، حرام کہنا اس کو صحیح نہیں ہے، لیکن قائل حرمت کو کافر نہ کہا جاوے، اگر بدبو کی وجہ سے کسی کو کراہت طبعی معلوم ہو، وہ نہ کھاوے لیکن حرام نہیں ہے۔

جریت و مار ماہی مچھلی حلال ہے

سوال: (۱۶۱) دریا میں ایک مچھلی ڈھال کی شکل کی ہوتی ہے، غالباً عربی میں اس کو جریت کہتے ہیں، وہ حلال ہے یا نہ؟ (۳۳/۹۸۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اقسام ماہی سب حنفیہ کے نزدیک حلال ہیں، اور جریت و مار ماہی بھی حلال ہے۔ درمختار میں ہے: ولا یحل حیوان مائی إلا السمک..... غیر الطافی الخ. والجریت الخ والمار ماہی الخ (۱)

سوال: (۱۶۲) ما قولکم أيہا العلماء الکرام والفضلاء العظام فی الحیوان البحرى المَدَوَّرِ کالترس، له ذنب طویل کالسوط، وعلى أصل الذنب شوكة وله فُلْس وشق ویكون مولده ومعاشه فی الماء، وليس له لسان أصلا وهو من السمک أم لا؟ وعلامة

السّمك ماهي؟ وصورة الجريث ماهي؟ والحيوان البحري المدور المذكور هو داخل في الجريث أم لا؟ (۵۱۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: ولا يحل حيوان مائي إلا السمك الخ وإلا الجريث سمك أسود والمار ماهي سمك في صورة الحية. وأفردهما بالذكر للخفاء وخلاف محمد إلخ. وفي الشامي: (قوله سمك أسود) كذا قاله العيني، وقال الواني: نوع من السمك مدور كالترس..... قوله: (للخفاء) أي لخفاء كونهما من جنس السمك..... قوله: (وخلاف محمد) نقله عنه في المغرب..... قال في الدرر: وهو ضعيف إلخ (۱) (الشامي ۵/۱۹۵) فعلم أن الحيوان البحري المدور كالترس هو الجريث وهو من أنواع السمك كما قال الواني. فقط ترجمه: سوال: (۱۶۲) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور فضلاء عظام اس دریائی جانور کے بارے میں جو ڈھال کے مانند گول ہوتا ہے، اور کوڑے کی طرح اس کی دم لمبی ہوتی ہے، اور اس کی دم کی جڑ میں ایک کانٹا ہوتا ہے، اور اس کے بدن پر سفنے اور پھٹن ہوتی ہے، اس کی پیدائش اور بود و باش پانی میں ہوتی ہے، اور اس کے منہ میں زبان نہیں ہوتی؛ آیا یہ مچھلی ہے یا نہیں؟ اور مچھلی کی علامت اور نشانی کیا ہے؟ اور جریث کی شکل و صورت کیا ہے؟ اور مذکورہ دریائی جانور جریث ہے یا نہیں؟

الجواب: در مختار میں ہے: حلال نہیں دریائی جانور مگر مچھلی الخ اور مگر جریث یعنی سیاہ مچھلی اور مارا ہی یعنی سانپ کی ہم شکل مچھلی، مصنف علیہ الرحمہ نے جریث اور مارا ہی دونوں کو علاحدہ بیان کیا اس لیے کہ ان کے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی، اور امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔

اور شامی میں ہے: ماتن کا قول سمک أسود علامہ عینی نے بھی جریث کی یہی تعریف کی ہے، اور علامہ وانی نے فرمایا ہے کہ جریث مچھلی کی ایک قسم ہے جو ڈھال کی طرح گول ہوتی ہے — اور ماتن کا قول للخفاء یعنی ان دونوں کے مچھلی ہونے کی پوشیدگی کی وجہ سے — اور ماتن کا قول خلاف محمد اس قول کو امام محمد سے مغرب میں نقل کیا گیا ہے، اور الدرر میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ دریائی جانور جو ڈھال کی طرح گول ہوتا ہے جریث ہی ہے اور وہ مچھلی کی اقسام میں سے ہے جیسا کہ علامہ وانی نے فرمایا ہے۔ فقط

سوال: (۱۶۳) اس ملک میں ایک قسم مچھلی کی جو گول اور بہت بڑی ہے، اور منہ اس کا بیچ میں، دم اس کی دو تین ہاتھ لمبی ہوتی ہے، جریث کہہ کر حلال کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اگر جریث ہوتی تو دم چھوٹی ہوتی، تو وہ حرام ہے؟ اور ہمارے ملک میں اس کو سا کوس مچھلی کہتے ہیں، یہ حلال ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۲۰۲۸ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ وہ جریث کی قسم ہے اور وہ حلال ہے، اور مچھلی کی جملہ اقسام حلال ہیں، حرام کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ وإلا الجریث سمک أسود. وفي الشامي: قوله: (سمک أسود) کذا قاله العيني. وقال الواني: نوع من السمک مدور کالترس (۱)

جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۱۶۴) جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا تو جروا (۱۸۳۶-۳۳/۱۳۳۳ھ)

الجواب: جھینگا دریائی جس کو جھینگا مچھلی کہتے ہیں وہ اقسام مچھلی میں سے ہے، اور مچھلی کی تمام اقسام جائز و مباح ہیں — اور یہ جھینگا جو ان دیار میں خشکی میں ہوتا ہے یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ حشرات الارض اور خباثت میں سے ہے (۲) فقط

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۷۲/۹ کتاب الذبائح .

(۲) جھینگا حلال ہے یا حرام؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے، حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حرام لکھا ہے:

فرماتے ہیں: جھینگا خشکی کا حشرات میں (سے) ہے حرام ہے، اور دریائی غیر ماہی کا ہے (یعنی مچھلی نہیں ہے اور) سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۵۵۱) اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے مذکورہ فتویٰ میں جائز فرمایا ہے، اور حکم کا مدار اس پر ہے کہ جھینگا مچھلی ہے یا نہیں؟ علامہ دمیری نے حیاۃ الحيوان میں اس کو مچھلی قرار دیا ہے، چنانچہ ساحل سمندر پر رہنے والے مفتیان کرام نے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہے، اور ساحل کے رہنے والے مسلمان اس کو کھاتے ہیں، فتاویٰ رحیمیہ میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

”جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے، جھینگا میں اختلاف ہے، بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا اور بعض نے کیڑا خیال کر کے منع کیا؛ تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں اصل مچھلی ہونا ہے، کیڑا ہونے کا شبہ ہے، لہذا بنا بر اصل کے =

= حلال ہے، حرام قرار دینا صحیح نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جھینگا کیڑا ہے اس لیے کہ کیڑا پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور جھینگا مچھلی کی طرح انڈے سے پیدا ہوتا ہے، نیز مچھلی کی دیگر علامتیں بھی جھینگے میں پائی جاتی ہیں اس لیے جھینگا حرام اور واجب الترتک نہ ہوگا، یہ فتویٰ ہے اور بچنے میں تقویٰ ہے اور تقویٰ مرتبہ کمال ہے“
(فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۶/۲۵۷، سوال: ۱۷۹۶)

مگر ڈابھیل کے مفتی حضرت مولانا احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی نے جو ساحل سمندر کے رہنے والے ہیں، انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:
”تذکرۃ التحلیل ص: ۲۰۰ میں عدم جواز کا فتویٰ ہے، یہی رائج ہے، نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے“ (محمود الفتاویٰ ۳/۳۰۷)

اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس مسئلہ میں بہت احتیاط کی بات لکھی ہے:
”اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بہ جمیع انواعہ حلال ہے، اب صرف شبہ اس میں ہے کہ یہ سمک ہے یا نہیں؟ سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ اُن کے انتقاء سے سمکیت منتفی ہو جائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا ہے، اور اگر مبصرین میں اختلاف ہوگا تو حکم میں بھی اختلاف ہوگا، چنانچہ اسی وجہ سے جریث میں امام محمد رحمہ اللہ مخالف ہیں، کما نقلہ الشامی، اس وقت میرے پاس حیاء الحیوان دیمیری کی جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے:
الرویان هو سمک صغیر جدا، اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ مقتضی حلت کو ہے، مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے، اس میں گو اس کو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہیں، مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اُس نے اس کو ماہیت ماہی میں داخل کیا ہے، پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی، بہر حال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔ ولعل اللہ يحدث بعد ذلك أمرا، واللہ اعلم“
(امداد الفتاویٰ ۴/۱۰۳-۱۰۴، سوال: ۸۶)

مگر امام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ میں ایک بہت اچھا اصول لکھا ہے: قال أبو عبد اللہ: وحديث أنس أسند وحديث جرهد أحوط حتى نخرج من اختلافهم (۵۳/۱) ران ستر ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اقویٰ ہے کہ ران ستر نہیں ہے، اور حضرت جرہد کی حدیث پر عمل کرنا احتیاط کی بات ہے کہ ران ستر ہے تاکہ ہم علماء کے اختلاف سے باہر نکل آئیں، یعنی بچ جائیں، یہی اصول جھینگے میں اپنانا چاہیے کیوں کہ ہر حلال چیز کا کھانا ضروری نہیں اور ہر حرام سے بچنا ضروری ہے۔ واللہ الموفق ۱۲ سعید احمد پالن پوری

جو مچھلیاں انٹریوں سمیت خشک کی جاتی ہیں

ان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۵) بعض جگہ خشک مچھلی اس طرح کھاتے ہیں کہ نمک نہیں لگاتے اور خشک کرتے وقت اس سے اجزاء ممنوعہ مکروہہ مثل پتہ، حرام مغز، غدود، ذکر، خضیہ وغیرہ کُلاً یا جُزءً نہیں نکالتے، بعض جگہ نکال کر بھی خشک کرتے ہیں، لیکن پھر بھی بعض اقسام ماہی سے ایسی بدبو آتی ہے کہ بعد پکنے کے بھی بو نہیں جاتی، اس سے خوفِ حدوثِ امراض ہوتا ہے، آیا ایسی مچھلی یا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سمک منثن و بدبودار و متغیر کے اکل کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں بوجہ ضرر کے، کلام اس میں ہے کہ جو اجزاء حیوانِ دموی میں حرام و مکروہ ہیں وہ سمک میں بھی حرام اور مکروہ ہیں یا نہیں؟ پس جب کہ میتہ ہونا مچھلی کا سبب حرمت و کراہت نہیں ہے تو یہ مقتضی اس کو ہے کہ اس کے اجزاء مثانہ وغیرہ بھی حرام و نجس نہیں ہیں: ولینظر مافی ردالمحتار آخر الذبائح قبیل الأضحیۃ عن معراج الدراية: ولو وجدت سمكة في حوصلة طائر تؤكل وعند الشافعي لا تؤكل، لأنه كالرجيع ورجيع الطائر عنده نجس، وقلنا: إنما يعتبر رجيعاً إذا تغير. وفي السمك الصغار التي تقلی من غیر أن يشق جوفه، فقال أصحابه — الشافعي رحمه الله — لا يحل أكله لأن رجيعه نجس وعند سائر الأئمة يحل (۱) فقط

نہایت چھوٹی مچھلیاں جن کی انٹریاں نکالنا دشوار ہو ان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۶) نہایت چھوٹی مچھلی مثلاً ڈولی کے بچے وغیرہ حلال ہے یا حرام؟ مچھلی کے اندر کیا چیز حرام ہے؟ چھوٹی مچھلی سے اگر حرام چیزیں دور کرنا دشوار ہو تو بدون دور کرنے کے حلال ہوگی یا نہیں؟ (۲۳۲۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ (۱) اور کتب فقہ میں ہے کہ مائی المولد مثل سمک و سرطان کے پانی میں مرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا (۲) پس معلوم ہوا کہ سمک کے اندر کوئی چیز ناپاک نہیں ہے، لہذا چھوٹی مچھلی جس کے اندر کے امعاء وغیرہ دور نہ ہو سکے حلال و پاک ہے۔ فقط

مذبوحہ جانور میں کتنی چیزیں حرام ہیں؟

سوال: (۱۶۷) بکری مذبوحہ میں کتنی چیزیں حرام ہیں؟ (۱۳۳۸/۱۶۳۵ھ)

الجواب: کل سات چیزیں فقہاء نے بکری وغیرہ میں ممنوع لکھی ہیں، ان میں سے دم سائل حرام ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا﴾ (سورہ أنعام، آیت: ۱۴۵) اور باقی اشیاء ستہ یعنی خصیہ، ذکر، فرج، پتا، غدہ، مثانہ مکروہ تحریمی ہیں اور بعض نے مکروہ تنزیہی فرمایا ہے (۳) اور یہ سات اشیاء بعض علماء نے اس شعر میں جمع کی ہیں:

فَقُلْ ذَكَرٌ وَالْأُنْثِيَانِ مَثَانَةٌ ﴿۱﴾ كَذَاكَ دَمٌ ثُمَّ الْمَرَارَةُ وَالْغُدَّةُ

وقال غيره :

إِذَا مَا ذُكِّيتَ شَاةٌ فَكُلْهَا ﴿۲﴾ سَوَى سَبْعٍ فِيهِنَّ الْوَبَالُ

فَحَاءٌ ثُمَّ خَاءٌ ثُمَّ غَيْنٌ ﴿۳﴾ وَ دَالٌ ثُمَّ مِيمَانِ وَ ذَالٌ (۴)

(۱) سنن ابن ماجہ ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد.

(۲) ويجوز رفع الحدث بما ذكر وإن مات فيه أي الماء ولو قليلا غير دموي كذبور وعقرب وبق ومائي مولد ولو كلب الماء وخنزيره كسمك وسرطان الخ (الدر المختار مع رد المحتار ۲۹۴/۱-۲۹۶ کتاب الطهارة، باب المياہ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفساقی)

(۳) کرہ تحریمًا وقيل تنزيهاً، والأول أوجه من الشاة سبع: الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر (الدرع الرد ۳۹۵/۱۰-۳۹۶ کتاب الخنثی، مسائل شتی)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار ۳۹۶/۱۰ کتاب الخنثی، مسائل شتی)

حرام مغز حلال ہے یا مکروہ؟

سوال: (۱۶۸) حرام مغز جو پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے حلال ہے یا مکروہ، اگر مکروہ ہے تو تنزیہی ہے یا تحریمی؟ (۲۱۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: کرہ تحریماً الخ من الشاة سبع: الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر الخ (۱) اسی طرح شامی میں بھی کتاب الذباح میں مذکور ہے: ان میں نخاع یعنی حرام مغز کا ذکر نہیں ہے (۲) بندہ نے اور بھی چند کتب میں دیکھا مگر حرام مغز کی کراہت یا حرمت خصوصیت کے ساتھ نظر نہیں پڑی، لیکن اکابر علماء نے جو اس کو مکروہ و حرام لکھا ہے تو ضرور ہے کہ وہ بے اصل نہیں ہے اور آیت کریمہ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۱۵۷) بھی اس کی حرمت کو مقتضی ہے، لہذا حرام مغز کو نہ کھانا چاہیے، شامی میں ہے: ”وکرہ ما سواہ، لانه مما تستخبثہ الأنفس وتکرہہ وهذا المعنی سبب الکراہیۃ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ﴾ (۳) پس احتیاط اس کے ترک میں ہے۔ باقی فقہاء نے یہ تصریح فرمائی کہ شور با جس میں غدد وغیرہ مکروہ اشیاء پک جائیں وہ شور با مکروہ نہیں ہے (۴) پس ایسا ہی حرام مغز میں بھی وہ شور با مکروہ نہ ہوگا، لیکن خود اس حرام مغز کا کھانا مکروہ ہے۔

سوال: (۱۶۹) کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعة أشياء: الذکر والأنثیین

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۳۹۵/۱۰-۳۹۶ کتاب الخنثی، مسائل شتی .
(۲) تنمة: ما یحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة: الدم المسفوح والذکر والأنثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة، بدائع (حاشیة ابن عابدین ۳۷۷/۹ آخر کتاب الذبائح، قبل کتاب الأضحية)

(۳) رد المحتار ۳۹۵/۱۰ کتاب الخنثی، مسائل شتی .
(۴) قوله: (وقيل تنزيها) قائله صاحب القنية، فإنه ذكر أن الذکر أو الغدة لو طبخ في المرقة لا تکره المرقة وکراہة هذه الأشياء کراہة تنزيه لا تحریم اھ۔ واختار في الوهبانية ما في القنية وقال: إن فيه فائدتين: إحداهما أن الکراہة تنزيهية، والأخرى أنه لا یکره أكل المرقة واللحم (الشامی: ۳۹۶/۱۰ کتاب الخنثی، مسائل شتی)

والقِبل والغدة والمرارة والمثانة والدم. و زاد في الينابيع الدبر اگر کراہت انہی اشیاء پر منحصر ہے تو شاہ عبدالعزیز صاحب ”تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں النخاع حرام اس کے کیا معنی ہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۲۲۸۷ھ)

الجواب: انحصار نہیں ہے بلکہ جس چیز کی حرمت یا کراہت کی تصریح پائی جاوے گی، اس کو حرام و مکروہ کہہ دیا جاوے گا، کتب فقہ میں جو عبارت نخاع کے بارے میں مذکور ہے وہ اس طرح ہے: وکرہ النخاع اس کے معنی یہ لکھے ہیں: أي بلوغ السكين النخاع (۱) یعنی جانور کے ذبح کرنے میں چھری کو نخاع تک پہنچا دینا جو گردن کے پچھلے حصہ میں ہے مکروہ ہے۔ شاید شاہ عبدالعزیز صاحب ”کو کوئی دوسری روایت النخاع حرام کی پہنچی ہو، یہ جملہ تفسیر فتح العزیز میں کس موقع پر ہے اور کس آیت کی تفسیر کے متعلق ہے اس کا پتا لکھو تو اس کو دیکھا جاوے۔ فقط

اوجھڑی حلال ہے

سوال: (۱۷۰) اوجھڑی حرام نہیں ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ بھی نہیں ہے؟ (۱۳۳۵/۵۰ھ)
الجواب: اوجھڑی حرام بھی نہیں، اور مکروہ بھی نہیں، اور طبعی کراہت دوسری بات ہے۔

کنویں میں گرے ہوئے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر نیزہ یا گولی مارنا

سوال: (۱۷۱) کنویں میں حلال جانور مینڈھا بکرا گر گیا، اور جب قریب مرنے کے ہوا تو اس کے مالک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا یا بندوق ماری، اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۲/۹۴۷ھ)

الجواب: اس حالت میں بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اگر نیزہ مارا اور اس زخم سے وہ مر گیا تو حلال ہے، اور بندوق کی گولی سے اگر مارا تو حلال نہ ہوگا۔ قال في الدر المختار: وكفى جرح نعم كبقر وغنم تو حش في جرح كصيد، أو تعذر ذبحه كأن تردى في بئر إلخ أي سقط وعلم موته

(۱) وفي البحر: وكره النخاع..... النخاع هو أن يصل إلى النخاع وهو خيط أبيض في جوف عظم الرقبة (تكملة البحر الرائق، شرح كنز الدقائق ۳۱۱/۹ کتاب الذبائح، قبیل فصل فيما يحل ولا يحل)

بالجرح أو أشكل لأن الظاهر أن الموت منه إلخ (۱) (شامی) فقط

جس شکار کو بندوق کی گولی لگی اور ذبح کرنے

سے پہلے مر گیا اس کا کھانا حرام ہے

سوال: (۱۷۲) بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اگر بندوق چلائی جاوے، اور شکار مر جاوے، تو بلا ذبح کے حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۹۱/۱۳۳۰ھ)

الجواب: بندوق کا شکار بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتا، اگرچہ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر بندوق چھوڑی جاوے۔ کذا فی الشامی (۲)

سوال: (۱۷۳) بندوق کا شکار بدون ذبح کے حلال ہے یا نہیں؟ (۳۲۲۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بندوق کا شکار بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتا، پس جو جانور بندوق سے شکار کیا جائے اور وہ بدون ذبح کرنے کے مر جائے، کھانا اس کا حلال نہیں ہے اور جائز نہیں ہے، بلکہ وہ میتہ اور حرام ہے جیسا کہ فرمایا باری تعالیٰ نے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الْآيَةُ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۳) اور شامی میں ہے: لا یحل صید البندقۃ إلخ وبعد أسطر وفي التبیین والأصل أن الموت إذا حصل بالجرح بیقین حل ؛ وإن بالثقل أو شك فيه فلا یحل حتماً أو احتیاطاً هـ . ولا یخفی أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق ، والثقل بواسطة اندفاعه العنیف إذ لیس له حد فلا یحل ، وبه أفتی ابن نجیم (۳) فقط

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۶۷/۹ کتاب الذبائح .

(۲) لا یحل صید البندقۃ إلخ و بعد أسطر: وفي التبیین : والأصل أن الموت إذا حصل بالجرح بیقین حل ؛ وإن بالثقل أو شك فيه فلا یحل حتماً أو احتیاطاً هـ . ولا یخفی أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق ، والثقل بواسطة اندفاعه العنیف إذ لیس له حد فلا یحل ، وبه أفتی ابن نجیم (حاشیة ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۵۷/۱۰ کتاب الصيد)

(۳) حاشیة ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۵۷/۱۰ کتاب الصيد .

بندوق کا شکار ذبح سے پہلے مرجائے تو حرام ہو جاتا ہے

سوال: (۱۷۴) تسمیہ اور تکبیر کہہ کر اگر بندوق چلائی اور شکار مر گیا تو حلال ہے یا حرام؟

(۱۸۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بندوق کا شکار کیا ہوا جانور جو بلا ذبح کے مرجا وے حرام ہے، اگرچہ تسمیہ و تکبیر کہہ کر گولی وغیرہ چلائی ہو۔ شامی میں ہے: ولا يخفى أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنيف إذ ليس له حد فلا يحل، وبه أفتى ابن نجيم (۱) (۵/۳۰۴ کتاب الصيد) فقط

سوال: (۱۷۵) بندوق کا شکار اگر قبل ذبح کے مرجا وے تو حلال ہے یا نہیں؟

(۱۱۸۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بندوق کا شکار اگر قبل ذبح مرجائے تو وہ حلال نہیں ہے۔ قال قاضي خان: لا يحل

صيد البندقه إلخ (۱) (شامی)

سوال: (۱۷۶) ما قول العلماء في هذه المسئلة: إن الصيد بالبندقه الرصاصية إذا

ذكر اسم الله عليها أحلال أم حرام؟ ويجرح الحيوان ويجرى الدم. (۶۱۳/۳۲-۱۳۳۵ھ)

الجواب: أقول وبالله التوفيق: لا يحل صيد قتل ببندقه رصاصية كانت أو غيرها كما

في الدر المختار: أو بندقه ثقيلة ذات حدة لقتلها بالثقل لا بالحد إلخ. قال في رد المحتار:

قال قاضي خان: لا يحل صيد البندقه - إلى أن قال - ولا يخفى أن الجرح بالرصاص إنما هو

بالإحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنيف، إذ ليس له حد، فلا يحل. وبه أفتى ابن

نجيم (۲) (رد المحتار للشامي: ۵) وفي الحديث: دع ما يريك إلى ما لا يريك (۳) فقط

(۱) رد المحتار ۱۰/۵۷ کتاب الصيد.

(۲) الدر المختار والشامي ۱۰/۵۷ کتاب الصيد.

(۳) عن أبي الحوراء السعدي قال: قلت لحسن بن علي رضي الله عنهما: ما حفظت من رسول

الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم: دع ما يريك إلى

ما لا يريك، فإن الصدق طمانينة وإن الكذب ريبة (جامع الترمذي ۲/۷۸ أبواب الزهد عن

رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب منه)

ترجمہ: سوال: (۱۷۶) اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ چھرے والی بندوق سے کیے ہوئے شکار پر جب اللہ کا نام لیا گیا ہو تو حلال ہے یا حرام؟ جب کہ بندوق کا چھرا جانور کو زخمی کرتا ہے اور خون بہاتا ہے۔

الجواب: اقول وبالله التوفیق: وہ شکار حلال نہیں ہوگا جو چھرے دار یا غیر چھرے دار بندوق سے مارا گیا ہو جیسا کہ درمختار میں ہے: أوبندقة رصاصية إلخ اور حدیث شریف میں ہے: دَعِ مَا يَرِيكُ إِلَى مَا لَا يَرِيكُ. فقط

بندوق اور توپ سے شکار کرنا تعذیب بالنار میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۷) بندوق و توپ سے مارنا تعذیب بالنار میں داخل ہے یا نہیں؟ پس بندوق و توپ وغیرہ کا استعمال کرنا جنگ میں اور شکار کرنا طیور کا اس سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بندوق و توپ ہی کارآمد ہو سکتی ہے، اور شکار کرنا بندوق سے درست ہے، مگر ذبح ہونا مرمی کا شرط ہے۔

بندوق کے ایک فائر سے بیس چڑیا شکار کرنے کے

بعد تین چار کو ذبح کیا بقیہ مرگئیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۸) اگر ایک آدمی تکبیر پڑھ کر بندوق سے بیس چڑیا ایک فائر میں مارے اور پھر تین چار ذبح کرنے کے بعد بقیہ مرجاویں، آیا پھر باقی کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے یا نہ؟ اور ان بقیہ مردہ کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اور ذبح کرنے سے وہ حلال ہو سکتی ہیں یا نہ؟ کتے وغیرہ سے شکار کا بھی مسئلہ تحریر فرمائیں۔ (۱۳۳۸/۴۶۱ھ)

الجواب: بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مرجاوے تو وہ مردار ہے اور کھانا اس کا حرام ہے، ذبح ہونا اس کا ضروری ہے اور بندوق کا فائر کرتے وقت تکبیر کہنے سے بلا ذبح کرنے کے وہ شکار حلال نہیں ہوتا اور مرنے کے بعد پھر ذبح کرنا بے فائدہ ہے، اس سے وہ مردار حلال نہ ہوگا، کتے معلّمہ

یعنی سکھائے ہوئے کتے کا شکار بلا ذبح کرنے کے بھی اگر مر جائے تو حلال ہے یہ مضمون قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے (۱) اور اسی طرح تیرا اگر تکبیر کہہ کر شکار پر مارا جائے اور شکار مر جائے تو وہ بھی بدون ذبح کے حلال ہے، مگر بندوق کا شکار بدون ذبح کرنے کے حلال نہیں ہے اور وجہ فرق کی شامی میں مذکور ہے (۲) مسئلہ یہ ہے جو لکھا گیا۔ فقط

گولی کھا کر شکار ایسی جگہ گھس گیا کہ

گردن ہاتھ نہیں آتی تو کیا کرے؟

سوال: (۱۷۹) ایک شکار گولی کھا کر ایسی جگہ گھس گیا کہ گردن ہاتھ نہیں آتی اور مرنے کے قریب ہے تو کیا کیا جاوے؟ (۵۸۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ جانور حرام اور میتہ ہو گیا، اس کو نہ کھایا جاوے، کیونکہ وہ ذبح نہیں ہو سکتا، اور بندوق کی گولی کا شکار بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتا (۳) (شامی) فقط

(۱) ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (سورہ مائدہ، آیت: ۴)

عن عدي بن حاتم رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا أرسلت كلبك وسميت فأمسك وقتل فكل، وإن أكل فلا تأكل الحديث (صحيح البخاري ۸۲۳/۲ كتاب الذبائح و الصيد، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة)

(۲) أو قتله معراض بعرضه وهو سهم لاريش له، سمي به لإصابته بعرضه، ولولرأسه حدة فأصاب بحدده حل، أو بندقة ثقيلة ذات حدة لقتلها بالثقل لا بالحد. وفي الشامي: قال قاضي خان: لا يحل صيد البندقية والحجر والمعرّاض والعصا وما أشبه ذلك وإن جرح، لأنه لا يخزق إلا أن يكون شيء من ذلك قد حدده وطوله كالسهم وأمكن أن يرمي به..... وفي التبيين: والأصل أن الموت إذا حصل بالجرح يبين حل؛ وإن بالثقل أو شك فيه فلا يحل حتماً أو احتياطاً اهـ. ولا يخفى أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنيف إذ ليس له حد فلا يحل، وبه أفتى ابن نجيم (الدر والرد ۵۶/۱۰- ۵۷ كتاب الصيد)

(۳) قال قاضي خان: لا يحل صيد البندقية إلخ (رد المحتار ۱۰/ ۵۷ كتاب الصيد)

غُلّا، ڈھیلا اور گوپیا سے کیا ہوا شکار ذبح

سے پہلے مرجائے تو اس کا کھانا جائز نہیں

سوال: (۱۸۰) غُلے اور ڈھیلے اور گوپے (۱) اور بندوق سے اگر بسم اللہ کہہ کر شکار مارا، اور شکار مر گیا قبل از ذبح، تو وہ شکار حلال ہے یا نہ؟ (۶۹۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ان تمام صورتوں میں جانور حلال نہیں ہوتا، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ جرح جو کہ ذکاۃ اضطراری کی سب سے پہلی شرط ہے ان صورتوں میں مفقود ہے، ہدایہ میں ہے: ولا یؤکل ما أصابه البُندقة فمات بها، لأنها تدق وتکسر ولا تجرح إلخ وكذلك إن رماه بحجر إلخ (۲) وفيه أيضًا: ولا بد من الجرح في ظاهر الرواية ليتحقق الذكاة الاضطراري، وهو الجرح في أي موضع كان من البدن بانتساب ما وجد من الآلة إليه بالاستعمال إلخ (۳) فقط

نوک دار تیر سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مرجائے تو حلال ہے

سوال: (۱۸۱) نوک دار تیر سے کسی حلال جانور کو بسم اللہ پڑھ کر شکار کرے، اور تیر کی ضرب سے وہ جانور مرجائے، تو حلال ہے یا نہیں؟ (۴۸۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حلال ہے۔ درمختار (۴)

روزانہ شکار کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۲) روزانہ شکار کھیلنا کیسا ہے؟ (۱۹۰۹/۱۳۳۷ھ)

(۱) فلاخن یعنی وہ رسی کا پھندہ جس میں رکھ کر پتھر پھینکتے ہیں (فیروز اللغات)

(۲) الهدایة ۵۱۱-۵۱۲ کتاب الصيد.

(۳) الهدایة ۵۰۳/۴ کتاب الصيد.

(۴) ولو لرأسه حدة فأصاب بحدّه حلّ (الدر المختار مع رد المحتار ۵۷/۱۰ کتاب الصيد) و شرط لحله بالرمي التسمية (الدرمع الرد ۵۲/۱۰ کتاب الصيد)

الجواب: روزانہ شکار کرنا مباح اور جائز ہے، کچھ گناہ نہیں ہے۔

سوال: (۱۸۳) ایک شخص کو شکار کھیلنے کا اس قدر شوق ہے کہ اکثر اوقات تمام تمام دن شکار کھیلتا

رہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۵۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط

جمعرات یا جمعہ کو شکار کرنا

سوال: (۱۸۴) جمعرات و جمعہ کو شکار کرنا ممنوع تو نہیں؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس (کے ممنوع ہونے) کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۸۵) پنج شنبہ کو یا جمعہ کے روز قبل نماز جمعہ شکار کرنا ممنوع ہے؟ (۱۰۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ ممنوع نہیں ہے، بلکہ شکار کا جیسا حکم اور دنوں میں ہے ویسا ہی جمعہ اور جمعرات کو ہے۔

شکاری کتا پالنا اور اس سے شکار کرنا

سوال: (۱۸۶) شکاری کتے کا رکھنا، اور پالنا، اور اس سے شکار کرنا، اور اس کو فروخت کرنا

درست ہے یا نہیں؟ اور کتا شکاری کس وقت ہوتا ہے؟ اور اس کا شکار کیا ہوا کس حالت میں جائز ہے؟

(۵۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حدیث صحیح میں ہے: من اقتنى كلباً إلا كلباً ضارياً لصيد أو كلب ما شية فإنه

ينقص من أجره كل يوم قيراطين (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ بلا ضرورت شکار و حفاظت جانور ان

وغیرہ، کتے کا پالنا سبب نقصان ثواب کا ہے، اور ہر روز ایک مقدار ثواب اس کے لیے کم ہو جاتی ہے،

پس معلوم ہوا کہ شکار کے لیے کتا رکھنا اور پالنا درست ہے، مگر شامی میں فتح القدير سے منقول ہے کہ

اپنے گھر میں نہ رکھے، علیحدہ جگہ رکھے اور علیحدہ جگہ اس کتے کے لیے مقرر کرے، مگر چوروں کا خوف ہو

تو مضائقہ نہیں۔ فی الفتح: وأما اقتناؤه للصيد وحراسة الماشية والبيوت والزرع، فيجوز

بالإجماع، لكن لا ينبغي أن يتخذ في داره إلا إن خاف لأصواً أو أعداء إلخ (۲) (شامی)

(۱) صحيح البخاري ۲/۸۲۳ کتاب الذبائح والصید، باب من اقتنى كلباً ليس بـ كلب صيد أو ماشية

(۲) ردالمحتار ۷/۳۶۹ کتاب البيوع - أوائل باب المتفرقات .

اور ردالمحتار میں ہے کہ فروخت کرنا کتے کا اور خریدنا اس کا درست ہے۔ وفي الشامي: بيع الكلب المعلم عندنا جائز إلخ (۱) اور کتا شکاری اس وقت ہو جاتا ہے کہ شکار کو خود نہ کھاوے، تین دفعہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ شکاری ہے اور شکار کیا ہوا اس کا حلال ہے۔ وذا بترك الأكل ثلاثاً إلخ (۲) فقط

کتا کب معلّم ہوتا ہے اور اس کا کیا ہوا شکار کب حلال ہوتا ہے؟

سوال: (۱۸۷) کتے کے معلّم یعنی سکھائے ہوئے ہونے کی کیا شرط ہے؟ اور ایسا کتا اگر شکار کو پکڑے اور شکار مر جاوے، تو اس شکار کے حلال ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ (۳۲/۱۰۶۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کتے کا معلّم ہونا یہ ہے کہ شکار میں سے خود نہ کھاوے تین بار، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ معلّم ہے (۳) اس کا شکار بہ شرائط آئندہ حلال ہے، اور اس شکار کے حلال ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ زخمی ہو جاوے، اور چھوڑنے والا کتے کا مسلمان یا کتابی ہو کہ اس نے چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا ہو، غرض یہ کہ اللہ کے نام پر چھوڑا ہو، اور یہ کہ اس کتے کا شریک شکار کے پکڑنے میں ایسا دوسرا کتا نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں، جیسے کتا غیر معلّم، یا مجوسی کا چھوڑا ہوا کتا، یا جس کو چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اور اس کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے کے بعد وہ کسی دوسرے کام میں سوائے شکار کے مشغول نہ ہو (۴) (درمختار و شامی) پس اگر یہ شرائط متحقق ہیں اور وہ شکار مر گیا، تو حلال ہے اور اگر زندہ پایا تو ذبح کرنا چاہیے۔ فقط

(۱) ردالمحتار ۱۹۱/۷ کتاب البیوع - باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القُرْمُز .

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ۲۸/۱۰ کتاب الصيد .

(۳) وذا بترك الأكل ثلاثاً في الكلب (الدرمع الرد ۲۸/۱۰ کتاب الصيد)

(۴) و بشرط جرحهما في أي موضع منه على الظاهر، وبه يفتي و بشرط إرسال مسلم أو كتابي و بشرط التسمية عند الإرسال ولو حكماً و بشرط أن لا يشترك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلّم و كلب مجوسي أولم يرسل أولم يسم عليه و بشرط أن لا تطول وقفته بعد إرساله ليكون الاصطياد مضافاً للإرسال (الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۲۸/۱۰-۵۱، کتاب الصيد)

معلم کتا شکار کو پکڑ کر جان سے مار ڈالے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۸) کتا معلم اگر شکار پر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ کر جان سے مار ڈالے، تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۵ھ/۲۱۸-۲۱۹)

الجواب: اگر کلب معلم یعنی تعلیم دادہ شدہ اللہ کا نام لے کر چھوڑا جائے، اور شکار مجروح بھی ہو جائے، پھر اس کتے نے اس میں سے کچھ کھایا بھی نہ ہو تو پھر یہ شکار کھانا جائز ہے۔ فإن اصطاد بإرسال الجوارح المعلمة جاز، وهذا الاصطياد مختص بشرائط: أحدها: أن يكون ما يصطاد به معلمًا. والثاني: أن يكون جارحًا إلخ والرابع: التسمية إلخ (۱) (قاضی خان ج: ۳) وقوله عليه السلام لعدي بن حاتم الطائي رضي الله عنه: إذا أرسلت كلبك المعلم، و ذكرت اسم الله عليه فكل، وإن أكل منه فلا تأكل (۲)

مچھلی پکڑنے کے لیے مینڈک یا کیچوے کو کانٹے میں لگانا

سوال: (۱۸۹) مچھلی پکڑنے کے لیے مینڈک اور کیچوے پکڑ کر کانٹے میں لگاتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۲۷۸)

الجواب: یہ درست نہیں ہے۔

سوال: (۱۹۰) زندہ مینڈک کو کانٹے میں باندھ کر مچھلی کا شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۲۶۸)

الجواب: یہ اچھا نہیں ہے کہ زندہ کو کانٹے میں باندھا جاوے۔ فقط

سوال: (۱۹۱) صدہا خراطین (۳) کی جان ضائع کرنا کیسا ہے؟ اس مچھلی کو جو اس سے شکار کرتے

ہیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے متعلق ضروری امر سے مطلع کریں؟ (۱۳۳۵ھ/۲۵۲)

الجواب: زندہ خراطین کو کانٹے میں لگا کر مارنا درست نہیں ہے، اور وہ مچھلی جو اس شکار سے

(۱) الفتاویٰ الخانیة علی هامش الہندیة ۳/۳۶۳ کتاب الصيد والذباح .

(۲) الہدیة ۴/۵۰۱ أوائل کتاب الصيد وصحیح البخاری ۲/۸۲۴ کتاب الذباح و الصيد ، باب الصيد إذا غاب عنه یومین أو ثلاثة .

(۳) خراطین: معرب ہے خراتین کا، کیچوے جو گیلی زمین میں ہوتے ہیں (لغات کشوری)

حاصل ہوئی حلال ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

مرے ہوئے جنین کے گوشت، کیچوے

اور گائے کی کلیجی سے مچھلی کا شکار کھیلنا

سوال: (۱۹۲) بکری ذبح کرنے کے بعد اس کے شکم سے مرا ہوا بچہ نکلا، اس کے گوشت سے مچھلی کا شکار کھیلنا، اور کیچوا اور گائے کی کلیجی سڑا کر ان سب چیزوں سے مچھلی کا شکار کھیلنا کیسا ہے؟
(۱۳۳۷/۹۷۰ھ)

الجواب: مرا ہوا بچہ جو بکری وغیرہ کے شکم سے نکلا حرام ہے کما فی الشامی: أن الجنین وهو الولد فی البطن إن ذکّی علی حدة حلّ و إلا لا إلخ (۱) اور اسی طرح کیچوا وغیرہ حشرات الارض حرام ہیں، پس شکار کھیلنا مچھلی کا ان سے ناجائز ہے، اور کلیجی مذبوہ جانور کی پاک و حلال ہے، اس کے ذریعے سے شکار مچھلی کا کرنا درست ہے۔ فقط

زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا

سوال: (۱۹۳) زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۹۲۱ھ)
الجواب: زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگانا اس وجہ سے کہ اس میں ایذائے ذی روح ہے مکروہ ہے، اس سے بچنا اچھا ہے۔

جو مچھلی چھپ اُکھاڑ کر بھاگ گئی اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۱۹۴) زید نے رات کو کنٹیا یعنی بنسی دریا میں نصب کر دیا، جیسے کہ منو کے اندر رواج ہے کہ بانس کی لگی (۲) جس کو چھپ کہتے ہیں اور اس میں کنٹیا وڈوری لگی رہتی ہے، اس کورات کو دریا

(۱) الشامی ۳۶۷/۹ کتاب الذبائح .

(۲) لگی: مچھلی پکڑنے کی لچک دار چھڑی (فیروز اللغات)

میں گاڑ دیتے ہیں اور صبح کو مچھلی لگی رہتی ہے نکال لاتے ہیں، اس طرح زید نے بھی رات کے وقت چھپ معہ کنٹیا و ڈوری کے گاڑ دیا، رات میں بڑی مچھلی لگی اور اوکھاڑ کر بھاگ چلی، صبح گئے تو چھپ اپنی جگہ نہ رہی، تلاش کیا تو ایک جگہ نظر پڑی، اس طرف زید یعنی مالک چھپ (۱) اور دوسری طرف دوسرے لوگ شست (۲) والے رہے، اتنے میں شست والوں نے اس کو نکالنا چاہا، تب زید نے منع کیا کہ ہماری چھپ و مچھلی تم لوگ مت نکالو، لیکن انہوں نے شست پھینک کر چھپ مع مچھلی کے نکال لیا، زید دوسری جانب سے ہو کر وہاں پہنچا تو وہ لوگ مچھلی لے کر وہاں سے بھاگ گئے، اور کنٹیا و چھپ وہیں چھوڑ گئے، تب زید اپنی کنٹیا و چھپ لے کر گھر چلا آیا، اب وہ مچھلی کس کی ہوئی؟ آیا زید کی یعنی مالک چھپ کی یا جو لوگ اس کو نکال لائے؟ (۱۳۳۷/۱۲۴) ھ

الجواب: اس صورت میں وہ مچھلی زید کی ہے، جس نے کانٹا و ڈوری وغیرہ بہ غرض شکار دریا میں چھوڑی تھی، کما فی الدر المختار: نصب شبكة للصید ملک ما تعقل بها الخ (۳) فقط

جو مچھلیاں کسی کے حظیرہ یا پنجرہ میں ہیں

ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۵)..... (الف) تالاب غیر مملوکہ یا جھیل افتادہ کے کنارے میں لوگ مچھلی پکڑنے کے لیے حظیرہ بنا لیتے ہیں، اور اس میں درخت کی ڈالیاں و پتے وغیرہ ڈالتے ہیں، اور ایک طرف سے اس حظیرہ کا منہ کھلا چھوڑتے ہیں تاکہ اس راہ سے مچھلیاں اس میں آسکیں، اس حظیرہ سے جب مچھلیاں پکڑتے ہیں اس وقت وہ منہ یعنی فرجہ بند کرتے ہیں، اور سب پانی سینچ کر مچھلیاں پکڑ لیتے ہیں، آیا بلا اذن حظیرہ والے کے دوسرا کوئی شخص اس کو سینچ کر مچھلی پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

(ب) بانس وغیرہ سے ہم لوگ ایک قسم کا پنجرہ مچھلی پکڑنے کا بنا لیتے ہیں، اس کو ندی یا کھال بیل (جھیل) میں چھوڑ آتے ہیں، مچھلی اس پنجرہ میں آ کر بند ہو جاتی ہیں، آیا مالک پنجرہ کے بلا اذن دوسرا

(۱) چھپ: مچھلیاں پکڑنے کی چھڑی (فیروز اللغات)

(۲) شست: مچھلی پکڑنے کا کانٹا، بنسی (فیروز اللغات)

(۳) الدر المختار مع الشامی ۴۵/۱۰ کتاب الصيد.

شخص اس پنجرہ کی مچھلی لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) دوسرا شخص نہیں پکڑ سکتا۔

(ب) دوسرا شخص اس پنجرہ کی مچھلیاں نہیں لے سکتا (۱) فقط

جو مچھلیاں برسات میں کسی کے مملوکہ تالاب

میں آگئی ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے

سوال: (۱۹۶) ایک موضع میں ایک تالاب زمینداران کی ملک ہے جس میں پانی نہریاندی سے برسات میں آ کر بھر جاتا ہے اور مچھلیاں بھی ندی سے آتی ہیں، اگر غیر مالک مچھلی شکار کرے تو کر سکتے

ہیں یا نہ؟ (۱۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کر سکتے ہیں (۲)

شکاری پرندے سے مچھلی چھڑا کر کھانا

سوال: (۱۹۷) شکاری پرندے سے مچھلی چھڑا کر کھانا کیسا ہے؟ (۱۹۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شکاری پرندے سے مچھلی چھڑا کر کھانا درست ہے۔ فقط

جو گائیں وحشی ہو جاتی ہیں ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے

سوال: (۱۹۸) گائے بن کی بہت سی وحشی ہو جاتی ہیں، اور غدر کے وقت سے وہ گائیں بن ہی

(۱) نصب شبکه للصید ملک ماتعقل بها (الدرمع الرد ۱۰/۲۵ کتاب الصيد)

(۲) والحاصل كما في "الفتح" أنه إذا دخل السمك في حظيرة: فإما أن يعدها لذلك أو لا، ففي الأول يملكه وليس لأحد أخذه، ثم إن أمكن أخذه بلا حيلة جاز بيعه لأنه مملوك مقدور التسليم، وإلا لم يجز لعدم القدرة على التسليم، وفي الثاني: لا يملكه، فلا يجوز بيعه لعدم الملك، إلا أن يسد الحظيرة إذا دخل فحينئذ يملكه، ثم إن أمكن أخذه بلا حيلة جاز بيعه وإلا فلا، وإن لم يعدها لذلك لكنه أخذه وأرسله فيها ملكه، فإن أمكن أخذه بلا حيلة جاز بيعه لأنه مقدور التسليم

(الشامي ۱۸۲/۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في البيع الفاسد)

میں تو الد و تناسل جاری رکھتی ہیں، اور کوئی ان کا نگرہاں اور مالک نہیں ہے، تو ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰ھ/۵۴۱)

الجواب: ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے، کیوں کہ وہ ملحق بالوحوش ہیں۔ فقط

شکار کا گوشت فروخت کرنا درست ہے

سوال: (۱۹۹) شکار کا گوشت فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰ھ/۲۶۷۹)

الجواب: درست ہے۔ فقط

کتاب الأضحية

قربانی کا بیان

قربانی کس پر واجب ہے؟

سوال: (۱) قربانی کس کس پر واجب ہے؟ ایک مکان میں کیا سب پر علیحدہ علیحدہ واجب ہے یا کیا؟ (۲۰۲۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: قربانی صاحب نصاب پر لازم و واجب ہے، بچوں کی طرف سے واجب نہیں ہے، اس میں اور صدقہ فطر میں فرق ہے، اور ایک مکان میں جو جو مرد اور عورت صاحب نصاب ہیں ان سب پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہے۔

صاحب نصاب پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے

سوال: (۲) کیا قربانی ہر سال صاحب زکاۃ کے ہر فرد پر واجب ہوتی ہے؟ (۱۱۷۲/۲۳-۱۳۳۵ھ)

الجواب: قربانی ہر سال صاحب نصاب پر واجب ہوتی ہے۔

سب بھائی مالک نصاب ہوں تو ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے

سوال: (۳) اس ملک میں رواج ہے کہ لوگ قربانی اس طور پر دیتے ہیں مثلاً تین بھائی ہیں وہ

قربانی فقط ایک بھائی کی طرف سے کرتے ہیں اور مال سب شرکت میں ہے اور اہل نصاب بھی ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس ملک میں بہن کو ترک نہیں دیتے اس مال سے قربانی درست ہے یا نہیں؟ یا مسجد وغیرہ تیار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسجد میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۷۲ھ)

الجواب: جب کہ ہر ایک بھائی بقدر نصاب مال کا مالک ہے تو قربانی ہر ایک کی طرف سے کرنا لازم ہے، ایک بھائی کی طرف سے قربانی کرنے میں باقی دو بھائیوں کی طرف سے قربانی نہیں ہوئی، اور بہن کا حصہ اگر نہیں دیا تو وہ بھائی کے ذمے ہے اور اس کا مطالبہ اور محاسبہ اس پر ہے، قربانی کرنا اور مسجد بنانا اس کا اس طریق سے صحیح ہے کہ وہ اس کے یعنی بھائی کے حصہ میں سمجھا جائے گا اور نماز اس مسجد میں صحیح ہے۔ فقط

باپ اور بیٹے سب صاحب نصاب ہیں تو ہر

ایک کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے

سوال: (۴) ایک گھر میں دو بیٹے اور ایک باپ ہے تو قربانی کس کے ذمے ہے؟

(۱۳۳۳-۳۲/۷۹۳ھ)

الجواب: اگر ان بھائیوں اور باپ میں سے ہر ایک صاحب نصاب ہے تو ہر ایک کے ذمے قربانی علیحدہ واجب ہے۔

مشترک مال میں جس کا حصہ نصاب سے کم ہے اس پر قربانی واجب نہیں

سوال: (۵) چار بھائیوں کا مال مشترک ہے اگر تقسیم کیا جائے تو کسی کا حصہ بقدر نصاب نہیں ہے، قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۱ھ)

الجواب: اس صورت میں کہ کسی ایک بھائی کا حصہ قدر نصاب کو نہیں پہنچتا کسی پر فطرہ اور قربانی واجب نہ ہوگی۔ فقط

بیوی کے پاس نصاب کے بقدر زیور ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے

سوال: (۶) جو خاوند صاحب نصاب ہے اور اس کی بیوی کے پاس زیور بقدر نصاب ہے اور مہر

بھی بذمہ خاوند ہے، تو کیا اس پر بھی خاوند کی موجودگی میں قربانی فرض ہے؟ (۳۵/۲۳-۱۳۳۶ھ)
الجواب: اگر زوجہ کی ملک میں زیور وغیرہ (۱) بقدر نصاب ہے، تو اس کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے۔

کرایہ پر دیے ہوئے مکان اور غیر مستعمل اسباب

خانہ داری کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۷)..... (الف) ایک شخص سفر میں بوجہ ملازمت کے رہتا ہے، اور اس کا مکان وطن اصلی میں کرایہ پر رہتا ہے اور خود بھی کرایہ کے مکان میں رہتا ہے؛ تو اس مکان کی وجہ سے اس شخص پر قربانی و فطرہ واجب ہے یا نہیں؟

(ب) وطن اصلی میں جو زید کا اثاث البیت مکان میں مقفل ہے اور بالفعل کارآمد نہیں، زائد رکھا ہوا ہے؛ اس اسباب کی وجہ سے اس پر اضحیہ اور فطرہ واجب ہے یا نہیں؟ (۸۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)
الجواب: (الف) رہنے کا مکان حاجت اصلیہ میں داخل ہے اگرچہ سفر کی وجہ سے اس میں کرایہ دار رہتا ہو اور خود کرایہ کے مکان میں رہتا ہو، اس مکان مسکونہ کی وجہ سے فطرہ و اضحیہ واجب نہیں۔
(ب) وہ اسباب خانہ داری بھی سبب وجوب فطرہ اور اضحیہ کا نہ ہوگا۔

ایک شخص کسی قدر جائیداد کا مالک ہے مگر اس کی آمدنی

نا کافی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۸) زید مالک کسی قدر جائیداد کا ہے اور اس نے اس کو ایک تجارت میں لگا رکھا ہے، جس کے منافع سے وہ بہت ہی عسرت اور تنگدستی سے بسر کرتا ہے، بلکہ قرض دار رہتا ہے، اگر وہ اس جائیداد کو علیحدہ کرے تو بعد ادائے قرض صاحب نصاب ہو سکتا ہے ایسے شخص پر قربانی و صدقہ فطر بحالت موجودہ واجب ہے یا نہ؟ (۶۶۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) وغیرہ یعنی رقم، اور مہر مؤجل جو شوہر کے ذمے ہے وہ نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: اس شخص پر موافق قول مفتی بہ کے قربانی و صدقہ فطر واجب نہیں ہے (۱)
سوال: (۹) دو چار بیگھ زمین، فی بیگھ پانچ سو روپیہ قیمتی اگر کسی کے پاس ہو، اور اس کی پیداوار اور آمدنی اس کے اور اس کے عیال کے لیے کافی نہ ہوتی ہو، ایسے شخص پر زکاة، فطرہ، قربانی واجب ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۳۱۵ھ)
الجواب: واجب نہیں ہے اور اس میں اختلاف ہے، لہذا احتیاطاً فطرہ دینا، قربانی کرنا بہتر ہے۔

صاحب قربانی کی نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صاحب قربانی

کے والدین کی طرف سے قربانی کر دی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۰) میں نے ایک سپاہی کو کہا کہ دو بکرا خرید لو، میں دوسرے مقام پر چلا جاؤں گا جس کی طرف سے بتلا دوں گا قربانی کر دینا، میں ۷ ذی الحجہ کو چلا گیا، سہوایہ بتلانا بھول گیا کہ کس کی جانب سے قربانی کرنا ہے، ۹ ذی الحجہ کو میں نے خط لکھا کہ ایک مسماۃ مریم کی طرف سے، دوسرا میری طرف سے کر دینا، وہ خط نہیں پہنچا، سپاہیوں وغیرہ نے مشورہ کر کے میرے والدین کی طرف سے قربانی کر دی، تو یہ قربانی کس کی طرف سے ہوئی؟ (۱۳۴۳/۱۹۶ھ)

الجواب: وہ دونوں قربانی موافق آپ کی نیت کے مریم کی طرف سے اور آپ کی طرف سے ہوئی، کیونکہ اس میں صاحب قربانی کی نیت کا اعتبار ہے، ذبح کرنے والوں کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔
کذا يفهم من كتب الفقه. فقط

بلا اجازت مالک کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنا

سوال: (۱۱) ایک شخص نے قربانی کے لیے بکرا پالا، عید الاضحیٰ کے روز شخص مذکور باہر سے نہیں

(۱) وفيها — أي التاترخانية — سئل محمد عمن له أرض يزرعها، أو حانوت يستغلها، أو دار غلتها ثلاثة آلاف، ولا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة، يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألفاً، وعليه الفتوى، وعندهما لا يحل اهـ (رد المحتار ۳/۲۶۷ كتاب الزكاة، باب المصروف، قبيل مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية؟)

آیا تھا کہ مسجد کے امام نے یہ خیال کر کے کہ بہر حال بکرا قربانی کا مجھے ذبح کرنا پڑے گا میں اس کے آنے سے پہلے فارغ ہو کر دوسروں کے بکرے ذبح کر دوں، امام مسجد نے اصل مالک کی طرف سے بلا اجازت مالک کے نیابتاً وہ بکرا ذبح کر دیا اس صورت میں مالک کی طرف سے قربانی واجبہ ادا ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں بکرے کے مالک کی طرف سے قربانی واجب ادا ہوگئی۔ کما فی الشامی: و إذا ذبح أضحية الغير ناوياً مالکها بغیر أمره جاز، ولا ضمان علیه اهـ وهذا استحسان لوجود الإذن دلالة کما فی البدائع إلخ (۱) فقط

ہیجرے پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲) منٹ نہایت دین دار ہو اس کی قربانی عند اللہ مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۶/۱۳۳۱ھ)
الجواب: ہیجر واجب دین دار اور پرہیز گار ہو تو اس کی قربانی مقبول ہے، بلکہ اگر صاحب استطاعت ہے تو قربانی اس پر واجب ہے اگر نہ کرے تو عاصی ہے۔ فقط

صاحب نصاب نے اپنے کسی عزیز یا آنحضرت ﷺ کی طرف

سے قربانی کی تو اس کے ذمے سے واجب قربانی ساقط نہیں ہوئی

سوال: (۱۳) ایک مالک نصاب نے جس پر قربانی واجب ہے اپنے متعلقین میں سے کسی کے نام سے قربانی کی، تو اس کے ذمے سے قربانی واجبہ اتر گئی یا نہیں؟ (۳۵/۹۸-۱۳۳۶ھ)
الجواب: اس صورت میں مالک نصاب کے ذمے سے قربانی ادا نہیں ہوئی، ایک قربانی اس کو اپنی طرف سے کرنی ضروری ہے باقی کا اختیار ہے۔

سوال: (۱۴) زید صاحب نصاب اگر اپنی زوجہ یا کسی مردہ کی طرف سے قربانی کرے تو زید کے ذمے سے قربانی اتر گئی یا اپنی طرف سے کرنی چاہیے؟ (۷۵۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کے ذمے سے قربانی ساقط نہیں ہوئی، اس کو اپنی طرف سے علیحدہ قربانی کرنی چاہیے۔

سوال: (۱۵) اگر کوئی صاحب نصاب اپنی طرف سے قربانی نہ کرے، بلکہ اپنے کسی عزیز یا آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرے گا تو اس کے ذمے اس سال کی قربانی واجب رہے گی یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۲۹)

الجواب: صاحب نصاب کو اپنی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے، اپنی قربانی کے ساتھ دوسری آنحضرت ﷺ کی طرف سے یا اور کسی کی طرف سے کر سکتا ہے مگر اپنی قربانی ضروری ہے۔

صاحب نصاب کا ایک سال اپنی طرف سے اور دوسرے

سال اپنی بیوی یا ماں کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۱۶) اگر کوئی صاحب نصاب اپنی طرف سے قربانی کرے اور آئندہ سال اپنی زوجہ یا ماں کی طرف سے کرے اور اپنی طرف سے نہ کرے یہ جائز ہے، یا ہر سال اپنی طرف سے کرنا ضروری ہے؟ اور زوجہ کی طرف سے ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۰۰)

الجواب: جب کہ شوہر صاحب نصاب ہو تو اس کو اپنی طرف سے ہر سال قربانی علیحدہ کرنی چاہیے، اور اگر اس کی زوجہ بھی صاحب نصاب ہے یعنی مثلاً اس کو زیور اس کے والدین کی طرف سے اس قدر ملا ہے کہ جو بقدر نصاب ہے؛ تو اس کو علیحدہ قربانی کرنی چاہیے، ایک قربانی کئی کی طرف سے کافی نہیں ہے۔ فقط

جس پر قربانی واجب نہیں وہ ایک برس اپنی طرف سے اور

دوسرے برس اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے

سوال: (۱۷) زید، بکر دونوں بھائی ان کی بی بی لڑکے سب ایک جگہ مزدوری لا کر جمع کرتے ہیں، زید خرچ کا مالک ہے، اہل نصاب نہیں ہے، اگر زید ایک برس قربانی اپنے نام سے کرے،

دوسرے برس بھائی بکر کے نام سے، تیسرے برس لڑکے کے نام سے، چوتھے برس بی بی بچے کے نام سے قربانی کرے، تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۰۳۸ھ)

الجواب: اگر ان میں سے کوئی اہل نصاب نہیں ہے اور نہ زید صاحب نصاب ہے تو بہ طریق مذکور قربانی کرنا درست ہے، کہ وہ قربانی نفلی ہے جس کے نام سے چاہیں کریں، اور اگر زید صاحب نصاب ہو (تو) اس کو اپنی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے۔

اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۸) ایک شخص صاحب نصاب ہے؛ تو قربانی اپنی جانب سے کرے یا تمام عیال کی طرف سے بھی کرے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۷۲۸ھ)

الجواب: اپنی طرف سے واجب ہے، اہل و عیال کی طرف سے فرض نہیں ہے۔

نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا مستحب ہے، واجب نہیں

سوال: (۱۹) کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت غراء رحمہم اللہ تعالیٰ ان سب سوالوں کے جواب میں:

(الف) اول اس کہ قربانی کرنا اولاد کی طرف سے باپ پر واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب؟

(ب) اولاد کی طرف سے اپنے اوپر واجب سمجھ کر قربانی کرنا کیسا ہے؟

(ج) اولاد کی طرف سے اپنے اوپر واجب، سنت، مستحب کچھ نہیں سمجھتا لیکن یوں ہی کر دیتا ہے،

اس کا کیا حکم ہے؟

(د) زید کہتا ہے حسن بن زیاد کی روایت کے موافق اگر واجب سمجھ کر قربانی کرے گا تو چوں کہ وہ

مفتی بہ قول نہیں بلکہ ساقط الاعتبار ہے، اس لیے یہ قربانی نفلی ہونے کا بھی ثواب نہیں رکھتی ہے، اور بکر

کہتا ہے کہ یہ نفلی ہوگئی۔ (۱۳۳۰-۲۹/۲۵۹ھ)

الجواب: (الف) باپ پر قربانی کرنا اولاد صغیر کی طرف سے مستحب ہے۔ قال فی الدر المختار:

عن نفسه لا عن طفله علی الظاہر بخلاف الفطرة الخ قال فی الشامی (قوله علی الظاہر): قال

فی الخانیة: فی ظاہر الروایة أنه یتحب ولا یجب بخلاف صدقة الفطر — إلى أن قال —

والفتویٰ علی ظاہر الروایۃ (۱) (ص: ۲۷۵)

(ب) واجب سمجھ کر قربانی نہ کرے بلکہ اگر کرے تو مستحب ہی سمجھ کر کرے۔

(ج) قربانی ہوگئی (د) یہ قربانی نفل ہو جاوے گی زید کا قول صحیح نہیں ہے۔

سوال: (۲۰) والدین کے ذمے اولادِ صغیر و کبیر کی طرف سے صدقہ عید الفطر اور قربانی کرنی

دونوں واجب ہیں یا ایک؟ اگر ایک واجب ہے اور دوسری چیز نہیں تو بحوالہ کتاب بتلایے (۱۵۳۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: غنی کے ذمے اولادِ صغار کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور قربانی واجب

نہیں ہے، اور اولادِ کبیر کی طرف سے والدین کے ذمے صدقہ فطر بھی لازم نہیں ہے، بلکہ اگر وہ خود غنی ہیں

تو صدقہ فطر ادا کریں اور قربانی کریں۔ کذا فی الدر المختار: عن نفسه لا عن طفله علی

الظاهر، بخلاف الفطرة إلخ (در مختار) قوله: (لا عن طفله) أي من مال الأب إلخ (۲)

(شامی، کتاب الأضحیہ) وفيه من الأضحیة: وليس للأب أن يفعل من مال طفله ورّجه ابن

الشحنة إلخ (۳)

سوال: (۲۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ کوئی شخص صاحبِ نصاب جس

کی زوجہ و اولادِ صغار و کبار ذکور و اناث نا کتھا (غیر شادی شدہ) اور مملوک ہوں، ان میں سے کوئی بھی

صاحبِ نصاب نہیں ہے، اور سب کھانا و کپڑا وغیرہ جملہ ضروریات خرچ وغیرہ سب اسی شخص کے ذمے

ہیں، آیا اس پر قربانی سب کی طرف سے واجب ہے یا صرف اپنی ذات کی؟ (۱۹۸۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: فتجب التضحية علی حر مسلم مقيم موسر عن نفسه ، لا عن

طفله علی الظاهر بخلاف الفطرة (۴) پس معلوم ہوا کہ اس شخص صاحبِ نصاب پر قربانی صرف اپنی

طرف سے واجب ہے نہ اولادِ صغار اور کبار ذکور و اناث و ممالک کی طرف سے۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳۸۲/۹ کتاب الأضحیة .

(۲) الدر و الرد ۳۸۲/۹ کتاب الأضحیة .

(۳) الدر مع الرد ۳۸۴/۹ کتاب الأضحیة .

(۴) الدر مع الرد ۳۸۰-۳۸۲ کتاب الأضحیة .

نابالغ اولاد مالکِ نصاب ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲) درانحالیکہ اولادِ صغار مالکِ نصاب ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۹۸۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)
الجواب: اور اگر اولادِ صغار مالکِ نصاب ہوں تو اس وقت بھی مفتی بہ قول کے موافق اولاد کے مال میں قربانی نہیں۔ کذا فی الدر المختار (۱)

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں

سوال: (۲۳) باپ جو کہ جائیداد پر قابض ہے اور اس کے بالغ لڑکے و لڑکیاں بھی ہیں تو قربانی صرف باپ پر واجب ہے یا لڑکے لڑکیوں کی طرف سے بھی کرنی واجب ہے؟ (۲۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)
الجواب: باپ اگر مالکِ نصاب ہے تو صرف باپ پر قربانی واجب ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کی طرف سے اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے، قربانی واجب نہیں

سوال: (۲۴) جیسا کہ صاحبِ نصاب پر صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی واجب ہوتا ہے، اسی طرح قربانی بھی واجب ہے یا کچھ فرق ہے؟ (۲۱۰۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: فتجب التضحية علی حرم مسلم مقيم موسر عن نفسه لا عن طفله علی الظاهر، بخلاف الفطرة إلخ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ قربانی صاحبِ نصاب پر اپنے بچوں کی طرف سے واجب نہیں ہے، بخلاف صدقہ فطر کے کہ وہ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہوتا ہے، پس عبارت مذکورہ سے فرق درمیان قربانی اور صدقہ فطر کے معلوم ہو گیا۔ فقط

(۱) ویضحی عن ولده الصغير من ماله صححه في الهداية ، وقيل : لا ، صححه في الكافي . قال :
و ليس للأب أن يفعل من مال طفله و رجحه ابن الشحنة ، قلت : وهو المعتمد لما في متن مواهب
الرحمان من أنه أصح ما يفتی به (الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۸۳-۳۸۴ کتاب الأضحية)
(۲) حوالہ سابقہ۔

نابالغ اولاد کی طرف سے ان کے مال میں سے قربانی کرنا درست نہیں

سوال: (۲۵) نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۵۴۲)ھ
الجواب: اپنے پاس سے اگر قربانی اولاد نابالغ کی طرف سے کرے، ان کے مال میں سے نہ کرے تو درست ہے۔

جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کا قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۲۶) کیا اس شخص کا قربانی کرنا جائز ہے جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو؟ یہاں یہ رواج ہے کہ جس شخص کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی ناجائز سمجھتے ہیں؟ (۱۳۳۸/۷۷۹)ھ
الجواب: قربانی اس شخص کی درست ہے اور یہ جو کچھ مشہور ہے کہ بلا عقیقہ کے قربانی درست نہیں ہوتی یہ غلط ہے، مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ فقط

قربانی کا روپیہ مظلومین، بیوگان اور یتامی

کی امداد میں صرف کرنا اور قربانی نہ کرنا

سوال: (۲۷) امسال قربانی کا تمام وکمال روپیہ اپنے بلقانی بے بس بھائیوں کی مرہم پٹی اور ان کی بیوگان و یتامی کی امداد کے لیے ٹرک بھیج دیا جاوے، اور ایسی حالت میں جب کہ اسلام کے دروازے پر قیامت برپا ہے قربانی نہ کی جائے (تو درست ہے یا نہیں؟) (۱۳۳۰-۲۹/۱۸۹۹)ھ

الجواب: قربانی اس طرح ادا ہوگی کہ قربانی یہاں کی جاوے چرم قربانی (کی قیمت) کو وہاں بھیج دینے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور کیا اچھا ہو کہ جن لوگوں پر قربانی واجب ہے وہ اپنا تمام وکمال نصاب وہاں بھیج دیں کہ قربانی ذمے پر نہ رہے، اللہ تعالیٰ اگر مسلمانوں کو ایسی توفیق دے دیوے تو اس سے بہتر کیا ہے؟! الحاصل یہ درست نہیں کہ صاحب نصاب مالک نصاب رہیں اور قربانی نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جانوروں پر مہربانی کرنے کی غرض سے قربانی نہ کرنا

سوال: (۲۸) ایک مسلمان جو صاحب نصاب و زکاۃ ہے، بہ لحاظ رحم حیوانات ایک سال سے تارک لحم خوری ہے، عید الاضحیٰ میں وہ دس قربانیاں کیا کرتا تھا، امسال اگر بجائے قربانی کے قیمت صدقہ کر دے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۱/۲۵۵۱ھ)

الجواب: جس کے ذمے قربانی واجب ہے وہ قیمت قربانی صدقہ کر کے قربانی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا، اس کو قربانی ہی کرنی ضروری ہے، اور یہ قربت خاص ذبح حیوان سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ فقط

سوال: (۲۹) سوال یہ ہے کہ چونکہ ذبح کرنے میں مذبوح کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے بجائے قربانی کے دیگر کار خیر میں روپیہ صرف کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۷-۴۶/۹۳۹ھ)

الجواب: قربانی سے اللہ کا تقرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب و مقبول ہے، اور آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے جانوروں کو ذبح کیا ہے، پس اس کے بعد کسی مسلمان کو کیسے اس میں تامل ہو سکتا ہے؟! الغرض یہ وسوسہ شیطانی ہے کہ قربانی میں بوجہ مذکورہ تامل کرے عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، وأنه ليأتى يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع بالأرض، فطيبوا بها نفساً رواه الترمذی وابن ماجه (۱)

قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا

سوال: (۳۰) ہدایہ کتاب الاضحیہ میں بین السطور تحت عبارت ہذا (والضحیۃ فیہا افضل من التصدق بثمان الاضحیۃ لأنها تقع واجبة أو سنة، والتصديق تطوع محض فتفضل عليه) وإن كان يسقط عنه الواجب (۲) ہے، اور یہ عبارت والتصديق تطوع محض کے نیچے بین

(۱) مشکاة المصابيح ص: ۱۲۸ کتاب الصلاة، باب فی الاضحیۃ، الفصل الثاني.

(۲) الهدایۃ ۴/۲۴۶ کتاب الاضحیۃ.

السطور واقع ہے، دریافت طلب یہ امر ہے: اگر کوئی شخص ایام نحر میں بجائے قربانی کے قیمت تصدق کر دے تو کیا واجب اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا؟ بین السطور کی عبارت وإن كان يسقط عنه الواجب کہاں تک قابل اعتبار ہے؟ (۱۳۴۰/۴۵ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ ایام اضحیہ میں غنی پر قربانی واجب ہے، اس وقت تصدق بالقیمت درست نہیں ہے کیونکہ قربت اراقت دم میں ہے۔ کما فی الشامی (۱) البتہ اگر ایام اضحیہ گزر گئے تو تصدق بالقیمت لازم ہے، کذا فی الشامی (۲) پس مطلب عبارت ہدایہ: یہ لینا چاہیے کہ قربانی ایام نحر میں افضل ہے تصدق بالقیمت سے بعد ایام نحر کے۔ اس صورت میں بین السطور کا مطلب صحیح ہو جاوے گا کیونکہ بعد مضی ایام نحر تصدق بالقیمت سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے، اور اس میں کچھ اور بھی تفصیل ہو سکتی ہے جس کی اس وقت گنجائش نہیں ہے۔ قال فی رد المحتار (۲۰۳/۵): إذا وجبت بإيجابه صريحا أو بالشراء لها ، فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها لأن الواجب عليه الإراقة، وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضی أيامها وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها (۲) فقط

سوال: (۳۱) اگر کوئی شخص عید الاضحیٰ کے موقع پر بجائے ذبح کرنے کسی جانور قربانی کے اس کی کل یا جزو قیمت کسی مسکین محتاج کو دیدے، تو کیا وہ حکم شرع سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۰۸۹ھ)

الجواب: قربانی کی جگہ اس کی قیمت دینا مساکین وغیرہم کو درست نہیں ہے، کیونکہ موقع قربانی میں اراقت دم ہی قربت ہے، پس جس کے ذمے قربانی واجب ہے وہ قیمت قربانی صدقہ کر کے قربانی کے وجوب سے سبکدوش نہیں ہو سکتا ہکذا فی کتب الفقہ۔ فقط

سوال: (۳۲) قربانی کے ایام میں بجائے قربانی کرنے کے اس کی قیمت نقد صدقہ کر دینا اور تین حصہ کر کے فقراء کو تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۳۳ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے، قربانی ہی کرنا ضروری ہے۔

(۱) لأن الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص ، ولا تجزيه الصدقة الأولى عما يلزمه بعد ،

لأنها قبل سبب الوجوب (الشامی ۳۸۸/۹، کتاب الاضحیہ)

(۲) الشامی ۳۸۸/۹ کتاب الاضحیہ .

سوال: (۳۳) اگر کوئی شخص قربانی نہ کرے بلکہ قیمت قربانی کی صدقہ کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو قربانی واجب ہے اس میں تو قربانی کرنا ہی ضروری اور فرض ہے قیمت دینا جائز نہیں ہے، اور جو قربانی نفلی ہے اس میں اگرچہ یہ درست ہے کہ کوئی شخص قربانی نفلی نہ کرے کچھ روپیہ صدقہ اور خیرات کر دیوے مگر جو ثواب اور قربت قربانی میں ہے وہ قیمت صدقہ کرنے میں نہیں ہے۔

غیر اقوام کی رضا جوئی کے خیال سے گائے

کی قربانی نہ کرنا، یا خفیہ طور سے کرنا

سوال: (۳۴) قربانی جانور کی ضروری ہے کہ نہیں؟ کس حکم کی رو سے ہم لوگ بقر عید میں قربانی کرتے ہیں، سنت نبوی ہے یا حکم قرآنی؟ وہی رقم جو قربانی پر صرف ہو خیرات کیوں نہ کر دی جائے۔ غیر اقوام سے اتحاد میں اگر دین کی غیرت قائم رہتی ہو تو ان کی رضا جوئی کے خیال سے امراء کا بجائے گائے کے بکری ذبح کرنا اور غرباء کا پردے میں گائے ذبح کرنا شرعاً کیسا ہے؟ (۲۳۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: صاحب نصاب کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے اور قربانی کرنا آیات (۱) واحادیث سے ثابت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور قربانی کا حکم فرمایا (۲) اور قربانی میں اراقت دم

(۱) ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (سورہ کوثر، آیت: ۲) ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾ (سورہ حج، آیت: ۳۷) ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ (سورہ حج، آیت: ۳۴)

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبشين أملحين أقرنين ذبحهما بيده، وسمى وكبر قال: رأيتُه واضعا قدمه على صفاحهما ويقول: بسم الله والله أكبر، متفق عليه (مشكاة المصابيح، ص: ۱۷۷، كتاب الصلاة باب في الأضحية، الفصل الأول)

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا (سنن ابن ماجه ص: ۲۲۶ أبواب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا؟)

یعنی خون بہانا قربت ہے (۱) قیمت دینا اور قیمت کا صدقہ کرنا قائم مقام قربانی کے نہیں ہے، اور اس سے قربانی ادا نہیں ہوتی کذا فی کتب الفقہ (۲) اور قربانی گائے کی غیر اقوام کی رعایت سے اور ان سے اتحاد قائم کرنے اور رکھنے کی وجہ سے ترک کرنا درست نہیں ہے اور خلاف حکم شریعت ہے، اور پردے میں گائے کی قربانی کرنا اور مخفی طور سے کرنا کہ جس سے غیر اقوام کو اشتعال نہ ہو اور فتنہ نہ ہو اچھا ہے، ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ غرض اپنا مذہبی فرض ادا کرنا ہے نہ کسی کو اشتعال دینا۔ فقط

قربانی ایک اسلامی فریضہ ہے اس میں کسی

قسم کی پابندی لگانا مذہب میں مداخلت ہے

سوال: (۳۵) اگر بہ موقعہ عید الاضحیٰ کوئی غیر مسلم قوم یا حکومت چوپائے یا محض گائے کی قربانی جبریہ بند کرے، یا حکومت کسی قانون کی آڑ یا تحت میں کسی قسم کی پابندی مثل لائسنس حاصل کرنے اور مذبح میں جا کر قربانی کرنے کی عائد کرے تو اس صورت میں ایسا ناجائز مطالبہ اور دباؤ مسلمانوں کو قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور قانونی قیود کی پابندی ناجائز تو نہیں ہے جب کہ قربانی کرنے کا اصلی و حقیقی مقصد قرب الی اللہ اور گھروں میں ذبح کر کے اس کے خون کے قطروں سے برکت حاصل کرنا ہو، یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کوئی ایسی قانونی پابندی جائز بھی ہو تو اس قصبہ میں جہاں ایسا قانون محض مسلمانوں کے وقار اور جذبات مذہبی کے احترام کو پیش نظر رکھ کر ۵۶ سال سے واجب العمل نہ بنایا گیا ہو اور نصف صدی گزرنے کے بعد اس کا اجراء کرنا یا کرنا صرف اس لیے ضروری ہو کہ مسلمانوں کا وقار تباہ کیا جائے، اور ان کا تقریباً نو سو (۹۰۰) سال کا شہری حق غصب اور مذہبی آزادی سلب کر لی جائے، تو

(۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحبّ إلى اللہ من إهراق الدم. الحديث (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۸ کتاب الصلاة، باب في الأضحية - الفصل الثاني)

(۲) والتضحية فيها أفضل من التصدق بثمن الأضحية ، لأنها تقع واجبة أو سنة ، والتصدق تطوع محض فتفضل عليه (الهداية ۴/۲۲۶ کتاب الأضحية)

فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها ، لأن الواجب عليه الإراقة ، وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضى أيامها (رد المحتار ۹/۳۸۸ کتاب الأضحية)

اس صورت میں عمومیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے حالات خصوصی میں مسلمانانِ قصبہ کو کیا حکم دیا جائے گا؟ اور ان کے لیے کون سی راہ جائز اور کون سی ناجائز ہوگی؟ (۴۴/۱۰۰۳-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قربانی ایک فریضہ اسلامی ہے جس میں کسی قسم کی قیود اور پابندیاں عائد کرنے میں مذہبی مداخلت ہے اور یہ ایک عبادت مخصوصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ایام قربانی میں کوئی عمل محبوب نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، وأنه ليأتى يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وأن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع بالأرض؛ فطيبوا بها نفساً. رواه الترمذی وابن ماجه (۱)

حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل یوم النحر یعنی یوم قربانی میں جانور قربانی کے خون بہانے سے اور اس کے ذبح کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ نہیں ہے، اور قیامت کے دن قربانی مع اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے آوے گی، اور قربانی کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑے مرتبہ پر واقع ہوتا ہے اس سے پہلے کہ زمین پر گرے، پس اے مسلمانو! قربانی کر کے اپنے نفسوں کو پاک کرو۔

الغرض قربانی ایک خاص عبادت خاص وقت میں ہے کہ اس سے زیادہ اس وقت کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، بلکہ سب عبادتوں سے محبوب اور پسندیدہ ہے اور یہ خاص شعار اہل اسلام کا ہے، اور سلاطینِ زمانہ نے کسی وقت کوئی قید اور پابندی عائد نہیں کی، لہذا گورنمنٹ کو بھی اس میں کسی قسم کی پابندی اور تنگی عائد نہ کرنی چاہیے، اور آزادیِ مذہب میں کسی قسم کی رکاوٹ اور پابندی نہ کرنی چاہیے، اور جو حق اہل اسلام کو صدیوں سے حاصل ہے اس میں ادنیٰ مداخلت بھی نہ کرنی چاہیے اور اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس فرض مذہبی کو بہ آزادی ادا کرنے میں ہر طرح کی جدوجہد کریں اور جو آزادی ان کو ہمیشہ سے قربانی کے متعلق تھی اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ فقط

سوال: (۳۶) ایک قصبہ میں تین ہزار مسلمان اور سات ہزار ہندو آباد ہیں، اور باہم تعلقات

تجارت وابستہ ہیں، اب ہنود نے مسلمانوں سے ترکِ موالات اس طرح سے کر دیا ہے کہ کوئی ہندو کسی مسلمان سے مال نہ خریدے، اور نہ اس کو دے جب تک کہ مسلمان گائے کی قربانی بند نہ کر دیں، اور مسلمانان نے مسجد میں جمع ہو کر یہ حلف کر لیا ہے کہ خلافِ اسلام اور خلافِ قوم کوئی کام نہ کریں گے، اب ہنود نے اکثر مسلمانوں پر اپنے بازاری معاملات اور دیرینہ تعلقات کا دباؤ ڈالا کہ تم چند اشخاص کے معاملات ترک کر دو تو تمہارے تعلقات تجارتی و بازاری مثل پیشتر کے کھول دیے جائیں گے، اس پر یہ گروہ تیار ہو گیا، لہذا اس گروہ کے ساتھ بقیہ مسلمانوں کو کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ اور گائے کی قربانی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۹۸۳)

الجواب: قربانی مسلمانوں کا فرض مذہبی ہے، اس میں کسی قسم اور کسی طرح کی مداخلت مسلمانوں کو نہ کرنی چاہیے، اور گائے کی قربانی سے مسلمانوں کی نیت اپنا فرض مذہبی ادا کرنا ہونا چاہیے نہ کسی کی دل شکنی، باقی اگر ان کی دل شکنی اس سے ہوتی ہو تو اس کی کچھ پرواہ مسلمانوں کو نہ کرنی چاہیے، اور یہ بھی غلط ہے کہ ان کی دل شکنی اس سے ہوتی ہے، کیونکہ لاکھوں ہزاروں گائے روزانہ ذبح ہوتی ہیں، ان سے دل شکنی نہیں ہوتی خاص قربانی سے ہوتی ہے، جو مسلمانوں کا فرض مذہبی ہے، اس سے مذہب میں مداخلت اس قوم کی ظاہر ہے، سو یہ کسی طرح مسلمانوں کو گوارا نہ ہونی چاہیے اور مسلمانوں کو اس قوم کی رعایت سے کسی اپنے فرض مذہبی اور آزادیِ شرعی کو نہ چھوڑنا چاہیے، اور جو مسلمان ہندوؤں کے اس بارے میں معین ہوں وہ عاصی ہیں ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط

کفار کے خوف سے قربانی نہ کرنا

سوال: (۳۷) ایک شخص اپنے مکان پر قربانی گاؤ کی کیا کرتا ہے، سال گذشتہ میں ہنود نے بہت جھگڑا کیا تھا، اور اب ہنود نے پانچ سو روپیہ اس غرض سے جمع کیا ہے کہ گاؤ کشی بند کر دیں اگر شخص مذکور آسانی سے بند نہ کرے تو اس کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاویں، چنانچہ اب بھی کئی مسلمانوں پر فوجداری میں دعویٰ کر رکھا ہے، غریب مسلمان خرچ مقدمہ فوجداری برداشت نہیں کر سکتے اگر قربانی بند کر دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۴۶۲)

الجواب: بہ حالت مذکورہ قربانی گاؤ بند کرنا جائز نہیں ہے، پس اگر اس شخص کے ذمے قربانی واجب ہے تو اس کو قربانی کرنا لازم و واجب ہے، اور اگر اس پر قربانی واجب نہیں ہے تب بھی وہ اس کار ثواب کو خوف کفار سے نہ چھوڑے اور انتظام بذریعہ پولیس وغیرہ سے پہلے کرا لے تاکہ حکام کی طرف سے خود انتظام ہو جائے، اس دینی کام اور شعار اسلام میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے اور کفار کو خوش نہ کرنا چاہیے اور ان کی دولت مندی وغیرہ سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیے، حکام کا فرض ہے کہ وہ انتظام کما حقہ کریں گے۔

سوال: (۳۸) جس مقام کے مسلمانوں نے قربانی اپنے ناجائز فائدہ کی خاطر محض ایک ہندو کی خاطر بند کر دی ہو، اور محض مرغوں کی قربانی کرتے ہوں، کیا یہ جائز ہے؟ اور اس فعل کے مرتکب کس جرم کے مستوجب ہیں؟ (۱۳۳۳/۲۸۵۳ھ)

الجواب: جن پر قربانی فرض ہے ان کو قربانی نہ کرنا سخت گناہ ہے اور کسی ہندو کی خاطر قربانی نہ کرنا معصیت کبیرہ ہے، اور مرغ کی قربانی نہیں ہوتی (۱) تارکین قربانی بہ صورت مذکورہ فاسق ہیں۔

قرض لے کر قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۳۹) مال فروخت نہیں ہوا، قربانی کے لیے اگر ادھار لے کر قربانی کی جائے تو قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا (۱۳۳۱/۲۶۴۸ھ)

الجواب: قرض لے کر قربانی کر سکتا ہے۔

قربانی کے لیے نامزد کیا ہوا بکرا فروخت کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۰) قربانی کے لیے جو بکرا نامزد کیا جاوے اس کو فروخت کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۱۵۲۲ھ)

الجواب: نامزد کیا ہوا بکرا ہی قربانی کرنا چاہیے اس کو فروخت نہ کیا جائے۔ فقط

(۱) و رکتھا: ذبح مایجوز ذبحہ من النعم لا غیر، فیکرہ ذبح دجاجة و دیک، لأنه تشبه بالمجوس وفي الشامي: قوله: (فیکرہ ذبح دجاجة و دیک الخ) أي بنية الأضحیة والکراهة تحریمیة کما یدل علیه التعلیل (الدر و الرد ۳۷۹/۹ أوائل کتاب الأضحیة)

قربانی کے واسطے خریدا ہوا بکرا تنگ کرتا ہو

تو اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱) ایک شخص نے ایک بکرا خریدا اور یہ نیت ہوگئی کہ اس کو بقر اعیید کو قربانی کروں گا، مگر اب وہ بکرا بہت تنگ کرتا ہے، اس کے پاخانہ پیشاب سے مکان میں عفونت پیدا ہوگئی ہے اور مارتا بھی ہے، آیا اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۵۱۸/۳۵-۵۱۳۶ھ)

الجواب: اگر خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تھی تو اس کا فروخت کرنا درست ہے، درمختار میں ہے: وفقیہ..... شرأھا لھا لوجوبھا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعھا الخ وفي الشامي: قوله: (شرأھا لھا) فلو كانت في ملكه فنوی أن یضحی بها أو اشتراها ولم ینو الأضحیة وقت الشراء، ثم نوی بعد ذلك لا یجب، لأن النیة لم تقارن الشراء فلا تعتبر. بدائع (۱) (شامی) درمختار کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس کے ذمے قربانی واجب نہ ہو اگر وہ بہ نیت قربانی جانور خریدے تو اس جانور کو قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کا فروخت کرنا منع ہے، اور شامی کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ کی بلکہ بعد خریدنے کے نیت قربانی کی کی، تو اس کا فروخت کرنا درست ہے اور وہ جانور قربانی کے لیے معین نہیں ہوا، اور یہ حکم اس شخص کا ہے جس کے ذمے قربانی واجب نہ تھی۔ اور جس کے ذمے قربانی واجب ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے قربانی کے لیے کوئی جانور خریدا تو وہ جانور قربانی کے لیے معین نہیں ہوا، اس کو فروخت کر کے دوسرا جانور بدل سکتا ہے۔ فقط

مالدار عرفہ کے دن مفلس ہو گیا اور اس نے قربانی کے لیے

جو جانور خریدا تھا وہ لنگڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۲) کسی مالدار نے قربانی کا جانور خرید ا عرفہ سے پہلے، پھر وہ آدمی عرفہ کے دن مفلس

ہو گیا، اور وہ جانور جو خرید تھا وہ لنگڑا ہو گیا، اس کا کیا حکم ہے؟ (۳۳/۱۹۹۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في الشامي: لا إن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره (۱) وفي الدر المختار: ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كما مرّ، فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنياً، وإن كان فقيراً أجزأه ذلك الخ (۲) وفيه: لا بالعمياء والعوراء والعجفاء: المهزولة التي لا منح في عظامها، والعرجاء التي لا تمشي إلى المنسك إلخ قال في الشامي: قوله: (والعرجاء) أي التي لا يمكنها المشي برجلها العرجاء، إنما تمشي بثلاث قوائم، حتى لو كانت تضع الرابعة على الأرض وتستعين بها جاز. عناية (۳) ان روایات سے واضح ہوا کہ اس شخص کو وہی جانور قربانی کر دینا کافی ہے۔

قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے غریب پر اس کی

قربانی کرنا کیوں ضروری ہے؟ اور مالدار پر کیوں نہیں؟

سوال: (۴۳)..... (الف) بہشتی زیور میں ہے کہ قربانی کے لیے جانور خریدا، وہ گم ہو گیا پھر دوسرا جانور خریدا، اب وہ پہلا بھی مل گیا، اگر امیر آدمی ہے تو ایک ہی جانور کرے اور اگر غریب ہے تو وہ دونوں کرے (۴) اس مسئلہ میں راز کیا ہے؟

(ب) اور یہ مسئلہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر خریدتے وقت پوری گائے کرنے کا قصد تھا، اب اور شریک کر لیے اگر امیر ہے تو درست ہے، اگر غریب ہے تو درست نہیں (۵) (۴۹۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف - ب) یہ مسئلہ کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے؛ درمختار کتاب الاضحية میں ہے: ولو ضلت أو سرق فتشري أخرى فظهرت، فعلى الغني إحداهما وعلى الفقير كلاهما

(۱) ردالمحتار ۳۸۳/۹ کتاب الاضحية . (۲) الدر مع الرد ۳۹۴/۹ کتاب الاضحية .

(۳) الدر المختار وحاشية ابن العابدین ۳۹۲/۹ کتاب الاضحية .

(۴) اختری بہشتی زیور ۳۹/۳ مسئلہ ۱۶، باب ۱۹، قربانی کا بیان۔

(۵) اختری بہشتی زیور ۳۹/۳ مسئلہ ۱۵، باب ۱۹، قربانی کا بیان۔

إلخ (۱) اور راز اس میں یہ ہے کہ فقیر کا ایام قربانی میں قربانی کو خریدنا بہ منزلہ نذر کرنے کے ہے، اور نذر کرنے سے اس کا ایفاء لازم ہو جاتا ہے؛ تو فقیر نے جب کہ دو قربانیاں ایام قربانی میں خریدیں تو گویا اس نے دو قربانیوں کی نذر کر لی، تو پورا کرنا اس کا لازم ہے، بخلاف غنی کے کہ اس پر چونکہ پہلے سے قربانی واجب ہے تو اس کا خریدنا قربانی کو بہ منزلہ نذر کے نہیں ہے، اور یہی جواب مسئلہ (ب) کا ہے کہ فقیر نے جب پوری گائے قربانی کی نیت سے خریدی تو اس خریدنے کی وجہ سے اس پر اس کا قربانی کرنا یعنی پوری گائے کا قربانی کرنا لازم ہو گیا، جیسا کہ درمختار میں ہے: وفقیہ شر اہالہا لوجوبہا علیہ بذلك حتی یمتنع علیہ بیعہا إلخ وفي الشامی: قوله: (بذلك) أي بالشراء وهذا ظاهر الرواية لأن شراءه لها یجرى مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحیة عرفاً كما في البدائع و وقع في التاتر خانية: التعبير بقوله شر اہالہا أيام النحر، وظاهره أنه لو شر اہالہا قبلہا لا تجب إلخ (۲)

میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۴۴) زید کہتا ہے کہ میت کی جانب سے بغرض ایصال ثواب قربانی کرنا ناجائز ہے، اور یہ غیر مفید ہے، کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟ (۱۳۳۷/۲۰۷۹ھ)

الجواب: یہ قول اس کا غلط ہے، میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے اور اس کو ثواب پہنچتا ہے: کذا في الشامی (۳)

سوال: (۴۵) میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۹۴۱ھ)

الجواب: میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے حدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور برابر سلف و

(۱) الدر مع الرد ۳۹۵/۹ کتاب الأضحیة .

(۲) الدر والشامی ۳۸۹/۹ کتاب الأضحیة .

(۳) قال في البدائع : لأن الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ، ويحج عنه ، وقد صحَّ أن رسول الله صَلَّى الله عليه وسلم ضحَّى بكبشين أحدهما عن نفسه ، والآخر عمَّن لم يذبح من أمته ، وإن كان منهم من قدمات قبل أن يذبح فرع : من ضحَّى عن الميت يصنع كما يصنع في أضحية نفسه من التصدق والأكل ، والأجر للميت إلخ (رد المحتار ۳۹۵/۹ کتاب الأضحیة)

خلف کا معمول رہا ہے کہ اموات کی طرف سے قربانی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ فقط

میت کی طرف سے قربانی کرنے کا طریقہ

سوال: (۴۶) مردہ کی طرف سے قربانی کرنے کا عمدہ طریقہ کیا ہے؟ (۳۳/۲۱۳۲-۱۳۳۲ھ)

الجواب: قربانی کر کے میت کو ثواب پہنچا دیا جائے، یا یہ کہا جائے کہ یہ قربانی فلاں کی طرف سے کرتا ہوں، مثلاً یہ کہے: اللّٰهُمَّ تقبل عن فلان۔

سوال: (۴۷) کوئی صاحبِ نصاب ہے وہ صرف ایک حصہ قربانی کا لیتا ہے، پر اسی حصے سے یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی میت کے نام سے ہو جائے آیا اس کو دو حصے کرنا چاہئیں یا ایک ہی حصے سے دونوں کام ہو جائیں گے؟ یعنی فرض بھی ادا ہو جائے اور میت کو بھی ثواب پہنچ جائے۔ (۴۴/۹۵۶-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر وہ میت کی طرف سے بھی قربانی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دو حصے لینا چاہیے، ایک اپنا ایک میت کی طرف سے۔

حضور پاک ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۴۸) آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۵۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی اللہ کے نام پر کرنا درست ہے، ثواب آنحضرت ﷺ کو پہنچتا ہے اور قربانی اللہ کے لیے ہے، اسی کے نام پر ہونی چاہیے (۱)

ایک گائے کی تمام مؤمنین کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۴۹) زید نے اپنی طرف سے ایک خصی قربانی کیا، اور ایک گائے تمام مؤمنین کی طرف

(۱) عن حنّسٍ رحمة الله عليه قال رأيت عليّاً رضي الله عنه يضحي بكبشين ، فقلت له : ما هذا ؟ فقال : إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصاني أن أضحي عنه ، فأنا أضحي عنه رواه أبو داود ، وروى الترمذي نحوه (مشكاة المصابيح ص : ۱۲۸ كتاب الصلاة ، باب في الأضحية ، الفصل الثاني)

سے: قربانی کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۱/۱۳۴۰ھ)
الجواب: صحیح ہے (۱)

کئی مردوں کی طرف سے ایک قربانی کرنا

سوال: (۵۰) کئی مردوں کی طرف سے قربانی کا ایک بکرایا ایک حصہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۵-۲۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر کسی مردے کی طرف سے قربانی کرنی ہے تو پوری قربانی کرے، اور اگر محض ثواب پہنچانا ہے تو کئی اموات کو بھی ایک قربانی نفلی کا ثواب پہنچا سکتا ہے، وہ قربانی اس کی ہوئی اور ثواب کئی مردوں کو پہنچ سکتا ہے۔

سوال: (۵۱) ایک حصہ قربانی کئی شخصوں کی طرف سے جو مر گئے ہیں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی ایک گائے میں چھ حصے دار شریک ہوئے ایک حصہ باقی رہ گیا، اس کو ایک شخص نے لے کر چند لوگوں کی طرف سے کر دیا، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۰۳-۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایک حصہ کئی شخصوں کی طرف سے کرنا تو نا درست ہے۔ مگر حصہ نفل اپنی طرف سے کر کے اس کا ثواب جتنوں کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔

سوال: (۵۲) قربانی کے ایک حصہ میں چند مردوں کا ایصال ثواب میں نیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۷۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک حصہ قربانی کا کر کے اس کا ثواب چند اموات کو پہنچایا جائے تو یہ درست ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: وقد صحّ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحّى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عن من أمته، وإن كان منهم من قدماء قبل أن يذبح اهـ (۲) فقط (۱) وقد صحّ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحّى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عن من أمته، وإن كان منهم من قدماء قبل أن يذبح اهـ (رد المحتار للشامی ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية)

(۲) رد المحتار للشامی ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية .

ایک گائے کی زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۵۳) مثلاً ایک گائے میں زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے حصے قربانی کے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ موجب نقص ثواب تو نہیں ہے؟ (۱۰۰۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ جائز ہے اور ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی أضحیة نفسه إلخ (۱) (شامی)

اپنی اور اولاد متوفیہ کی طرف سے قربانی

کرنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۵۴) اگر مردہ کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک شخص کی دو اولاد مر چکیں، اس میں صرف دو حصے قربانی کے لینے کی طاقت ہے اور تیسرا حصہ اپنے لیے لینے کی طاقت نہیں ہے، تو کیا کرنا چاہیے؟ (۲۶۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر کسی میت کی طرف سے بدون اس کی وصیت کے قربانی کرے یا حصہ قربانی کا لیا تو قربانی صحیح ہے ثواب اس کو پہنچے گا اور اس کو خود بھی کھا سکتا ہے، اور اگر میت نے وصیت کی تھی تو پھر اس کے حصے کے گوشت کو صدقہ کرنا چاہیے خود نہ کھائے، اور جب کہ اس شخص میں اس قدر طاقت نہیں کہ اولاد متوفیہ کی طرف سے بھی قربانی کرے اور اپنی طرف سے بھی کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے، اولاد متوفیہ کی طرف سے کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ ان کی طرف سے کرنے میں اپنی قربانی ادا نہ ہوگی۔ فقط

میت کی طرف سے وصیت کے بغیر واجب قربانی ادا نہیں ہوتی

سوال: (۵۵) اگر ایسے شخص مردہ کی طرف سے قربانی کا حصہ بدنہ یا بقر میں ملایا جاوے جس پر

قربانی واجب تھی، لیکن اس نے وصیت نہیں کی، کیا منجانب متوفی وجوب ادا ہو جائے گا یا قربانی تطوع رہے گی؟ بہر حال جواز قربانی میں کوئی محذور تو نہ آئے گا؟ (۱۳۴۱/۲۳)

الجواب: بلا وصیت کے قربانی واجب ادا نہ ہوگی نفل ہی رہے گی، اور قربانی میں کچھ خلل نہ آوے گا کذا فی الدر المختار والشامی (۱) فقط

جو مالدار مر گیا اس کی طرف سے ہر سال قربانی کرنا لازم نہیں

سوال: (۵۶) جو شخص مالدار مر گیا اور وارث اور مال کثیر چھوڑ گیا اس کی طرف سے ہر سال قربانی ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۵۷۴)

الجواب: بدون میت کی وصیت کے ورثہ کے ذمے اس کی طرف سے قربانی کرنا لازم نہیں ہے۔ تبرعاً اور استحباً باکر دیں تو درست ہے اور میت نے وصیت کی ہے اور مال چھوڑا ہے تو اس کی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے (۱) فقط

فوت شدہ شوہر یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۵۷) اگر عورت مر جائے تو اس کی طرف سے خاوند یا خاوند مر جائے تو اس کی طرف سے عورت قربانی میں حصہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۶۴۷)

الجواب: یہ درست ہے۔

(۱) وأما دين الله تعالى فإن أوصى به وجب تنفيذه من ثلث الباقي. وفي الشامي: قوله: (وأما دين الله تعالى إلخ) محترز قوله: من جهة العباد، وذلك كالزكاة والكفارات ونحوها. قال الزيلعي: فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها هم من عندهم، لأن الركن في العبادات نية المكلف وفعله، وقد فات بموته فلا يتصور بقاء الواجب أقول: وظاهر التعليل أن الورثة لو تبرعوا بها لا يسقط الواجب عنه لعدم النية منه، ولأن فعلهم لا يقوم مقام فعله بدون إذنه (الدرمع الرد ۱۰۰/۳۱۱ كتاب الفرائض)

(۲) حوالہ سابقہ۔

ایک شخص نے والدین کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے گائے

خریدی اور قربانی کرنے سے پہلے مر گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸) زید نے ایک گائے والدین کی طرف سے قربانی کے لیے خریدی اور قبل قربانی کرنے کے زید کا انتقال ہو گیا، تو اب وہ گائے کس مصرف میں لائی جائے؟ (۵۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)
الجواب: وہ گائے زید کے وارثوں کی ہو گئی، اگر ورثہ حسب نیت زید قربانی کر دیں اچھا ہے، ورنہ جو چاہیں کریں، ان کی ملک ہے۔

ایام نحر کا ثبوت قرآن و حدیث سے

سوال: (۵۹) میں نے اخبار عام میں ایک مضمون دیکھا ہے، سید احمد حسن شوکت میرٹھ والے تحریر کرتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب مجھے قرآن مجید سے قربانی کرنے کا حکم ۱۰، ۱۱، ۱۲، کا بتلا دے تو اس کو مبلغ پندرہ روپے انعام دوں گا، اور اخبار عام کے ایڈیٹر سے بھی دلاؤں، ورنہ یہ لاکھوں جانوں کا تباہ کرنا بے سود ہے، اس کی ممانعت میں قرآن مجید سے ثابت کردوں۔ خیر انعام وغیرہ تو محض ایک لالچ دلانا ہے لیکن قرآن مجید سے حکم قربانی کا نہ ہونا یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ لہذا براہ نوازش قرآن شریف کی وہ آیت تحریر فرمادیں کہ جس کی رو سے حکم قربانی ہے، سورہ حج میں آیت: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ الْإِلَهِ﴾ (سورہ حج، آیت: ۳۴) میں قربانی کا حکم تو ہے، لیکن ترجمہ سے حکم معلوم نہیں ہوتا۔ (۵۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: واضح ہو کہ قرآن شریف سے نماز و زکاة و صیام و حج و قربانی وغیرہ کے احکام بالا جمال ثابت ہوتے ہیں، قرآن شریف میں یہ تفصیل نماز کے متعلق بھی نہیں ہے کہ ظہر کی کئی رکعت ہیں اور مغرب و عشاء صبح کی کتنی رکعت؟ تفصیل جملہ احکام کی قرآن شریف کی شرح یعنی حدیث شریف سے ثابت ہوتی ہے اور قرآن شریف میں آگیا ہے: ﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورہ حشر، آیت: ۷) پس جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے نماز و زکاة و صیام و حج و قربانی کی تفصیل و تشریح فرمائی وہ درحقیقت قرآن شریف کا ہی حکم ہے، اور جو ایسا کہے کہ بس ہم قرآن شریف ہی

کو مانیں گے حدیث رسول اللہ ﷺ کو نہ مانیں گے تو وہ نہ نماز پڑھ سکتے ہیں، نہ زکاۃ دے سکتے ہیں، نہ کوئی حکم شرعی ادا کر سکتے ہیں، کیونکہ تفصیل جملہ احکام کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے، قرآن شریف میں تو صرف اس قدر ہے کہ نماز پڑھو زکاۃ دو وغیرہ، لیکن یہ کہ نماز کیا ہے؟ اس میں کیا کیا فرائض ہیں؟ اور کتنی رکعت کس نماز میں ہیں؟ اور زکاۃ کا کیا حساب ہے؟ یہ سب باتیں حدیث سے ہی معلوم ہو سکتی ہیں، لہذا جو لوگ حدیث شریف کو نہ مانیں گے وہ قرآن شریف پر کسی حال عمل نہیں کر سکتے ومن ادعی فعلیہ البیان۔

یہ جو فرقہ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے گمراہ فرقہ ہے اور اہل باطل میں سے ہے ان لوگوں کے بارے میں احادیث میں وعید وارد ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جو کچھ کلام اللہ میں ہے بس ہم اسی کو مانیں گے حدیث کو نہ مانیں گے، آگاہ رہو کہ جو کچھ میں نے امر و نہی فرمایا وہ بھی مثل قرآن کے ہے الحدیث (۱)

بعد اس تمہید کے واضح ہو کہ قربانی کا حال بھی مثل دیگر احکام و فرائض شرعیہ کے ہے کہ بالا جمال اس کا حکم قرآن شریف سے ثابت ہے جیسا کہ آپ نے بھی ایک آیت کا حوالہ دیا، باقی تفصیل اس کی اور یہ کہ کئی دن تک قربانی ہو سکتی ہے؟ احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ عن نافع أن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: الأضحی یومان بعد یوم الأضحی، رواہ مالک. وقال: وبلغنی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مثله (۲) دیکھئے جلیل القدر صحابہ مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ قربانی دسویں تاریخ کے بعد دودن ہے۔ مرقاۃ میں ہے: وبہ أخذ أبو حنیفة ومالک وأحمد (۳) اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ صحابی کا قول اس امر میں جو رائے کے

(۱) عن العرباض بن ساریة السلمي رضي الله عنه قال: ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: أيحسب أحدكم متكئاً على أريكته، قد يظن أن الله لم يحرم شيئاً إلا ما في هذا القرآن؟ ألا وإني والله! قد وعظت وأمرت ونهيته عن أشياء أنها لمثل القرآن أو أكثر الحديث (سنن أبي داود ص: ۴۳۲، كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارة)

(۲) مشکاة المصابيح ص: ۱۲۹ کتاب الصلاة، باب فی الأضحیة، الفصل الثالث.

(۳) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ۳/۳۱۳ باب فی الأضحیة الفصل الثالث، المطبوعة: مکتبة إمدادیة، ملتان. پاکستان.

متعلق نہ ہو، حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے (۱) ذیل میں ایک حدیث نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس حکم کو جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے قرآن شریف سے اس کا ثابت ہونا بیان فرماتے تھے اور سمجھتے تھے۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق اللہ، فجاءته امرءة فقالت: إنه بلغني أنك لعنت كيت و كيت؟ فقال: مالي لاألعن من لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن هوفي كتاب اللہ؟ فقالت: لقد قرأت ما بين اللوحين. فما وجدت فيه ما تقول. قال: لئن كنت قرأته لقد وجدته، أما قرأت ﴿مَا آتَكُمْ الرَّسُولُ فَاْخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ قالت: بلى، قال: فإنه قد نهى عنه، متفق عليه (۲)

ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لعنت کی اللہ نے گودنے والی عورتوں پر، اور ان پر جو اپنا بدن گودواتی ہیں، اور بال نوچنے والیوں پر، اور دانتوں کو سوہان سے گھسنے والیوں پر خوبصورتی کے لیے، جو کہ اللہ کی پیدائش کو بدلتی ہیں، اس پر ایک عورت نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم فلاں فلاں عورتوں پر لعنت کرتے ہو، انہوں نے فرمایا کہ میں کیسے لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور اس پر جو کہ کلام اللہ میں ملعون ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے تمام قرآن شریف پڑھا ہے اس میں تو یہ نہیں پایا جو تم کہتے ہو، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو قرآن شریف کو پڑھتی تو اس میں ضرور یہ مضمون پاتی، کیا تو نے قرآن شریف میں یہ نہیں پڑھا کہ جو کچھ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا دیں اس کو لو اور اس پر عمل کرو اور جس امر سے آپ منع فرمادیں اس سے روکو اور باز رہو، اس عورت نے کہا کہ بے شک یہ تو قرآن شریف میں ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے،

(۱) والرفع قد يكون صريحا وقد يكون حكما و أما حكما فكأخبار الصحابي الذي لم يخبر عن الكتب المتقدمة مالا مجال فيه للاجتهاد عن الأحوال الماضية كأخبار الأنبياء أو الآتية كالملاحم والفتن و أهوال يوم القيامة أو عن ترتب ثواب مخصوص أو عقاب مخصوص على فعل، فإنه لا سبيل إليه إلا السماع عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم (المقدمة للشيخ عبدالحق الدهلوي رحمه الله الباری في أول مشكاة المصابيح ص: ۳)

(۲) مشكاة المصابيح ص: ۳۸۱ کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول.

یعنی شتم وغیرہ امور سے، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

دیکھیے اس روایت نے فیصلہ فرمادیا کہ جو کچھ احکام حدیث شریف میں ہیں وہ قرآن کے ہی احکام ہیں، علاوہ بریں بعض مفسرین نے آیت: ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ عَلَىٰ مَارَزَقِهِمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفَقِيرِ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (سورہ حج، آیت: ۲۸-۲۹) سے اس طرح کہ آیت: ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ سے ذبح کرنا قربانی وغیرہ کا مراد ہے، اور اس سے پہلے فَكُلُوا مِنْهَا مذکور ہے اس پر عطف فرمانا وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ کا اس کو مقتضی ہے کہ جو دن طواف زیارت کے ہیں وہی ذبح کے یعنی قربانی کے دن ہیں اور طواف زیارت کے تین دن ہیں: دس گیارہ بارہ تاریخ ذی الحجہ کی، لہذا ایام نحر بھی یہی تین دن ہیں، چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے: وبهذه الآية تمسك صاحب الهداية في أن وقت طواف الزيارة أيام النحر حيث قال: وقته أيام النحر لأن الله تعالى عطف الطواف على الذبح حيث قال: فَكُلُوا مِنْهَا ثُمَّ قَالَ: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ فَكَانَ وَقْتُهِمَا وَاحِدًا انتهى (۱) فقط

شہر میں قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟

سوال: (۶۰) قربانی کا وقت خطبہ کے بعد سے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر تک ہے؟ (۱۳۳۸ھ/۲۱۷)

الجواب: قربانی کا وقت شہر میں دس ذی الحجہ کو بعد نماز کے شروع ہوتا ہے اور ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے تک رہتا ہے۔

شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو قربانی کب کرنی چاہیے؟

سوال: (۶۱) شہر میں علاوہ عید گاہ کے بعض مسجدوں میں بھی عید کی نماز ہوتی ہے، زید شہر کی مسجد

(۱) التفسيرات الاحمدية للشيخ العلامة أحمد المعروف بـ ملاجيون جونوري ص: ۴۳۲ تحت قوله عز وجل: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (سورہ حج، آیت: ۲۹) المطبوع: مطبع إخوان الصفا.

میں نماز پڑھ چکا اور عمر و بکر عید گاہ میں نماز پڑھیں گے جو عرصہ کے بعد ہوگی، اور خالد بے نمازی ہے کہیں نہیں پڑھے گا، یہ سب ایک گائے میں شریک ہیں، آیا قربانی کس وقت کریں کہ سب کی درست ہو جائے؟ (۱۳۲۳/۱۲۱۵ھ)

الجواب: شہر میں سب سے پہلے نماز عید الاضحیٰ کے بعد قربانی سب کی جائز ہے۔ واول وقتھا بعد الصلاة إن ذبح في مصر أي بعد أسبق صلاة عيد إلخ (۱) (درمختار)

گاؤں میں قربانی کر کے شہر میں نماز کے لیے جانا درست ہے

سوال: (۶۲) قربانی گاؤں میں کر کے قبل نماز کے پھر نماز کے لیے شہر میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰/۳ھ)

الجواب: گاؤں میں قربانی نماز عید سے پہلے جائز ہے اور پھر شہر میں نماز کے لیے آنا درست ہے۔ فقط

نماز عید سے پہلے قربانی کرنا

سوال: (۶۳) نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۲۷۲ھ)

الجواب: امصار میں درست نہیں ہے اور قری میں جہاں نماز عیدین نہیں ہوتی وہاں درست ہے۔ کذا في كتب الفقه. درمختار میں ہے: واول وقتھا بعد الصلوة ، إن ذبح في مصر إلخ وبعد طلوع فجر يوم النحر إن ذبح في غيره إلخ وفي الشامي قوله: (إن ذبح في غيره) أي غير المصر (۲) (شامی)

سوال: (۶۴) جس جگہ نماز جمعہ و عیدین درست ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دوسری جگہ کی قربانی وہاں لا کر ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۱۴۴ھ)

الجواب: شہر اور قصبہ اور بڑا قریہ جہاں نماز جمعہ و عیدین صحیح ہے اور ادا ہوتے ہیں وہاں قبل از

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۸۵/۹ کتاب الأضحية.

(۲) الدر والرد ۳۸۵/۹-۳۸۶ کتاب الأضحية.

نماز عید قربانی کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہاں کی ہو یا دوسرے گاؤں کی ہو، اور چھوٹا قریہ جہاں جمعہ وعیدین کی نماز نہیں ہوتی وہاں صبح صادق کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

گاؤں میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۶۵) ہمارے گاؤں میں بوجہ قریہ صغیرہ ہونے کے ہمیشہ عید الاضحیٰ کو علی الصباح قربانی ہوتی رہی، لیکن اب ایک مولوی صاحب غیر مقلد صاحب حدیث تشریف لائے اور فتویٰ دیا کہ قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی درست نہیں اور جو کرتا ہے وہ خلاف حدیث کرتا ہے، اب عرض یہ ہے کہ قریہ میں قبل الصلاۃ جواز قربانی کے احکام معہ پتا و نام کتاب و صفحہ تحریر فرمادیں۔ (۱۳۳۴ھ/۲۱۰۶-۳۳)

الجواب: قریہ میں جہاں جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے بعد فجر قربانی کے جائز ہونے کی وہی حدیثیں دلیل ہیں جن میں قبل الصلاۃ ذبح کی ممانعت وارد ہے، کیونکہ قبل الصلاۃ کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں نماز ہوتی ہے، پس جس جگہ نماز عیدین کی ہوتی ہے یعنی امصار و قریہ کبیرہ وہاں قبل الصلاۃ قربانی کرنا ممنوع و باطل ہے اور جس جگہ نماز نہیں ہوتی جیسے قریہ صغیرہ وہ اس ممانعت میں داخل نہ ہوا۔ کما یظہر من تعلیل صاحب الہدایۃ (۱)

سوال: (۶۶) جہاں نماز عید الاضحیٰ نہیں ہوتی وہاں عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶ھ/۳۵-۱۹۴)

الجواب: جس گاؤں میں عیدین کی نماز نہیں ہوتی وہاں قربانی صبح سے ہی درست ہے یعنی شہر میں اگرچہ نماز نہ ہوئی ہو، گاؤں میں نماز سے پہلے قربانی درست ہے۔ فقط

سوال: (۶۷) ایک گاؤں میں جس کی آبادی چار سو کے قریب ہے، ایک حنفی نے دسویں ذی الحجہ کو نماز فجر پڑھ کر بعد طلوع آفتاب قربانی کر دی، مگر وہاں کے دوسرے احناف اس پر اعتراض کرتے

(۱) إلا أنه لا يجوز لأهل الأمصار الذبح حتى يصلي الإمام العيد ، فأما أهل السواد فيذبحون بعد الفجر ، والأصل فيه قوله عليه السلام : من ذبح قبل الصلاة فليعد ذبيحته ، ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه ، وأصاب سنة المسلمين . وقال عليه السلام : إن أول نسكنا في هذا اليوم الصلاة ، ثم الأضحية ، غير أن هذا الشرط في حق من عليه الصلاة وهو المصري دون أهل السواد (الهداية ۴/۲۳۵ كتاب الأضحية)

ہیں کہ تمہاری قربانی ادا نہیں ہوئی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۲۳۱ھ)

الجواب: جس گاؤں کی کل آبادی چار سو آدمیوں کی ہو وہ بے شبہ قریہ صغیرہ ہے، اور قریہ صغیرہ میں جمعہ وعیدین کی نماز عند الحنفیہ صحیح نہیں ہوتی۔ کما فی الشامی: و فیما ذکرنا إشارة إلى أنه لا تجوز فی الصغیرة التي لیس فیها قاضٍ ومنبر وخطیب إلخ (۱) پس قربانی کرنا ایسے قریہ میں نماز فجر کے بعد درست ہے کما ہو حکم القرى الصغیرة (۲) فقط

چھوٹے گاؤں میں جہاں لوگ عید کی نماز

پڑھتے ہیں وہاں نماز سے پہلے قربانی کرنا

سوال: (۶۸) گاؤں والے جو اپنے گاؤں میں نماز عید ادا کرتے ہیں ان کو قربانی کرنا قبل نماز کے صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۸۹۶ھ)

الجواب: جب کہ گاؤں میں شرعاً نماز عید جائز نہیں ہے، پس قربانی کا کرنا قبل نماز عید کے درست ہے۔ فی الدر المختار: و أول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر إلخ فأول وقتها في حق المصرى والقروى طلوع الفجر، إلا أنه شرط للمصرى تقديم الصلاة عليها إلخ (۳) (شامی)

عذر شرعی کی بنا پر دس ذی الحجہ کو عید کی نماز نہ

ہوئی تو زوال کے بعد قربانی کر سکتے ہیں

سوال: (۶۹) تکبیرات عید الاضحیٰ امام اور مقتدی دونوں کو جہر سے کہنا چاہیے یا صرف امام کو؟

(۱) ردالمحتار ۸/۳ کتاب الصلاة، باب الجمعة، قبل مطلب في صحة الجمعة بمسجد المرجة والصالحية في دمشق.

(۲) فأول وقتها في حق المصرى والقروى طلوع الفجر، إلا أنه شرط للمصرى تقديم الصلاة عليها، فعلم الجواز لفقد الشرط، لالعدم الوقت (ردالمحتار ۳۸۵/۹ کتاب الأضحية) وقد قال قاضى خان: فأما أهل السواد والقرى والرباطات عندنا يجوز لهم التضحية بعد طلوع الفجر (الشامی ۳۸۶/۹ کتاب الأضحية)

(۳) الدر المختار و ردالمحتار ۳۸۵/۹ کتاب الأضحية.

قربانی کا وقت ۱۰ تاریخ بعد زوال بلا لحاظ اس کے کہ صلاۃ عید ہوئی ہو یا کسی عذر شرعی سے تمام شہر میں نہ ہوئی ہو شروع ہو جاتا ہے یا مشروط بالصلاۃ ہے، نماز عید بارہ تاریخ کو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جہر تکبیرات (زوائد) میں خاص امام کے لیے ہے، مقتدیوں کے لیے جہر نہیں ہے، اور قربانی کا وقت دس تاریخ ذی الحجہ کو بعد زوال کے شروع ہو جاتا ہے خواہ نماز اس روز پڑھی ہو یا بوجہ کسی عذر کے تاخیر کی ہو۔ كما في الدر المختار: و بعد مضى وقتها لولم يصلوا العذر إلخ (۱) اور نماز عید الاضحیٰ بارہ تاریخ تک بوجہ عذر کے موخر ہو سکتی ہے اس کے بعد درست نہیں ہے (۲) فقط

تیرہویں تاریخ میں قربانی کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۰) کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی آدمی نے بتاریخ تیرہویں قربانی کی، تو اب یہ قربانی مذہب حنفی میں ہوئی یا نہیں؟ بہ حوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیں، اگر نہ ہوئی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر اعادہ واجب ہے تو کس وقت؟ آیا آئندہ سال یا بلا تاخیر قیمت خیرات کرے؟ (۱۹۹۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر رویت کے موافق وہ تیرہویں تاریخ تھی تو عند الحنفیہ قربانی ادا نہیں ہوئی، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک آخر وقت اضحیہ بارہویں تاریخ کے ختم تک ہے۔ پس اس کے ذمے قیمت ایک بکری کی جس کی قربانی ہو سکتی ہو، صدقہ کرنا واجب ہے۔ وتصدق بقيمتها غنى شراها أولا إلخ فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها إلخ (۳) (در مختار) پس آئندہ سال کا انتظار نہ کرے، اسی وقت قیمت صدقہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر وہاں کی رویت کے مطابق وہ تاریخ بارہویں ہے، اگرچہ دوسری جگہ کی رویت سے تیرہویں تاریخ ہے تو پھر قربانی ادا ہو گئی۔ جیسا کہ شامی نے تصریح کی ہے، کتاب الصوم میں ہے: لأن اختلاف المطالع إنما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية. وهذا بخلاف الأضحية، فالظاهر أنها

(۱) الدر مع الشامی ۳۸۶/۹ کتاب الأضحیۃ .

(۲) و تؤخر صلاة عيد الأضحى بعذر إلى ثلاثة أيام (الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۵۳۸،

کتاب الصلاة، باب أحكام العیدین)

(۳) الدر المختار مع الشامی ۳۸۹/۹ کتاب الأضحیۃ .

کأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم ، فتحزى الأضحية في اليوم الثالث عشر وإن كان على رؤيا غيرهم ، هو الرابع عشر . والله أعلم (۱) اور یہ مبنی ہے اس پر کہ اختلافِ مطالع اس میں معتبر ہے۔ فقط

قضا قربانیوں سے سبکدوش ہونے کا طریقہ

سوال: (۷۱) اگر کسی شخص نے قربانیاں اکثر سالوں کی نہ کی ہوں، اب وہ اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہے تو کیا کرے؟ (۱۳۳۵/۱۳۳)

الجواب: وہ شخص ہر ایک برس کی قربانی کے عوض قیمت قربانی کی صدقہ کرے: كما في الدر المختار: وتصدق بقيمتها غني شراها أولا لتعلقها بدمته شراها أولا، فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزي فيها (۲) فقط

سوال: (۷۲) میں نے عرصہ سات سال سے زکاۃ اور قربانی ادا نہیں کی اب ادا کر سکتا ہوں، ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور قربانی باقی ماندہ کس صورت سے ادا ہو سکتی ہے؟ اگر چھ روپیہ سالانہ کے حساب سے تیسرا حصہ یعنی دو روپیہ سالانہ خیرات کر دوں، تو قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور فطرہ بھی اس طرح ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۰-۳۹/۱۰۹)

الجواب: زکاۃ اور قربانی ادا کرنی چاہیے، زکوۃ کا حساب تو ظاہر ہے کہ ہر ایک سال کی جو کچھ زکاۃ واجب ہے وہ دیوے، اور قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ہر ایک سال کی قربانی کے لیے ایک متوسط بکرا بکری یا بھیڑ کی قیمت فقراء کو دینی چاہیے، اور فطرہ ایک آدمی کا ہر ایک سال کا آدھ پاؤ ڈیڑھ سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

سوال: (۷۳) ایک شخص کی قربانی ایک سال کی رہ گئی، تو اگلے سال دو قربانی کرے یا ایک؟

(۱۳۳۷/۲۶۴۷)

الجواب: اگر اس کے ذمے قربانی واجب تھی تو اس سال کی قربانی کی قیمت صدقہ کرے اور

(۱) الشامي ۳/۳۲۵ کتاب الصوم ، مطلب في اختلاف المطالع .

(۲) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۸۹ کتاب الأضحية .

سال آئندہ کی قربانی کرے۔

قضا قربانی کی قیمت افطاری میں صرف کرنا درست نہیں

سوال: (۷۴) ایک شخص کے ذمے سال گذشتہ کی قربانی واجب ہے، اس کو افطاری میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۳۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقراء پر تصدق کرنا قیمت کا واجب ہے۔

صاحب نصاب کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکا تو ایک متوسط

بکرے یا مینڈھے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے

سوال: (۷۵) ایک شخص بیماری کی وجہ سے قربانی نہ کر سکا، اب سب قربانی کی قیمت تعمیر مسجد میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۹۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس شخص کے ذمے قربانی واجب ہے اور وہ کسی وجہ سے ایام قربانی میں قربانی نہ کر سکا تو اس کے ذمے قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء و مساکین پر لازم ہے، ایک متوسط بکرے یا مینڈھے کی قیمت جو کچھ ہو، وہ فقراء کو دیدے (۱) مسجد میں لگانا اس کا جائز نہیں ہے (۲) فقط

قربانی کا جانور گم ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۶) جو جانور قربانی کے لیے خریدا تھا وہ گم ہو گیا، آیا وجوب قربانی باقی ہے یا نہ؟ غریب ہو یا مال دار؟ (۲۱۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مال دار پر وجوب قربانی باقی ہے، غریب پر واجب نہیں ہے اور اس کو دوسرا بدلنا بھی

(۱) ولو تركت التضحية ومضت أيامها..... وتصدق بقيمتها غني شراها أولا..... فالمراد بالقيمة

قيمة شاة تجزي فيها (الدر المختار مع الرد ۹/۳۸۸-۳۸۹ كتاب الأضحية)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى

كفن ميت وقضاء دينه (الدرمع الرد ۳/۲۶۳ كتاب الزكاة، باب المصروف)

ضروری نہیں ہے۔

ایام قربانی گزر جانے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۷) ایک شخص نے قربانی کے لیے گائے خریدی اور وہ گم ہو گئی، تیرہویں کو ملی اور بہ سبب نہ ہونے کسی مسکین کے ایک صاحبِ نصاب کو وہ گائے دیدی گئی، اس نے تیرہویں تاریخ کو ذبح کر کر مسکین کو تقسیم کر دی، یہ قربانی جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۱/۲۸۸۳)

الجواب: حکم یہ ہے کہ اگر قربانی کا وقت گزر جاوے اور بعد میں جانور قربانی کا ملے تو اس کو زندہ صدقہ کر دے اور یہ صدقہ واجب ہے، لہذا غنی کو دینے سے ادا نہ ہوگا، پس اس قربانی والے کی قربانی اس صورت میں ادا نہیں ہوئی، اس کے ذمے اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے۔ فی البدائع: أن الصحيح أن الشاة المشتراة للأضحية إذا لم يضح بها حتى مضى الوقت، يتصدق الموسر بعينها حية كالفقير بلا خلاف بين أصحابنا إلخ (۱) (شامی) فقط

قربانی کرنے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو اس کو کیا کرے؟

سوال: (۷۸) ایک گائے قربانی کے لیے خریدی بروز بقر اعیودہ گائے کھل کر گم ہو گئی، مجبوراً دوسری گائے خرید کر قربانی کر دی، دو چار روز کے بعد وہ گائے مل گئی، اس کو کیا کرنا چاہیے؟ اگر اس کو سال آئندہ کے لیے رکھی اور گا بھن ہو گئی تو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۳/۱۱۵)

الجواب: در مختار میں ہے: ضَلَّتْ أَوْ سَرَقَتْ فَاشْتَرَى أُخْرَى ثُمَّ وَجَدَهَا فَلَا فُضْلَ ذَبَحَهُمَا، وَإِنْ ذَبَحَ الْأُولَى جَازٌ، وَكَذَا الثَّانِيَةُ إلخ وقال بعضهم: إن وجدت عن يسار فكذا الجواب إلخ (۲) پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگر وہ شخص قربانی کرنے والا صاحبِ نصاب تھا اور اس پر قربانی واجب تھی تو دوسری گائے کی قربانی ہو گئی اور پہلی کو خود رکھ سکتا ہے۔ فقط

سوال: (۷۹) قربانی کا جانور بھاگ گیا، بالعوض اس کے دوسرا کر دیا، بعد گزرنے ایام قربانی

(۱) رد المحتار ۳۸۹/۹ کتاب الأضحية.

(۲) الدر مع الرد ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية.

کے جانور ملا، تو اب اس کو کیا کرے؟ (۱۳۳۸ھ/۲۹۳)
الجواب: اس کو خود رکھ سکتا ہے۔

قربانی کا جانور قریب المرگ ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۸۰)..... (الف) ایک شخص نے بہ نیت قربانی جانور خرید کر لیا، وہ بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا، اس کو کیا کرنا چاہیے؟

(ب) ایک شخص نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا اور وہ بیمار ہو گیا، پر اس نے اس کو ذبح کر لیا، چھاروں کو فروخت کر دیا، تاکہ اس کی قیمت سے دوسرا جانور قربانی کے لیے خریدے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) اگر وہ جانور مر گیا ہے یا بوجہ قریب المرگ ہونے کے اس کو قبل از وقت قربانی ذبح کر لیا تو اگر وہ شخص غنی ہے تو دوسرا جانور قربانی کرے، اور اگر فقیر ہے تو قربانی دوسرے جانور کی اس پر لازم نہیں ہے، مگر بصورت ذبح کرنے کے صدقہ کرنا اس کا اس پر واجب ہے و کذا لومات فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر الخ (۱) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) اگر خریدنے والا فقیر تھا تو بیع کرنا اس کو جائز نہ تھا بلکہ صدقہ کرنا چاہیے تھا۔ کمافی الدر المختار: ولو ذبحها تصدق بلحمها الخ (۲) لیکن جب کہ بیع کر دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کر دے اور اگر وہ شخص غنی تھا تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے

سوال: (۸۱) جو شخص اپنی قربانی کو دوسرے شخص سے ذبح کراتے ہیں اور خود ذبح نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ ہم ان پڑھ ہیں، کس طرح ذبح کریں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۴۶ھ)
الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ اپنی قربانی کو دوسرے شخص سے ذبح کراویں، لیکن بہتر یہ

(۱) الدر مع الرد ۳۹۴/۹ کتاب الأضحية .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۳۸۹/۹ کتاب الأضحية .

ہے کہ اگر خود ذبح کرنا جانتا ہے تو خود ذبح کرے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے، پڑھے ہوئے ہونے کی کچھ ضرورت نہیں ہے (۱) فقط

سوال: (۸۲) اگر قربانی کرنے والا خود ذبح کرے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۲۵۶۱)ھ
الجواب: قربانی کرنے والا خود ذبح کرے تو اچھا ہے اور ثواب اس میں زیادہ ہے۔

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت شرکاء کا نام لینا ضروری نہیں

سوال: (۸۳) بوقت ذبح تکبیر کہنا ذابح کا کافی ہے یا سب شرکاء تکبیر کہیں؟ اور شرکاء کا نام لینا ضروری ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۲۲۵)ھ

الجواب: صرف ذابح کا تکبیر کہنا کافی ہے، ان کا نام لینا ضروری نہیں ہے صرف نیت کافی ہے۔

سوال: (۸۴) سات آدمیوں نے مل کر قربانی کی گائے خریدی، تو ذبح کے وقت ساتوں آدمی کے نام سے ذبح کی جائے یا ایک کے نام سے؟ (۱۳۳۶-۳۵/۵۸)ھ

الجواب: ذبح کرنے والا سب حصے داروں کا خیال دل میں رکھے، اور نیت سب کی طرف سے کرے کسی کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر سب کا نام لیوے تو یہ اچھا ہے مگر ضروری نہیں ہے، ضروری یہ ہے کہ نیت سب کی ہو۔

قربانی کی خریداری یا ذبح کے وقت سب شرکاء کا موجود رہنا ضروری نہیں

سوال: (۸۵) وقت خریداری گائے کے جملہ حصہ دار موجود ہیں یا ایک ہی شخص خرید لے اور وقت ذبح کے جملہ حصہ دار موجود ہوں؟ (۱۳۳۶-۳۵/۱۰۶)ھ

الجواب: سب حصہ داروں کا موجود ہونا کسی وقت بھی شرط نہیں ہے نہ بوقت خریدنے گائے کے اور نہ بوقت ذبح کرنے کے، بلکہ اگر سب شرکاء ایک شخص کو اجازت دیدیں اور اس کو وکیل بنادیں تو سب کی طرف سے وہ ذبح کر سکتا ہے۔ فقط

(۱) وندب أن يذبح بيده إن علم ذلك و إلا يعلمه شهدا بنفسه ، و يأمر غيره بالذبح كي لا يجعلها ميتة (الدر المختار مع الشامی ۹/ ۳۹۷ کتاب الأضحية)

شرکاء کی نیتوں کا حال معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۶) قربانی میں اگر کسی ایک کی بھی نیت فاسد ہو تو سب کی قربانی قبول نہ ہونا یہ ظلم ہے، لیکن جب نیت معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور نیت کا حال تو خدا کو معلوم ہے، چرم قربانی سے ڈول بنوا کر بہشتی (سقہ) سے پانی بھروانا درست ہے یا نہیں؟ (۳۵/۲۲۸-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب کہ شریکوں میں سے کسی کی نیت محض گوشت کھانے کے لیے شریک ہونے کی نہ ہو اور اس نے ایسا ظاہر نہ کیا ہو تو سب کی قربانی درست ہے، اعتبار ان شرکاء کے قول کا ہے اسی سے نیت کا حال ظاہر ہو سکتا ہے، پس جب کہ سب شرکاء یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیت قربانی کی ہے یا عقیقہ کی، تو پھر ان کی طرف سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس کی نیت خلاف کی ہوگی، اور چرم قربانی سے ڈول بنوا کر اس ڈول سے بہشتی (سقہ) سے پانی بھروانا درست ہے اور جائز ہے۔ فقط

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ کب کہنا چاہیے؟

سوال: (۸۷) قربانی عید الاضحیٰ میں اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ قبل ذبح کہنا چاہیے، یا بعد ذبح کے پڑھے؟ (۳۲/۹۴۱-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقہاء نے اس بارے میں اختیار دیا ہے کہ اس قسم کے ادعیہ خواہ ذبح سے پہلے یا بعد ذبح کے پڑھے، لیکن اگر ذبح سے پہلے پڑھے تو تسمیہ سے بھی پہلے پڑھنا چاہیے، تاکہ تسمیہ اور ذبح میں فصل نہ ہو جاوے۔ درمختار میں ہے: كالدعاء قبل الإضجاع والدعاء قبل التسمية أو بعد الذبح لا بأس به الخ. وفي الشامي: قوله: (لا بأس به) أي لا يكره لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: بعد الذبح: ”اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ هَذَا عَنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ مِّنْ شَهِدٍ لَّكَ بِالْوَحْدَانِيَةِ وَلِيٍّ بِالْبَلَاغِ“ وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَذْبَحَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هَذَا مِنْكَ وَلَكَ إِن صَلَاتِي وَنَسْكَي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أَمَرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ذَبَحَ، وَهَكَذَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ زَيْلَعِي

وغیرہ (۱) (شامی: جلد خامس، کتاب الذبائح) البتہ مناسب یہ ہے کہ دعا اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ اِلَیَّ. بعد ذبح کے پڑھے: کما مرّ عن الحدیث اور اگر قبل ذبح و قبل تسمیہ پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں۔ کما جاء فی روایۃ آخریٰ إذا أراد أن یذبح قال: الحدیث.

سوال: (۸۸) اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے قبل پڑھنا چاہیے یا وقت ذبح یا بعد ذبح؛ اولیٰ کیا ہے؟ (۱۷۷۷/۳۳-۳۳۳۳ھ)

الجواب: ہر وقت درست ہے، لیکن بعد ذبح کرنے کے اولیٰ ہے۔ فقط

قربانی کے ہاتھ پیر پکڑنے والوں نے تکبیر نہ کہی ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۹)..... (الف) بروقت ذبح کرنے بقر یا بز (بکری) کے ذبح کرنے والے نے تکبیر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہی اور دوسرے اشخاص جو جانور کو پکڑے ہوئے تھے انہوں نے تکبیر نہیں کہی؛ تو ایسا ذبیحہ درست ہو یا نہیں؟ اور گوشت کھانا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر عید الاضحیٰ میں ایسا ہی اتفاق ہو تو وہ قربانی کیسی ہے؟ (۶۰۸/۳۳-۳۳۳۳ھ)

(ب) عید الاضحیٰ کی قربانی کے امدادی اشخاص پر تکبیر کہنا واجب ہے یا مستحب؟ اور دوسرے ذبیحوں کی امدادی اشخاص پر تکبیر کہنا کیسا ہے؟

الجواب: (الف) بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا صرف ذبح کرنے والے کا کافی ہے، ہاتھ پیر پکڑنے والوں کو بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے وہ ذبیحہ حلال ہے اور قربانی صحیح ہوئی۔

(ب) دونوں ذبیحہ کا ایک ہی حکم ہے قربانی ہو یا دوسرا ذبیحہ، پکڑنے والوں کو بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے، صرف ذبح پر تسمیہ ضروری ہے، پکڑنے والے اگر کہیں تو اچھا ہے نہ کہیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کے بجائے

دوسرے جانور کی قربانی کرنا کب درست ہے؟

سوال: (۹۰) اگر گائے بہ نیت قربانی خریدنے کے بعد گابھن ہونے کا شبہ ہو جائے تو اس کو

فروخت کر کے دوسری گائے خریدنا اور قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۲۸۷ھ)

الجواب: اگر ایام قربانی میں خریدی اور وہ شخص صاحب نصاب نہیں ہے، تو بدلنا اس کا درست نہیں ہے، اور اگر ایام قربانی سے پہلے خریدی یعنی دس ذی الحجہ سے پہلے، یا وہ خریدنے والا غنی صاحب نصاب ہے تو اس کو فروخت کر کے دوسری قربانی خرید کر ذبح کر سکتا ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱) فقط
سوال: (۹۱) ایک آدمی نے بکری دودھ دیتی ہوئی خریدی، اب اس نے یہ خیال کیا کہ یہ تو دودھ دیتی ہے اس کے بالعوض اور بکری یا بکرا خرید کر قربانی کر دیں، آیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا
توجروا۔ (۱۳۳۱/۲۶۳۸ھ)

الجواب: جو قربانی کے لیے لیا تھا اس کو رکھے اور دوسرے کو قربانی کر دے جائز ہے، فقیر جس کے ذمے قربانی واجب نہیں وہ نہیں بدل سکتا، شامی میں ہے: مراد اس سے یہ ہے کہ اگر ایام اضحیہ میں خریدی یعنی دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ کو خریدی تو نہیں بدل سکتا اگر پہلے خریدی ہے تو بدل سکتا ہے۔

ان پڑھ آدمی بھی بسم اللہ کہہ کر قربانی ذبح کر سکتا ہے

سوال: (۹۲) ایک شخص ناخواندہ قربانی کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ دوسرا شخص اس کو قربانی کی نیت پڑھا دیوے اور وہ خود قربانی اپنے ہاتھ سے کرے؟ (۱۳۳۱/۷۹ھ)
الجواب: جائز ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے یکم ذی الحجہ سے قربانی

کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے

سوال: (۹۳) عشرہ عید الاضحیٰ میں جو لوگ صاحب قربانی ہیں اور جو صاحب قربانی نہیں یہ

(۱) وفقیر..... شراھا لھا لوجوبھا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعھا . وفي الشامي قوله: (لوجوبھا علیہ بذلک) أي بالشراء، وهذا ظاهر الرواية، لأن شراءه لھا یجری مجری الإیجاب وهو النذر بالتضحیة عرفا كما فی البدائع . و وقع فی التاترخانية: التعبير بقوله شراھا لھا أيام النحر وظاهره أنه لو شراھا لھا قبلها لاتجب (الدر و الرد ۳۸۹/۹ کتاب الأضحیة)

دونوں قبل نماز یا بعد نماز بال اور ناخن کتروائیں؟ (۱۸/۷۱۳۷ھ)

الجواب: حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ جو شخص ارادہ قربانی کا رکھتا ہے وہ قربانی سے پہلے عشرہ عید الاضحیٰ میں ناخن اور بال نہ کتروائے، لہذا قربانی کرنے والے کو مستحب ہے کہ وہ عشرہ اولیٰ ذی الحجہ میں قبل قربانی ناخن اور بال وغیرہ نہ کتروائے اور جو شخص قربانی نہ کرے اس کے لیے یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ استحباب خاص قربانی کرنے والے کے لیے ہے۔ فقط

سوال: (۹۴) جو شخص اپنے مکان پر قربانی کرے اس کو پابند قواعد قربانی حج ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ مثلاً حجامت کرانا، ناخن اتروانا، عشرہ ذی الحجہ میں منع ہے یا جائز؟ (۲۱۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: جو شخص قربانی کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ عشرہ اولیٰ ذی الحجہ میں قربانی سے پہلے ناخن نہ کتروائے اور بال نہ منڈائے اور حجامت نہ بنوائے، لیکن اگر ایسا کیا تو کچھ حرج اور گناہ اس میں نہیں ہے، کیونکہ فعل مستحب کے ترک پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يَضْحَى فَلَا يَأْخُذُ شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفْرًا (۱) قَالَ فِي الشَّامِيِّ: فَهَذَا مَحْمُولٌ عَلَى النَّدْبِ دُونَ الْوُجُوبِ بِالْإِجْمَاعِ (۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عشرہ ذی الحجہ کا آوے اور تم میں سے بعض لوگ قربانی کا ارادہ کریں تو وہ اس عشرہ میں بال دور نہ کریں اور ناخن نہ کتروائیں۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۹۵) قوله عليه السلام: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَضْحَى مِنْكُمْ فَلَا يَأْخُذُ شَعْرَهُ وَأَظْفَارَهُ

شيئاً (۳) اس بارے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مذہب ہے؟ (۲۱/۱۰۷۶-۱۳۳۵ھ)

(۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يَضْحَى فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئاً، وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَا يَأْخُذُ شَعْرًا، وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفْرًا، وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ رَأَى هَلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يَضْحَى، فَلَا يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷ کتاب الصلاة، باب في الأضحية)

(۲) ردالمحتار ۲۱/۳ کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب فی إزالة الشعر والظفر فی عشر ذی الحجۃ، قبیل باب الکسوف.

(۳) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَضْحَى، فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئاً (الصحيح لمسلم ۱۶۰/۲ کتاب الأضاحي، باب نهی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ وهو یرید التضحیۃ أن یأخذ من شعره و أظفاره شیئاً)

الجواب: علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو صحیح مسلم سے روایت کر کے لکھا ہے (۱) فہذا محمول علی الندب دون الوجوب بالاجماع — إلى أن قال — إلا أن نفی الوجوب لا ینافی الاستحباب ، فیکون مستحباً إلخ (۲) (ردالمحتار للشامی)

پس معلوم ہوا کہ حنفیہ بھی اس کے استحباب کے قائل ہیں کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے وہ عشرہ اولی ذی الحجہ میں حجامت نہ بنوائے اور ناخن نہ کتروائے، لیکن یہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، اور حدیث مذکور استحباب پر محمول ہے۔ فقط

سوال: (۹۶) ہلال عید الاضحیٰ کے بعد سے دسویں تاریخ تک جو شخص قربانی کرتا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے بال نہ منڈاوے آیا درست ہے یا بدعت؟ زید کہتا ہے کہ بدعت ہے۔

(۱۳۶۹/۴۲-۱۳۳۵ھ)

الجواب: امر حق یہ ہے کہ یہ مستحب ہے بدعت کہنا اس کو بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے

سوال: (۹۷)..... (الف) ذبیحہ گاؤ ہندوستان میں شعائر اسلام ہے یا نہیں؟ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوب ہشتاد و یکم جلد اول ص: ۱۰۶ میں تحریر فرمایا ہے: ”ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است“ (۳) اور اگر کسی جگہ ہندو مسلمانوں کو اس سے روکنے لگیں مگر مسلمان اس کے ذبح پر قادر ہوں تو مسلمانوں کے لیے اس وقت کیا حکم ہے؟

(ب) اور ایسے وقت میں جو مسلمان بکری وغیرہ کی قربانی چھوڑ کر اکثر صرف گائے ہی کی قربانی کو اختیار کرے یا روزمرہ بجائے بکرے وغیرہ کے اکثر گائے کا گوشت کھایا کرے تو اس فعل میں ثواب کا مستحق ہوگا یا نہ؟ (۱۳۴۰/۶۵۸ھ)

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) ردالمحتار ۳/۶۱ کتاب الصلاة، باب العیدین ، مطلب فی إزالة الشعر والظفر فی عشر ذی الحجۃ ، قبیل باب الکسوف .

(۳) مکتوبات امام ربانی از حضرت علامہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ، مکتوب ہشتاد و یکم، ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است (حصہ دوم از دفتر اول، ص: ۷۵-۷۶ مطبع مجددی امرتسر)

الجواب: (الف - ب) اس بارے میں جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے (۱) وہی حق ہے، ذبح بقرہ ہندوستان میں خصوصاً اس زمانہ غلبہ کفر میں بے شک شعائر اسلام سے تھا اور ہے، لہذا مسلمانوں کو اس حکم شرعی اور شعار مذہبی کو چھوڑنا نہ چاہیے، اور ہندوؤں کی رعایت سے اس میں تساہل نہ کرنا چاہیے اور بہ نیت اقامت شعائر اللہ و اتباع سنت و پیروی حکم شریعت قربانی کا ذبح بقرہ میں بے شبہ ثواب حاصل ہوگا۔ فقط

حضور ﷺ کا ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کرنا

سوال: (۹۸) گائے کی قربانی نبی کریم ﷺ نے اپنی یا ازواج مطہرات یا کسی اور گھر والے کی طرف سے کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو مکہ معظمہ میں یا مدینہ منورہ میں؟ (۱۳۴۰/۶۴ھ)

الجواب: ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کرنا آنحضرت ﷺ کا احادیث میں وارد ہے اور یہ واقعہ بعد ہجرت کا ہے یعنی حجۃ الوداع کا عن جابر رضی اللہ عنہ قال ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشة رضی اللہ عنہا بقرۃ یوم النحر رواہ مسلم۔ وعنہ قال: نحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائه بقرۃ فی حجۃ رواہ مسلم (۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ ذبح کرنا بقرہ کا ازواج مطہرات کی طرف سے مکہ میں ہوا۔

گائے کی قربانی قرآن و حدیث سے ثابت ہے

سوال: (۹۹) ایک شخص کہتا ہے کہ گائے کی قربانی کا حکم قرآن اور حدیث میں کہیں نہیں آیا ہے مسلمان اہل ہند کی ضد میں کرتے ہیں، ایسے شخص کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ اور قربانی گائے کی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶-۳۵/۲۱۲ھ)

الجواب: قربانی گائے کی جائز ہے، جو شخص اس کو ضد پر حمل کرے وہ نہایت جاہل اور عاصی ہے، قربانی گائے کی احادیث اور قرآن شریف سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے گائے کی

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) مشکاة المصابیح ص: ۲۳۱ کتاب المناسک، باب الہدی، الفصل الأول.

قربانی کی ہے (۱) اور قرآن شریف میں ہے: ﴿وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءَالِدُكُمُ الَّذِينَ حَرَّمَ أَمِ الْإِنثَيْنِ الْآيَةِ﴾ (سورہ أنعام، آیت: ۱۴۴)

بھیڑ اور مینڈھے کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۰۰) بھیڑ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمائیں۔ (۱۳۳۳-۳۲/۸۵۵)

الجواب: بھیڑ کی قربانی درست ہے: قال في ردالمحتار: وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقةً جاز — أي بالاتفاق — وأما على قول أبي حنيفة عليه الرحمة: فظاهر، لأن عنده لو لم يكن لها أذن أصلاً ولا ألية جاز، وأما على قول محمد عليه الرحمة: صغيرة الأذنين جائزة — أي وكذا صغيرة الألية — إلخ (۲)

سوال: (۱۰۱) بھیڑ اور مینڈھے کی قربانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۷۶۸)

الجواب: قربانی بھیڑ اور مینڈھے کی شرعاً درست ہے کذا في الدر المختار (۳) والشامی (۴)

بھینس کی قربانی جائز ہے

سوال: (۱۰۲) بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۷۲۵)

الجواب: جائز ہے (۵)

(۱) حوالہ سابقہ۔ (۲) ردالمحتار ۳۹۳/۹-۳۹۴ کتاب الأضحية.

(۳) وصح الجزع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بعد وصح الشني فصاعداً من الثلاثة و الشني هو ابن خمس من الإبل ، و حولين من البقر والجاموس ، و حول من الشاة والمعز (الدر المختار مع الشامی ۳۸۹/۹-۳۹۰ کتاب الأضحية)

(۴) وإن كان لها ألية صغيرة إلخ (ردالمحتار ۳۹۳/۹-۳۹۴ کتاب الأضحية)

(۵) وصح الشني فصاعداً من الثلاثة ، والشني : هو ابن خمس من الإبل ، و حولين من البقر والجاموس ، و حول من الشاة . وفي الشامي قوله: (والجاموس) نوع من البقر (الدر والرد ۳۹۰/۹ کتاب الأضحية)

الأضحية تجوز من أربع من الحيوان وكذلك الجاموس ، لأنه نوع من البقر الأهلي . (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۳/۳۲۸ کتاب الأضحية ، فصل فيما يجوز في الضحايا)

گائے کی قربانی افضل ہے یا بکرے کی؟

سوال: (۱۰۳) گائے کی قربانی میں زیادہ ثواب ہے یا بکرے و دنبہ کی؟ اگر زید بضد گائے ہی قربانی کرے، اور افضل ترک کرے تو بہ مقابلہ عامل افضل کے ثواب کا کیا حکم ہے؟ ایسے وقت میں جب کہ ہندو مسلمانوں کے مذہبی امور میں مدد دیوں تو ان سے اتحاد رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۰۸۲)

الجواب: گائے کی قربانی ہندو کی رعایت کی وجہ سے ترک کرنی نہ چاہیے، دنیاوی معاملات میں ہندو سے موافقت اور ایک دوسرے سے معاونت میں مضائقہ نہیں ہے، لیکن مذہبی امور میں مراعات کفار کی مناسب نہیں ہے، پس جیسے پہلے سے مسلمانان گائے کی قربانی کرتے تھے اب بھی کریں، اس میں کسی کی رعایت نہ کریں اور نہ ہندو کو اس پر اصرار کرنا چاہیے۔ حاصل یہ ہے کہ جو لوگ بکرے مینڈھے وغیرہ کی قربانی کرنا چاہیں وہ ایسا کریں اور جو لوگ گائے کی قربانی کرنا چاہیں وہ گائے کی قربانی کریں، مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر کچھ طعن اور سختی نہ کریں جیسا کہ شریعت سے اس بارے میں آزادی ہے اس آزادی کے ساتھ اہل اسلام اپنا فرض مذہبی ادا کریں (۱) فقط

سوال: (۱۰۴) قربانی گائے کی افضل ہے یا بکرے کی؟ (۱۳۳۸/۲۱۴۸)

الجواب: درمختار میں ہے کہ بکرا اور دنبہ افضل ہے اور شامی میں ہے کہ اگر گائے کے حصہ میں

(۱) اور گائے کے ساتویں حصے اور بکرے اور دنبہ میں سے جس کی قیمت زیادہ ہو، اس کی قربانی کرنا افضل ہے، اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو جس کا گوشت زیادہ ہو اس کی قربانی کرنا افضل ہے، اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہوں تو جس کا گوشت عمدہ مانا جاتا ہے اس کی قربانی کرنا افضل اور زیادہ ثواب کا حامل ہے۔

فروع: والشاة أفضل من سبع البقرة إذا استويا في القيمة واللحم وفي الشامي: قوله: (إذا استويا إلخ) فإن كان سبع البقرة أكثر لحمًا فهو أفضل. والأصل في هذا إذا استويا في اللحم والقيمة فأطيعهما لحمًا أفضل، وإذا اختلفا فيهما فالفاضل أولى، تاتارخانية (الدر المختار و رد المحتار ۳۹۰/۹ کتاب الأضحية)

وفيه أيضًا: ضحى بشتين فالأضحية كلاهما، وقيل: الزائد لحم والأفضل الأكثر قيمة، فإن استويا فالأكثر لحمًا، فإن استويا فأطيعهما. وفي الشامي: قوله: (والأفضل إلخ) أي الأكثر ثوابًا، وقدمنا الكلام عليه (الدر والرد ۴۰۴/۹ کتاب الأضحية، قبيل کتاب الحظر والإباحة)

گوشت زیادہ آوے تو وہ افضل ہے (۱) فقط

سوال: (۱۰۵) بجائے گائے کی قربانی کے بکرے کی قربانی کو ترجیح دینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۸/۲۱۴۹ھ)

الجواب: قربانی دونوں کی اچھی ہے اور جائز ہے کسی کو روکنا نہ چاہیے۔ فقط

ہر قسم کے خسی کی قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۱۰۶) مظاہر حق میں جانور خسی کی قربانی کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ حدیث بالا میں جو خسی کا لفظ ہے اس سے وہ خسی مراد ہے کہ جو مل دیا گیا ہو؛ تو کیا وہ خسی جو کہ بالکل نکال کر کیا گیا ہو درست ہے یا نہیں؟ حالانکہ آج کل عموماً بالکل نکال کر ہی خسی کرتے ہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۶۵۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ویضحي بالجماء والخصی (۲) اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک قسم کے خسی کی قربانی کرنا درست ہے، خواہ ملا گیا ہو یا نکالا گیا ہو، باقی مظاہر حق میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ حدیث میں لفظ موجود نہیں آیا ہے، اور موجود وہ خسی ہے جو ملا گیا ہو اور بعض نے منزع الخصیتین بھی ترجمہ لکھا ہے؛ چونکہ مظاہر حق ترجمہ ہے مشکوٰۃ شریف کا اس میں ترجمہ لغوی کیا ہے، مسئلہ نہیں بتلایا، مسئلہ یہ ہے کہ ہر قسم کا خسی قربانی میں جائز ہے، شامی میں مقطوع الذکر کی قربانی بھی جائز لکھی ہے۔ حیث قال: تجوز التضحية بالمجبوب العاجز عن الجماع (۳) اور قاموس میں خسی کے معنی لکھے ہیں جس کے خصیتین نکالے گئے ہوں (۴) بہر حال مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ خسی ہر ایک قسم کا قربانی میں جائز ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے: قوله: (و یجوز أن یضحی)

بالخصی) وهو منزع الخصیتین إلخ (۵)

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) الدر المختار مع الرد ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية.

(۳) الشامی ۳۹۴/۹ کتاب الأضحية.

(۴) الخُصی والخصیة ج: خصی، و خصاهُ خصاءً: سلّ خصیّہ (القاموس المحيط

للشیخ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی ص: ۸۷۳ باب الواو والیاء، فصل الخاء

المطبوعة: ممبئی)

(۵) البناية في شرح الهداية المشهور بـ عینی شرح الهدایة ۱۸۲/۴ کتاب الأضحية.

سوال: (۱۰۷) خسی کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹ھ/۱۷۳)

الجواب: خسی کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ فی الہدایۃ: قد صحّ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّی بکبشین أملحین موجوئین (۱) قال الشامی: والوجاء علی وزن فعال: نوع من الخصاء إلخ (۲) وفي الدرالمختار: ویضحی بالجماء والخصی إلخ (۳) فقط

گنچی بکری کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۰۸) گنچی بکری کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱ھ/۱۶۵۵)

الجواب: گنچی بکری جس کے سر پر بال نہ ہوں اس کی قربانی کرنا درست ہے۔

بانجھ جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۰۹) بانجھ اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ-۳۳/۱۹۹۳)

الجواب: بانجھ اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی درست ہے بشرطیکہ سینگ اس کا جڑ سے نہ

ٹوٹا ہو۔ فقط

قریب الولادت گا بھن گائے کی قربانی بہ کراہت درست ہے

سوال: (۱۱۰) حاملہ گائے کی قربانی کرنی جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۳۳۳ھ-۳۳/۲۱۲۰)

الجواب: حاملہ بکری یا گائے قصد اذبح کرنا جائز ہے، لیکن اگر وہ حاملہ قریب الولادۃ ہو تو اس کو

ذبح کرنا مکروہ ہے۔ فی الکفایۃ: إن تقاربت الولادۃ یکرہ ذبحها (۴) (شامی، ج: ۵ کتاب الذبائح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الہدایۃ ۴/۲۲۸ کتاب الأضحیۃ .

(۲) الشامی ۹/۲۰۲ کتاب الأضحیۃ ، قبیل کتاب الحظر والإباحۃ .

(۳) الدر مع الرد ۹/۳۹۱ کتاب الأضحیۃ .

(۴) ردالمحتار ۹/۳۶۸ کتاب الأضحیۃ .

سوال: (۱۱۱) گائے بہ نیت قربانی خریدی گئی، بعد کو گائے کا گابھن ہونا ظاہر ہوا، تو اب اس گائے کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۲-۳۳/۵۲ھ)

الجواب: حاملہ جانور کو قربانی کرنا درست ہے، پس اگر اسی کو ذبح کر دے، تو کچھ حرج نہیں اور اگر وہ قربانی خریدنے والا غنی ہے تو یہ بھی درست ہے کہ اس کو یعنی گابھن کو خود رکھ لے اور دوسری اس کی جگہ خرید کے قربانی کر دے، مگر شامی میں کفایہ سے نقل کیا ہے کہ جانور حاملہ قریب الولادت کو ذبح کرنا مکروہ ہے، بہر حال قربانی ادا ہو جاتی ہے۔

سوال: (۱۱۲) مادہ گاؤ گابھن کی قربانی درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۰۷۲ھ)

الجواب: حاملہ جانور کی قربانی بھی درست ہے، لیکن شامی میں کفایہ سے نقل کیا ہے کہ جو حاملہ قریب الولادت ہو اس کا ذبح کرنا مکروہ ہے قربانی پھر بھی درست ہے۔ قال فی الشامی: لکن فی الکفایۃ: إن تقاربت الولادة یکرہ ذبحها إلخ (۱) فقط

گابھن بکری کو قربانی کے واسطے خرید سکتے ہیں

سوال: (۱۱۳)..... (الف) ایک بکری قربانی کے لیے خرید کی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو گابھن ہے، اب گابھن کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟
(ب) اور جو قبل خرید کے معلوم ہو جائے کہ گابھن ہے تو اس کو قربانی کے لیے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۶۲۸ھ)

الجواب: (الف) گابھن کی قربانی درست ہے۔
(ب) خرید سکتے ہیں، اگر قریب الولادت ہو تو اس کو قربانی وغیرہ میں ذبح کرنا مکروہ لکھا ہے؛ مگر قربانی درست ہے۔

رسولی والے بکرے کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۱۴) ایک بکرا قربانی کے واسطے خریدا گیا، اب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ

میں رسولی نکل رہی ہے اور کوئی عیب اس کے اندر نہیں، فریبہ ہے، خوب کھاتا پیتا ہے رسولی کی وجہ سے اس کی قربانی میں کچھ حرج تو نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۹/۲۲-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس بکرے کی قربانی کرنا جب کہ وہ ایک برس کا پورا ہو گیا ہو جائز ہے، رسولی مذکور کی وجہ سے اس کی قربانی میں کچھ نقص نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کھانسنے اور دست کرنے والی گائے کی قربانی جائز ہے

سوال: (۱۱۵) جس گائے کے اندر زخم ہو جس سے وہ کھانستی ہو اور گوہر پتلا مثل دستوں کے کرتی ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۱۰/۲۱)

الجواب: جائز ہے۔

بیمار گائے کی قربانی کا حکم

سوال: (۱۱۶) ایک گائے قربانی کے لیے خریدی گئی، اس میں سات شخص شریک ہوئے، بعض غنی بعض فقیر، اس کے بعد وہ گائے بیمار ہو گئی، مگر اس کو شرکاء نے قربانی کے دن قربانی کر دی حالاں کہ بیمار تھی تو قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر ادا ہو گئی تو مالدار غریب دونوں کی طرف سے ادا ہوئی یا کسی پر اعادہ واجب ہے؟ (۱۳۳۰ھ/۱۱)

الجواب: اس صورت میں درمختار میں لکھا ہے کہ اگر وہ گائے ایسی بیمار تھی کہ مرض اس کا بالکل ظاہر تھا تو غنی کی قربانی ادا نہیں ہوئی اس کو ایام نحر میں قربانی کا اعادہ کرنا چاہیے اور بعد ایام نحر کے قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، اور فقیر کی قربانی صورت مسئلہ میں بہر صورت ادا ہو گئی۔ درمختار میں ہے:

ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كمامر، فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنياً وإن كان فقيراً أجزأه ذلك إلخ (۱)

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۱۷) بکری اور دنبہ جس کے کان خلقة چھوٹے ہوں ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۲-۳۳/۶۴۹ھ)

الجواب: درست ہے۔ فلولها أذن صغيرة خلقة أجزاء ، ذیلعی (۱) (درمختار)

تہائی سے کم کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۱۸) اگر ایک بکری کے دو انگل کان کٹے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۲-۳۳/۲۰۶۴ھ)

الجواب: تہائی سے کم کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جانور کے کان میں سوراخ ہو یا چرا ہوا

ہو تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۹) جس جانور کے دونوں کانوں کی نوک کٹی ہوئی ہے یا ان کا کان چرا ہوا ہو یا ان

کے کان میں روپیہ کے برابر سوراخ ہو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۶۱ھ)

الجواب: کان کا کنارہ اگر تہائی کان سے کم کٹا ہوا ہے تو اس کی قربانی صحیح ہے، اسی طرح کان

چرے ہوئے کی قربانی یا جس کے کان میں سوراخ روپیہ کے برابر ہو اس کی قربانی صحیح ہے قال فی الشامی:

روی محمد عنه فی الأصل والجامع الصغير أن المانع ذهاب أكثر من الثلث إلخ (۲) پھر اسی

کو ظاہر الروایہ کہا ہے اور خانیہ میں اسی کی تصحیح کی گئی ہے اور نیز شامی میں ہے: وفي البدائع: وتجزی

الشرقاء: مشقوقة الأذن طولاً، والخرقاء: مثقوبة الأذن، والمقابلة: ما قطع من مقدم أذنها

شيء وترك معلقاً، والمدابرة: ما فعل ذلك بمؤخر الأذن من الشاة، والنهي الوارد محمول

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۳۹۳/۹ کتاب الأضحية .

(۲) ردالمحتار للشامی ۳۹۲/۹ کتاب الأضحية .

على النذب الخ، وقد منّا أن ماجوز هنا جواز مع الكراهة ، لأنه خلاف المستحب إلخ (۱)
(شامی) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قربانی ایسے جانوروں کی جائز ہے، لیکن خلاف اولیٰ ہے یعنی مکروہ
تزیہی ہے، بہتر یہ ہے کہ قربانی ایسے عیوب سے بھی خالی ہو۔ فقط

جس بیل کی ناک چھیدی ہوئی ہو اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۰) بیل کی قربانی جس کی ناک چھیدی ہو درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۰/۲۱۳۰-۳۳/۱۳۳۳ھ)
الجواب: بیل جس کی ناک چھیدی ہو اس کی قربانی درست ہے۔

جانور کی ایک آنکھ میں معمولی عیب ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۱) ایک گائے کی آنکھ میں ایک شخص نے مار دیا جس کی وجہ سے آنکھ میں سفید جالا
پڑ گیا اچھی ہو جانے کی امید ہے، قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۶۲۰ھ)
الجواب: اگر اس آنکھ سے بھی نظر آتا ہے تو قربانی اس کی درست ہے۔

جس جانور کے اکثر دانت باقی ہیں اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۲) ایک شخص نے ایک مینڈھا برائے قربانی پالا ہے، اتفاقاً سامنے کا ایک دانت
بوجہ ضرب کرنے کے قریب پونے حصہ کے ٹوٹ گیا ہے یعنی مسوڑھوں سے اوپر اور پر جو دانت ظاہر میں
نظر آتا ہے اس کا تین چوتھائی حصہ ٹوٹ گیا ہے، اب پاؤ (چوتھائی) حصہ باقی رہا ہے؛ آیا صورت ہذا
میں جانور مذکور کی قربانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۲۱۴ھ)

الجواب: ایک دانت کے چوتھائی حصے کے ٹوٹنے سے اس کی قربانی میں کچھ نقصان نہیں آتا،
قربانی اس کی درست ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر اکثر دانت جانور کے باقی ہیں تو قربانی اس کی درست
ہے (۲) فقط

(۱) الشامی ۳۹۴/۹ کتاب الأضحية.

(۲) ولا (تجوز) بالهتماء التي لا أسنان لها ، ويكفي بقاء الأكثر (الدر المختار مع الشامی ۳۹۳/۹
کتاب الأضحية)

جس کے سینگ ظاہر نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۳) تین سال کی گائے جس کے سینگ ہنوز نمودار نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۶۲)

الجواب: اس کی قربانی درست ہے (۱) فقط

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کب درست ہے؟

سوال: (۱۲۴) اگر کسی جانور کا سینگ جڑ سے یا چوتھائی حصہ سے زیادہ ٹوٹ گیا ہو ایسے جانور کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۰۶)

الجواب: درمختار کتاب الاضحیہ میں ہے: ویضحی بالجماء والخصی إلخ. شامی میں ہے: قوله: (الجماء) هي التي لا قرن لها وكذا العظماء التي ذهب بعض قرننها بالكسر أو غيره، فإن بلغ الكسر إلى المنخ لم يجز، قهستاني. وفي البدائع: إن بلغ الكسر المشاش لا يجزى، والمشاش: رؤوس العظام إلخ (۲) اس روایت بدائع وغیرہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جانور کا سینگ جڑ سے ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر اوپر سے خول اتر جائے اور مغز باقی رہے تو قربانی اس کی درست ہے۔

سوال: (۱۲۵) قربانی کردن از گاؤ شاخ شکسته جائز است یا نہ؟ (۱۳۳۹/۱۰۴۱)

الجواب: در کتب فقہ ایں تفصیل فرمودہ اند کہ اگر بعض قرن جانور شکسته است قربانی آن جائز است و اگر کسر تا مغز رسیدہ است ناجائز است۔ قال فی الشامی: قوله: (ویضحی بالجماء) هي التي لا قرن لها خلقة، وكذا العظماء التي ذهب بعض قرننها بالكسر أو غيره، فإن بلغ الكسر إلى المنخ لم يجز. قهستاني، وفي البدائع: إن بلغ الكسر المشاش لا يجزى، والمشاش: رؤوس العظام إلخ (۳) فقط

(۱) قوله: (ویضحی بالجماء) هي التي لا قرن لها خلقة (ردالمحتار ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية)

(۲) الدر والرد ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية .

(۳) ردالمحتار ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية .

ترجمہ: سوال: (۱۲۵) ٹوٹے ہوئے سینگ والی گائے کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: فقہ کی کتابوں میں یہ تفصیل ہے کہ اگر جانور کا بعض سینگ ٹوٹا ہوا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر ٹوٹن گودے تک پہنچی ہوئی ہے تو ناجائز ہے۔

سوال: (۱۲۶) جس جانور کا سینگ تہائی حصے سے زیادہ ٹوٹا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۸۰ھ)

الجواب: اگر رؤوس عظام تک نہیں پہنچا تو قربانی اس کی درست ہے (۱) (درمختار)

قربانی کے لیے جو جانور خرید ا تھا وہ عیب دار ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۷) میں نے ایک بھیڑ کا بچہ ایک سال سے پال رکھا تھا، لیکن اب اس کا ایک سینگ ٹوٹ گیا، قریب ایک ماہ ہوا، وہ بھی کچھ بڑا نہ تھا بالوں کے اندر دیکھائی نہیں دیتا تھا، اور جب میں نے خرید ا تھا تب ہی سے قربانی کی نیت کر لی تھی اب میں اس کی قربانی کروں یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۰۳۱ھ)
الجواب: الدر المختار میں ہے: ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كما مر فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنياً وإن كان فقيراً أجزأه ذلك (۲) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی جانور غنی نے قربانی کی نیت سے خرید ا پھر وہ عیب دار ہو گیا تو وہ غنی اس جانور کے بدلے اور جانور خرید کر قربانی کرے، اور اگر فقیر یعنی جس کے ذمہ قربانی فرض نہیں ہے وہ خریدے تو وہی عیب دار جانور قربانی کرے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۸) قربانی کا جانور خریدنے کے بعد لنگڑا ہو گیا یا کانایا اندھا ہو گیا اس کی قربانی

درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۴۹۳ھ)

الجواب: درست نہیں ہے، اور فقیر کو درست ہے۔

(۱) وفي البدائع: إن بلغ الكسر المشاش لا يجزى، والمشاش رؤوس العظام (رد المحتار ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية)

(۲) الدر المختار مع الشامی ۳۹۴/۹ کتاب الأضحية.

(۳) اگر اس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہے تو یہ حکم ہے، ورنہ اس کی قربانی ہر حال میں درست ہے۔

جس جانور کے ایک سینگ کا آدھا خول

اتر گیا ہے اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۹) گائے کا ایک سینگ تو سالم ہے، لیکن دوسرے سینگ کا خول نصف تک اتر گیا ہے، ٹوٹا ہوا نہیں ہے؛ ایسی گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۷۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جماء یعنی وہ جانور جس کے خلوۃ سینگ نہیں اور عظماء یعنی جس کا بعض سینگ ٹوٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے، مکسور القرن کی قربانی میں کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ ٹوٹن جڑ تک نہ پہنچے۔ قولہ: (ویضحی بالجماء) ہی التي لا قرن لها خلقة، وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنهما بالكسر أو غيره، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز، قهستانى (۱) (شامى) لأن القرن لا يتعلق به مقصود إلخ (۲) (هداية)

قربانی کے لیے گراتے وقت جانور کا سینگ

ٹوٹ جائے تو قربانی درست ہے

سوال: (۱۳۰) جس وقت گائے کو قربانی کرنے کے واسطے زمین پر گرایا اس کا ایک سینگ نصف کے قریب ٹوٹ گیا، اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۸۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی اس کی درست ہے۔ ولا یضرّ تعیبها من اضطرابها عند الذبح إلخ (۳) (درمختار)

داغدار جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۳۱) جس جانور کی ران وغیرہ پر گرم لوہے سے داغ دیا ہو اس کی قربانی درست ہے یا

(۱) ردالمحتار ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية .

(۲) الهدایة ۴۲۸/۴ کتاب الأضحية .

(۳) الدرالمختار مع الشامی ۳۹۴/۹ کتاب الأضحية .

نہیں؟ اور زمین جوتنے کے بیلوں کے سرین پر زخم رہتا ہے مارنے کی وجہ سے، اس کی قربانی بھی درست ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا (۱۳۳۵/۵۹۵)

الجواب: قربانی ان دونوں کی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قربانی میں کوئی عیب ظاہری نہ ہو۔
كما في الشامي : واعلم أن الكل لا يخلو عن عيب، والمستحب أن يكون سليماً عن العيوب الظاهرة، فماجوز ههنا جوز مع الكراهة (۱) فقط

جنگلی جانور اور پرندوں کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۳۲) قربانی صحرائی جانور مثل خرگوش، ہرن پہاڑہ، بارہ سنگا، نیل گائے وغیرہ اور پرند مثل کبوتر، طاؤس، کلنگ، قاز، مرغابی، سارس، سرخاب (۲) وغیرہ کی جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ (۱۵۳۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی ان جانوروں کی درست نہیں ہے۔ لماورد في الأحاديث (۳)
سوال: (۱۳۳) بچپن سے پالے ہوئے صحرائی جانور مثلاً ہرن، چیتل، نیل گائے وغیرہ حلال جانور اور نرگاؤ کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۳۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: صحرائی جانور مثل ہرن و چیتل و نیل گائے و گورخر وغیرہ کی قربانی درست نہیں ہے، اگرچہ یہ جانور بچپن سے گھر پلے ہوئے ہوں کذا في كتب الفقه (۴) فقط
سوال: (۱۳۴)..... (الف) ہرنی بارہ سنگا، نیل گائے وغیرہ صحرائی جانوروں کی قربانی جائز

(۱) الشامي ۳۹۱-۳۹۲ کتاب الأضحية .

(۲) طاؤس: مور — کلنگ: کونج، ایک ٹیالا لمبی گردن کا پرندہ — قاز: راج ہنس — مرغابی: ایک آبی پرندہ — سارس: بلق لق، ایک سفید رنگ اور لمبی ٹانگوں والا پرندہ جو پانی کے کنارے پر مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کھاتا ہے — سرخاب: چکوا چکوی، ایک آبی پرندہ (فیروز اللغات)

(۳) في الهداية: قال: والأضحية من الإبل والبقر والغنم، لأنها عرفت شرعاً، ولم تنقل التضحية بغيرها من النبي عليه السلام ولا من الصحابة رضي الله عنهم (الهداية ۴/۲۲۸ کتاب الأضحية)

(۴) ولا يجوز في الأضاحي شيء من الوحشي (الفتاوى الهندية ۵/۲۹۷ کتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

ہے یا نہیں؟

(ب) صحرائی جانور کا بچہ اگر پالا جائے تو وہ پالنے والے کی ملک ہوگا یا نہ؟ اور اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۷۹۳ھ)

الجواب: (الف) ان جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، قربانی میں اونٹ یا گائے یا بکری دنبہ وغیرہ ذبح کرنا ضروری ہے۔

(ب) وہ بچہ پالنے والے کی ملک ہے اور قربانی اس کی جائز نہیں ہے، قربانی اونٹ، گائے، بکرے کی اقسام کے ساتھ شریعت میں خاص کی گئی ہے (۱) فقط

سوال: (۱۳۵) قربانی جنگلی جانوروں کی جیسے ہرن بارہ سنگا وغیرہ کی درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۸ھ)

الجواب: قربانی ہرن وغیرہ جنگلی جانوروں کی درست نہیں ہے (۲) فقط

خنثی جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۶) خنثی بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول فتاویٰ عالمگیریہ میں جو منقول

ہے: لا تجوز التضحية بالشاة الخنثی لأن لحمها لا ينضج (۳) اس عبارت سے کیا ثابت ہے؟

اور کیا تاویل ہے؟ (۱۳۳۵/۱۰۱ھ)

الجواب: جیسا کہ اس عبارت عالمگیریہ سے ثابت ہے ایسا ہی در مختار میں بھی ہے: ولا بالخنثی لأن

لحمها لا ينضج، اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: قوله: (لأن لحمها لا ينضج) من باب سمع، و بهذا

التعلیل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلو إما أن تكون ذكراً أو أنثى، وعلى كلّ تجوز (۴)

(۱) والأضحية من الإبل والبقر والغنم، لأنها عرفت شرعاً ولم تنقل التضحية بغيرها من النبي

عليه السلام ولا من الصحابة رضي الله عنهم (الهداية ۲/۴۲۸ كتاب الأضحية)

(۲) ولا يجوز في الأضاحي شيء من الوحشي (الفتاوى الهندية ۵/۲۹۷ كتاب الأضحية، الباب

الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

(۳) الفتاوى الهندية ۵/۲۹۹ كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب .

(۴) الدر و الرد ۹/۳۹۴ كتاب الأضحية .

یعنی جب کہ علت عدم جواز قربانی خنثی کی عدم نضج لحم ہے تو ابن وہبان کا یہ شبہ ساقط ہو گیا کہ خنثی کی قربانی جائز ہونی چاہیے، کیونکہ وہ یا مذکر ہے یا مؤنث، اور دونوں کی قربانی درست ہے پھر کیا (وجہ) عدم جواز قربانی خنثی کی ہے؟ پس اس کا جواب یہ دیا گیا کہ علت عدم جواز عدم نضج لحم ہے (۱) قاموس میں ہے کہ نضج التمر واللحم کسمع نضجًا و نضجًا: أدرك (۲) یعنی معنی نضج کے پکنے کے ہیں۔ فقط سوال: (۱۳۷) اگر جانور قربانی کے نر اور مادہ ہونے میں اشتباہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۷/۲۵۶۳ھ)

الجواب: خنثی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

جس گائے کے دو تھن سے دودھ نہیں آتا اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۳۸) قربانی ایسی گائے کی کی گئی جس کے صرف دو تھنوں سے دودھ آتا تھا، آیا وہ قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۸۵-۴۴/۹۶۵ھ)

الجواب: تاتر خانیہ کی روایت یہ ہے کہ جس گائے کے دو تھن سے دودھ منقطع ہو جاوے اس کی قربانی صحیح نہیں ہے، اور خلاصہ سے شامی میں یہ منقول ہے کہ اگر بلا کسی مرض کے دودھ منقطع ہو جاوے تو قربانی اس کی صحیح ہے (۳) پس بناءً علی روایۃ التاتر خانیۃ قربانی اس گائے کی جس کے دو تھن سے دودھ نہیں آتا درست نہیں ہوئی، اس لیے اب جب کہ وقت قربانی کا گزر گیا ہے ایک بکرا یا بکری کی

(۱) پس اگر خنثی کا گوشت گُور وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح پک جائے تو قربانی درست ہو جائے گی امداد الفتاویٰ (۵۷۱/۳) میں ہے: ”لأن لحمها إلخ علت ہے، حکمت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو جاتا ہے، پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جاوے گا،“ مگر خنثی کا گوشت پکے گا یا نہیں؟ یہ بات بعد میں معلوم ہوگی، اس لیے اس فتویٰ میں اور فتاویٰ رحیمیہ، قدیم (۳۲۵/۹) میں خنثی کی قربانی کے عدم جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) القاموس المحيط، ص: ۱۱۹ باب الجیم، فصل النون، المطبوعة: ممبئی.

(۳) وذكر فيها جواز التي لا ينزل لها لبن من غير علة، وفي التاتر خانية: والشطور لا تجزى، وهي من الشاة ما قطع اللبن عن إحدى ضرعها، ومن الإبل والبقر ما قطع ضرعها لأن لكل واحد منهما أربع أضرع (الشامي ۳۹۳/۹ كتاب الأضحية)

قیمت فقراء کو دے دینی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس بکری نے عورت کا دودھ پیا ہو اس کی قربانی اور گوشت کا حکم

سوال: (۱۳۹) ایک عورت کا شیر خوار بچہ مر گیا، بوجہ کثرت شیر پستان میں درد ہونے لگا، اس عورت نے بکری کے بچہ کو اپنی پستان سے دودھ پلایا، اب اس بچے کو بعد پرورش قربانی کر سکتی ہے؟ اور اس کا گوشت کون کون کھا سکتے ہیں؟ (۱۳۴۰/۳۱۵ھ)

الجواب: اس بکری کے بچے کو بعد پرورش کے جب وہ ایک سال کا پورا ہو جاوے تو قربانی کرنا درست ہے، اور اس کے گوشت کو مثل دیگر قربانی کے جانوروں کے گوشت کے سب کھا سکتے ہیں۔

جس بھیڑ کو سور کا گوشت کھلایا ہو اس کی قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۱۴۰) جس گوسفند (بھیڑ) وغیرہ کو سور کا گوشت اور شوربا کھلایا گیا ہو ان کی قربانی کرنا جائز ہے یا کیا؟ (۱۳۳۸/۱۱۱۷ھ)

الجواب: قربانی کرنا ان کی اور کھانا جائز اور حلال ہے (۱)

ایک سال کے بکرے کی قربانی باتفاق ائمہ درست ہے

سوال: (۱۴۱) ایک شخص غیر مقلد اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ قربانی کا بکرہ دو سال سے کم کا جائز نہیں اور ثبوت میں یہ حدیث پیش کرتا ہے: عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تذبحوا إلا مسنةً إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن رواه مسلم (۲) آیا ایک سال کا یا سال سے اوپر ایک ماہ یا دو ماہ کا بکرہ یا مادہ لائق قربانی کے ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۷/۲۵۹۳ھ)

(۱) رُوِي أن جدياً غذي بلبن الخنزير؛ لا بأس بأكله، لأن لحمه لا يتغير. وما غذي به يصير مستهلكاً لا يبقى له أثر (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۳/۳۵۹ کتاب الصيد والذباح)
(۲) مشکاة المصابیح ص: ۱۲۷ کتاب الصلاة، باب فی الأضحية، الفصل الأول.

الجواب: بکرا جو ایک سال کا پورا ہو جائے قربانی اس کی باتفاق ائمہ درست ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں: لا تذبحوا إلا مسنة اس سے مراد ثنی ہے اور ثنی بکرے میں وہ ہے جس پر ایک برس پورا ہو گیا ہو، اور اونٹ میں وہ ہے جو پانچ برس کا پورا ہو گیا ہو، اور گائے بیل، بھینس میں وہ ہیں جو دو برس کے پورے ہو گئے ہوں۔ کما فی شرح المشكاة للشيخ الدهلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، قوله: "لا تذبحوا إلا مسنة"..... ويجوز من جميع هذه الأقسام الثنی وهو المراد من المسنة وهو من الإبل ما استكمل خمس سنين وطعن في السادسة ومن البقر ما استكمل سنتين ومن الغنم ضأنًا كان أو معزًا ما استكمل سنة (۱) پس اس سے معلوم ہوا کہ غنم یعنی بکرے بھیڑ میں ثنی وہ ہے جو ایک برس کا پورا ہو جائے، الحاصل ایک برس کے بکرے کی قربانی بلا تردد و بلا شبہ درست ہے اور اس سے زیادہ ہوتب بھی بہتر ہے، اور یہ کہنا کسی غیر مقلد کا کہ بکرا دو برس سے کم کا درست نہیں ہے غلط ہے، اس حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ مفہوم نہیں ہے جو وہ شخص بیان کرتا ہے۔ کما مرّ عن شرح الشيخ الدهلوی اور درمختار میں ہے جو کہ فقہ حنفی میں معتبر کتاب ہے۔ وصح الثني فصاعدًا من الثلاثة، والثني هو ابن خمس من الإبل، وحولين من البقر والجاموس، وحول من الشاة إلخ (۲)

کتنی عمر کے بکرے، بھیڑ اور دنبہ کی قربانی ہو سکتی ہے؟

سوال: (۱۴۲) بکرا بھیڑ دنبہ کتنے دنوں کا قربانی ہو سکتا ہے؟ (۲۶۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ بکرا بکری ایک برس کی ہو تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے ایک برس سے کم کی ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے، لیکن بھیڑ اور دنبہ اگر چھ ماہ سے زیادہ کا ہو اگر چہ سال بھر سے کم کا ہو، مگر موٹا تازہ ایسا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو قربانی اس کی درست ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: فتذبحوا جذعة من الضأن الحديث (۳) (مشکوٰۃ شریف) اور درمختار میں ہے: وصح الجذع ذو

(۱) الحاشية على المشكاة ص: ۱۲۷، كتاب الصلاة، باب في الأضحية، رقم الحاشية: ۹۔

(۲) الدر مع الرد ۳۹۰/۹ كتاب الأضحية .

(۳) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تذبحوا إلا مسنة =

سنة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بُعد إلخ (۱) فقط
سوال: (۱۴۳) قربانی میں بھیڑ کتنے ماہ کی جائز ہے؟ اور بکرا کتنے ماہ کا جائز ہے؟ اور دنبہ کس
عمر کا؟ دنبہ اور بھیڑ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۱۷۰ھ)

الجواب: قربانی کے لیے بکری اور بکرا پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اور بھیڑ اور دنبہ چھ
ماہ سے زیادہ کے بھی قربانی ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ موٹا تازہ ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو، اور دنبہ اور
بھیڑ اور مینڈھے میں کچھ فرق نہیں ہے سب کا ایک حکم ہے۔

چھ ماہ کے بھیڑ اور دنبہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۴) دنبہ اور بھیڑ چھ ماہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۲۲ھ)
الجواب: بھیڑ ہو یا دنبہ دونوں ضأن ہیں اور دونوں کی قربانی جب کہ وہ چھ ماہ سے کچھ زائد کے
ہوں، بشرطیکہ موٹے تازے ہوں کہ سال بھر کے معلوم ہوتے ہوں درست ہے، البتہ بکرا بکری پورے
سال کے ہونے چاہئیں، درمختار اور شامی میں اس کی تفصیل موجود ہے، عبارت درمختار میں یہ ہے:
وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بُعد
إلخ. شامی میں ہے: قوله: (من الضأن) هو ماله ألية. منح، قيد به لأنه لا يجوز الجذع من المعز
وغيره بلا خلاف (۲) وذكر في الأصل عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يجوز، خانية. ثم
قال: وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز، أما على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى
فظاهر، لأن عنده لو لم يكن لها أذن أصلاً ولا ألية جاز إلخ (۳) (شامی ۵/۴۰۷) پس معلوم ہوا
کہ بھیڑ جس کی صرف دم ہو اور آلیہ نہ ہو وہ بھی درست ہے، اور ضأن دونوں کو شامل ہے، اور تفسیر اس کی
مالہ ألية کے ساتھ باعتبار اکثر اور عادت اکثر یہ کہ ہے اور عبارت شامی سے واضح ہوا کہ قيد مالہ ألية

= إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن، رواه مسلم (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷،
كتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الأول)

(۱) الدر مع الرد ۹/۳۸۹-۳۹۰ کتاب الأضحية.

(۲) الدر و الرد ۹/۳۸۹-۳۹۰ کتاب الأضحية.

(۳) رد المحتار ۹/۳۹۳-۳۹۴ کتاب الأضحية.

بوجہ اخراج بکری کے ہے نہ احتراز بھیڑ سے۔

سوال: (۱۳۵) دنبہ کا بچہ جو عمر میں چھ ماہ کا ہو اور وہ قربانی یا عقیقہ میں درست ہے تو بجائے دنبہ کے بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کو اگر قربانی یا عقیقہ میں کام میں لاویں تو کیا حکم ہے؟ کیوں کہ دنبہ بھی بھیڑ کی قسم سے ہے، لیکن دنبہ چکتی دار ہوتا ہے اور بھیڑ چکتی دار نہیں ہوتا۔ (۱۹۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: بھیڑ کا حکم بھی مثل دنبہ کے ہے چھ مہینے کا پورا ہو کر ساتواں مہینہ شروع ہو جاوے تو قربانی اس کی درست ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ ایسا موٹا ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، دنبہ میں بھی یہی حکم ہے، اور بھیڑ میں بھی یہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۳۶) دنبہ چکتی دار وغیر چکتی دار کی قربانی کے لیے کس قدر عمر ہونی چاہیے؟

(۱۹۶۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بھیڑ و دنبہ چکتی دار ہو یا غیر چکتی دار اگر چھ ماہ سے زیادہ کا ہو، مگر ایسا فرہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو قربانی اس کی درست ہے۔ قال في الدر المختار: وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بعد إلخ (۱) وفي الشامي: وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز (۲) (شامي) اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی قدس سرہ نے ﴿مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ﴾ کا ترجمہ یہ فرمایا ہے: بھیڑ میں سے دو اناخ (۳) فقط

ایک سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری ہو تو اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۳۷) چھ ماہ یا آٹھ ماہ کا بکرا یا بکری فرہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(۱۷۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایک سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری قربانی میں درست نہیں ہے، البتہ دنبہ یا بھیڑ اگر سال بھر سے کم ہو چھ ماہ سے زائد ہو مثلاً سات آٹھ ماہ کا ہو، مگر فرہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، اس کی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۸۹-۳۹۰ کتاب الأضحية .

(۲) رد المحتار ۹/۳۹۳ کتاب الأضحية .

(۳) قرآن مجید مترجم مع فوائد موضح القرآن ص: ۱۹۳ سورة أنعام، آیت: ۱۴۳۔

قربانی درست ہے۔ درمختار میں ہے: وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بعد. قال في الشامي: قوله: (من الضأن إلخ) قيد به لأنه لا يجوز الجذع من المعز وغيره بلا خلاف إلخ (۱)

بکرا سال بھر سے ایک دن کم کا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۴۸) بکرا اگر سال بھر سے آٹھ روز کم کا ہو اور نہایت فرہہ ہو کہ سال بھر کے دوسرے بکروں سے افضل اور موٹا ہو، ایسی صورت میں وہ قربانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بکرا اگر دو چار روز سال بھر سے کم کا ہوگا تب بھی اس کی قربانی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بکرا بکری سال بھر سے کم کا قربانی میں درست نہیں ہے، مینڈھے اور دنبے میں تو یہ حکم ہے کہ اگر وہ موٹا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اگر سال سے کم کا بھی ہوگا تو درست ہے۔ قال في الدر المختار: وصح الثني فصاعداً من الثلاثة، والثني هو ابن خمس من الإبل، وحولين من البقر والجاموس، وحول من الشاة والمعز إلخ (۱) وفيه أيضاً قبيله: وصح الجذع إلخ من الضأن (۱) وفي الشامي قوله: (من الضأن) هو ماله ألية، منح. قيد به لأنه لا يجوز الجذع من المعز وغيره بلا خلاف إلخ (۱) (شامي) فقط

سوال: (۱۴۹) ایک بکرا سال تمام کا ہے، مگر سال تمام میں پندرہ روز کم ہے لیکن فرہہ مثل دو سالہ کے نظر آتا ہے اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۲۴۲۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر وہ بکرا قربانی کے دن تک پورے سال بھر کا ہو جائے گا تو قربانی اس کی درست ہے اور اگر سال بھر سے ایک دن بھی کم ہوگا تو قربانی اس کی درست نہ ہوگی کذا في كتب الفقه (۱) فقط

۱۳/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۵۰) جو بکرا ۱۳ ذی الحجہ کو پیدا ہوا، اس کی قربانی آئندہ سال درست ہے یا نہیں؟

(۱۲۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی میں جو بکر ایک سال کا ہونا شرط ہے مراد اس سے قمری سال ہے، پس جو بکر ۱۳ ذی الحجہ کو پیدا ہوا، اس کی قربانی آئندہ سال درست نہیں ہے۔

۱۱/ ذی الحجہ کو جو بکر پیدا ہوا آئندہ سال

۱۲ تاریخ کو اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۵۱) ایک بکر عید الاضحیٰ کی گیارہویں تاریخ کو پیدا ہوا؛ تو دوسری عید الاضحیٰ کی بارہ تاریخ کو پورا ایک سال کا ہو گیا، لہذا اس کی قربانی درست ہے یا نہ؟ (۳۳/۲۱۱-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی درست ہو جائے گی۔

قربانی کے بکرے کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۲) ایک شخص بکر الا یا بہت فرہ اور بڑا، چونکہ دانہ خور تھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ڈیڑھ سال سے زیادہ کا ہے، مگر اس کا مالک کہتا ہے کہ جب میں نے کسی جگہ سے بچہ لیا تھا تخمیناً یہ معلوم ہوتا تھا کہ دواڑھائی ماہ کا ہوگا، جن کے یہاں سے لیا تھا ان کو تاریخ اور دن یاد نہیں ہے، خرید کیے ہوئے تقریباً ۹ ماہ دس پندرہ روز ہوئے ہیں، الحاصل یقین نہیں کہ یہ برس روز کا پورا ہو گیا ہے، ایسے بکرے کی قربانی ہو سکتی یا نہیں؟ (۲۵۶۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر سال بھر سے ایک روز بھی عمر بکرے کی کم ہو تو قربانی اس کی درست نہ ہوگی، اور جب کہ تاریخ ولادت بکرے کی معلوم نہیں ہے تو اگر بہ ظن غالب وہ پورے سال بھر کا معلوم ہوتا ہے تو قربانی اس کی درست ہے ورنہ نہیں۔

قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا

سوال: (۱۵۳) قربانی کے جانور سے نفع اٹھانا مثلاً اس کا دودھ کھانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

(۸۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: و یکره الانتفاع بلبنها قبله کما فی الصوف (۱) یعنی قربانی کے ذبح کرنے سے پہلے اس کے دودھ سے نفع اٹھانا مکروہ ہے ومنهم من أجازهما للغنی لوجوبها فی الذمة فلا تتعین إلخ (۱) اور بعض فقہاء نے غنی کو دودھ اور اُون سے انتفاع کو جائز فرمایا ہے، مگر شامی میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے (۲) پس اگر دودھ دوہا جاوے تو اس کو صدقہ کر دے (۳)

قربانی اور نذر کے لیے مقرر کردہ جانور نے بچہ دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۴) کسی نے نذر کی کہ فلاں گائے مقررہ بقر عید میں قربانی کروں گا یا میرا فلاں کام حاصل ہو تو فی سبیل اللہ ذبح کروں گا، اب اگر اس گائے کا بچہ ہوا تو اس کے بچے اور دودھ کو کیا کریں گے؟ (۱۲۰۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی صورت میں اس گائے کے بچے کو بھی ذبح کر دینا چاہیے اور اس کے دودھ کو صدقہ کر دینا ضروری ہے جب کہ اس نے معین گائے کی نذر یا اس میں قربانی کی نیت کر لی ہے تو اس کا ہر ہر جزو معین ہو گیا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: أضحية خرج من بطنها ولد حی، قال عامة العلماء رحمهم الله تعالى: يفعل بالولد ما يفعل بالأم فإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر يتصدق به حیاً إلخ (۴) (قاضی خان ۳/۳۴۹)

قربانی کے دنبہ کی اُون کاٹنا

سوال: (۱۵۵) جو شخص دنبہ وغیرہ قربانی کی نیت سے خرید کرتا ہے یا پالتا ہے، بعد اس کی پشم

- (۱) الدر المختار مع الرد ۳۹۹/۹ کتاب الأضحية .
- (۲) فی الشامی: قوله: (لوجوبها فی الذمة فلا تتعین) والجواب أن المشتراة للأضحية متعينة للقربة إلى أن یقام غیرها مقامها ، فلا یحل له الانتفاع بها مادامت متعينة ، ولهذا لا یحل له لحمها إذا ذبحها قبل وقتها (الشامی ۳۹۹/۹ کتاب الأضحية)
- (۳) فإن كانت التضحية قربة ، نضح ضرعها بالماء البارد، وإلا حلبه وتصدق به (ردالمحتار ۳۹۹/۹ کتاب الأضحية)
- (۴) الفتاوی الخانية مع الفتاوی الهندية ۳۵۰/۳ کتاب الأضحية ، فصل فیما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز.

(اُون) کاٹ لیتا ہے طمع کے لیے، اور بے زینت کر دیتا ہے، آیا اس دنبہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۷/۲۴۴۰ھ)

الجواب: جو دنبہ قربانی کے لیے خریدا گیا یعنی ایام قربانی میں، یا نذر کیا گیا واسطے قربانی کے، اس کے صوف کو کاٹ کر اپنے کام میں لانا یا فروخت کرنا درست نہیں ہے، اس کا صدقہ کرنا لازم ہے (۱) اور قربانی صحیح ہے، لیکن بدون صدقہ کرنے اس اُون یا اس کی قیمت کے قربانی میں نقصان رہے گا۔ فقط

جس برتن میں قربانی کے جانور کو چارہ

کھلایا ہے اس کو صدقہ کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۵۶) جو جانور قربانی کا دو ماہ پیشتر خریدا جائے اس کو جس برتن میں چارہ وغیرہ کھلایا جائے اس برتن کو صدقہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۹۴۲ھ)
الجواب: اس برتن وغیرہ کو صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

جس قربانی کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۷) جو کسی جانور کے پیٹ سے بچہ زندہ نکل آئے اور اسے پیش تر معلوم نہ تھا کہ یہ گاہن ہے تو بچے کو کیا کرنا چاہیے؟ اور قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۶۳۸ھ)
الجواب: اس بچے کو ذبح کر کے شامل قربانی کر لے، قربانی درست ہے۔

ایک قربانی میں کتنے حصے دار ہو سکتے ہیں؟

سوال: (۱۵۸) قربانی میں ایک دفعہ میں کتنے حصے کر سکتا ہے؟ (۱۳۳۰/۱۶۴۷ھ)
الجواب: قربانی میں بھیڑ اور بکرے میں ایک حصہ اور اونٹ، گائے اور بھینس میں سات حصے ہوتے ہیں، ایک شخص کی طرف سے ایک گائے بھی ہو سکتی ہے، اور سات حصوں میں سے جس قدر حصہ

(۱) وكره جزّ صوفها قبل الذبح لينتفع به ، فإن جزّه تصدق به (الدر مع الشامی ۳۹۹/۹ كتاب الأضحية)

چاہیں کر سکتا ہے اور سات آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

سوال: (۱۵۹) گائے یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟

(۱۳۴۰/۶۴ھ)

الجواب: احادیث میں ایسا وارد ہوا ہے (۱)

سوال: (۱۶۰) سات آدمی کامل کر ایک گائے کو قربانی کرنا جو حدیث میں آیا ہے، آیا سات آدمی

ایک مکان کے مراد ہیں یا علیحدہ علیحدہ مکانوں کے؟ (۱۳۹۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خواہ ایک مکان میں وہ حصہ دار رہتے ہوں یا علیحدہ مکان میں رہتے ہوں، سات حصے

گائے میں ہر حال ہو سکتے ہیں۔

ایک گائے میں سات سے کم حصہ دار ہو سکتے ہیں

سوال: (۱۶۱) ایک گائے میں دو شریک ہوں، اور وہ دونوں نصف نصف گوشت وغیرہ تقسیم

کر لیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۹۳۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط

سوال: (۱۶۲) قربانی کی گائے میں اگر تین حصے یا چار حصے یا پانچ حصے مثلاً برابر کیے جاویں تو

درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۶۱۵ھ)

الجواب: اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مثلاً ایک گائے میں شریک ہو کر قربانی کریں اور مثلاً

پانچ یا چار حصے برابر کر لیں تو اس صورت میں قربانی درست ہے۔ درمختار میں ہے: وتجزی عما دون

(۱) عن جابر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: البقرة عن سبعة، والجزور عن

سبعة، رواه مسلم وأبو داود، واللفظ له (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷ كتاب الصلاة، باب في

الأضحية - الفصل الأول)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: حججنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم،

فنحرن البعير عن سبعة والبقرة عن سبعة. وعنه رضي الله عنه قال: كنا نتمتع مع رسول الله صلى

الله عليه وسلم بالعمرة، فنذبح البقرة عن سبعة نشترك فيها (الصحيح لمسلم ۴۲۴/۱ كتاب الحج،

باب جواز الاشتراك في الهدي وأجزاء البدنة والبقرة كل واحدة منهما عن سبعة)

سبعة بالاولی (۱) یعنی اگر سات آدمیوں سے کم ایک گائے قربانی کریں تو بالاولی جائز اور درست ہے۔ فقط سوال: (۱۶۳) پانچ یا چھ شخصوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی بہ حصہ برابر کی، جائز ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۶)

الجواب: اقول وبالله التوفیق! درمختار میں ہے: وتجزی عما دون سبعة بالاولی (۲) پس معلوم ہوا کہ اگر ایک گائے میں سات آدمیوں سے کم یعنی چار یا پانچ یا چھ شریک ہوں، اور سب برابر گوشت تقسیم کریں تو یہ جائز ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں اور خلاف اولی نہیں، بلکہ لفظ درمختار بالاولی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادتی ثواب ہے اور یہی قیاس ہے کیونکہ اجر بقدر عمل ہے۔ فقط

ایک گائے میں سات سے زیادہ حصہ دار نہیں ہو سکتے

سوال: (۱۶۴) ایک گائے کی قربانی میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں، اگر سات آدمیوں سے کم شریک ہو کر قربانی کریں تو شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۷۹۳) الجواب: ایک گائے میں سات حصہ سے زیادہ نہیں ہو سکتے، مگر کم درست ہیں، تین چار آدمی پوری گائے کر سکتے ہیں (۳)

ایک قربانی میں سات حصہ دار ہوں تو قیمت

کی تقسیم میں برابری ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۵) سات آدمی ایک گائے میں قربانی کی غرض سے شریک ہوئے اس گائے کی قیمت دس روپیہ ہے اگر اس کے حصوں پر مساوات فی التقسیم کا لحاظ کیا جائے تو کسر میں دشواری درپیش ہے اس کی تقسیم کیوں کر کی جائے؟ (۱۳۳۳-۳۳/۲۱۱۵)

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۸۳/۹ کتاب الأضحية.

(۲) حوالہ سابقہ۔

(۳) ولولأحدهم أقل من سبع لم یجز عن أحد، وتجزی عما دون سبعة بالاولی (الدر المختار مع الشامی ۳۸۲-۳۸۳ کتاب الأضحية)

الجواب: اگر کوئی شریک بجائے پائی کے پیسہ دے کر جو پیسے زیادہ ہوں وہ مالک گائے کو یعنی بائع کو دیدے تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور اگر کوئی شریک دوسرے کی طرف سے کوئی پیسہ زیادہ دیدے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

سوال: (۱۶۶) سات آدمیوں نے بارہ روپیہ میں گائے خریدی اور قربانی کی، ہر ایک کے حصے میں ایک روپیہ سوا گیارہ آنہ اور ایک دھیلا (آدھا پیسہ) پڑ کر ڈیڑھ پیسہ باقی رہا، جس کا حساب ٹھیک نہیں ہوتا، اگر ایک حصہ داردے کر باقی کو معاف کر دے تو قربانی سب کی صحیح اور جائز ہوگی یا نہیں؟
(۱۳۳۱/۷۳۸)

الجواب: اس صورت میں سب کی قربانی درست ہے۔ فقط

ایک گائے میں پانچ شریک ہوں تو حصے کس طرح تقسیم کریں؟

سوال: (۱۶۷) ایک صاحب کہتے ہیں کہ اگر ایک گائے میں پانچ شریک ہوں تو دو آدمی دو دو حصے لے لیں، اور تین آدمی ایک ایک حصہ لیں اور اسی کے موافق قیمت دے دیں۔ (۱۳۳۴-۳۳/۹۱)
الجواب: پانچ یا چار یا کم و بیش اگر ایک گائے کریں تو سب برابر تقسیم کر کے برابر قیمت دیدیں یہ درست ہے، اور اگر کسی شریک کو دو حصے لینے ہوں وہ دو حصہ لے لے اور قیمت زیادہ دے۔ الغرض جب شریک پانچ ہیں تو سات حصے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی تصریح درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے (۱)

جس شخص سے جانور خریدا ہے اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے

سوال: (۱۶۸) ایک شخص کی مملوکہ گائے تھی چھ آدمیوں نے کہا کہ بھائی تم سولہ روپیہ لے لو، ہم قربانی کریں گے، تم بھی شریک ہو جانا، چنانچہ اس کو سولہ روپیہ دے کر اور اس کو شریک کر کے قربانی کر لی یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۹۶۲)

(۱) وتجزی عما دون سبعة بالأولی (الدرع الرد ۳۸۳/۹ کتاب الأضحیة) وتجاوز عن خمسة أو ستة أو ثلاثة، ذكره محمد رحمه الله في الأصل، لأنه لما جاز عن سبعة فعمن دونهم أولى (الهداية ۴/۲۲۴ کتاب الأضحیة)

الجواب: اس صورت میں قربانی سب کی درست ہے۔

شریک غائب کی طرف سے قربانی کرنے کے بعد اس کا

حصہ ایک اور شخص کو شریک کر کے دے دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۹) ایک گائے میں سات آدمی شریک ہوئے قربانی کی نیت سے، جب ذبح کا موقع آیا ایک شریک موجود نہ تھا، باقی شرکاء نے دیر تک انتظار کرنے کے بعد اس کی عدم موجودگی میں ذبح کیا، جب گوشت کے سات حصے کیے چونکہ وہ موجود نہ تھا، باقی شرکاء نے بہت انتظار کے بعد ایک اور شخص کو شریک کر کے وہ حصہ اس کو دے دیا، اب مولوی صاحبان نے یہ فتویٰ لگایا کہ جو شریک بعد ذبح کے شریک ہوا اس کی وجہ سے باقی شرکاء کی قربانی بھی ناجائز ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں سے ایک شریک کہتا ہے میں شریک سابع جدید کو قیمت واپس کر دوں اور میری دو قربانیاں ہو جائیں۔

(۱۳۴۷-۲۶/۷۷ھ)

الجواب: جب کہ بوقت ذبح اس گائے کو اسی شریک غائب کی قربانی کی نیت سے اور حاضرین نے اپنی اپنی قربانی کی نیت سے ذبح کیا تو قربانی سب کی صحیح ہوگئی۔ درمختار میں ہے: کمالو ضحیٰ اضحیۃ غیرہ بغير امره إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ قربانی اس صورت میں جملہ حاضرین کی صحیح ہوگئی، اب اگر وہ غائب شخص بالکل نہ آیا اور نہ اس نے قیمت اپنے حصے کی ادا کی تو اس قیمت کو خواہ سب شرکاء یا کوئی ایک اگر ادا کر دے تو درست ہے، الغرض قربانی کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہا، البتہ بعد ذبح کے جو کسی دوسرے شخص کو شریک کر لیا اور حصہ غائب کا اس کو دیدیا یہ صحیح نہیں ہوا، اور اس کی قربانی نہیں ہوئی جس نے بعد ذبح ہو جانے کے شرکت کی، لیکن اس گائے کی قربانی صحیح ہوگئی، اور شرکاء حاضرین کی قربانی بھی ہوگئی اور اگر وہ غائب شخص مل جائے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ تیری بھی قربانی اس گائے میں صحیح ہوگئی تو اپنے حصے کی قیمت دیدے۔ و فی أوائل القاعدة الأولى من الأشباه : لو شراها بنية الأضحیۃ فذبحها غیرہ بلا إذنه ، فإن أخذها مذبوحه ولم يضمه أجزأته ، وإن ضمته

لا تجزئہ ، وهذا إذا ذبحها عن نفسه ، أما إذا ذبحها عن مالکها فلا ضمان علیه (۱) فقط

قربانی ہو جانے کے بعد کسی شریک کا اپنے حصے کو فروخت کرنا درست نہیں

سوال: (۱۷۰) ایک گائے میں سات حصہ متعین کر کے ذبح کر لی، گوشت تقسیم کے وقت ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ایک حصہ مجھ کو دے دو، ایک شخص نے اپنے حصے کے دام اس سے لیے اور اپنا حصہ اس کو دے دیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲-۳۳/۲۰۸ھ)

الجواب: قربانی کے ذبح ہو جانے کے بعد پھر حصہ کا تغیر و تبدل درست نہیں ہے، دام واپس کر دینے چاہیے۔ فقط

ایک حصہ میں چند آدمی شریک ہیں تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی

سوال: (۱۷۱) مثلاً دو یا تین شخص اگر صرف ایک حصہ قربانی کے جانور سے لیویں تو ان کے ذمے سے قربانی واجبہ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۵۵۵ھ)

الجواب: ایک حصہ گائے کا ایک ہی کی طرف سے درست ہے زیادہ کی طرف سے درست نہیں ہے، پس اگر ایک حصہ میں کئی شریک ہوئے تو ان میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی (۲)

ایک گائے میں شریک چھ آدمیوں کا مل کر

ساتواں حصہ حضور ﷺ کی طرف سے کرنا

سوال: (۱۷۲) چھ آدمیوں نے قربانی کی گائے خریدی، ہر ایک کی طرف سے ایک حصہ، اور ایک حصہ سب کی طرف سے آنحضرت ﷺ کا، اس صورت میں قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ساتویں حصے کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اس کی قربانی آنحضرت ﷺ کی طرف سے صحیح ہوئی یا نہ؟ (۱۳۳۶-۳۵/۲۷۸ھ)

(۱) الدر مع الشامی ۴۰۰/۹ کتاب الأضحية.

(۲) ولولأحدهم أقل من سبع لم یجز عن أحد (الدر المختار مع الشامی ۳۸۳/۹ کتاب الأضحية)

الجواب: درمختار میں ہے: وتجزی عمادون سبعة بالأولی الخ (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر چھ شریک ایک گائے میں ہوں تو قربانی ان کی درست ہے، ان چھ اشخاص کی قربانی ہو جائے گی (۲) اور وہ جو ہر ایک کے حصے میں کچھ زائد آیا وہ کسی کی طرف سے مستقل قربانی نہیں ہو سکتی ہے۔

سوال: (۱۷۳) قربانی میں ساتواں حصہ حضرت ﷺ کا پانچ یا چھ شریک ہو کر کر دیں، جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۱۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایک حصہ کئی کی طرف سے نہیں ہو سکتا، آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو کوئی کرے پورا حصہ کرے۔

چندہ کر کے میت کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۱۷۴) چندہ ڈال کر میت کی طرف سے حصہ قربانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۵۶/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: وارثوں میں سے ایک حصہ ایک ہی شخص کے روپیہ سے ہونا چاہیے، کیوں کہ قربانی اسی کی طرف سے ہوئی، ثواب میت کو پہنچتا ہے، اس میں چندہ کی صورت صحیح نہیں ہے۔

ایک گائے میں ایک حصہ حضور ﷺ کا، ایک حصہ قربانی کرنے

والے کا اور پانچ حصے مرحوم رشتہ داروں کے ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۵) اگر ایک گائے میں اس طرح قربانی کرے کہ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور

(۱) الدر مع الرد ۳۸۳/۹ کتاب الأضحية.

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب چھ شریکوں نے یا چھ شریکوں میں سے بعض نے ساتویں حصہ کی قربانی آنحضرت ﷺ کی طرف سے کی ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں ہوگا، زائد ہی رہے گا۔ لیکن ساتواں حصہ چھ شریکوں کے علاوہ چند اشخاص نے خریدا اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس کی قربانی کی تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں بعض کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگا جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ شرکاء میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں ہونا چاہیے، ہدایہ میں ہے:

وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع لا يجوز عن الكل لانعدام وصف القرابة في البعض (۴/۴۲۹، کتاب الأضحية)

پانچ حصے اپنے دیگر مردہ رشتہ داروں کے اور ایک اپنا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۳۴) **الجواب:** اس طرح قربانی کرنا درست ہے۔ فقط

ایک گائے کی قربانی اپنے اور مرحوم والدین کی طرف سے کرنا درست ہے

سوال: (۱۷۶) ایک گائے کی قربانی بجائے سات کے تین کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی میرے ماں باپ جو کہ فوت ہو گئے ہیں اور میں خود، میرا ارادہ ایک گائے قربانی کرنے کا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۲۵۰۷) **الجواب:** ایک گائے تین کی طرف سے بھی قربانی ہو سکتی ہے، پس جو صورت آپ نے لکھی ہے کہ آپ ایک گائے اپنی طرف سے اور اپنے ماں باپ کی طرف سے قربانی کریں یہ جائز ہے اور ثواب کا کام ہے۔ فقط

سب گھر والوں کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کرنا کافی نہیں

سوال: (۱۷۷) کسی حدیث میں یہ روایت آئی ہے یا نہیں کہ ایک بکرا ایک جماعت کی جانب سے قربانی ہو سکتا ہے، اگر آئی ہے تو کس حدیث میں؟ (۱۳۳۰-۲۹/۳۴۲) **الجواب:** احادیث سے یہی ثابت ہے کہ ایک بکرا ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی ہو سکتا ہے اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے (۱) اگر کسی روایت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہو کہ تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی ایک کی طرف سے، کھانے والے سب ہیں۔

سوال: (۱۷۸) غیر مقلد کہتے ہیں کہ فی آدمی ایک بکرا قربانی کرنا ضروری نہیں، بلکہ سب گھر کے لوگوں کی طرف سے ایک بکرا کر دینا کافی ہے، کیوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا ہی تھا۔ (۱۳۳۰-۲۹/۲۰۱۶) **ایسا ہی تھا۔**

(۱) و یذبح عن کل واحدٍ منهم شاةً أو یذبح بقرةً أو بدنةً عن سبعةٍ والقیاس أن لا تجوز إلا عن واحدٍ، لأن الإراقة واحدة وهي القربة إلا أنا تركناه بالأثر وهو ما روي عن جابر رضي الله عنه أنه قال: نحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم البقرة عن سبعةٍ والبدنة عن سبعةٍ ولانص في الشاة فبقي على أصل القياس (الهداية ۴/۲۴۴ کتاب الأضحية)

الجواب: گھر والوں میں جب کہ ایک شخص مالک نصاب ہے جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو صاحب خانہ ہے وہی صاحب نصاب ہوتا ہے، باقی سب اس کے عیال میں ہیں، تو اس صورت میں ایک بکرا قربانی کرنا واجب ہے باقی نفل، اور یہ بھی محمل ہے اس روایت کا جس میں یہ وارد ہے کہ بعض صحابہ اپنے گھر میں ایک بکرا قربانی کرتے تھے، اور جب کہ ایک گھر میں چند آدمی صاحب نصاب ہوں تو ہر ایک پر قربانی کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۷۹) ایک آدمی کی طرف سے ایک بکری قربانی کرنے کا حکم ہے یا ایک بکری سب گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹ھ/۲۹۴۸)

الجواب: ایک بکرا یا بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہو سکتا ہے، اگر گھر میں کئی شخص صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کی طرف سے علیحدہ علیحدہ قربانی کرنا چاہیے۔ فقط

ذبح سے پہلے حصوں کی تعیین ضروری ہے

سوال: (۱۸۰) جملہ شرکاء کے حصص کا تعیین وقت خرید قربانی لازم ہے؟ اگر کچھ حصہ وقت خرید قربانی باقی رہیں تو یہ قرار دینا درست نہیں ہے کہ جب کوئی اور خریدار ملے گا شریک کر لیا جائے گا؟ (۱۳۳۸ھ/۲۱۷)

الجواب: اس میں یہ تفصیل ہے کہ ذبح سے پہلے پہلے تعیین حصص کی ہو سکتی ہے، خریدنے کے وقت تعیین جملہ حصص شرکاء کی ضروری نہیں ہے۔

ایک قربانی کے بعض حصے زندوں اور بعض حصے

مرحومین کی طرف سے کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۱) گائے کے بعض حصے مردہ کی طرف سے بعض حصے زندہ کی طرف سے جائز ہیں

کہ نہیں؟ (۱۳۳۲-۳۳/۲۱۳۲ھ)

الجواب: درست ہے۔

مالدار ذبح سے پہلے اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے

سوال: (۱۸۲) زید نے قربانی میں ایک حصہ لیا تھا، پر ذبح سے پہلے ہی اپنی خوشی سے اپنا حصہ بکر کو دے دیا، اور اپنے حصے کا دام لے کر دوسری جگہ قربانی میں حصہ لے لیا، کیا اس صورت میں دونوں کی قربانی صحیح ہوگئی؟ اور اگر بعد ذبح کے ایسا کیا جائے تب بھی جائز ہے یا نہیں؟ نیز دوسرے شرکاء کی قربانی بھی صحیح ہوئی یا نہیں؟ (۴۲/۹۵۶-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قبل از ذبح ایسا کرنا درست ہے اور دونوں کی قربانی صحیح ہے۔ بعد ذبح ایسا کرنا درست نہیں اور دیگر شرکاء کی قربانی صحیح ہے۔

جو صاحبِ نصاب نہیں اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۳) سات آدمیوں نے ایک جانور بغرض قربانی خریدا، ان میں چھ صاحبِ نصاب ہیں اور ایک غریب جو صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اس کی شرکت سے سب کی قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ (۳۰۷۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: صحت قربانی کی شرط یہ ہے کہ ساتوں شرکاء کی نیت قربت کی ہو، پس سات شریکوں میں اگر ایک صاحبِ نصاب نہیں اور وہ تطوعاً بہ نیت قربت اللہ قربانی کرتا ہے تو سب کی قربانی صحیح ہے، قربت کے وجوب یا تطوع یا جہت قربت کے اختلاف سے قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: ولو أرادوا القربة الأضحیة أو غيرها من القرب أجزأهم سواء كانت القربة واجبة أو تطوعاً أو وجب على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت إلخ (۱) وفي الحديث عن جابر رضي الله عنه قال: نحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية البدنة البقرة عن سبعة رواه مسلم (۲) وهو بإطلاقه تشمل الكل. فقط

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳۰۴/۵ کتاب الأضحیة ، الباب الثامن فیما یتعلق بالشركة فی الضحایا .

(۲) مشکاة المصابیح ص: ۲۳۱ کتاب المناسک ، باب الہدی .

مستورات کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۴)..... (الف) بعض مستورات قربانی میں حصہ لے لیتی ہیں، مگر بعض شخص یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ یہ شرک ٹوٹکا وغیرہ بہت کیا کرتی ہیں، ان کو قربانی میں شریک نہ کرنا چاہیے آیا ان کو شریک کرنا درست ہے یا نہیں؟

(ب) ایک شخص جس پر قربانی واجب ہے وہ اپنا حصہ تو کرتا ہی ہے، مگر اپنے ساتھ اپنی عورت کا بھی حصہ قربانی میں لیتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۶۴۷ھ)

الجواب: (الف) مستورات اہل اسلام کا حصہ قربانی میں لینا درست ہے ایسے توہمات سے قربانی میں کچھ نقصان نہیں آتا۔
(ب) درست ہے۔

قربانی میں فاسق کی شرکت جائز ہے

سوال: (۱۸۵) متقی کو فاسق کے ساتھ قربانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور بہتر کیا ہے؟
(۱۳۳۷/۲۲۱۷ھ)

الجواب: قربانی ہو جائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ صلحاء کے ساتھ شریک ہو۔

سوال: (۱۸۶) پرہیزگار کو بے نمازی اور سود خوار کی شرکت میں قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر سود خوار کی آمدنی حلال بھی ہو؟ (۱۳۴۰/۲۶۶۵ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی ادا ہو جاتی ہے۔

سوال: (۱۸۷) سات آدمی ایک گائے میں بہ نیت قربانی شریک ہوئے، جس میں ایک آدمی سود لینے والا بھی ہے، مگر قربانی میں سود کارو پیہ نہیں دیا اس صورت میں قربانی درست ہوئی یا نہیں؟
(۱۳۴۳/۹۶۲ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی سب کی جائز ہے۔ فقط

سوال: (۱۸۸) سود خوار اور رشوت لینے والوں کی اور ان کے شریک ہو کر دوسرے لوگوں کی

قربانی ہو جائے گی یا نہیں؟ (۲۱۰۰/۴۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی ان لوگوں کی ادا ہو جائے گی اور جو لوگ ان کے شریک قربانی میں ہوں گے ان کی قربانی بھی ادا ہو جائے گی۔

قربانی میں شیعہ کو شریک کرنا

سوال: (۱۸۹) شیعہ کو شریک قربانی کرنا عید الاضحیٰ میں جب کہ ذابح سنی المذہب ہے کیسا ہے؟ اور اگر ذابح شیعہ ہے اور شریک حصہ قربانی ہے تو یہ کیسا ہے؟ (۹۶۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دونوں صورتوں میں شیعہ کی شرکت سے احتراز بہتر ہے۔

قربانی میں قادیانی کو شریک کرنا

سوال: (۱۹۰) چھ آدمی ایک قربانی میں شریک تھے ساتواں آدمی فرقہ مرزائیہ سے شریک ہوا یہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۴۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوئی کیونکہ قادیانی کے کفر پر فتویٰ ہو چکا ہے۔

قربانی کے شرکاء میں سے کسی شریک کا الگ ہونا درست ہے

سوال: (۱۹۱) ایک گائے میں چند شریک ہیں اگر ان میں کوئی شریک علیحدہ ہونا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۳/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غریب پر صدقہ کیا ہوا جانور خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۱۹۲) زید نے اپنی ذات کے عوض ایک جانور بر سبیل تصدق عمر کو علی وجہ الکمال مالک بنا دیا؛ آیا زید اس جانور کو عمر سے وجوبی قیمت دے کر خرید کر اپنی طرف سے قربانی یا صدقہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح شخص ثالث عمر سے وجوبی قیمت سے خرید کر قربانی وغیرہ میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بقاعدہ فقہ اس جانور صدقہ کردہ شدہ کو خرید کر قربانی کر سکتا ہے کیونکہ جب متصدق علیہ مالک اس کا ہو گیا، وہ اس کو ہر ایک کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے اور بحکم ﴿إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ (سورہ نساء، آیت: ۲۹) مشتری اس کا مالک ہو جائے گا اور مشتری عام ہے اس سے کہ متصدق اول ہو یا اس کے غیر و هذا لا خفاء فيه۔ اور لیکن حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کہ آپ نے ان کو صدقہ کردہ شدہ چیز کو خریدنے سے بھی منع فرمایا (۱) محمول ہے اولویت اور تنزیہیہ پر والتحقیق فی کتب الحدیث والفقہ (۲) اور شخص ثالث سے خرید کر قربانی کرنے کا جواز بدرجہ اولیٰ و اتم تقریر بالا سے واضح ہے۔ فقط

فاسد طریقہ پر بکرا خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۱۹۳) ایک شخص نے قربانی کے لیے بکرا قصاب سے خریدا اس شرط پر کہ اگر تم کو بکرے کی قیمت مبلغ چار روپیہ دی جاوے گی تو بکرا ہمارا، قصاب نے کہا کہ بکرے کی قیمت تم سے ہم تین روپیہ لیں گے، مگر چمڑا مجھ کو واپس دے دینا، اس طرح بکرا خرید کر قربانی کرنا شرعاً جائز ہے اور قربانی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۵۸۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس طرح بیع فاسد ہو جاتی ہے، باقی اگر قربانی کر لی گئی، تو ادا ہو گئی آئندہ ایسا نہ کیا

جاوے۔ فقط

(۱) عن زید بن أسلم عن أبيه قال سمعت عمر رضي الله عنهم يقول: حملت على فرس في سبيل الله فأضاعه الذي كان عنده، فأردت أن اشتريه وظننت أنه يبيعه برخص، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: لا تشتريه ولا تعد في صدقتك وإن أعطاكه بدرهم، فإن العائد في صدقته كالعائد في قبضه (صحيح البخاري ۲۰۲/۱، كتاب الزكاة، باب هل يشتري صدقته ولا بأس أن يشتري صدقة غيره إلخ)

(۲) والأكثر على أنها كراهة تنزيه لكون القبح فيه لغيره وهو أن المتصدق عليه ربما يسامح المتصدق في الثمن بسبب تقدم إحسانه، فيكون كالعائد في صدقته في ذلك المقدار الذي سومح (مرواة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۲۲۸/۴، كتاب الزكاة، باب من لا يعود في الصدقة)

بٹائی پر پلے ہوئے جانور کی قربانی کرنا

سوال: (۱۹۴) حصے پر جو جانور موافق دستور پرورش کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر مالک جانور اور پرورش کرنے والا دونوں کافر ہوں تو بھی جائز ہے یا نہیں؟
(۵۱۳۳۷/۲۶۳۸)

الجواب: اس صورت کو شامی نے شرکت فاسدہ میں لکھا ہے۔ وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين، فما حدث فهو لصاحب البقرة، وللآخر مثل علفه وأجر مثله (۱) پس مسلمان اگر ایسا معاملہ کرے خواہ مسلمان سے یا کافر سے تو یہ معاملہ فاسد ہے اور وہ جانور یا اس کی اولاد سب مالک جانور کا ہے اور پرورش کنندہ کو اجر مثل ہے، اور اگر دونوں معاملہ کنندہ کافر ہیں تو وہ مکلف ان فروع کے نہیں ہیں ان میں جس کے پاس وہ جانور برضائے ثانی موجود و مملوک ہو اس سے کوئی مسلمان خرید کر اگر قربانی کرے صحیح ہے، اور خریدنے والے کو تو مسلمان سے بھی خرید کر قربانی کرنا درست ہے کیونکہ اگرچہ معاملہ مسلمان کا فاسد ہوا لیکن بعد قبضہ کے وہ مالک ہو گیا اس سے خریدنے والا قربانی کر سکتا ہے۔ فقط

موروٹی زمین کی پیداوار سے قربانی کرنا

سوال: (۱۹۵) موروٹی زمین (۲) کی پیداوار سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۵۱۳۳۵/۳۱۸)
الجواب: قربانی ہو جاتی ہے۔

مال حرام کی قربانی مقبول ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۶) ایک شخص سود کے کاغذات لکھتا ہے اگر وہ زکاۃ دے یا قربانی کرے اور حج یا دیگر

(۱) رد المحتار ۳۹۴/۶ کتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب يرجح القياس.
(۲) موروٹی زمین وہ ہے جس کو کاشتکار زبردستی اور جبراً اپنے قبضہ میں رکھے، پس اس طریقہ سے زمین پر قبضہ رکھنا حرام ہے، موروٹی زمین کے احکام کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب الغصب سوال (۱۳-۲۶)

صدقات کرے تو مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۲۸ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ (۱)** یعنی اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتا، مگر پاک اور حلال مال کے صدقہ کو، پس حکم اس شخص کی قربانی وغیرہ کا اس حدیث سے ظاہر ہے، مسلمان کو چاہیے کہ قربانی اور حج وغیرہ مال حلال سے کرے۔ فقط

کسی کا بکرا جبراً لے کر قربانی کرنا درست نہیں

سوال: (۱۹۷) ایک شخص ہماری مملوکہ زمین میں بکریاں چراتا ہے، اور اس نے سالانہ ایک بکرا دینے کا معاہدہ کیا ہے، مگر اس نے بد عہدی کر کے بکرا نہیں دیا اور مالک زمین نے جبراً بکرا لے لیا، اس طرح سے بکرا لینا اور اس کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۶۵ھ)

الجواب: اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور جبراً بکرا لینا درست نہیں ہے اور اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ فقط

کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۱۹۸) ایک جانور کانجی ہاؤس میں دس پندرہ روز رہا، مالک نہ ملنے کی وجہ سے سرکار نے اس کو نیلام کیا، قاعدہ سرکاری یہ ہے کہ اگر چھ ماہ تک مالک نکل آئے تو خرچ وضع کر کے روپیہ دے دیا جاتا ہے، بعد چھ ماہ کے نہ روپیہ ملتا ہے نہ جانور، اگر بعد چھ ماہ کے مالک آئے تو مشتری سے تاوان لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے جانور کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قربانی کرنا اس جانور کی درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا (۱۳۳۴-۳۳/۱۷۷۳ھ)

الجواب: خریدنا اس کا درست ہے اور خریدنے والا اس کا مالک ہو گیا جو تصرف اس میں چاہے کرے، اور قربانی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب کہ حاکم کو بیع کرنے کی اجازت ہے تو معلوم ہوا کہ خریدنا

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولا يقبل الله إلا الطيب فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربها لصاحبها كما يربي أحدكم فلؤه حتى تكون مثل الجبل (الجامع للبخاری ۱/۱۸۹ کتاب الزکوۃ - باب الصدقة من كسب طيب)

اس کا درست ہے۔ وإن لم یکن نفع باعها القاضی و حفظ ثمنها إلخ (۱) اس روایت سے جواز شرائے مشتری معلوم ہوا کما هو ظاہر اور مالک کا مطالبہ جو کچھ ہے وہ حاکم سے ہے۔ فقط

سوال: (۱۹۹) جو نیلام کا نجی ہاؤس میں گورنمنٹ کی طرف سے ہوتا ہے جس کی کیفیت مشہور ہے ایسے جانور کو خرید کر کے مسلمان قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی نیلام سے خرید کر کے۔ (۱۳۳۷ھ/۲۳۰۲)

الجواب: خریدنے والا نیلام مذکور کا مالک اس جانور کا ہو جاتا ہے، لہذا قربانی بھی کر سکتا ہے، باقی یہ امر حکام کے متعلق ہے کہ وہ اس کی قیمت بعد وضع خرچہ کے مالک کو پہنچا دیوں، اگر مالک مل جائے، اور اگر مالک نہ ملے تو پھر وہ قیمت فقراء کو دینی چاہیے۔ فقط

سوال: (۲۰۰) ضلع سورت میں گاؤ وغیرہ جانور کبھی کبھی مالک کی حفاظت سے باہر نکل جاتے ہیں اور دن میں دوسرے لوگوں کا نقصان کرتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے لوگ اس کو سرکاری ڈوے میں لے جا کر بند کر دیتے ہیں، اگر آٹھ روز تک مالک جانور کا حاضر نہ ہوا تو سرکار ان جانوروں کو نیلام کر دیتی ہے، بعد میں اگر میعاد معینہ کے اندر مالک ثبوت پیش کرے تو نیلام میں جو قیمت آئی تھی وہ مالک کو دی جاتی ہے اور میعاد معینہ گزرنے پر مالک آیا تو اس کو کچھ نہیں ملتا، ایسے جانور کو نیلام میں سے خریدنا اور اس کو ذبح کر کے گوشت اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اور ایسے جانور کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰۰)

الجواب: جب کہ سرکار متسلط ہو کر اس کو فروخت کر دیتی ہے تو خریدنے والے کے حق میں وہ درست و حلال ہے، اور قربانی بھی جائز ہے کما هو حکم تسلط الکفار (۲) اور بعض صورتیں اس میں لقطہ کی بھی ہوتی ہیں، اس صورت میں نیلام جو حکام کی طرف سے واقع ہو درست ہے اور خریدنے والے کے حق میں حلال ہے اور قربانی بھی جائز ہے۔ فقط

(۱) الدر المختار مع الشامی ۳۴۱/۶ کتاب اللقطة ، قبل مطلب فیمن علیہ دیون إلخ.

(۲) وإن غلبوا علی أموالنا ولو عبدا مؤمنا وأحرزوها بدراهم ملکوها. وفي الشامی: قوله: (ملکوها)..... فیحل الأکل والوطئ لمن اشتراه منهم کما فی الفتح لقوله تعالى: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ﴾ (سورة الحشر: الآية: ۸) سماهم فقراء ، فدل علی أن الکفار ملکوا أموالهم التي هاجروا عنها (الدر المختار و رد المحتار ۱۹۸/۶ کتاب الجهاد ، باب استیلاء الکفار ، مطلب: یلحق بدار الحرب المفازة والبحر الملح)

سجادہ نشین سے جانور خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۲۰۱) ہمارے ملک میں ایک بزرگ گذرے ہیں اور ان کی اولاد موجود ہے، ہر سال ان کا قاعدہ ہے کہ ایک دن ایصالِ ثواب کے طور پر خیرات کرتے ہیں اور بہت فقراء اور مساکین جمع ہو جاتے ہیں، بدعات وغیرہ بالکل نہیں ہوتی، بہت قسم کے اموال جمع ہو جاتے ہیں آٹا، دانہ، نمک، مریج، بیل، گائے، بھیڑ، بکرے وغیرہ جانور جمع ہوتے ہیں، دینے والوں کا یہ خیال رہتا ہے کہ خرچ ہو کر جو باقی رہے گا وہ سجادہ نشین صاحب لے لیں گے، چنانچہ سجادہ نشین کچھ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، جو بچ جاتے ہیں ان کو فروخت کر لیتے ہیں؛ آیا سجادہ نشین کو مال بچا ہوا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو ان سے خریدے گا وہ مالک ہوگا یا نہیں؟ اور قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۷۰۱ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ جانور اور مال باقی ماندہ سجادہ صاحب کی ملک ہے، ان کو فروخت کرنا درست ہے، اور خریدنے والے کو خریدنا جائز ہے، اور اگر وہ قربانی کرے تو درست ہے۔ فقط

شراب فروش سے بکرا خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۲۰۲) مے فروش سے بکرا خرید کر قربانی کرنا اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۷۰ھ)

الجواب: اس کی قربانی جائز ہے اور قربانی ادا ہو جاتی ہے اور کھانا اس کا درست ہے۔ فقط

ادھار خریدے ہوئے بکرے کو چھوڑ کر گائے میں ایک حصہ لینا

سوال: (۲۰۳) ایک شخص کی بیوی کے پاس ایک بکرا ہے، وہ محض پالنے کی غرض سے لیا تھا قربانی کے لیے نہیں لیا تھا، تھوڑے روز کے بعد خاوند نے اس سے کہا کہ یہ بکرا ہم کو قربانی کے واسطے دیدو، جب قیمت ہمارے پاس ہوگی جب دیدیں گے، اس نے کہا: اچھا کوئی حرج نہیں، اور اب ایام قربانی قریب آگئے اور خاوند کے پاس روپیہ نہیں ہے، آیا اس صورت میں وہ بکرے کی قربانی کرے یا گائے میں ایک حصہ لے کر شریک ہو جائے؟ (۱۳۳۷/۲۵۷۶ھ)

الجواب: اس صورت میں اختیار ہے خواہ وہ بکرا اپنی زوجہ سے لے کر قربانی کرے یا دوسری گائے میں قربانی کرنے والوں کے ساتھ ایک حصہ لے کر قربانی کی جائے، مگر بہتر اس بکرے کی قربانی ہے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس کی قیمت زیادہ ہو اس کی قربانی افضل ہے۔ فقط

بعض شرکاء کا گھر والوں کی دل جوئی کے لیے قربانی کرنا

سوال: (۲۰۴) قربانی میں جب سات حصے دار ہوتے ہیں تو ان میں بعض کی نیت محض اللہ واسطے ہوتی ہے ورنہ اکثر تہوار منانے یا اپنے اہل و عیال کی دل جوئی کرنے کے واسطے کرتے ہیں، اس صورت میں سب کی قربانی اور سب کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ-۲۳/۹/۱۰)

الجواب: اس صورت میں قربانی سب کی ہو جاوے گی اور ثواب سب کو ملے گا۔

مصلحت کی وجہ سے گائے کی قربانی نہ کرنا

سوال: (۲۰۵) امسال خلافت کی مصلحت کی وجہ سے گائے کی قربانی بند رکھی جاوے گی یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰۸۳)

الجواب: مصلحت مذکورہ کی وجہ سے گائے کی قربانی بند نہ کی جاوے گی کیونکہ یہ شرعی مسئلہ ہے، اس میں تغیر و تبدل کون کر سکتا ہے؟ فقط

سوال: (۲۰۶) اہل ہندو مسئلہ خلافت میں مسلمانان کی تائید کر رہے ہیں، ان کے تالیف قلوب اور اتحاد قائم کرنے کے لیے گائے کی قربانی یا عام طور سے ذبح کو بند کیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰۸۷)

الجواب: ہندو کے ساتھ موافقت اور رعایت اسی حد تک کرنا درست ہے کہ مذہبی آزادی میں فرق نہ آوے، اور گائے کی قربانی کو ترک کرنے میں بوجہ رعایت کفار کے مذہب کی آزادی میں مداخلت ہے، اور یہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ جو فعل شرعاً جائز اور مستحب ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاوے جس سے وہ ممنوع الاستعمال ہو جاوے، الغرض ہمیشہ کے معمول کے موافق ہر قسم کی قربانی کریں، گائے کی بھی اور بکرے مینڈھے وغیرہ کی بھی اور کسی کی مخالفت مد نظر نہ ہو۔ فقط

سوال: (۲۰۷)..... (الف) ہنود کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) گائے کی قربانی بند کرنے کی غرض سے جو جلسے کیے جاتے ہیں ان میں شرکت جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) جو مسلمان دوسرے مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے جبراً روکیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟
(۱۳۳۸ھ/۲۱۷۴)

الجواب: (الف) جائز نہیں ہے۔

(ب) جائز نہیں ہے۔

(ج) وہ لوگ گنہگار ہیں۔ فقط

ہنود نے قربانی کا گوشت دفن کر دیا تو قربانی ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۲۰۸) ایک شخص نے ہنود سے جا کر مخبری کی کہ فلاں شخص نے قربانی کی ہے، اس پر ہنود نے قربانی کرنے والے کو بہت ذلیل کیا، اور گوشت قربانی کا جنگل میں دبو دیا، تو قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟
(۱۳۳۸ھ/۲۳۳۵)

الجواب: ظاہر ہے کہ وہ مخبر شخص نہایت گنہگار اور فاسق ہوا، اور جو کچھ ذلت اور نقصان قربانی کرنے والے کا ہوا اس کا مؤاخذہ اس مخبر کی گردن پر ہے، اور قربانی کرنے والے کی قربانی ادا ہوگئی اور اس کو ثواب مل گیا۔ فقط

ذبح کرنے کے لیے نہیں لیتا: کہہ کر جو

گائے خریدی ہے اس کی قربانی کرنا

سوال: (۲۰۹) ایک شخص نے قربانی کے لیے ہندو سے گائے خریدی اور بائع کے اطمینان کے لیے یہ کہا کہ میں قصاب نہیں ہوں ذبح کرنے کو نہیں لیتا، لیکن نیت دراصل قربانی کی تھی؛ آیا مشتری اس کا مالک ہو گیا اور قربانی اس کی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰۶۷)

الجواب: قربانی اس گائے کی درست ہے مشتری مالک اس گائے کا ہو گیا۔ فقط

قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کو بدلنا

سوال: (۲۱۰) ایک مادہ گائے قربانی کی نیت سے خریدی تاکہ موٹی کر کے اس کی قربانی کی جائے گی اور بچہ رکھ لیا جائے گا، بعد خرید کے وہ دودھ زیادہ دینے لگی، اب محض دودھ کا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یہ دل چاہتا ہے کہ یہ رکھ لی جائے اور دوسری اس کی جگہ اسی قیمت پر یا اس سے زیادہ قیمت پر خرید کر قربانی کر لی جائے؛ تو یہ صورت جائز ہے یا پہلی ہی گائے قربانی کرنی پڑے گی؟

(۱۳۳۴-۳۳/۲۰۱۰ھ)

الجواب: یہ صورت درست ہے غنی کے لیے تو جواز اس کا درست ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ غنی پر بوجہ خرید نے کے تعیین اس جانور کی نہیں ہوتی اور فقیر اگر ایام نحر میں قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدے تو وہ متعین ہو جاتا ہے قربانی کے لیے، لیکن اگر ایام نحر میں نہ خریدا بلکہ ایام نحر سے پہلے خریدا تو دونوں کو بدلنا جائز ہے۔ کمافی الشامی: ووقع في التاتر خانية التعبير بقوله شرأها لها أيام النحر و ظاهره أنه لو شرأها لها قبلها لا تجب إلخ (۱) لہذا اس صورت میں دونوں کے لیے جائز ہے۔

واجب اور نفل قربانی کو ایک جانور میں جمع کرنا درست ہے

سوال: (۲۱۱) اونٹ یا گائے جس میں سات حصے ہوتے ہیں اگر صاحب نصاب نے اپنی طرف سے ایک حصہ اور بقیہ حصص اپنے اہل و عیال کی طرف سے کیے تو یہ شرکت درست ہے؟ کیونکہ عیال پر واجب نہ ہونے سے نفلی اور وجوب کا جمع ہونا لازم آتا ہے۔ (۱۳۳۷-۳۶/۲۰۴۹ھ)

الجواب: اس شرکت کی وجہ سے کچھ قباحہ نہ ہوگی، اور قربانی سب کی طرف سے بلا کراہت ادا ہو جائے گی، درمختار میں ہے: وکذا — أي يجوز — لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل إلخ (۲) بناء علیہ واجب اور نفل کو ایک محل میں جمع کرنا موجب عدم جواز نہیں ہے۔ فقط

(۱) الشامی ۳۸۹/۹ کتاب الأضحية .

(۲) الشامی ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية .

کوئی اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرے تو ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: (۲۱۲) صاحب نصاب پر تو قربانی واجب ہے، مگر اس کے اہل و عیال کی جانب سے بھی اس پر قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر صاحب نصاب اپنے عیال کی طرف سے قربانی کرے تو اس کا ثواب کس کو ہوگا؟ (۲۰۴۹/۴۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر اس کے اہل و عیال صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں ہے، اگر وہ اہل و عیال کی طرف سے جو کہ صاحب نصاب نہیں ہیں قربانی کرے گا تو اس کا ثواب اسی کو ملے گا (۱)

ماں کی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے ضرورت مند کی امداد کرنا

سوال: (۲۱۳) عبداللہ غیرت مند شخص ہے اور ہمیشہ قربانی اپنی ماں کے نام سے کیا کرتا تھا، اس سال بحالتِ مجبوری اس کا بھائی عبدالرحمن بوجہ خلافت کے جیل میں چلا گیا ہے، اس کا یہ خیال ہے کہ اس سال قربانی کی جو قیمت ہو، عبداللہ کے اہل و عیال کو دے، اور ثواب اپنی والدہ وغیرہ کی روح کو پہنچائے۔ (۲۶۵۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بہ حالتِ مذکورہ رقم عبدالرحمن کے عیال و اطفال کو دینا جائز ہے، اور ثواب بھی زیادہ ہے۔

قربانی کی ہڈی توڑنا درست ہے

سوال: (۲۱۴) قربانی و عقیقہ کے گوشت کی ہڈی نہ توڑی جاوے نہ پھینکی جاوے بلکہ دفن کرائی جاوے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۲۱۳/۱۳۳۸ھ)

(۱) یعنی قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت نے اونٹ پر سے اپنا بچہ ہودے سے نکال کر نبی ﷺ کو دکھایا، اور پوچھا: ألهذا حج؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم، ولك أجر (مسلم شریف ۱/۴۳۱-۴۳۲ کتاب الحج، باب صحة حج الصبي و أجر من حج به) پس اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور اہل و عیال کو بھی ثواب ملے گا، جیسے میت کی طرف سے قربانی کرتے ہیں تو میت کو بھی ثواب ملتا ہے، اور قربانی کرنے والے کو بھی، اور مذکورہ فتویٰ میں ”اسی“ حصر کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کو بھی اجر ملے گا۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: یہ ضروری نہیں ہے ہڈی کا توڑنا درست ہے (۱)

قربانی کی ہڈیوں وغیرہ کو دفن کرنا ضروری نہیں

سوال: (۲۱۵) کیا قربانی کی ہڈیوں کو دفن کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۷/۲۷۲۵ھ)

الجواب: قربانی کی ہڈیوں کا کوئی خاص حکم نہیں ہے جیسے عام ذبیحہ کی ہڈیوں کا حال اور حکم ہے وہی قربانی کی ہڈیوں کا ہے۔

سوال: (۲۱۶) قربانی کا پیٹا (اوجھڑی) ہڈیاں، سینگ اور فضلات وغیرہ کو آبادی سے باہر دفن کرا دینے میں قربانی کا احترام ہے؟ (۱۳۳۸/۲۱۷ھ)

الجواب: ان اشیاء کو دفن کرنے کا حکم شرعی نہیں ہے۔

احاطہ مسجد میں قربانی کرنا

سوال: (۲۱۷) احاطہ مسجد کا اگر وسیع ہو تو اس میں قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰-۲۹/۳۷۷ھ)

الجواب: احاطہ مسجد اگر وسیع ہے کہ اس میں قربانی ہونے سے اہل مسجد کو کچھ اذیت نہیں ہے تو بہ رضائے اہل مسجد قربانی کرنا اس میں درست ہے، ورنہ مناسب یہ ہے کہ مسجد سے علیحدہ کسی دوسرے مکان میں قربانی کریں۔ فقط

صدقہ کے جانور میں شرائط قربانی کا ہونا ضروری نہیں

سوال: (۲۱۸) صدقہ کے بکرے کا حکم مثل قربانی کے ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۹۰ھ)

الجواب: صدقہ نفلی کے جانور میں شرائط قربانی کا ہونا ضروری نہیں۔

(۱) وہی شاة تصلح للأضحية تذبح للذكر والأنثى ، سواء فرق لحمها نيئاً أو طبخه ، بحموضة أو بدونها . مع كسر عظمها أولاً (رد المحتار على الدر المختار ۹/۴۰۷ آخر كتاب الأضحية)

گوشت اور چرم قربانی کے مصارف و احکام

اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے

سوال: (۲۱۹) قرآن شریف سے قربانی کے گوشت کا خاص قربانی کرنے والے کو کھانا ثابت ہے، یا نہیں؟ اگر قرآن شریف سے کھانا ثابت نہیں ہے تو حدیث سے ضرور اس کا ثبوت ہوگا، مگر اکثر حاجیوں کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ میں قربانی کثرت سے ہوتی ہے اور اس قربانی کا کرنے والا اس کے گوشت کو نہیں کھاتا اس کا کیا سبب ہے؟ یہاں تو عام قربانی کرنے والے اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہیں۔ فقط بینوا تو جروا (۳/۲۱۸-۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت قربانی کرنے والے کو کھانا قرآن شریف اور احادیث اور فقہ سے ثابت ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ (سورہ حج، آیت: ۲۸) ترجمہ: پس کھاؤ تم قربانی کے گوشت میں سے اور کھلاؤ بھوکے فقیر کو، اور حدیث شریف میں ہے: فكلوا وادخروا أو كما قال صلى الله عليه وسلم الحديث (۱) الغرض کھانا قربانی کرنے والے کو اپنی قربانی کے گوشت سے جائز بلکہ مستحب ہے، باقی یہ کہ یہ بیان بعض حاجیوں کا کہ مکہ معظمہ میں حجاج قربانی کا گوشت نہیں کھاتے صحیح نہیں ہے، بہت سے حجاج اپنی قربانی کا گوشت قلیل و کثیر کھاتے ہیں،

(۱) عن عبد الله بن واقد رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل لحوم الضحايا بعد ثلاث فقال: نهيتكم من أجل الدافة التي دفت، فكلوا وادخروا وتصدقوا (الصحيح لمسلم ۵۸/۲ کتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في أول الإسلام وبيان نسخه وإباحته إلى متى شاء)

اور اگر کوئی کسی وجہ سے نہ کھائے تو یہ دلیل عدم جواز کی نہیں ہو سکتی، درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے:

وَيَأْكُلُ مِنْ لَحْمِ الْأَضْحِيَّةِ وَيُؤْكَلُ غَنِيًّا وَيَذْخِرُ الْخ. وَفِي الشَّامِيِّ عَنِ الْبَدَائِعِ : وَيَسْتَحِبُّ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا الْخ (۱) فقط

اپنی قربانی کا سارا گوشت خود کھانا اور مسکینوں کو نہ دینا

سوال: (۲۲۰) اگر کل گوشت خود کھالیں اور تین حصے نہ کیے جائیں تب بھی درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳ھ-۳۳/۲۰۹۸)

الجواب: تہائی گوشت پورا مسکینوں کو دینا ضروری نہیں ہے، اگر بہ ضرورت تمام گوشت خود رکھ لے اور کھائے یا اقرباء کو دیدے یہ بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر کا اپنی قربانی میں سے خود کھانا اور اغنیاء کو کھلانا درست ہے

سوال: (۲۲۱) اوّل یہ کہ ایک فقیر بہ نیت ثواب قربانی کی گائے میں اغنیاء کے ساتھ شریک ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس فقیر نے خود اضحیہ خرید بہ نیت قربانی اور ایام قربانی میں اضحیہ کو قربانی کیا۔ تیسرے یہ کہ اس فقیر کے پاس گھر کا پالا ہوا جانور ہے اور اس نے ارادہ کیا تھا کہ ایام قربانی میں اس کو ذبح کروں گا اور ایام قربانی میں اس کو قربانی کیا، ان ہر سہ حالات مذکورہ میں اس فقیر کو اپنی قربانی میں سے کھانا اور اغنیاء کو کھلانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو یہ فقیر اغنیاء کے ساتھ شریک ہوا اس سے اغنیاء کی قربانی میں کچھ نقصان تو نہ آئے گا؟ اور فقیر پر اضحیہ خریدنے سے اضحیہ واجب ہو جاتا ہے، اور یہ وجوب مثل نذر کے ہوا، اور نذر میں سے خود کھانا اور غنی کو کھلانا درست نہیں ہے یہ دلیل صحیح ہے یا نہ؟

(۱۳۳۳ھ-۳۲/۱۳۲۷)

الجواب: ہر سہ حالات مذکورہ میں کھانا اس فقیر کو اپنی قربانی میں سے اور کھلانا اغنیاء کو درست ہے، اور اس کی شرکت سے اغنیاء کی قربانی میں کچھ کراہت نہیں ہے، باقی یہ دلیل کہ فقیر پر اضحیہ خریدنے سے اضحیہ واجب ہو جاتی ہے اور وہ اضحیہ مثل منذورہ کے ہو جاتی ہے اور نذر میں سے خود کھانا اور اغنیاء کو

کھلانا درست نہیں ہے الخ اس دلیل کو شامی میں بعض علماء سے نقل کیا ہے، لیکن رائج اور ظاہر یہ ہے کہ کھانا اس میں سے فقیر کو اور کھلانا اغنیاء کو درست ہے، کیونکہ درحقیقت یہ نذر نہیں ہے، اور مثل مندورہ کے ہونے سے جمیع احکام میں مثل مندورہ کے ہونا لازم نہیں ہے۔ فی الشامی: ثم ظاهر كلامه أن الواجبة على الفقير بالشراء له الأكل منها إلخ. وفي التتارخانية: سئل القاضي بديع الدين عن الفقير إذا اشترى شاة لها، هل يحل له الأكل؟ قال: نعم إلخ (۱) (شامی، جلد: ۵ کتاب الأضحية)

قربانی کا گوشت پکا کر چاول روٹی کے ساتھ کھلانا درست ہے

سوال: (۲۲۲) قربانی کا گوشت اکثر لوگ کچا بانٹتے ہیں، اگر پکا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جائے تو کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۲۸۴۹ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت اگر پکا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جائے تو اور بھی اچھا ہے اور ثواب زیادہ ہے۔

سوال: (۲۲۳) قربانی کا گوشت اگر پکا کر چاول یا روٹی سے کھلائیں تو کیسا ہے؟ (۱۳۳۸/۷۴۰ھ)

الجواب: یہ بھی درست ہے۔

قربانی کا گوشت سکھا کر رکھنا درست ہے

سوال: (۲۲۴) جب ذبیحہ کا گوشت حلال ہے تو اس گوشت کو سکھا کر رکھ چھوڑنا اور کچھ عرصے کے بعد اس کو پکا کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰-۲۹/۱۹۴۷ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کرنے والوں کے یہاں قربانی کا گوشت بھیجنا

سوال: (۲۲۵) جن لوگوں نے قربانی کی ہو، ان کے گھر بھی گوشت بھیجنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۰/۱۳۲ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

قربانی کا گوشت سید کو دینا جائز ہے

سوال: (۲۲۶) قربانی اور عقیقہ کے گوشت میں سے سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۵/۴۳-۱۳۳۵ھ)
الجواب: جائز ہے۔ فقط

قربانی کا گوشت مسلمانوں کو دینا بہتر ہے

سوال: (۲۲۷) جس جگہ مسلمان بکثرت ہوں وہاں گوشت قربانی بھنگی چمار کفار کو دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۷۸۵/۴۳-۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت کفار مثل بھنگی چمار وغیرہ کو دینا درست ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمانوں کو دیا جائے اور اگر کافر کو بھی دے دیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۲۸) قربانی کا گوشت چو ہڑا (بھنگی) و ہنود کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر دیوے تو قربانی میں کچھ نقصان ہوگا یا نہیں؟ (۲۰۵۸/۴۳-۱۳۳۸ھ)

الجواب: بھنگی وغیرہ کو دینا گوشت قربانی کا درست ہے اور قربانی میں اس سے کچھ نقصان نہیں آتا ہے۔ فقط

قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا جائز ہے

سوال: (۲۲۹) جو عام لوگ قربانی اور عقیقہ کرتے ہیں تو اس قربانی اور عقیقہ کا گوشت اہل ہنود اور چمار چو ہڑوں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۹۴-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قربانی اور عقیقہ کا گوشت اہل ہنود چمار چو ہڑوں کو دینا درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) وللمضحی أن يهب كل ذلك أو يتصدق به أو يهديه لغني أو فقير مسلم أو كافر (إعلاء السنن ۲۶۲/۱۷ کتاب الاضاحی ، باب بیع جلد الاضحیة)

نیز ارشاد خداوندی ہے: ﴿لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (سورة الممتحنة، آیت: ۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان (کافروں) کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے، اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

سوال: (۲۳۰) قربانی کا گوشت ہندو وغیرہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۲۷/۲۷)

الجواب: قربانی کا گوشت ہندو وغیرہ کو بطریق تصدق دے سکتے ہیں (۱)

سوال: (۲۳۱) زید کہتا ہے کہ قربانی کا گوشت کافر بھنگی وغیرہ کو دینا جائز ہے، خالد کہتا ہے کہ قربانی

کا گوشت کفار و دیگر اقوام کو دینا جائز نہیں ہے کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۳۳۳ھ/۳۳/۱۹۹)

الجواب: قربانی کا گوشت کافر بھنگی چمار وغیرہ کو دینا درست ہے زید کا قول اس بارے میں صحیح ہے

اور خالد کا قول صحیح نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۳۲) قربانی کا گوشت خام یا پختہ دیگر اقوام مثل خاکروب و چمار کو جن میں بعض

متمول بھی ہوتے ہیں تقسیم کرتے ہیں اور کھال کو فروخت کر کے اس کی قیمت کے چاول لے کر پلاؤ پکا کر

مساکین کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶ھ/۳۵/۱۱۷)

الجواب: قربانی کا گوشت خام یا پختہ دیگر اقوام خاکروب وغیرہ کو دینا درست ہے، اور کھال اگر

فروخت کی گئی تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے اس کو خود اپنے کام میں نہ لاویں۔ فقط

قربانی کا گوشت وغیرہ دھوبی و حجام کو دینا

سوال: (۲۳۳) قربانی کا سر و گوشت وغیرہ ہندو دھوبی و حجام کو بطور ہدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸ھ/۱۶۶۰)

الجواب: دھوبی و حجام وغیرہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ حق لازم سمجھ کر دینا درست نہیں ہے،

ویسے بہ طریق ہدیہ جیسا کہ دیگر احباب اور قرابت داروں کو گوشت دیا جاتا ہے ان کو بھی گوشت و سر وغیرہ

دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۳۴) قربانی میں سے سری پایہ حجام و دھوبی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰۱۰)

الجواب: ان کا کچھ حق نہیں ہے حق سمجھ کر نہ دے، ویسے دیدیوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

قصاب کو گوشت دینا کیسا ہے؟

سوال: (۲۳۵) گوشت بنانے والے کو قربانی کا گوشت دینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۸ھ/۲۰۸۶)

(۱) کیوں کہ یہ صدقات واجبہ میں سے نہیں ہے، بلکہ نفل صدقہ ہے، اور نفل صدقہ غیر مسلم کو دینا درست ہے۔

الجواب: قصاب گوشت بنانے والے کو اجرت میں گوشت قربانی کا دینا درست نہیں ہے، اجرت مقررہ اس کو علیحدہ دی جاوے، اور ویسے اگر بطور ہدیہ جیسے دیگر احباب و اقرباء کو گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اسی طرح اگر قصاب کو بھی تھوڑا سا گوشت ہدیہ دیدیا جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

قربانی کے ساتوں حصے ایک ہی فیملی کے ہوں

تو سب کے حصے تول کر تقسیم کرنا ضروری نہیں

سوال: (۲۳۶) قربانی کے ایک جانور میں اگر چند آدمی شریک ہوں تو ان کے لیے حکم ہے کہ گوشت وغیرہ کو اندازہ اور اٹکل سے تقسیم نہ کریں بلکہ تول کر پورا پورا تقسیم کریں، اگر کوئی شخص اپنی اور اپنی زوجہ اور اولاد اور چند مزدوروں کی طرف سے قربانی کرے، اور اس کو ہر ایک کی طرف سے ہر طرح کی اجازت اور اختیار ہو تو ایسے شخص کو بھی سب کے حصے تول کر علیحدہ علیحدہ تقسیم کرنا واجب ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۷/۱۵۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۱)

باقی ماندہ گوشت اندازے سے تقسیم کرنا

سوال: (۲۳۷) سات آدمی نے مل کر ایک گائے قربانی کی، گوشت تقسیم کرنے سے پہلے کچھ گوشت علیحدہ رکھ دیا گیا تاکہ جس حصے میں کمی ہو اس میں رکھ دیا جائے، ساتوں حصے تول کر پورے ہو گئے تو اس زائد گوشت کو اندازے سے تقسیم کریں تو جائز ہے یا تول کر تقسیم کریں؟ (۱۳۳۶-۳۵/۲۷ھ)
الجواب: اس باقی ماندہ کو بھی تول کر ہی تقسیم کرنا چاہیے لاحتمال الربا (۲)

(۱) قوله: (و يقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أولا؟ حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته و أولاده الكبار بدنة، ولم يقسموها تجزيهم أولا؟ والظاهر أنها لا تشترط، لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت. (الشامي ۳۸۵/۹ كتاب الأضحية)

(۲) ويقسم اللحم وزنا لا جزافا إلا إذا ضم معه من الأكراع أو الجلد صرفا للجنس لخلاف جنسه. (الدر المختار مع الشامي ۳۸۵/۹ كتاب الأضحية)

پانچ آدمی اونٹ وغیرہ کی قربانی کریں

تو گوشت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال: (۲۳۸) اونٹ، گائے، بھینس کی قربانی میں اگر پانچ اشخاص شریک ہو کر قربانی کریں؛ تو اضحیہ کے گوشت کی تقسیم پانچ حصے پر ہونی چاہیے یا کس طرح؟ (۳۲/۲۱۷۰-۱۳۳۳ھ)
الجواب: پانچ پر تقسیم کرنا چاہیے، پانچوں کی قربانی صحیح ہے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو

قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم

سوال: (۲۳۹) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو قربانی کرے تو وہ سب نذرًا للہ دی جاوے یا تین حصے کیے جاویں؟ (۳۲/۸۱۶-۱۳۳۳ھ)
الجواب: حکم اس کا مثل اپنی قربانی کے ہے، صدقہ کل کا ضروری نہیں ہے، استحبابا تین حصے حسب معمول کرے۔

سوال: (۲۴۰) اگر سرور کائنات ﷺ کی طرف سے قربانی کی جاوے تو اس گوشت کو سب لوگ کھا سکتے ہیں؟ (۳۲/۱۱۵۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کا حکم بھی وہی ہے جو بلا وصیت میت کے قربانی کرنے کا حکم ہے یعنی خود بھی کھاوے اور دوسروں کو کھلاوے مثل اپنی قربانی کے۔ فقط

سوال: (۲۴۱) اگر حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف سے قربانی کرے، کیا اس کا گوشت تصدق کرے یا اور قربانی کی طرح خرچ کرے؟ (۳۳/۲۰۲۷-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو قربانی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کی جائے اس کو مثل اپنی قربانی کے کام میں لائے یعنی خواہ تین حصے حسب تفصیل فقہاء بطریق استحباب کرے یا تمام گوشت خود مع عیال واطفال صرف کرے۔

میت کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم

سوال: (۲۴۲) جو قربانی میت کی طرف سے کی جائے اس کا گوشت ورثاء کو کھانا حلال ہے، یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۰۶ھ)

الجواب: اگر میت کے امر اور وصیت کے موافق اس کی طرف سے قربانی کی ہے تو اس کو صدقہ کرنا چاہیے اور خود نہ کھانا چاہیے، اور اگر میت نے وصیت نہ کی تھی، بلکہ وارث نے خود تبرعاً اس کی طرف سے قربانی کی ہے تو اس کو خود بھی کھا سکتا ہے۔ شامی میں ہے: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل إلخ (۱) وفيه أيضاً: أي لوضعي عن ميت وارثه بأمره لزمه التصديق بها وعدم الأكل منها وإن تبرع بها عنه له الأكل إلخ (۲) فقط

سوال: (۲۴۳) میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو اس کا گوشت کل صدقہ کر دیا جاوے یا کیا؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۵۸ھ)

الجواب: اموات کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے، اگر بدون وصیت اور امر میت کے ہے تو اس کا کھانا قربانی کرنے والے اور سب کو جائز ہے، اس کا حکم مثل اپنی قربانی کے ہے۔ اور اگر میت کے امر اور وصیت سے قربانی کی ہے تو اس کے کل کو صدقہ کر دے، خود نہ کھاوے، شامی میں ہے: من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع في أضحية نفسه من التصديق والأكل، والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزاية (۳) (شامی) سوال: (۲۴۴) اگر کوئی شخص میت کے لیے قربانی کرے اس میں سے خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۵۶۳ھ)

الجواب: اگر بلا وصیت میت کے اپنی طرف سے قربانی واسطے ایصال ثواب میت کے کی جائے تو اس میں سے خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھا سکتا ہے۔ کذا في الدر المختار (۴)

(۱) ردالمحتار ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية .

(۲) الشامی ۴۰۶/۹ کتاب الأضحية قبیل کتاب الحظر والإباحة .

(۳) ردالمحتار ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية .

(۴) حوالہ سابقہ۔

والدین مرحومین کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم

سوال: (۲۳۵) اگر کسی نے والدین مرحوم کی طرف سے قربانی کی تو وہ گوشت کون کون کھا سکتے ہیں؟ گھر کے لوگ بھی کھا سکتے ہیں یا محض غرباء و مساکین؟ (۵۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بلا وصیت والدین کے ان کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو جیسا اپنی قربانی میں کرتا ہے وہی اس میں کرے یعنی خود بھی کھائے اور اہل و عیال کو بھی کھلائے اور صدقہ بھی کرے اور احباب کو بھی دیوے۔ کمافی الشامی جلد خامس من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی أضحیة نفسه من التصدق والأکل إلخ (۱) فقط

سوال: (۲۳۶) ایک آدمی نے اپنے والدین کی طرف سے دو حصے قربانی کیے، وہ سب گوشت محتاجوں کو دینا چاہیے یا اس کے تین حصے کر کے ایک محتاجوں کو اور دوسرا اقرباء کو اور تیسرا خود کھائے؟ (۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر بلا وصیت والدین کے ان کی طرف سے قربانی کی ہے تو اس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ اپنی قربانی کا، یعنی مستحب اس میں یہ ہے کہ ایک تہائی محتاجوں کو دے اور ایک تہائی خود رکھے اور کھائے اور ایک تہائی احباب و اقرباء میں تقسیم کرے۔

قربانی کا گوشت شادی میں استعمال کرنا درست ہے

سوال: (۲۳۷) اگر قربانی کا گوشت شادی میں خرچ کرے تو قربانی میں تو کچھ نقصان نہ آوے گا؟ (۲۰۸۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی قربانی میں کچھ نقصان نہ آوے گا خواہ پوری گائے کرے یا حصہ لے۔

قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا چوری کرنا

سوال: (۲۳۸) قربانی کے گوشت کی اگر شرکاء چوری کریں یا فروخت کریں تو نفس قربانی پر اس

کا کیا اثر ہوگا اور یہ گناہ کیسا ہے؟ (۴۴/۹۸۳-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بعد قربانی ہو جانے کے اگر کسی شریک نے چوری کر لی یا کسی شریک نے اپنے حصے کے گوشت میں سے کچھ فروخت کر دیا تو اس سے قربانی کے اوپر کچھ اثر نہیں پڑا اور قربانی صحیح ہوگئی بشرطیکہ پہلے سے اس کی نیت فروخت کرنے کی نہ ہو اور جس قدر گوشت فروخت کیا فروخت کرنے والے کو اس کی قیمت فقراء پر صدقہ کر دینی چاہیے اور چوری کرنے والے کو توبہ کرنا اور معاف کرانا باقی شرکاء سے لازم ہے۔ فإن بیع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بثمانه (۱)

سوال: (۲۴۹) اگر قربانی کے گوشت میں سے کسی نے کچھ گوشت یا چربی چرائی تو قربانی میں تو کچھ نقصان نہیں آتا؟ (۳۳/۲۰۹۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر کسی نے گوشت چربی چرائی تو اس پر گناہ ہوا، قربانی میں کچھ نقصان نہیں آیا۔
سوال: (۲۵۰) اگر کسی باعث سے لحم اضحیہ فروخت کیا جائے تو اس کا صدقہ کرنا مثل قیمت جلد کے واجب ہے یا نہ؟ (۳۵/۳۵۱-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ كما في الدر المختار: فإن بیع اللحم أو الجلد به الخ تصدق ثمنه إلخ (۲)

صاحب قربانی اپنی قربانی کی کھال خود استعمال کر سکتا ہے

سوال: (۲۵۱) قربانی کرنے والا چرم قربانی کو اگر اپنے خرچ میں لگاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲۹/۳۰۶-۱۳۳۰ھ)

الجواب: چرم قربانی کو قبل از فروخت اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اور استعمالی چیزیں بنا سکتا ہے مگر بعد فروخت کرنے کے قیمت اپنے صرف میں نہیں لاسکتا (۳)

(۱) الدر مع الرد ۳۹۸/۹ کتاب الأضحية .

(۲) الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۳۹۸/۹ کتاب الأضحية .

(۳) ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة و دلو أو يبذله بما ينتفع به باقيا لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه كدراهم ، فإن بیع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بثمانه (الدر المختار مع الرد ۳۹۸/۹ کتاب الأضحية)

چرم قربانی سے ڈول، دسترخوان وغیرہ بنانا درست ہے

سوال: (۲۵۲) چرم قربانی بغیر فروخت کرنے کے اور کن کن کام میں لاسکتے ہیں؟
الجواب: قبل از فروخت کرنے کے ڈول و دسترخوان وغیرہ بنانا درست ہے۔

صدقہ کرنے کی غرض سے قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے

سوال: (۲۵۳)..... (الف) فروخت کردن چرم قربانی جائز است یا مکروہ؟
(ب) فروخت کردن چرم قربانی بایں طور کہ صاحب چرم مشتری را چرم بدہد و مشتری قیمت بدہد
مثلاً سہ روپیہ؛ دریں صورت قیمت مقرر شد یا نہ؟ (۵۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) فروخت کردن چرم قربانی بہ غرض تصدق جائز است بلا کراہت۔ و فی
العالمگیریہ: ولو باعها بالدرہم لیتصدق بها جاز، لأنه قربة كالتصدق كذا فی التبيين (۱)
(ب) دریں صورت قیمت پوست قربانی متحقق شد باید کہ آن سہ روپیہ را صدقہ کند بر فقراء کما
فی الدر المختار: فإن بیع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بضمنہ (۲)

ترجمہ: سوال: (۲۵۳)..... (الف) چرم قربانی کو فروخت کرنا جائز ہے یا مکروہ؟
(ب) قربانی کی کھال اس طور پر فروخت کرنا کہ کھال والا مشتری کو کھال دے گا اور مشتری قیمت
مثلاً تین روپیہ؛ اس صورت میں قیمت مقرر ہوئی یا نہیں؟

الجواب: (الف) چرم قربانی کو صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔
(ب) اس صورت میں چرم قربانی کی قیمت متحقق ہو جائے گی کہ ان تین روپیوں کو فقراء پر صدقہ
کرے۔

سوال: (۲۵۴) قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ۳۰۱/۵ کتاب الأضحیۃ، الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الأضحیۃ
والانتفاع بها.

(۲) الدر مع الرد ۳۹۸/۹ کتاب الأضحیۃ.

الجواب: عالمگیر یہ میں ایک روایت ہے کہ اگر بہ غرض صدقہ کرنے کے فقراء پر چرم قربانی کو فروخت کرے تو درست ہے۔ ولو باعها بالدرهم ليتصدق بها جاز، لأنه قربة كالتصدق كذا في التبيين (۱) فقط

چرم قربانی اور اس کی قیمت کا بہتر مصرف

سوال: (۲۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں عندالشرع الشریف اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماوے:

جو چرم ہائے قربانی ہمیشہ سے ہم لوگ اپنے محلے کی بیواؤں اور مسکینوں اور اپنے عزیز واقارب وغیرہ کو جو مسکین ہیں اور محلے کی مسجد کے پیش امام و مؤذن کو جو خاص اس آمدنی یا عید رمضان یا نکاح خوانی پر ان کی اوقات گزاری منحصر ہے دیتے چلے آئے ہیں، اس کی بابت جو اشتہارات کسی کسی مدرسہ وغیرہ کے آتے ہیں اور اس میں یہ مضمون ہوتا ہے کہ چرم ہائے قربانی سب لوگ یہاں مدرسے کی تعلیم وغیرہ خرچ کے واسطے بھیجیں اس میں زیادہ ثواب کے مستحق ہوں گے، مسجد وغیرہ میں دینا مناسب نہیں ہے، چوں کہ ہم لوگ اخراجات مذکورہ بالا کو بہ نسبت دوسری جگہ بھیجنے کے زیادہ تر مستحق سمجھتے ہیں، یہ بھی سنا ہے کہ زکاۃ کاروپہ تا وقتیکہ اپنے شہر کے حق دار موجود ہیں باہر کے کسی دوسرے شہر والوں کو بھیجنا مناسب نہیں ہے، ورنہ جوابدہ ہوں گے، سو جب زکاۃ کا یہ حکم ہے تو چرم ہائے قربانی بھی اسی کے مثل ہیں، ان کی بابت کیوں ترغیب دلائی جاتی ہے کہ باہر بھیجے جائیں؟ اور جو ہمیشہ کے حق دار اور منتظر اس وقت کے ہیں ان کو کیوں محروم رکھا جاوے؟ تو کیا اس کی بابت ہم جوابدہ نہ ہوں گے؟ کیوں کہ ہم لوگ محض جاہل ہیں اپنی رستگاری کی وجہ سے حضور کی طرف اس معاملے کو رجوع کرتے ہیں کہ عند اللہ موافق حکم شرع شریف ارشاد فرمائیں، تاکہ ہمارا اطمینان ہو جاوے اور ہم اس کے مواخذہ سے بری رہیں۔ (۱۹۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: چرم قربانی کا حکم یہ ہے کہ چاہے خود کام میں لائے یا کسی کو دے دیوے غنی کو دے یا فقیر کو، لیکن قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا اور فقراء کو مالک بنانا واجب ہے۔ مسجد کے مؤذن و امام کو

بمعاوضہ اذان و امامت دینا جائز نہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ امام اور مؤذن اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں، اگر اس کو نہ دیا جاوے تو وہ نہیں رہتے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس کو معاوضہ اور حق سمجھ کر لیتے ہیں، باقی علاوہ امام و مؤذن محلہ اور شہر کے بیوگان و یتامی و مساکین اور اقارب محتاجین کو دینا بہت اچھا ہے اور موجب ثواب ہے، مدارس دینیہ کے دینے میں زیادہ ثواب اس وجہ سے ہے کہ اس میں علم دین کی خدمت اور امداد ہے، اس وجہ سے اس کی ترغیب دی جاتی ہے، اور آج کل سب مصارف سے مقدم مجروحین ترکوں کی امداد ہے، وہاں بھیج دینا چاہیے، چنانچہ ایک فتویٰ اور ایک اشتہار اس بارے میں مطبوع ہوا ہے وہ مرسل ہے۔ فقط

حرم قربانی کے مستحق کون لوگ ہیں؟

سوال: (۲۵۶) عند الشرح قربانی کے چڑے کے لینے کے مستحق کون لوگ ہیں؟

(۱۳۳۰-۲۹/۳۸۷ھ)

الجواب: قربانی کا چمڑا جب تک فروخت نہ کیا جاوے اس وقت تک قربانی کرنے والا خود اپنے استعمال کے لیے بھی رکھ سکتا ہے، اور دوسروں کو بھی بہ غرض استعمال دے سکتا ہے خواہ وہ اغنیاء ہوں یا فقراء، اور بعد فروخت کر دینے کے قیمت اس کی واجب التصدق ہے یعنی وہ حق فقراء کا ہے، فقراء و مساکین کو دینا چاہیے خواہ کسی مدرسہ اسلامیہ دینیہ میں طلبہ مساکین کے مصارف کے لیے دیوے خواہ دیگر مساکین و فقراء کو دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرم قربانی کی قیمت کا مستحق کون ہے؟

سوال: (۲۵۷) حرم قربانی کی قیمت کس کس کا حق ہے؟ بنی ہاشم اس قیمت کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بنی ہاشم بنی ہاشم سے لے دے سکتا ہے یا نہیں؟ غیر مذہب والوں کے سائل وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

بینواتو جروا (۱۳۳۰-۲۹/۲۳۴ھ)

الجواب: قیمت حرم قربانی کہ صدقات واجبہ میں سے ہے، اس کو بھی اسی مصارف میں صرف کی جاوے جو مصارف زکاۃ کے ہیں، بنی ہاشم کو دینا زکاۃ و قیمت حرم قربانی کا درست نہیں ہے، غیر مذہب

کے سائل کو بھی قیمت چرم کا دینا درست نہیں ہے، اور گوشت قربانی کا دینا درست ہے، اور نہ قیمت چرم بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے سکتا ہے، گوشت کا دینا سب کو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے

سوال: (۲۵۸) قیمت چرم قربانی حکم صدقات فریضہ دارد یا نافلہ؟ (۳۲/۶۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حکم صدقات واجبہ دارد، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۲۵۸) چرم قربانی کی قیمت صدقات واجبہ کا حکم رکھتی ہے یا نافلہ کا؟

الجواب: صدقات واجبہ کا حکم رکھتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرض لے کر قربانی کی تو بھی قیمت چرم کا صدقہ کرنا ضروری ہے

سوال: (۲۵۹) اگر مالدار نے قربانی کی اور قیمت چرم اپنے ہی صرف میں لایا تو محتاجوں کی حق

تلفی سے قیامت کا مواخذہ ہوگا اور ثواب میں کمی آئے گی یا نہیں؟ اور جس نے قرض لے کر قربانی کی وہ

قیمت چرم کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۱ھ)

الجواب: اس کو وہ قیمت قربانی اپنے پاس سے محتاجوں کو دینا ضروری ہے ورنہ مواخذہ رہے گا،

اور جو شخص قرض لے کر قربانی کرے اس کو بھی قیمت چرم قربانی صدقہ کرنا ضروری ہے خود کھانا درست نہیں ہے۔

قربانی کا چمڑا فروخت کرنے سے پہلے واجب التصدق نہیں

سوال: (۲۶۰) زید کہتا ہے کہ قربانی کا چمڑا جب تک بیچا نہ جائے گا اس کا خیرات کرنا واجب نہ

ہوگا، ہاں! استہلاک یعنی بیچنے کے بعد، البتہ دوسرے کاموں میں صرف نہیں ہو سکتا خیرات کرنا واجب

ہوگا اور انجمن اسلامی یا مدرسہ میں دینا جائز ہے وہ انجمن یا مدرسہ اس کو اپنے ملازمین و مہتممین میں وغیرہ

وغیرہ امور میں صرف کر سکتا ہے، زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۳۲/۲۶۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: در مختار میں ہے: ویتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال و جراب إلخ

لا بمستهلك إلخ فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمانه إلخ (۱) پس زید کا یہ قول صحیح ہے کہ چرم قربانی قبل فروخت کرنے کے واجب التصدق نہیں، اور بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہے، اور بعینہ کسی انجمن یا مدرسہ کے مہتمم کو دینا درست ہے، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہتمم یا متولی کو وکیل بنانا ہے فروخت کر کے صدقہ کرنے کے لیے، پس جیسے خود بعد فروخت کے تنخواہ ملازمین میں نہیں دے سکتا، اسی طرح مدرسہ کا مہتمم بھی تنخواہ ملازمین و مدرسین وغیرہ میں نہیں دے سکتا، طلبہ پر صدقہ کر سکتا ہے، پس صرف طلبہ میں اس قیمت کو لانا چاہیے، تنخواہ ملازمین میں صرف نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ظاہر ہے کہ متولی و مہتمم انجمن کو ان چمڑوں کا مالک بنانا مقصود نہیں ہے، بلکہ وہ محض امین و وکیل مالک کے ہیں فروخت کرنے اور مصرف میں صرف کرنے کے۔ فقط

صاحب نصاب اور غیر صاحب نصاب

کی قربانی کی کھالوں کا حکم ایک ہے

سوال: (۲۶۱) قوم سید کو قربانی کا چمڑا دینا جائز ہے یا نہیں؟ ہل نصاب وغیر نصاب کی قربانی کے چمڑے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۲۹۱۶ھ)

الجواب: چمڑا اگر قبل از فروخت اس کو دے دیا جائے تو یہ درست ہے، اور غنی اور غیر غنی کے حکم میں کچھ فرق نہیں ہے۔

چرم قربانی مسجد میں لگانا یا مؤذن کو دینا

سوال: (۲۶۲) زید کہتا ہے کہ چرم قربانی مسجد میں لگانی چاہیے، اور عمرو کہتا ہے کہ چرم قربانی مؤذن کو یا کسی یتیم کو دینی چاہیے، یہاں پر ہمیشہ سے چمڑا قربانی کا مؤذن کو دیا جاتا تھا، امسال بعض لوگوں نے اس کو فروخت کیا اور مسجد کے بنانے میں صرف کرنے کا خیال ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ کس کا حق ہے؟ (۲۹/۲۵۰-۱۳۳۰ھ)

الجواب: چرم قربانی مؤذن کو اس کی اجرت اذان و خدمت مسجد میں دینا اور مسجد کی تعمیر و ضروریات میں لگانا درست نہیں ہے، بلکہ جب کھال کو فروخت کیا گیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہو گیا، اور

اس کو انہیں مصارف میں صرف کرنا ضروری ہو گیا جو زکاۃ کے مصارف ہیں، پس مؤذن کو حق خدمت مسجد و اجرت اذان میں دینا درست نہیں ہے، اور مسجد میں بھی اس کا صرف کرنا درست نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: لا يصرف إلى بناء نحو مسجد الخ قال في الشامي: قوله: (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات و كرى الأنهار والحج والجهاد و كل ما لا تملك فيه (۱) پس صورت مسئلہ میں نہ قول زید کا درست ہے نہ عمرو کا البتہ اگر مسجد میں ضرورت ہے تو اس قیمت چرم کو کسی غریب کو جو سید نہ ہو دے کر اور مالک بنا کر پھر ضروریات مساجد میں صرف کر سکتے ہیں، بدون اس طریق کے درست نہیں۔ کتبہ: الاحقر رشید احمد عفی عنہ (۲)

الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمن، مفتی مدرسہ

سوال: (۲۶۳) قربانی کے چمڑے کے روپیہ سے مسجد کی بنا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے اسباب خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مع حوالہ کتاب فرماویں۔ (۱۳۳۱/۱۰۱ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب ہے، اور حکم اس کی قیمت کا بعد فروخت کرنے کے مثل زکاۃ کے ہو جاتا ہے، اور شامی میں ہے کہ مصرف صدقات واجبہ کا وہی ہے جو مصرف زکاۃ کا ہے (۳) لہذا اس قیمت چرم قربانی سے تعمیر اور مرمت مسجد اور خریدنا سامان مسجد کا درست نہیں ہے۔ کذا في الدر المختار: لا يصرف إلى بناء نحو مسجد (۴) فقط

جو امام صاحب نصاب ہے اس کو قربانی کا چمڑا

دینا یا فروخت کر کے مسکینوں کو کھانا کھلانا

سوال: (۲۶۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) الدر و الرد ۲۶۳/۳ کتاب الزکاۃ، باب المصروف .
(۲) یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقل فتاویٰ ہے، رجسٹر نقول فتاویٰ سنہ ۱۳۳۰-۲۹ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاویٰ پر ہیں کوئی ناقل فتاویٰ ہے۔

(۳) قوله: (أي مصرف الزكاة والعشر) وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة (الشامي ۲۵۶/۳ کتاب الزکاۃ، أوائل باب المصروف)
(۴) الدر مع الرد ۲۶۳-۲۶۴ کتاب الزکاۃ، باب المصروف .

(۱) قربانی کا چمڑا اہل زکاة کو لہ دینا درست ہے یا نہیں؟ جو امام مسجد اہل زکاة ہو اس کا کیا حکم ہے؟
 (۲) قربانی کا چمڑا اہل قربانی؛ فروخت کر کے کھانا مسکینوں کو کھلا سکتا ہے یا کپڑا بنا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۸۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (۱) قربانی کا چمڑا امام صاحب زکاة کو لینا درست ہے مگر اچھا نہیں، اور حق امامت میں لینا درست نہیں ہے، غرض امام کو نہ دیا جاوے۔

(۲) کپڑا خرید کر مساکین کو دینا درست ہے اور کھانا بھی کھانا درست ہے بشرطیکہ ان کو مالک اس کھانے کا کر دیا جاوے (۱)

سوال: (۲۶۵) امام مسجد محلہ جو کہ صاحب نصاب ہو قربانی کی کھالیں دینا جائز ہے یا نہیں؟
 (۲۶۵/۳-۱۳۳۰ھ)

الجواب: امام محلہ کو قربانی کی کھال دینا اس وجہ سے کہ وہ امام ہے اور اس کا حق ہے ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقروض امام کو چرم قربانی کی قیمت دینا

سوال: (۲۶۶) ایک شخص مسجد میں امام ہے اور اس کے ذمے چھ سوسات سو روپیہ قرض ہے اس کو قیمت چرم قربانی دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام اور مؤذن کو کھالہائے قربانی دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ معاوضہ اس کی امامت کا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اس کو نہ دی جاویں تو وہ نہیں رہ سکتا، پس اس لیے امام اور مؤذن کو دینا چرم قربانی کا درست نہیں ہے کیوں کہ معاوضہ میں دینا چرم قربانی کا درست نہیں ہے۔ البتہ حیلہ اس کے جواز کا یہ ہے کہ جو کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اول کسی دوسرے شخص کو اہل محلہ میں سے جو مالک نصاب نہ ہو قیمت چرم قربانی دے دی جاوے، اور اس کو مالک بنا دیا جاوے، پھر وہ شخص اپنی طرف سے اس امام یا مؤذن کو دیدے تاکہ وہ اپنے قرض میں دے یا اپنے صرف میں لاوے۔ فقط

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا ، لا إباحة كما مرّ وفي الشامي : قوله: (تمليكا) فلايكفي فيها الإطعام إلا بطريق التملك ، ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لا تكفي (الدر المختار والشامي ۲۶۳/۳ كتاب الزكاة ، باب المصروف)

چرم قربانی کی قیمت امام کو معاوضہ میں دینا

سوال: (۲۶۷) امام مسجد کو سوائے کھال قربانی کے کوئی صورت یافت کی نہیں ہے، اور نہ تنخواہ ملتی ہے۔ بیشتر لوگ چرم قربانی امام کو دیتے تھے، مولوی اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے بہشتی زیور میں منع لکھا ہے کہ امام کو کھال نہ دی جاوے (۱) اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۳۲/۸۸۱-۱۳۳۳ھ)

الجواب: معروف یہ ہے کہ امام کو چرم قربانی یا قیمت چرم قربانی بسبب اس کی امامت کے دیتے ہیں؛ چنانچہ اگر اس کو نہ دیں تو وہ نہیں رہ سکتا، یہ دلیل ہے کہ امام کو چرم قربانی بہ معاوضہ اس کی امامت کے دیا جاتا ہے، پس یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ قیمت چرم قربانی کا کسی معاوضہ میں دینا درست نہیں ہے جیسا کہ زکاة کسی معاوضہ میں دینا درست نہیں، اس سے زکاة ادا نہیں ہوتی، اسی طرح قربانی میں نقصان رہتا ہے، اور قربانی کرنے والے کے ذمے اس قدر قیمت اللہ واسطے صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے، پس چاہیے کہ امام کی تنخواہ اور آمدنی کا کوئی دوسرا انتظام کیا جاوے، صدقہ فطر اور قیمت چرم قربانی اس کو نہ دی جاوے۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت محتاج امام مسجد کو دینا

سوال: (۲۶۸) امام مسجد اگر مسکینی حالت میں ہو اور مسجد کی آمدنی سے اس کی اوقات بسری نہ ہوتی ہو، اس کو چرم قربانی دیا جائے تاکہ وہ اس سے اپنی معاش کو قوت دیوے، تو بھی کچھ حرج ہے یا نہیں؟ یعنی اس کو دے سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا (۳۳/۳۳۱-۱۳۳۴ھ)

الجواب: امام مسجد کو بعض اس کی امامت کے کسی حال قیمت چرم قربانی و زکاة و صدقہ فطر نہ دینا چاہیے خواہ وہ مسکین ہو یا نہ ہو، کیونکہ ان چیزوں کا معاوضہ میں دینا درست نہیں ہے، اور امام کو دینا بوجہ اس کی امامت کے ہی ہوتا ہے اور یہ درست نہیں ہے، اس لیے قطعاً اس کو دینا منع ہے۔ فقط

(۱) قربانی کی کھال کی قیمت کسی کو اجرت میں دینا جائز نہیں کیوں کہ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے (اختری بہشتی زیور ۳۲/۳، قربانی کا بیان، مسئلہ نمبر: ۴۱)

چرم قربانی قاضی کو اس کا حق سمجھ کر دینا درست نہیں

سوال: (۲۶۹) چرم قربانی قاضی کو اس کا حق سمجھ کر دینا اور قاضی صاحبِ نصاب کو لینا کیسا ہے؟

(۱۳۳۹/۱۳۳۶ھ)

الجواب: چرم قربانی قاضی یا امام کا حق نہیں ہے اس کا حق سمجھ کر اس کو دینا درست نہیں ہے اور اس قاضی کو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔

فقیر چرم قربانی کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کر سکتا ہے

سوال: (۲۷۰) زید کا والد صاحبِ نصاب ہے، مگر زید کے پاس کچھ نہیں ہے، اس صورت میں زید

چرم قربانی لے کر مسجد یا مدرسہ میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد یا مدرسہ میں لگانا قیمتِ چرم قربانی کا درست نہیں ہے، بلکہ صدقہ کرنا اس کا واجب ہے، اگر زید خود صاحبِ نصاب نہیں ہے اور بالغ ہے تو وہ مصرف اس کا ہے، وہ خود لے کر مسجد یا مدرسہ میں اپنی طرف سے لگا سکتا ہے۔

بہ حالتِ مجبوری چرم قربانی کی قیمت مسجد میں صرف ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۷۱) کسی موضع میں ایک مسجد کہنے جس میں پنج وقتی نماز ہوا کرتی ہے، اب اس کا ایک

حصہ کچھم اور پورب کا شہید ہو گیا ہے حفاظت اس کی پوری نہیں رہی، چوپائے اس میں جا کر پیشاب پاخانہ پھیرا کرتے ہیں، چند بار مسلمانانِ بستی سے کہا گیا لیکن بوجہ ضعفِ ایمان خیال نہ کیا، تب یہ خیال ہوا کہ قربانی کی کھال کی قیمت جمع کر کے کام اس مسجد کا کرادیا جائے، بعدہ جس مسلمان سے جو کچھ ہوئے اگر دے تو لگا دیں، تو اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ چرم قربانی سے وہ مسجد درست ہو سکتی یا نہیں؟

(۲۱۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ قیمتِ چرم قربانی کا صدقہ کرنا محتاجوں پر لازم ہے، مرمتِ مسجد میں صرف

کرنا اس کا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی صورتِ تعمیر و مرمتِ مسجد کی دوسری نہ ہو تو اس حیلہ سے قیمت

چرم قربانی اس میں صرف ہو سکتی ہے کہ ایسے خیر خواہ مسجد کو جو مسجد میں لگانا چاہے اور وہ غنی نہ ہو اس کو وہ قیمت چرم قربانی دیدی جائے، اور اس کو مالک بنادیا جائے، پس قربانی ادا ہوگئی اور صدقہ پورا ہو گیا، پھر وہ شخص اپنی طرف سے مسجد میں صرف کر دے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کی کھالیں متولیوں کو مساجد

بنانے کے لیے دینا درست نہیں

سوال: (۲۷۲) قربانی کی کھالیں جب فروخت کر دی جائیں تو ان کی قیمت کس قسم کے صدقہ میں شمار ہیں؟ اور ان کے مصارف کیا کیا ہیں؟ مسجدوں کی تعمیر وغیرہ میں ان کا صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ کھالیں مساجد کے متولیوں یا پیش امام کو مسجد بنانے کے لیے دے دی جائیں کہ یہ لوگ ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد کی تعمیر میں صرف کریں؛ یہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

(۱۳۳۴ھ/۲۱۵۲-۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی کی کھالوں کی قیمت ان کے فروخت کرنے کے بعد از روئے شریعت صدقہ واجبہ میں داخل ہے کما فی الہدایۃ: ولوباع الجلد أو اللحم بالدرهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثلثه، لأن القربة انتقلت إلى بدله (۱) اور عینی شرح ہدایہ میں ہے: فإذا تمولته بالبيع وجب التصدق، لأن هذا الثمن حصل بفعل مكروه، فيكون خبيثاً فيجب التصدق (۲) اور کافی شرح ہدایہ میں ہے: قوله تصدق بثلثه لأن معنى التمول سقط عن الأضحية، فإذا تمولها بالبيع انتقلت القربة إلى بدله فوجب التصدق (۳)

عبارات مندرجہ بالا سے جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد مثل زکاۃ وغیرہ کے ان کی قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہے، لہذا ان کے مصارف بھی مصارف زکاۃ ہیں اور

(۱) الہدایۃ ۴/۲۵۰ کتاب الأضحية .

(۲) البناية في شرح الہدایۃ المشہور ب عینی شرح الہدایۃ ۴/۱۹۰ کتاب الأضحية، المطبوعة: المطبع العالی، نول کشور لکھنؤ .

(۳) الحاشیۃ علی الہدایۃ ۴/۲۵۰ کتاب الأضحية، رقم الحاشیۃ: ۷۔

چوں کہ زکاۃ و نیز دیگر صدقات میں تملیک شرط ہے، اس لیے ان کو تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ تعمیر مسجد میں تملیک پائی نہیں جاتی۔ کما فی الدر المختار: لا یصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت وقضاء دینہ لعدم التملیک وهو الرکن (۱) ہکذا فی فتح القدیر و ہدایۃ و شرح الوقایۃ وغیرہ۔

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہم العالی فتاویٰ اشرفیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”جب (کھال) فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے، اور تصدق کی ماہیت میں تملیک ماخوذ ہے، چوں کہ یہ صدقہ واجب ہے اس لیے اس کے مصارف مثل مصارف زکاۃ کے ہیں“ (۲)

اگر کھال مساجد کے متولیوں یا پیش اماموں کو مسجد میں بنانے کے لیے دے دی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مساجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہاں بھی شرط تملیک جو رکن ہے پائی نہیں جاتی، کیونکہ تملیک کے معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو مالک بنادینا تا کہ وہ بعد مالک ہونے کے جو چاہے کرے، اور بصورت مذکورہ اس قسم کا مالک بنایا ہی نہیں جاتا بلکہ دینے والے اس لیے دیتے ہیں کہ یہ رقم تعمیر مساجد میں صرف کی جائے اور یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے، قربانی کرنے والے کو جیسا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کرے ویسا ہی ان کو بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اُسے صرف کرنے کو وکیل بنادے، کیونکہ جس تصرف کے لیے خود موکل مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ ہدایہ کے کتاب الوکالہ میں ہے: من شرط الوكالة أن يكون الموكل ممن يملك التصرف ويلزمه الأحكام، لأن الوكيل يملك التصرف من جهة الموكل، فلا بد من أن يكون الموكل مالكا لِيُملِكه من غير (۳) خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کر دی گئی، پھر اس کی قیمت مساجد وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور نہ اُسے دوسرے کو اس لیے دینا جائز ہے کہ بعد فروخت اس کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲۶۳/۳-۲۶۴ کتاب الزکاۃ، باب المصروف.

(۲) امداد الفتاویٰ ۵۳۶/۳ کتاب الذبائح والأضحية والصید والعقیقۃ، سوال نمبر ۵۶۷، مطبوعہ: زکریا، دیوبند۔

(۳) الہدایۃ ۱۷۹/۳ کتاب الوکالۃ.

قربانی کی کھالوں کی قیمت مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا

سوال: (۲۷۳) قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں دینا اور اس سے ڈول و رسی و لوٹا حمام و حجرہ مسجد کی درستی کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۷۳)

الجواب: حکم شرعی یہ ہے کہ کھال قربانی کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور صدقات واجبہ کا مصرف فقراء و مساکین ہیں مسجد کی تعمیر و مرمت و دیگر اخراجات مسجد و ڈول و رسی و حجرہ و چاہ مسجد و لوٹا و صف و غیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے، کیونکہ صدقہ واجبہ میں مالک بنانا فقراء کو ضروری ہوتا ہے اور ان اشیاء میں صرف کرنے سے کسی کی تملیک نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے: فَإِنْ بَاعَ اللَّحْمَ أَوْ الْجِلْدَ بِهِ أَوْ بَدَاهُمْ تَصَدَّقَ بِشَمْنِهِ الْخ (۱) فقط

چرم قربانی کی قیمت مسجد کے شامیانہ میں لگانا

سوال: (۲۷۴) قیمت چرم قربانی مسجد کے شامیانہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۸۷۱)

الجواب: چرم قربانی کو جب کہ فروخت کر دیا جاوے تو قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہو جاتا ہے، اس میں تملیک شرط ہے، لہذا مسجد کے شامیانہ وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے، البتہ اگر حیلہ تملیک کا کر لیا جاوے تو درست ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ وہ روپیہ قیمت چرم قربانی کا کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جاوے جو مالک نصاب نہ ہو اور وہ شخص اپنی طرف سے شامیانہ لگا دیوے تو یہ درست ہے: كَذَا فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ. فقط

مسجد وغیرہ کے لیے لاعلمی سے چرم قربانی کے

روپیہ سے اینٹیں خریدی گئیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷۵) مسافر خانہ اور مسجد وغیرہ کی مرمت میں بوجہ لاعلمی چرم قربانی کے روپیہ سے

اینٹیں خریدی گئیں تو ان اینٹوں کا استعمال کرنا ان میں جائز ہوا یا نہیں؟ (۵۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اب صورت جواز کی یہ ہو سکتی ہے کہ جس قدر خشت وغیرہ قیمت چرم قربانی سے خریدی گئی ہیں اس قدر قیمت فقراء کو (چرم) قربانی (کی) سمجھ کر صدقہ کر دی جاوے، پھر ان اینٹوں وغیرہ کو مسجد یا مسافر خانہ کے لیے خاص کر کے اس میں لگادی جاویں۔

قیمت چرم قربانی سے دُکانات مسجد کا قرض ادا کرنا

سوال: (۲۷۶) ایک مسجد کے لیے کچھ روپیہ قرض لے کر دُکانات تعمیر کرائی تھیں اور ایک دوسری مسجد کو چندہ کی ضرورت ہے، لہذا قیمت چرم قربانی کو ان کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مسئلہ اولیٰ میں صرف کرنا اولیٰ ہے یا ثانیہ میں؟ (۳۲/۷۸۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی سے نہ قرض دُکانات مسجد ادا ہو سکتا ہے اور نہ دوسری مسجد کے چندے میں دینا درست ہے کیوں کہ قیمت چرم قربانی کا تصدق واجب ہے، اور مصرف اس کا مثل مصرف زکاۃ ہے کہ اس میں مالک بنانا فقراء کا شرط ہے، مگر حیلہ ایسے کاموں میں صرف کرنے کا فقہاء نے یہ لکھا ہے، کہ اول کسی فقیر کو مالک بنا کر پھر اس کی طرف سے یہ امور مذکورہ ہو سکتے ہیں، پس بعد حیلہ تملیک فقیر؛ خواہ اس کو وہ فقیر صورت اولیٰ میں صرف کرے یا صورت ثانیہ میں، ہر دو امر جائز ہیں۔ فقط

چرم قربانی مدرسہ میں دینا اور اس کی قیمت سے تنخواہ دینا

سوال: (۲۷۷) چرم قربانی مدرسہ میں دے دی جاوے اس کو اہل مدرسہ ملازمین کی تنخواہ میں صرف کرتے ہیں، اور بعض جگہ دستور ہے کہ چند گائیں جمع کر لی گئیں اور حصص مقرر کر دیے گئے اور مالک حصص سے کہہ دیا کہ یہ گائیں تمہاری طرف سے ذبح کرتے ہیں اس شرط پر کہ یہ چرم قربانی فلاں مدرسہ میں دینا ہو گا یا فلاں کام میں صرف کرنا ہو گا، صور مذکورہ بالا میں

(۱) مہتمم کا ملازمین کی تنخواہ میں دینا

(۲) مدرسین کو باوجود علم اس امر کے کہ تنخواہ چرم قربانی سے مہتمم دیتے ہیں تنخواہ لینا

(۳) چرم تعمیر حجرہ یا فرش یا قلعی میں صرف کرنا

مندرجہ بالا یہ سب امور درست ہیں یا نہیں؟ اور قربانی جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲۹/۲۶۱-۱۳۳۰ھ)
الجواب: قیمت چرم قربانی واجب التصدق ہے؛ ملازمین کی تنخواہ میں دینا یا مساجد و مدارس کی تعمیر فرش و حجرہ و قلعی وغیرہ میں صرف کرنا ان کا درست نہیں

(۱) مہتمم مدرسہ کو ملازمین کی تنخواہ قیمت چرم قربانی سے دینا بلا حیلہ تملیک ناجائز ہے۔

(۲) مدرسین کو باوجود علم کے لینا اس کا تنخواہ میں ناجائز ہے۔

(۳) تعمیر حجرہ و فرش و قلعی میں صرف کرنا اس کا بدون حیلہ تملیک ناجائز ہے۔

یہ سب امور ناجائز ہیں، اس کی وجہ سے قربانی میں نقصان آتا ہے اور مرتکب ان افعال کا عاصی اور گنہگار ہے۔ قال في الدر المختار في باب الأضحية: فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمانه (۱) وفيه أيضاً في باب مصرف الزكوة: وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (۲) فقط

سوال: (۲۷۸) مدرسہ عرصہ چار سال سے چندہ اور چرم اضحیہ سے جاری ہے، اب چندہ دہندگان نے ایک دم چندہ بند کر لیا ہے، اور کھال میں مسئلہ لگا دیا ہے کہ مدرسہ میں قربانی کی کھال سے امداد کرنا ناجائز ہے، اگر مدرسہ میں قربانی کی کھال نہ دی جاوے گی تو غرباء کے بچے جاہل رہیں گے، کیا حکم ہے؟

(۱۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی کی کھال کا شرعی حکم ہے کہ اس کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور محتاجوں کو مالک بنانا اس کا ضروری ہو جاتا ہے، اور بعد فروخت چرم اضحیہ اس کا حکم مثل زکاة کے ہو جاتا ہے کہ اس میں مالک بنانا فقراء کا ضروری ہے، پس قیمت جلد اضحیہ طلبہ مساکین کے مصرف میں آسکتی ہے، مگر تنخواہ مدرسین کی اس میں سے دینا جائز نہیں ہے۔ اس کے لیے یہ حیلہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کسی محتاج کو اس کا مالک بنا کر اس کی طرف سے مدرسہ میں داخل کر لیا جاوے

(۱) الدر مع الشامی ۳۹۸/۹ کتاب الأضحية .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۲۶۴/۳ کتاب الزکاة ، باب المصرف قبل مطلب في جهاز المرأة

هل تصير به غنية ؟

تو پھر مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں بھی اس کو صرف کر سکتے ہیں (۱) پس آپ بھی اپنے مدرسہ میں یہ حیلہ کر لیا کریں (۲) یا یہ کہ تنخواہ ملازمین اور مدرسین کی کسی دوسرے مدرسے اور دوسرے چندہ سے دے دیا کریں اور طلبہ کی خوراک اور پارچہ وغیرہ میں قیمت چرم قربانی کو صرف کر لیا کریں۔ فقط

سوال: (۲۷۹) چرم قربانی کا صرف کرنا مدارس و مساجد میں جائز ہے یا نہیں؟ (۵۸۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا مساکین و غرباء پر ضروری ہے مثل زکاة کے جیسا کہ شامی جلد ثانی کتاب الزکاة میں ہے کہ جو مصرف زکاة کا ہے وہی مصرف صدقات واجبہ کا ہے (۳)

(۱) أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (الدرمع الرد ۳/۲۶۲ کتاب الزکاة، باب المصروف، قبل مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية؟)

وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد وتمامه في حيل الأشباه (الدرمع الشامي ۳/۱۷۷ کتاب الزکاة، مطلب في زکاة ثمن المبيع وفاء قبيل باب السائمة)

(۲) حیلہ تملیک کی شرعی حیثیت: اس باب کے فتاویٰ میں بار بار حیلہ تملیک کا ذکر آیا ہے، یہ حیلہ ایک واقعی بات ہے، حواشی میں شامی وغیرہ کے حوالے ہیں، مگر فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ ”تملیک کے لیے ظاہری ردو بدل کافی نہیں ہے“ (۲/۸-۹، قدیم) حیلہ تملیک اس وقت حیلہ ہے جب کہ ”واقعی تملیک“ مقصود ہو، ورنہ وہ حیلہ ہی نہیں ہے، اور آج کل اہل مدارس وغیرہ جو حیلہ کرتے ہیں: اس میں واقعی تملیک نہیں ہوتی، محض ظاہری طور پر طالب علم وغیرہ کسی غریب کو دیا جاتا ہے پھر اس سے واپس لے لیا جاتا ہے، اور اگر طالب علم وغیرہ فقیر اس کو لے کر چل دے تو اس سے زبردستی لے لیا جاتا ہے، یہ قطعاً حیلہ تملیک نہیں ہے، ایسے حیلہ سے کوئی حلت پیدا نہیں ہوتی۔

اور حیلہ اگر واقعی ہو یعنی اس میں واقعی تملیک مقصود ہو تو بھی اس سے صرف دنیوی احکام میں حلت پیدا ہوتی ہے، دیانات میں یعنی فیما بین العبد و بین اللہ کوئی حلت پیدا نہیں ہوتی، امداد الفتاویٰ میں جہاں ختم تراویح کی اجرت کا مسئلہ آیا ہے: حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ارقام فرمایا ہے کہ حیل دیانات میں حلت واقعی کا فائدہ نہیں دیتے (۱/۴۸۴-۴۸۵، زکریا) پس واقعی حیلوں سے بھی احتراز ضروری ہے، واجب التملیک رقوم ان کے مصارف ہی میں خرچ کی جائیں، کوئی حیلہ حوالہ نہ کیا جائے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۳) قوله: (أي مصرف الزکاة والعشر) وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة (الشامي ۳/۲۵۶ کتاب الزکاة، أوائل باب المصروف)

اور چرم قربانی کی قیمت بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہو جاتی ہے، اور چونکہ تملیک فقیر اس میں شرط ہے اس لیے اس قیمت کو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے اور مدارس میں طلبہ مساکین پر صرف کرنا جائز ہے۔

سوال: (۲۸۰) چرم قربانی مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مہتمم صاحب نصاب اس کو وصول کر کے مدرسین کی تنخواہ میں دیدے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۲۸۴)

الجواب: مہتمم مدرسہ بطریق وکالت منجانب مدرسہ چرم قربانی لے کر مصارف مدرسہ میں صرف کر سکتا ہے، اگرچہ مہتمم صاحب نصاب ہو لیکن مہتمم مذکور کو ضروری ہے کہ بعد فروخت کرنے چرم قربانی کے اس قیمت کو طلبہ مساکین پر صرف کرے یا حیلہ تملیک کے بعد مدرسین و ملازمین مدرسے کی تنخواہ میں یا ان کے خرید کتب وغیرہ میں صرف کرے، کیونکہ چرم قربانی کے فروخت کر دینے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے، اور مصرف صدقات واجبہ کا وہی ہے جو زکاة کا مصرف ہے اور زکاة کا روپیہ مدرسین کی تنخواہ میں دینا بدون حیلہ تملیک کے درست نہیں ہے، اسی طرح تعمیر مدرسہ و مسجد وغیرہ میں بھی بدون حیلہ تملیک کے صرف کرنا زکاة اور صدقات واجبہ کا مثل صدقۃ الفطر و قیمت چرم قربانی و نذر و کفارہ وغیرہ کے جائز نہیں ہے۔ درمختار کتاب الاضحیہ میں ہے: فَإِنْ بَاعَ اللَّحْمُ أَوْ الْجِلْدُ بِهِ أَوْ بَدْرَاهِمَ تَصَدَّقَ بِشِمْنِهِ إِنْخَ مَلْخَصًا (۱) وَفِي بَابِ مَصْرَفِ الزَّكَاةِ مِنَ رَدِّ الْمُحْتَارِ لِلشَّامِيِّ: وَهُوَ مَصْرَفٌ أَيْضًا لَصَدَقَةِ الْفَطْرِ وَالْكَفَارَةِ وَالنَّذْرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الصَّدَقَاتِ الْوَاجِبَةِ كَمَا فِي الْقَهْطَانِيِّ (۲) وَفِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ مِنَ الزَّكَاةِ: وَحِيلَةُ التَّكْفِينِ بِهَا التَّصَدَّقَ عَلَى الْفَقِيرِ ثُمَّ هُوَ يَكْفِنُ إِنْخَ وَكَذَا فِي تَعْمِيرِ الْمَسْجِدِ وَتَمَامِهِ فِي حِيلِ الْأَشْبَاهِ (۳) فَقَطْ

قیمت چرم قربانی سے محتاج مدرسین کی تنخواہیں دینا

سوال: (۲۸۱) قربانی کے چمڑے سے مدرسین کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ دراں حالیکہ مدرس محتاج ہو، اور اس کو علم ہو کہ یہ تنخواہ جو ملتی ہے قربانی کے چمڑے سے ملتی ہے۔ (۱۳۴۰-۲۹/۳۸۷ھ)

(۱) الدر مع الرد ۳۹۸/۹ کتاب الاضحیہ .

(۲) الشامی ۲۵۶/۳ کتاب الزکاة ، أوائل باب المصروف .

(۳) الدر مع الرد ۱۷۷/۳ کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء .

الجواب: قیمتِ چرمِ قربانی واجب التصدق ہے، بلا معاوضہ فقراء کو دینا اس کا لازم ہے، مدرسین کی تنخواہ میں دینا اس میں سے جائز نہیں اور نہ ان کو لینا جائز ہے، مدرسین خواہ مسکین ہوں یا غنی ہوں ان کی تنخواہ میں دینا قیمتِ چرمِ قربانی کا کسی طرح درست نہیں، مگر بہ حیلہ تملیک کے اس قیمتِ چرم کا مالک کسی محتاج کو بنا دیا جاوے، پھر وہ اپنی طرف سے مدرسین کو ان کی تنخواہ میں (دینے کے لیے) دے دیوے۔ فقط

قیمتِ چرمِ قربانی سے غنی مدرسین کی تنخواہیں دینا

سوال: (۲۸۲) قیمتِ چرمِ قربانی سے تنخواہ مدرس صاحب نصاب کی دینی جائز ہے یا نہیں؟ نیز چرم مذکور کسی کی ملکیت کر کے مدرسے میں نہیں دی گئی بلکہ مدرسے میں دی گئی ہے، اس طور سے چرم دینا بھی جائز ہے یا تملیک شرط ہے؟ اور چرم کو خود مالک فروخت کر کے قیمت خیرات کر دے جائز ہے یا نہیں؟ اور قیمتِ چرم بلا تملیک کے تعمیر مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۶۱۷-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قیمتِ چرمِ قربانی سے تنخواہ مدرس کو دینا جائز نہیں ہے خواہ مدرس صاحب نصاب ہوں یا نہ ہوں، چرم کا مدرسے میں دینا درست ہے، مہتمم مدرسہ گویا وکیل مالک ملک کا ہے وہ تملیک کر کے خرچ کرے، چرم کو خود مالک فروخت کر کے مساکین کو صدقہ کرے یہ درست ہے، گویا یہ فروخت کرنا بہ نیت تصدق ہے، اس لیے درست ہے، قیمتِ چرم بلا تملیک مسجد میں لگانا درست نہیں اور دینا بھی درست نہیں، مگر بایں طور کہ متولی اور مہتمم مسجد کو دیوے کہ تم اس کی تملیک کر کے مسجد میں صرف کر دو یہ درست ہے۔ فقط

چرمِ قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر وقف کرنا

سوال: (۲۸۳) قربانی کی کھال مدرسہ میں یا مسجد میں دینا یا اس کی قیمت کی کتابیں خرید کر مدرسہ میں وقف کر دی جائے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینا و تو جروا (۳۳۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: چرمِ قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہو جاتی ہے اور مصرف اس کا مثل زکاة کے ہے، تملیک اس میں شرط ہے، پس مسجد کی تعمیر و مرمت و دیگر ضروریات مسجد میں صرف کرنا اس

کا درست نہیں، مگر بعد حیلہ تملیک یعنی کسی محتاج کو اس کا مالک بنا کر اس کی طرف سے مسجد میں صرف کیا جائے تو درست ہے، اور مدرسہ میں اگر طلبہ کے مصرف میں لایا جائے تو بلا حیلہ درست ہے، اور اگر کتاب خرید کر وقف کی جائے یا مدرسین و ملازمین کی تنخواہ میں صرف کیا جائے تو حیلہ تملیک کا کر لیا جائے جیسا کہ پہلے لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر طلبہ کو دینا

سوال: (۲۸۴) مدرسہ اسلامیہ میں جو غریب لڑکے مسلمانوں کے درس پاتے ہیں ان کی کتاب کی قیمت و نیز تنخواہ مدرس کی قربانی کے چمڑے سے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کتابیں منگائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ تعمیر مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷ھ/۲۳۴۹)

الجواب: قیمت حرم قربانی مدرسین کی تنخواہ میں دینا اور تعمیر مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے، اور طلبہ کے خرچ میں صرف کرنا درست ہے مثلاً طلبہ کی خوراک اور لباس میں دینا درست ہے، اور اگر کتاب خرید کر طلبہ کی ملک کر دی جائے تو یہ بھی درست ہے غرض اس میں تملیک کی ضرورت ہے، اور اگر مدرسہ میں رکھنے کے لیے کتب دینیات کی منگائی جائیں تو اس میں حیلہ تملیک کا کر لیا جائے، جیسا کہ زکاۃ میں حکم ہے یعنی وہ قیمت حرم قربانی کسی ایسے شخص کو دے دی جائے اور اس کی ملک کر دی جائے جو کہ مالک نصاب نہ ہو، پھر وہ شخص اپنی طرف سے کتب دینیہ منگا کر مدرسہ میں داخل کر دیوے یا مدرسین کی تنخواہ اور تعمیر مدرسہ میں صرف کر دیوے بعد تملیک کے یہ سب کام درست ہیں۔ فقط

حرم قربانی کی قیمت سے طلبہ کو وظیفہ دینا

سوال: (۲۸۵) ایسے مدرسہ میں جس میں طلبہ کا وظیفہ اور ان کے خورد و نوش کا انتظام ہو چرم قربانی و صدقہ فطر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۱۴۵۴)

الجواب: طلبہ کو وظیفہ حرم قربانی کی قیمت اور صدقہ فطر اور زکاۃ سے دے سکتے ہیں مگر مدرسین و ملازمین کی تنخواہ ان میں سے دینا درست نہیں ہے۔

چرم قربانی کی رقم اسکول میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے کبار و فضلاء نام دار رحمکم اللہ تعالیٰ اس بارے میں کہ قربانی کے جانوروں کی کھال کو بیچ کر اس کے روپیہ پیسے کو مسجد و عید گاہ یا مدرسہ یا اسکول وغیرہ کا خیر میں صرف کرنا، اور اس سے مدرسوں کو تنخواہ دینا یا ماسٹروں کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر عدم جواز کہ حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اور حکم اس کا مثل حکم صدقہ واجبہ کے ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ایسا کام کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے لیے ترغیب دیتا ہے اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا بالبرهان و توجروا عند الرحمن (۱/۷۶۵-۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کو مدرسہ، اسکول عید گاہ و مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، اور مدرسین اور ماسٹروں کی تنخواہ دینا اس سے جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، کیوں کہ قیمت چرم قربانی واجب التصدق ہے اور تملیک فقراء اس میں ضروری ہے مانند زکاة، پس واجب کا ترک حرام ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے: فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمانه (۱) (درمختار، کتاب الأضحیة) وفي باب المصروف منه: باب المصروف أي مصرف الزكاة والعشر إلخ هو فقير وفي الشامي: قوله: (أي مصرف الزكاة) والعشر وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستان (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پس معلوم ہوا کہ حکم قیمت چرم قربانی و صدقہ فطر وغیرہ صدقات واجبہ کا مثل صدقہ زکاة کے ہے کہ تملیک فقیر اس میں ضروری ہے، جو شخص جائز کہتا ہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے وہ جاہل ناواقف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

چرم قربانی کی قیمت مسافر خانے میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۷) مسافر خانے میں چرم قربانی صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۴۷/۱۳۳۵ھ)

(۱) الدر المختار مع الشامي ۳۹۸/۹ کتاب الأضحیة.

(۲) الدر والرد ۳/۲۵۶ کتاب الزكاة، باب المصروف.

الجواب: قیمت چرم قربانی اس میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ چرم قربانی کی قیمت بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہو جاتی ہے اور حکم اس کا زکاة کی مانند ہو جاتا ہے تملیک فقراء اس میں ضروری ہے۔

چرم قربانی کی قیمت مذہبی مقدمات میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۸) اس علاقہ میں ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ قیمت چرم قربانی کو جمع رکھ کر مرمت مساجد اور مقدمات مذہبی و مشاہرہ مدرسین دینیات میں خرچ کریں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟
(۱۰۵۲/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: کتب فقہ حنفیہ میں تصریح ہے کہ چرم قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہو جاتی ہے، یعنی اس قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہوتا ہے، اور شامی باب مصرف الزکاة میں تصریح کی ہے کہ جو مصرف زکاة کا ہے وہی صدقات واجبہ کا مصرف ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ قیمت چرم قربانی کا حکم مثل زکاة کے ہے کہ تملیک فقراء مجانا اس میں ضروری اور واجب ہے، مساجد اور مشاہرہ ملازمین و مدرسین وغیرہ میں اور تعمیر مدرسہ و مسجد و مقدمات مذہبی وغیرہ میں صرف کرنا اس کا بلا حیلہ تملیک کے جائز نہیں ہے، البتہ اگر چرم قربانی کسی شخص کو تملیکاً دے دیا جاوے تو پھر اس کو اختیار ہے کہ اس عین چرم کو اپنے کام میں لاوے یا فروخت کر کے خود صرف کرے یا اور کسی نیک کام تعمیر مسجد اور مدرسہ وغیرہ میں لگا دیوے۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت تبلیغ اسلام میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۹) چرم قربانی کی قیمت مدرسہ اسلامی اور شعبہ تبلیغ اور جمعیت علماء ہند میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۳۱ھ)

الجواب: چرم قربانی بعد فروخت کرنے کے اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہو جاتا ہے، اور حکم اس کا مثل زکاة کے ہو جاتا ہے اور مالک بنانا فقراء کا اس میں ضروری ہو جاتا ہے، لہذا اگر تبلیغ و اشاعت اسلام وغیرہ میں اس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو حیلہ تملیک اول کر لیا جائے۔ فقط

چرم قربانی کی رقم رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا

سوال: (۲۹۰) ایک محلہ کے آدمیوں کا؛ چرم قربانی باتفاق فروخت کر کے کوئی شے خرید کرنا جس سے محلہ والوں کو نفع رہے مثل دیگ یا فرش وغیرہ کے بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۰۶-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے، بلکہ بعد فروخت کرنے کے فقراء پر صدقہ کریں، قیمت چرم قربانی کا تصدق ضروری ہے۔

چرم قربانی کی رقم سے محلہ میں فانوس روشن کرنا

سوال: (۲۹۱) راندر کے نگینہ محلہ کے مسلمان اپنے محلہ کی قربانی کے چمڑے جمع کر کے ایک شخص کو بطور بخشش ہبہ کر دیتے تھے، پھر وہ شخص ان چمڑوں کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے محلہ میں راہ داری کے لیے فانوس روشن کر دیا کرتا تھا، اور جواز کی صورت جناب مولوی غلام محمد صاحب مرحوم نے بتلائی تھی، مدت سے روشنی کا کام چمڑوں کی قیمت سے چلتا تھا، مگر امسال پھر کسی نے شبہ ڈال دیا کہ یہ صورت جائز نہیں ہے، اس لیے سوال ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے یہ صورت جواز شریعت کے موافق بتلائی تھی یا خلاف شریعت؟ (۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ صورت جو مولوی غلام محمد صاحب نے بتلائی تھی صحیح ہے، درمختار میں ایسا ہی لکھا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹۲) اگر کسی شخص کو اس شرط پر چرم قربانی کا مالک بنا دیا جاوے کہ تم بعد مالک ہونے کے اس کی قیمت سے محلہ کی روشنی کا انتظام کر دینا اور نیز یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ چرم قربانی کی قیمت کس صدقہ میں داخل ہے؟ امیدوار ہوں کہ احکام شریعت اس بارے میں کیا ہیں؟ (۱۱۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی جو بعد فروخت کرنے چرم کے حاصل ہو اس کا صدقہ کرنا فقراء و مساکین پر واجب ہے، اور مصارف اس کے زکاۃ کے مثل ہیں، تملیک فقیر اس میں ضرور ہے کذا فی

(۱) أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (الدرمغ الرد ۳/۲۶۳ کتاب الزکاۃ، باب المصروف)

الشامی اور یہ بھی کتب فقہ میں مصرح ہے کہ زکاۃ وغیرہ صدقات واجبہ کو کہ جس میں قیمت چرم قربانی بھی داخل ہے تعمیر مسجد و مرمت مسجد و روشنی و سامان مسجد وغیرہ میں صرف نہیں کر سکتے، اور یہ حیلہ بھی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کسی مسکین کو یا فقیر کو اول اس کا مالک بنا دیا جاوے، پھر اس سے کہا جاوے کہ تو اپنی طرف سے اس روپیہ کو مسجد وغیرہ میں یا روشنی وغیرہ میں صرف کر دے، مگر دینے کے وقت یہ شرط نہ کرے بلکہ دینے کے بعد اس سے کہہ دے (۱) بہر حال اس حیلہ سے روشنی وغیرہ اور خرید لال ٹین وغیرہ میں اس کو صرف کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۲۹۳) قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت سے محلہ میں روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے محلہ کی روشنی اس سے کرنا درست نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: فإن بیع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بثمانه إلخ (۲) فقط

چرم قربانی کی قیمت سے سڑک بنانا

سوال: (۲۹۴) زید، بکر قربانی میں اپنے ساتھ والدین مرحوم کو شریک کرنا چاہتے ہیں جائز ہے یا ناجائز؟ اور قربانی کی کھال کی قیمت سے راستہ یا سڑک بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۹۸۸/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید و بکر دونوں اپنے اور اپنے والدین کی جانب سے ایک گائے قربانی کر سکتے ہیں، شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ در مختار میں ہے: وصح اشتراك ستة في بدنة إلخ (۳) اور قیمت چرم قربانی سے راستہ اور سڑک بنانا درست نہیں ہے، بلکہ قیمت چرم کا صدقہ کرنا فقراء اور مساکین پر ضروری ہے، لہذا ایسے امور میں صرف کرنا کہ جس میں تملیک فقیر نہ ہو جائز نہیں ہے۔ فقط

(۱) وقد منا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء . وفي الشامي : قوله : (ثم يأمره إلخ) وفي التعبير بـ ثم إشارة إلى أنه لو أمره أولاً ؛ لا يجزى (الدر والرد ۳/۲۶۳-۲۶۴ کتاب الزکاۃ باب المصروف)

(۲) الدر مع الرد ۹/۳۹۸ کتاب الأضحية .

(۳) الدر مع الشامي ۹/۳۸۴ کتاب الأضحية .

چرم قربانی کی قیمت سے لا وارث میت کی تجہیز و تکفین کرنا

سوال: (۲۹۵) قیمت چرم قربانی سے میت کی تجہیز و تکفین کرنا یا دیگ، خوان وغیرہ خریدنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی سے یہ دونوں کام درست نہیں ہیں، صورت جواز کی یہ لکھی ہے کہ کسی محتاج کو اپنی قوم وغیرہ میں سے وہ روپیہ دے کر اس کو مالک بنا دیا جائے، پھر وہ شخص اپنی طرف سے ان کاموں میں وہ روپیہ صرف کر دے تو یہ درست ہے۔ فقط

سوال: (۲۹۶) قیمت چرم قربانی مسلمان مردوں لا وارث کی تجہیز و تکفین، رفاہ مسلمانان کی تدابیر، تعمیر و مرمت مقابر میں صرف کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جرد اور انجمن میں جمع کرنا اس غرض سے کہ جائز مصرف میں صرف ہو کیسا ہے؟ (۲۱۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تجہیز و تکفین موتی و مرمت و تعمیر مسجد و مدرسہ و مقبرہ میں و دیگر رفاہ عام کے کام میں صرف کرنا درست نہیں ہے، اس میں مالک بنانا محتاج کا مانند زکاۃ کے ضروری ہے۔ طلبہ مساکین اور اطفال مساکین کے لباس و طعام میں صرف ہو سکتی ہے، مگر وہ کپڑا یا کھانا جو اس روپے سے تیار ہو مساکین طلبہ کی ملک کر دیا جائے، اور ان کو دے دیا جائے (۱) اور جمع کر دینا اس قیمت کا انجمن و مدارس اسلامیہ میں اس غرض سے کہ جائز مصرف میں صرف ہو درست ہے۔ فقط

اغنیاء کو چرم قربانی یا اس کی رقم دینا

سوال: (۲۹۷) چرم اضحیہ بعد فروخت کرنے کے اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اغنیاء کو اس کا دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: چرم قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہے، فقراء کو مالک بنانا ضروری ہے مثل زکاۃ کے، اور اغنیاء کو دینا درست نہیں ہے، اور یہ حکم وجوب صدقہ کا بعد فروخت کرنے کے ہے،

(۱) ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة وفي الشامي: قوله: (تمليكا) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التملك إلخ (الدروالرد ۳/۲۶۳ كتاب الزكاة، باب المصروف)

قبل فروخت چمڑے کو جیسا کہ خود اپنے کام میں لاسکتے ہیں یعنی ڈول وغیرہ بنا سکتے ہیں دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں اگرچہ وہ اغنیاء ہوں۔

سوال: (۲۹۸) چرم اضحیہ بعینہ غنی کو ہبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۰ھ/۶۷۵-۲۹)

الجواب: چرم اضحیہ بعینہ خود بھی استعمال کر سکتے ہیں اور اسے غنی کو ہبہ بھی کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چرم قربانی یا اس کی قیمت اپنے بالغ غریب لڑکے کو دینا

سوال: (۲۹۹) زید غنی ہے اور قربانی کرتا ہے اس کا ایک لڑکا بالغ غریب ہے، زید اپنے لڑکے مذکورہ کو قربانی کا چمڑا یا اس کی قیمت دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰ھ/۱۳۵۱-۳۹)

الجواب: چمڑے کا دے دینا جائز ہے اور قیمت چرم قربانی کا دینا درست نہیں ہے مثل زکاۃ کے۔ فقط

چرم قربانی اور گوشت سید کو دینا

سوال: (۳۰۰) قربانی کا گوشت و کھال سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰ھ/۳۳۹-۲۹)

الجواب: قربانی کا گوشت اور کھال سید کو دینا درست ہے، لیکن اگر کھال کو فروخت کر دے تو اس کی قیمت سید کو دینا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس قیمت کا صدقہ کرنا فقیر پر واجب ہے، اور سید کو صدقہ واجبہ دینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کی کھال سقہ کو دینا

سوال: (۳۰۱) قربانی کی کھال وغیرہ جو بالعموم سقہ یا امام کو دی جاتی ہے اس قصد پر کہ ان کا حق

ہے اس صورت میں قربانی میں کسی قسم کا نقص آتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳ھ/۲۶۷۴-۳۲)

الجواب: سقہ یا امام و مؤذن وغیرہ کا حق الخدمت سمجھ کر بطور معاوضہ کے چرم قربانی یا قیمت اس

کی دینا درست نہیں ہے، اور اس قدر قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے ورنہ قربانی میں نقصان رہے گا۔ فقط

سوال: (۳۰۲) چرم قربانی و عقیقہ یا اس کی قیمت سقہ وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵ھ/۵۱۷-۵۱۸)

الجواب: ان کو دینا درست نہیں محتاجوں کو بلا کسی معاوضہ کے دینا چاہیے۔ فقط

قربانی کی اجرت میں گوشت یا چرم قربانی کی قیمت دینا

سوال: (۳۰۳) اجرت قربانی میں گوشت یا چرم قربانی کی قیمت دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۶-۳۵/۹۸ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ (۱) فقط

سوال: (۳۰۴) اجرت قصاب ان کھالوں میں سے دیدے تو کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۶۱ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت غیر مسلم کو دینا درست نہیں

سوال: (۳۰۵) پوست قربانی کو فروخت کر کے غیر مسلم کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۹۲۱ھ)

الجواب: بعد فروخت کرنے کے اس قیمت کا حکم زکاۃ کا سا ہو جاتا ہے، فقراء مسکین کو دینا ضروری ہے، غیر مسلم کو دینا درست نہیں ہے۔

قربانی کی کھال، سری اور اوجھڑی وغیرہ میں کسی کا حق نہیں

سوال: (۳۰۶) ہمارے گاؤں میں رواج ہے کہ قربانی میں سری نائی کی اور اوجھڑی چمار کی، اور

کھال امام مسجد کی ہوتی ہے، اور ان کو یہ اشخاص اپنا حق سمجھتے ہیں کیا یہ حقوق مقرر کرنا جائز ہے؟

(۱۳۳۴-۳۳/۲۰۰۱ھ)

الجواب: قربانی کی کھال کو امام کا حق سمجھنا غلط ہے، قربانی کی کھال کو بعد فروخت کرنے کے

صدقہ کرنا چاہیے، اور امام مسجد کو بہ معاوضہ امامت دینا جائز نہیں، بلکہ غریب محتاجوں کو دینا چاہیے، اور

(۱) ولا يعطى أجر الجزار من الأضحية لقوله عليه السلام لعلی رضی اللہ عنہ تصدق بجلالہا و

خطامہا، ولا تعط أجر الجزار منها شيئاً (الهدایۃ ۴/۲۵۰ کتاب الأضحية، قبیل کتاب الکراہیۃ

وکذا فی الشامی ۹/۳۹۸-۳۹۹ کتاب الأضحية)

سری اوجھڑی میں بھی کسی خاص شخص کا حق نہیں ہے جس کو چاہیں دیں، اوجھڑی کا کھانا چونکہ مکروہ ہے (یعنی طبعاً ناپسندیدہ ہے) اس لیے اس کو کوئی نہ کوئی لے جائے گا، اور سری کو اگر خود نہ کھائے دوسروں کو دیدے، اگر نائی سقہ کو کھانے کے لیے دیدے مگر اس کا حق نہ سمجھے تو یہ بھی درست ہے مثلاً جس طرح نائی سقہ وغیرہ کو مسلمان سمجھ کر گوشت دینا درست ہے، سری کا دینا بھی درست ہے، مگر حق کسی کا کسی چیز میں نہیں ہے، علیٰ ہذا القیاس امام یا مؤذن اگر محتاج ہوں اور ان کو بسبب محتاج ہونے کے چرم قربانی دیدے، نہ اس وجہ سے کہ ان کی امامت کی وجہ سے ان کا حق ہے تو درست ہے۔

محتاج کو کچھ رقم اس نیت سے دینا کہ جب چرم

قربانی کی قیمت وصول ہوگی تو اتنی رقم رکھ لوں گا

سوال: (۳۰۷) اگر چرم قربانی فروخت کرنے پر قیمت وصول نہ ہوئی تھی کہ کسی شخص نے کچھ سوال کیا اور اس سائل کو اس نیت سے کچھ دے دیا کہ جب فروختگی چرم کے دام آویں گے تو ہم رکھ لیں گے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۵۰ھ)

الجواب: اگر قیمت چرم قربانی ہنوز وصول نہیں ہوئی اور اپنے پاس سے کسی محتاج کو کچھ رقم دیدی اس ارادہ سے کہ جس وقت قیمت چرم قربانی وصول ہو جاوے گی اس میں سے یہ رقم رکھ لی جائے گی تو یہ درست ہے، کیونکہ دراہم ودنانیر میں ایسے موقع میں تعیین نہیں ہوتی۔ فقط

قربانی کی کھال دباغت کر کے فروخت

کی ہو تو دباغت کا صرفہ لینا کیسا ہے؟

سوال: (۳۰۸) ایک شخص نے چرم قربانی کو بلا دباغت فروخت نہیں کیا کہ کم قیمت کو فروخت ہوتا، بلکہ دباغت کرا کر فروخت کیا اور دباغت میں دو روپیہ صرف ہوئے بعد فروخت کے دو روپیہ مجرا کر سکتا ہے یا کل کا صدقہ واجب ہوگا؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۰۲۲ھ)

الجواب: کل قیمت کا تصدق واجب ہوگا۔ کما هو قضاة الإطلاق: فإن بيع اللحم

أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمانه إلخ (۱) (درمختار)

چرم قربانی کی قیمت آئندہ قربانی تک گھر میں رکھنا

سوال: (۳۰۹) اگر قیمت چرم قربانی کی آئندہ قربانی تک گھر میں رکھے رہے تو کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۵/۶۱ھ)

الجواب: صدقہ کرنا اس کا ضروری ہے اول تو اسی وقت کرے اور اگر وہ قیمت رکھے رہے تو اب صدقہ کر دے۔ فقط

بعض شرکاء کا چرم قربانی کی قیمت بے موقع صرف کرنا

سوال: (۳۱۰) سات آدمیوں نے قربانی کا جانور خرید کر ذبح کیا اور چمڑا فروخت کر کے اپنے اپنے حصے کی قیمت لے لی، چار آدمیوں نے قیمت چرم کو ناجائز موقع پر صرف کیا؛ اس صورت میں کس کی قربانی ہوئی اور کس کی نہیں ہوئی؟ (۳۵/۲۲۹-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قربانی سب کی ہوگئی، مگر جس نے قیمت اپنے حصہ چرم کی بے موقع صرف کی اس کے ذمے اسی قدر قیمت صدقہ کرنا واجب ہے اگر نہ کرے گا تو اس کی قربانی میں نقص رہے گا۔

افسران کا زبردستی چرم قربانی وصول کرنا

سوال: (۳۱۱)..... (الف) ایک گاؤں کے دو افسر صاحب مال نہیں ہیں وہ اس گاؤں کے لوگوں سے قربانی کا چمڑا جبراً وصول کرتے ہیں اور لوگوں سے وصول کراتے ہیں، آیا اس طرح سے ان کا وصول کرنا اور لوگوں کا وصول کر کے دینا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اکثر وہ لوگ جو قربانی کرتے ہیں ان کے خویش و اقارب میں یتیم و بیوہ ہیں جن کا وارث کوئی نہیں کہ ان کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرے، ان لوگوں سے بھی وہ افسران گاؤں چمڑا جبراً قہراً وصول کرتے ہیں اگر وہ لوگ اپنے خویش و اقارب کے یتیم و بیوہ و حاجت مندان کو چمڑا دے دیں

اور ان افسران کو جو کہ مدرسہ کے لیے وصول کرتے ہیں نہ دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۸۷-۱۳۳۰ھ)
 الجواب: (الف) جبراً قہراً لینا ان لوگوں کا چرم قربانی کو درست نہیں، قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے کہ یا وہ خود اس چرم کو دباغت دے کر اپنے استعمال کے لیے کوئی چیز ڈول و دسترخوان وغیرہ بنوالیں، اور اگر فروخت کریں تو اس کی قیمت محتاج و مسکین کو تقسیم کریں یا طلبہ مدرسہ کو دے دیں، افسران و اغنیاء کو یہ درست نہیں کہ جبراً وہ چرم قربانی وصول کریں۔

(ب) قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے کہ بعد فروخت چرم قربانی کے وہ اپنے اقرباء و یتامیٰ و مساکین و بیوہ عورتوں کو دے دیوں یا طلبہ مدارس عربیہ کو دے دیوں جبر کرنا ان پر درست نہیں، حدیث شریف میں ہے: أَلَا لَا تَظْلَمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسِهِ (۱)

باب العقیقة

عقیقة کا بیان

عقیقة کرنا مستحب ہے

- سوال: (۳۱۲) عقیقة در مذہب حنفیہ سنت است یا واجب یا مستحب یا مباح؟ (۱۳۳۵/۱۲۸) **الجواب:** صحیح ایں است کہ عقیقة در مذہب حنفیہ مستحب است نہ سنت۔ کما فی الشامی: يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه ، ويحلق رأسه ، ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أو ذهباً ، ثم يعق عند الحلق عقیقة إلخ (۱) فقط واللہ اعلم
- ترجمہ: سوال: (۳۱۲) عقیقة مذہب حنفی میں سنت ہے یا واجب یا مستحب یا مباح؟ **الجواب:** صحیح یہ ہے کہ مذہب حنفی میں عقیقة مستحب ہے نہ کہ سنت، جیسا کہ شامی میں ہے۔
- سوال: (۳۱۳) عقیقة کرنا مستحب ہے یا سنت؟ (۱۳۴۰/۳۵) **الجواب:** عقیقة کرنا عند الحنفیہ جائز اور مستحب ہے اور اس میں ثواب ہے۔ فقط

عقیقة کے چند احکام

- سوال: (۳۱۴) عقیقة کا حکم کیا ہے مثل قربانی کے ہے؟ ایک گائے میں سات لڑکوں کا ہو سکتا ہے؟

اور یہ بھی خیال رہے کہ لڑکے اور لڑکی کا مجموعہ سات ہے، عقیقہ کا حکم ہے کہ پیدائش کے دنوں کا خیال رہے گو کتنے ہی دن گزر جائیں، جب اتنے لڑکے ہوں گے تو دن کا خیال کہاں رہا؟ بلکہ پیدائش کا دن مختلف ہوگا، اور جو حدیث میں وارد ہے کہ لڑکے کے لیے دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک بکری ہونا چاہیے (۱) جب گائے میں لڑکے لڑکی شامل ہیں تب کیسے ہوگا؟

عقیقہ کا گوشت اس کے ماں باپ دادا نانا نانی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ عقیقہ کی ہڈی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور گوشت کیسے تقسیم ہونا چاہیے؟ اگر اہل و عیال زیادہ ہوں تو نصف تک رکھنا باقی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایک گائے میں سات حصے عقیقہ کے ہو سکتے ہیں، لڑکا ہے تو اس کے دو حصے لیے جاویں اور لڑکی کا ایک حصہ، اور جب کہ لڑکے ایک دن کے پیداشدہ ہوں تو ان کا عقیقہ ایک دن ہوگا، اجتماع ہو سکتا ہے، اور اگر ولادت کا دن مختلف ہے تو اگر موافق سنت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہتا ہے تو ہر ایک کا علیحدہ کر دیوے، اگر بکرا بکری نہ ملے تو پوری گائے بھی ایک عقیقہ میں ہو سکتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ہڈی توڑنا بھی جائز ہے (۲) اور دادا نانا وغیرہ اور سب اقرباء کو کھانا اس کا جائز ہے، اور گوشت کے اگر تمام حصے رکھ لیوے یا تمام تقسیم کر دیوے یہ سب درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط

عقیقہ نہ کرنے میں کوئی مَوَاضِیہ نہیں

سوال: (۳۱۵) عقیقہ کا تارک گنہ گار ہوتا ہے یا نہ؟ (۱۵۳۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: عقیقہ واجب نہیں ہے اس کا تارک گنہ گار نہیں ہے، بلکہ اگر کیا جاوے تو بہتر ہے اور ثواب ہے، اور اگر نہ کیا جاوے تو گناہ نہیں ہے، اور بہتر یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں روز کیا جاوے اور اگر ساتویں دن نہ ہو تو چودھویں دن یا اکیسویں دن کیا جاوے، پھر جب چاہے کر دے۔

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقيقة عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة، رواه أبو داود والنسائي (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۳ کتاب الأطعمة، باب العقيقة، الفصل الثاني)

(۲) سواء فرق لحمها نيئاً أو طبخه، بحموضة أو بدونها مع كسر عظمها أو لا (الشامي ۴۰۷/۹ آخر كتاب الأضحية)

سوال: (۳۱۶) کیا عقیقہ نہ کرنے سے گنہ گار ہوتا ہے؟ (۱۱۷۵/۱۳۳۵ھ)
 الجواب: عقیقہ مستحبات سے ہے جس کے ترک پر کوئی مؤاخذہ نہیں، علی الخصوص عدم استطاعت کی صورت میں تو بالکل ساقط ہے۔

دوماہ کے بعد بھی عقیقہ کرنا اچھا ہے

سوال: (۳۱۷) ایک لڑکا عرصہ دوماہ کا ہو گیا ہے اب اس کا عقیقہ کس طریق پر کیا جاوے یا اب عقیقہ کرنا فضول ہے؟ پیشتر سے یہ دھوکا ہو گیا کہ جس وقت چاہو کرلو، اب معلوم ہوا کہ اکیس یوم تک سنت تھا اب کوئی عمدہ صورت نکل سکتی ہے تو مطلع فرمائیے۔ (۲۹/۶۲۷-۱۳۳۰ھ)
 الجواب: دوماہ کے بعد بھی عقیقہ کر دینا اچھا ہے، اس کو فضول نہ سمجھنا چاہیے، پس بلا قید دن و تاریخ کے جس دن ہو سکے بچے کی طرف سے عقیقہ کر دیا جاوے، دو بکرے قاعدے کے موافق ذبح کر دیے جاویں۔ فقط

عقیقہ کا وقت اور اس کے گوشت کی ہڈیاں توڑنا

سوال: (۳۱۸) عقیقہ کتنے روز بعد کرنا چاہیے، اخیر مدت کہاں تک ہے؟ عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑی جائیں یا نہیں؟ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۱۹۰۳-۱۳۳۳ھ)
 الجواب: عقیقہ ساتویں روز ولادت سے مستحب ہے، اگر اس وقت نہ ہو تو بہتر ہے کہ چودھویں روز یا اکیسویں روز کرے، ورنہ جب کر دے اچھا ہے کچھ حرج نہیں ہے، اور ہڈیوں کا توڑنا درست ہے، اور والدین کو اس کا کھانا درست ہے۔ شامی میں ہے: مع کسر عظمها أولا، واتخاذہ دعوة
 أو لا إلخ (۱)

سوال: (۳۱۹) عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑی جائیں یا الگ الگ جوڑ چھڑائے جائیں؟

(۲۵۶۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہڈیوں کا توڑنا درست ہے، مگر نہ توڑنا بہتر ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے (۱)

سوال: (۳۲۰) عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۰۶ھ)

الجواب: عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا توڑنا درست ہے اور اگر نہ توڑے تو یہ اچھا ہے اور بہتر ہے، اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، الغرض یہ امر یعنی ہڈیوں کا نہ توڑنا مستحبات میں سے ہے ضروری امر نہیں ہے۔ فقط

لڑکے کے عقیقہ میں دو اور لڑکی کے عقیقہ

میں ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے

سوال: (۳۲۱) لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری یا ایک بکری ذبح کریں یا لڑکے کے عقیقہ

میں دو اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک، اور عقیقہ ولادت سے کتنے روز بعد ہونا چاہیے؟ (۱۳۴۳-۳۲/۱۵۹ھ)

الجواب: لڑکے کے عقیقہ میں دو بکری اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کریں یہ مستحب ہے، لیکن اگر دونوں کے عقیقہ میں ایک ایک بکری ذبح کریں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں، ثواب اس میں بھی حاصل ہے، اور عقیقہ ولادت سے ساتویں روز مستحب ہے، اگر اس دن نہ ہو تو چودھویں یا اکیسویں روز ہو جاوے ورنہ جب کبھی ہو جاوے اچھا ہے کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

عقیقہ کے گوشت کو تین حصوں پر تقسیم کرنا ضروری نہیں

سوال: (۳۲۲) عقیقہ کا گوشت کئی حصے پر تقسیم کیا جائے؟ لڑکی کی تاریخ پیدائش ۲ صفر ۱۳۴۲ھ

بروز جمعہ ہے، آیا عقیقہ میں کسی تاریخ یا دن کی قید ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۲۱ھ)

(۱) عن عطاء عن أم كرز و أبي كرز قال: نذرت امرأة من آل عبد الرحمن بن أبي بكر أن ولدت امرأة عبد الرحمن نحرنا جزورا، فقالت عائشة: لا، بل السنة أفضل، عن الغلام شاتان مكافتان وعن الجارية شاة تقطع جدولا ولا يكسر لها عظم، فياكل ويطعم ويتصدق ولكن ذاك يوم السابع، فإن لم يكن ففي أربعة عشر، فإن لم يكن ففي إحدى وعشرين، هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخبر به (إعلاء السنن ۱۱۴/۱-۱۱۵ کتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة)

الجواب: عقیقہ میں گوشت کے حصص کرنے کی ضرورت نہیں ہے خواہ تمام خود پکالیوں اور احباب و اقرباء کو کھلا دیوں یا تمام گوشت اقرباء و احباب وغیرہ کو تقسیم کر دیوں، یہ تفصیل اس میں نہیں ہے کہ کس قدر تقسیم کرے اور کس قدر خود رکھے اور اگر ایسا کرے کہ مثل قربانی کے ایک ثلث فقراء کو دیوں، اور ایک ثلث اقرباء و احباب کو دیوں، اور ایک ثلث خود رکھے تو یہ بھی درست ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے اس میں ہر طرح کا اختیار ہے، اور عقیقہ پیدائش کے دن سے ایک دن پہلے کرے تو یہ اچھا ہے باقی جس دن بھی کر دے درست ہے، عقیقہ ادا ہو جائے گا، اصل میں عقیقہ پیدائش سے ساتویں دن ہے، پھر چودھویں دن پھر ایک سو دس دن اس کے بعد جب چاہے کرے کچھ تعیین نہیں ہے، لیکن اگر پیدائش کے دن سے ایک دن پہلے کرے تو یہ اچھا ہے، مثلاً اگر جمعہ کو بچہ پیدا ہوا تو جمعرات کو عقیقہ کرے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ فقط

جو جانور قربانی میں ذبح ہو سکتا ہے وہ عقیقہ میں بھی ہو سکتا ہے

سوال: (۳۲۳) عقیقہ کی کیا شرائط اور کیا تعریف ہے؟ حلق اور ذبح میں معیت شرط ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۰۴۲ھ)

الجواب: عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ہیں یعنی جو جانور قربانی میں ذبح ہو سکتا ہے عقیقہ میں بھی ہو سکتا ہے، عقیقہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس بچے کے سر کے بال منڈوائے جاویں اور بکری وغیرہ ذبح کی جاوے معیت حلق اور ذبح میں شرط نہیں ہے۔ فقط

قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ لینا درست ہے

سوال: (۳۲۴) قربانی کی گائے میں سے حصہ لینا عقیقہ کے لیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۵۰۶ھ)

الجواب: عقیقہ کے لیے حصہ لینا اس گائے میں سے درست ہے۔ فقط

سوال: (۳۲۵) قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصے شامل کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۷۸۶ھ)

الجواب: قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصے شامل کرنا درست ہے (۱)

اونٹ، گائے اور بھینس کو عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۳۲۶) اگر عقیقہ میں خسی بکرے کے بجائے گائے، بھینس، بیل وغیرہ ذبح کیا جائے درست ہے یا نہ؟ (۳۳/۹۰۱-۱۳۳۲ھ)

الجواب: گائے، بھینس اور بیل کو عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے اور عقیقہ اس سے ادا ہو جاتا ہے، اور سات تک کی شرکت ان جانوروں میں صحیح ہے۔ کما جاء في الحديث: عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فاشتر كنا في البقرة سبعة وفي البعير عشرة (۲) وفي بعض الروايات: البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة (۳) أو كما قال صلى الله عليه وسلم، وهو المعمول به عند الأحناف. فقط

سوال: (۳۲۷) عقیقہ میں علاوہ بکری کے گائے بھینس اونٹ بیل کا ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ میں گائے بھینس، اونٹ، بیل وغیرہ بھی درست ہے۔

سوال: (۳۲۸) عقیقہ گائے سے بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور مثل قربانی کے اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۳۳۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ گائے سے بھی درست ہے اور سات حصہ مثل قربانی کے اس میں ہو سکتے ہیں۔ فقط

سوال: (۳۲۹)..... (الف) سوائے بکری کے اور کسی جانور کا عقیقہ میں ذبح کرنا آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور عقیقہ کا جانور کیسا ہونا چاہیے؟

(ب) گائے، بھینس، اونٹ کا عقیقہ میں ذبح کرنا اگر جائز ہے تو ایک گائے یا بھینس یا اونٹ

(۱) وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل ، لأن ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد (حاشية ابن عابدين ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية)

(۲) مشكاة المصابيح ص: ۱۲۸ كتاب الصلاة ، باب في الأضحية ، الفصل الثاني .

(۳) مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷، كتاب الصلاة ، باب في الأضحية ، الفصل الأول.

سات آدمیوں کے لیے کافی ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور اس صورت میں پسر و دختر کے احکام کیا ہوں گے؟
(۱۳۳۱/۲۶۸۷)

الجواب: (الف - ب) اکثر احکام عقیقہ کے مثل قربانی کے ہیں، پس جو جانور ذبح کرنا قربانی میں درست ہے عقیقہ میں بھی درست ہے، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ بھی عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے، ان میں سات حصے ہو سکتے ہیں اور پوری گائے وغیرہ بھی ایک عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے جیسا کہ قربانی میں درست ہے، اور آنحضرت ﷺ سے ذبح کبش عقیقہ میں مروی ہے (۱) پس تخصیص کبش کی مراد نہیں ہے بلکہ جملہ وہ جانور جو قربانی میں ذبح ہو سکتے ہیں عقیقہ میں بھی ہو سکتے ہیں، چنانچہ شامی میں تصریح ہے کہ اگر گائے یا اونٹ میں بعض شرکاء قربانی کی نیت کریں اور بعض عقیقہ کی تو درست ہے و کذا لو أراد بعضهم العقیقة عن ولد الخ (۲) اور پسر کے لیے چونکہ دو بکری و دنبہ کا ذبح کرنا مستحب ہے تو اگر گائے میں حصہ لیوے تو دو حصہ لیوے اور دختر کے لیے ایک کافی ہے اور یہ پہلے لکھا گیا ہے کہ پوری گائے وغیرہ بھی ایک عقیقہ میں ذبح کر سکتا ہے۔ فقط

سوال: (۳۳۰) گائے کا عقیقہ جائز ہے تو کس حدیث سے؟ (۱۳۳۲/۵۱۸)

الجواب: حدیث میں عقیقہ میں گائے کا ذبح کرنا وارد نہیں ہے بلکہ بکرا دنبہ وغیرہ وارد ہوا ہے، لیکن فقہاء رحمہم اللہ نے عقیقہ کا حکم ذبح جانور میں قربانی کا سا لکھا ہے اور قربانی کے ساتھ عقیقہ کی شرکت کو بھی جائز رکھا ہے اور قربانی میں گائے اونٹ بکری سب درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ میں بھی یہ سب درست ہے شامی میں ہے: قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل — إلى أن قال — و کذا لو أراد بعضهم العقیقة عن ولد قد ولد له من قبل الخ (۳) فقط

اونٹ، گائے اور بھینس میں سات عقیقہ ہو سکتے ہیں

سوال: (۳۳۱) عقیقہ میں گائے و شتر کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بقول جمہور جائز ہے تو ایک

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عقی عن الحسن والحسين كبشاً كبشاً رواه أبو داود (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۳ كتاب الأطعمة، باب العقیقة، الفصل الثاني)

(۲) الشامي ۳۹۵/۹ كتاب الأضحية .

(۳) حوالہ سابقہ۔

گائے یا ایک شترسات عقیدہ کے لیے کافی ہے یا نہ؟

نوٹ: ایک مولوی صاحب نے یہ جواب لکھا تھا کہ ایک گائے یا ایک شترسات عقیدہ کو کافی نہیں ہو سکتا۔ (۱۳۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وعن جابر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک بقر اور ایک اونٹ سات کی طرف سے کافی ہے اور شریعت کے قاعدہ اور احادیث کی تصریح سے یہ ثابت ہے کہ سبع بدنہ قائم مقام ایک شاة کے ہے، پس جب کہ عقیدہ میں ایک شاة کافی ہے تو سبع بدنہ بھی ضرور کافی ہے اور جب کہ قربانی میں جو کہ واجب ہے سبع بدنہ کافی ہے تو عقیدہ میں جو کہ واجب بھی نہیں کیسے کافی نہ ہوگا؟ اور قیاس فقہاء و مجتہدین کا معتبر ہے اور ایک حجت ہے دین میں کما فصل فی موضعہ (۲) پس جب کہ تصریح فقہاء کی ہے کہ عقیدہ میں یہی حکم ہے جو قربانی میں کہ سبع بدنہ کافی ہے اور یہ قیاس مستنبط عن الأحادیث ہے تو پھر انکار اس کا تعنت ہے۔ شامی میں ہے: تنبيه: قد علم أن الشرط قصد القرية من الكل، وشمل مالو كان أحدهم مريدا للأضحية عن عامه وأصحابه عن الماضي الخ وشمل ما لو كانت القرية واجبة على الكل أو البعض اتفقت جهاتها أولا: كأضحية وإحصار إلخ وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل، لأن ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد رحمه الله إلخ (۳) (شامی ۵/۲۰۷) فقط

پورا کٹڑا عقیدہ میں ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۳۳۲) عقیدہ میں گائے یا کٹڑا بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور مثل قربانی سات حصے کیے جاویں یا سالم کیا جاوے؟ (۱۳۳۱/۱۰۵۲ھ)

- (۱) مشکاة المصابيح ص: ۱۲۷ کتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الأول.
- (۲) القياس حجة من حجج الشرع، يجب العمل به عند انعدام ما فوّه من الدليل في الحادثة، وقد ورد في ذلك الأخبار والآثار (أصول الشاشي ص: ۲۰۰، البحث الرابع في القياس، فصل في حجية القياس، المطبوع: مكتبة البشرية، كراتشي، باكستان)
- (۳) رد المحتار ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية.

الجواب: عقیقہ میں گائے اور کٹڑا اور بھینس کو بھی ذبح کر سکتے ہیں اور سات حصے تک اس میں ہو سکتے ہیں، لیکن اگر پوری گائے وغیرہ ایک عقیقہ میں ذبح کر دی جاوے تو یہ بھی درست ہے۔ فقط

ایک گائے تین لڑکوں کے عقیقہ میں کافی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۳)..... (الف) زید پر قربانی واجب ہے اور وہ اپنے تین لڑکوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے ایام قربانی میں ایک گائے زید کی طرف سے قربانی میں اور تینوں لڑکوں کے عقیقہ میں کافی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) ایک گائے تین لڑکوں کے عقیقہ کو کافی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۵۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف - ب) ایک گائے میں قربانی کا حصہ اور عقیقوں کے حصے لے سکتے ہیں، قربانی اور عقیقہ ادا ہو جاوے گا، دوسری صورت میں بھی عقیقہ صحیح ہے ایک گائے میں دو تین چار سات تک عقیقے ہو سکتے ہیں۔ فقط

ایام قربانی میں سے کوئی دن عقیقہ کا نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳۴) عقیقہ میں بقر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قربانی و عقیقہ ایک ہی بقر میں ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن عقیقہ کا نہ ہو تب بھی عقیقہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیت کس طرح کرے؟ (۲۸۸۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: عقیقہ میں گائے بیل ذبح کرنا جائز ہے، اور عقیقہ و قربانی ایک گائے بیل اونٹ میں جائز ہے، اور اگر قربانی کے تین دن میں وہ دن نہ پڑے جو عقیقہ کے لیے مستحب ہے مثلاً ساتواں دن یا چودھواں یا اکیسواں دن تو عقیقہ پھر بھی ہو جاتا ہے، اور نیت دونوں کی کرے مثلاً چھ حصوں میں نیت قربانی کی کرے اور ایک حصہ میں عقیقہ کی نیت کرے۔ فقط

تاریخ پیدائش یا دنہ ہو تو عقیقہ کس طرح کرے؟

سوال: (۳۳۵) اگر ایام پیدائش بالکل یاد نہ ہوں تو کس دن عقیقہ کیا جائے؟ (۲۷۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس دن چاہے کرے حتیٰ الوسع اس روز ولادت کو یاد کر کے اس سے ایک دن پہلے کرے۔

سوال: (۳۳۶) بچے کے پیدا ہونے کا دن ولی کو یاد نہیں رہا اب عقیقہ کس طرح کرے؟
(۱۳۳۳ھ/۵۰۶-۳۲)

الجواب: جس دن چاہے کر دے۔ فقط

جن بچوں کی تاریخ پیدائش الگ الگ ہے

ان کا عقیقہ ایک ساتھ کرنا درست ہے

سوال: (۳۳۷) ایک گائے میں سات نام پر عقیقہ کیا جائے اور ساتوں کے ایام پیدائش مختلف ہوں تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷ھ/۲۷۴۴)

الجواب: عقیقہ ہو جائے گا، ساتواں دن ہونا افضل ہے اگر ایسا نہ ہوا، اور آگے پیچھے ہو گیا تب بھی عقیقہ ہو گیا۔

قربانی کی نیت سے پالا ہوا بکرا عقیقہ میں ذبح کرنا

سوال: (۳۳۸) زید کے یہاں ایک بکرا ہے، جس کی عمر پورے ایک سال کی ہو چکی ہے، جب بکرا پیدا ہوا تھا تو یہ نیت کی تھی کہ اس بکرے کی قربانی عید الاضحیٰ پر کریں گے، کیا اس کو عقیقہ میں ذبح کرنا جائز ہے؟ (۱۳۳۳ھ/۷۸۵)

الجواب: محض نیت اور خیال سے اور ارادہ سے نذر ثابت نہیں ہوتی، لہذا اس بکرے کا ذبح کرنا قربانی میں لازم نہیں ہے، بلکہ اس کو عقیقہ میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ فقط

عقیقہ کے جانور کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ ادا نہ ہوگا

سوال: (۳۳۹) عقیقہ کے جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے عقیقہ ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳ھ/۶۰۴-۳۲)

الجواب: عقیقہ کے جانور کی قیمت اللہ دینے سے سنت عقیقہ کی ادا نہ ہوگی۔

عقیقہ کا بکرا یا اس کی قیمت مدرسہ میں دینا

سوال: (۳۴۰) اگر عقیقہ کے بکرے کی قیمت اسلامی مدرسہ یا انگورافنڈ وغیرہ میں دینے سے یا بکرا دینے سے عقیقہ ادا ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۴۰۳ھ)

الجواب: اس سے عقیقہ ادا نہ ہوگا، عقیقہ اور قربانی جانور کے ذبح کرنے سے ہی ادا ہوتے ہیں۔ فقط

جو بچہ عقیقہ کرنے سے پہلے مر گیا وہ والدین کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے

سوال: (۳۴۱) جس لڑکے کا عقیقہ نہ ہوا ہو، تو والدین اس کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر قربانی کر دیں تو عقیقہ کی ضرورت رہی یا نہیں؟ اور حدیث شریف میں ہے کہ جس لڑکے کا عقیقہ نہیں ہوا وہ والدین کی شفاعت نہیں کر سکتا اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ جو لڑکا صغیر سن میں بے عقیقہ ہوئے مر جائے تو والدین کی شفاعت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا (۱۳۳۲-۳۳/۳۵۳ھ)

الجواب: قربانی بھی کر سکتے ہیں اور عقیقہ کی بھی نیت اس میں ہو سکتی ہے، اور حدیث شریف میں مرہون کا لفظ آیا ہے (۱) اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض علماء نے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ والدین کی شفاعت سے روکا گیا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) عن الحسن عن سمرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه رواه أحمد والترمذي وأبو داود والنسائي لكن في روايتهما رهينة بدل مرتهن (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۲ كتاب الأطعمة، باب العقيقة، الفصل الثاني)

(۲) قوله: (مرتهن) بضم الميم وفتح الهاء أي مرهون (بعقيقته) يعني أنه محبوس سلامته عن الآفات بها أو أنه كالشيء المرهون وقيل: معناه أنه معلق شفاعته بها، لا يشفع لهما إن مات طفلا ولم يعق عنه (مرقاة المفاتيح ۸/ ۱۵۶، كتاب الأطعمة، باب العقيقة، شرح "الغلام مرتهن بعقيقته")

سوال: (۳۴۲) مولود کا عقیقہ ساتویں روز نہیں کیا بعد میں وہ مر گیا، پھر عقیقہ کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور وہ بچہ شفاعت کرے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۹۳ھ)

الجواب: بچے کے مرجانے کے بعد عقیقہ مستحب نہیں رہا اور عقیقہ کا وقت نہیں رہا اور بچے کا والدین کی شفاعت کرنا اور بخشنا عقیقہ پر موقوف نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۴۳) لڑکا نابالغ قبل از عقیقہ انتقال کر گیا تو یہ والدین کے لیے شفیع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور بہ امید شفاعت اگر بعد از انتقال عقیقہ کیا جاوے تو عند اللہ مقبول ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۶۶ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ (۱)** مرقاۃ میں ہے: والمعنی انه كالشيء المرهون لا يتم الانتفاع والاستمتاع به دون فكّه والنعمة إنما تتم على المنعم عليه بقيامه بالشكر وظيفه الشكر في هذه النعمة ماسنّه نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو أن يعق عن المولود شكراً لله تعالى وطلباً لسلامة المولود ويحتمل أنه أراد بذلك أن سلامة المولود ونشوه على النعت المحبوب رهينة بالعقيقة ، وهذا هو المعنى (۲) پس اس حدیث کے عمدہ معنی یہ ہیں جو مرقات میں بیان کیے، اور بعض نے اس حدیث سے یہ مطلب لیا ہے کہ لڑکا بدون عقیقہ کے شفاعت والدین سے روکا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اور خصوصاً جب کہ حنفیہ عقیقہ کی سنیت کے نسخ کے قائل ہیں (۳) تو پھر نفی شفاعت بوجہ ترک عقیقہ صحیح نہ ہوگی، بہر حال بچے کی زندگی

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج سوال (۳۴۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ”بچہ اپنے عقیقہ کے بدلے گروی ہے“ اس ارشاد نبوی کے معنی یہ ہیں کہ بچہ گروی چیز کی طرح ہے، اُسے چھڑائے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا اور نفع حاصل کرنا تام نہیں ہوتا، اور نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے منعم علیہ پر نعمت تام ہوتی ہے، اور اس نعمت میں شکریہ ادا کرنے کا طریقہ وہی ہے جس کو اللہ کے نبی ﷺ نے تجویز فرمایا، اور وہ طریقہ یہ ہے کہ بچہ کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اللہ کا شکریہ ادا کرنے اور بچہ کی سلامتی طلب کرنے کی غرض سے، اور احتمال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد سے یہ معنی مراد لیے ہوں کہ بچہ کی سلامتی اور عمدہ طور پر اس کی نشوونما عقیقہ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، اور یہی معنی مراد ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۸/۱۵۷ کتاب الأطعمة ، باب العقیقة ، شرح ”الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ“)

(۳) عن أبي حنيفة عن رجل عن محمد بن الحنفية أن العقيقة كانت في الجاهلية ، فلما جاء الإسلام رفضت . رواه أيضا محمد في كتاب الآثار ص: ۱۱۶ وقال : به نأخذ . وهو قول أبي حنيفة =

میں بچے کے محفوظ رہنے کے لیے اس کی طرف سے عقیقہ کیا جاتا ہے، پس جب وہ بچہ فوت ہو گیا تو عقیقہ اس کا باقی نہ رہا، ویسے اگر جانور ذبح کر کے تقسیم کر دیا جاوے اور یا کھایا جاوے تو اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہے لیکن وہ عقیقہ مسنونہ نہیں ہے۔ فقط

عقیقہ کا جانور ذبح کرنے کے لیے کونسا وقت اور کون شخص بہتر ہے؟

سوال: (۳۴۴) عقیقہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ ابتدائے ولادت سے کب تک ہونا جائز ہے؟ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا کیسا ہے؟ اور دایا وغیرہ کو کس قدر دیا جاوے؟ غیر مذہب کو کھانا کیسا ہے؟ لیل و نہار میں سے کوئی وقت معینہ ہے یا جس وقت چاہیں قربانی کر سکتے ہیں؟ ذبح کے واسطے اولیٰ کون شخص ہے؟ (۱۳۳۸/۹۵۵ھ)

الجواب: عقیقہ مستحب ہے، فرض اور واجب نہیں ہے، اور وقت مستحب اس کا ساتواں دن ولادت سے ہے، اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں دن کرے، اور اگر نہ ہو پھر جب چاہے کرے اور والدین کو کھانا اس میں سے درست ہے (۱) اور دایا و حجام کو دینا اس میں سے کچھ ضروری نہیں ہے نہ گوشت اور نہ سری پائے، اور اگر دیدیوے تو کچھ حرج نہیں ہے بہتر ہے، جس قدر چاہے دے دیوے، اور ذبح کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے رات ہو یا دن، اور جو کوئی چاہے ذبح کرے کسی کی تخصیص نہیں ہے اور غریب غیر مذہب والوں کو بھی دینا درست ہے۔ فقط

= قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله : أقول : نص الروايات ظاهر في أن مذهب أبي حنيفة رحمه الله هو أن العقيقة منسوخة وغير مشروعة بعد. وما نقله الشامي عن جامع المحبوبي أنها مباحة وشرح الطحاوي أنها مستحبة ليس بنقل للمذهب بل هو رأي منهما، وآياه لما ورد في ذلك من الأخبار (إعلاء السنن ۱/۱۰۱، كتاب الذبائح، كشف الحقيقة عن أحكام العقيقة، باب العقيقة)

(۱) و أنه يستحب الأكل منها والإطعام والتصدق كما في الأضحية، فما اشتهر على السنة العوام أن أصول المولود لا يأكلون منها لأصل له (إعلاء السنن ۱/۱۰۱، كتاب الذبائح، باب أفضيلة ذبح الشاة في العقيقة)

بنام آنحضرت ﷺ عقیقہ کرنا

سوال: (۳۴۵) ایک شخص نے بنام آنحضرت ﷺ عقیقہ اور قربانی کی، آیا دونوں جائز ہیں یا نہیں؟ (۱۰۷۵/۱۳۳۱ھ)

الجواب: قربانی کرنا میت کی طرف سے مسنون ہے اور عقیقہ بعد ولادت کے مسنون ہے نہ بعد مرنے کے، پس قربانی صحیح ہے اور عقیقہ نہیں ہوا لیکن اگر عقیقہ سے ایصال ثواب مقصود ہو تو ثواب پہنچ جاوے گا۔ شامی میں ہے: من ضحی عن الميت إلخ (۱) اور مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن بريدة رضي الله عنه قال: كنا في الجاهلية إذا ولد لأحدنا غلام ذبح شاة (۲) (الحديث)

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

سوال: (۳۴۶) عقیقہ کا بکرا ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھے؟ اور بکری کی سری پائے کس کا حق ہے؟ (۱۶۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ ہو یا قربانی صرف بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دیوے یہ کافی ہے، پھر اگر قربانی ہے تو قربانی کی نیت دل میں کرے اور اگر عقیقہ ہے تو عقیقہ کی نیت کرے اور اگر دعا: اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ إلخ (۳) پڑھ دے تو یہ بھی اچھا ہے،

(۱) الشامي ۳۹۵/۹ کتاب الأضحية .

(۲) عن بريدة رضي الله عنه قال : كنا في الجاهلية إذا ولد لأحدنا غلام ذبح شاة ولطخ رأسه بدمها، فلما جاء الإسلام كنا نذبح الشاة يوم السابع، ونحلق رأسه ، ونلطخه بزعفران. رواه أبو داود ، وزاد رزين: ونسميه (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۳ كتاب الأطعمة ، باب العقيقة ، الفصل الثالث)

(۳) والدعاء قبل التسمية أو بعد الذبح لا بأس به لعدم القرآن أصلا وفي الشامي: قوله: (لا بأس به) أي لا يكره ، لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال بعد الذبح : اللهم تقبل هذا عن أمة محمد ممن شهد لك بالوحدانية ولي بالبلاغ وكان عليه الصلاة والسلام إذا أراد أن يذبح قال: اللهم هذا منك ولك ، إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين ، لا شريك له =

اور عقیقہ کے بکرے کے سری اور پائے کسی خاص شخص کا حق نہیں ہے، جس کو چاہے دیدے اور چاہے خود کھائے، غرض قربانی کا سا حکم ہے عقیقہ کا بھی۔

جس جگہ عقیقہ کیا جا رہا ہے وہاں بچہ کا ہونا ضروری نہیں

سوال: (۳۴۷) زید کا لڑکا غیر موضع میں پیدا ہوا ہے زید نے اپنے مکان پر عقیقہ کیا اور اسی دن لڑکے کے بال موضع مذکور میں منڈوائے یہ عقیقہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۴۷ھ)

الجواب: عقیقہ میں مستحب صرف یہ ہے کہ جس وقت بچہ کے بال اتریں اسی وقت یا کچھ مقدم اور مؤخر عقیقہ کا جانور ذبح کیا جاوے، پاس ہونا بچہ کا یا سامنے ہونا شرط نہیں ہے کما قال فی رد المحتار: ثم یعق عند الحلق عقیقة إباحة أو تطوعاً انتهی ملخصاً (۱) فقط

سوال: (۳۴۸) کیا یہ صورت عقیقہ کی جائز ہے کہ بچہ کسی دوسرے مقام پر ہو جس کی حاضری وقت پر دشوار ہو تو اس بچے کے نام پر عقیقہ کا جانور دوسرے مقام پر ذبح کر دیا جاوے، اور جہاں بچہ ہے وہاں پہلے سے لکھ دیا جاوے کہ فلاں فلاں تاریخ ہم عقیقہ کے نام پر یہاں جانور ذبح کریں گے، تم وہاں بچہ کا سر منڈا کر حسب قاعدہ شرعی استعمال صندل وغیرہ کا کرنا بالوں کو ہم وزن سیم یا زر کر کے فقراء کو تقسیم کرادو۔ بینواتو جروا (۱۳۴۱/۱۱۴۷ھ)

الجواب: یہ صورت جائز ہے۔ فقط

ایک ہی وقت میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا اور سر مونڈنا ضروری نہیں

سوال: (۳۴۹) زید کا قول ہے کہ عقیقہ میں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں سر کا مونڈنا اور جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے، جانور ذبح کرنے کے بعد اگر سر مونڈا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ بکر کا قول ہے کہ دونوں کام ایک ہی وقت میں ہونے چاہیے؟ (۱۳۳۵/۱۵۱۲ھ)

= و بذلك أمرت و أنا من المسلمين، بسم الله والله أكبر، ثم ذبح و هكذا روي عن علي كرم الله وجهه زيلعي وغيره (الدر والشامي ۳۶۴/۹، كتاب الذبائح)
(۱) الشامي ۴۰۷/۹ آخر كتاب الأضحية .

الجواب: ایسی معیت ضروری نہیں ہے، جیسے کہ مشہور ہے کہ ادھر استرہ سر مونڈنے کو سر پر رکھا جاوے اور ادھر جانور کے گلے پر چھری رکھی جاوے، تھوڑا آگے پیچھے ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور لمعات کی عبارت جس سے استدلال کیا گیا ہے وہ بھی اس پر دال ہے کہ معیت حقیقیہ مراد نہیں ہے کیوں کہ اس سے تقدم ذبح علی الحلق ثابت ہے۔ کما هو ظاهر اور پھر یہ امور مستحبہ میں سے ہے اس میں نزاع کی ضرورت نہیں ہے حتیٰ الوسع ”عند“ کا لحاظ رکھا جاوے اور تھوڑے بہت تفاوت و تقدم و تاخر کو مانع نہ سمجھا جاوے هذا هو القول الفیصل فقط

سوال: (۳۵۰) عقیدہ میں بروقت ذبح سر پر استرہ پھیرنا مستحب ہے کذا فی الشامی (۱) یا تقدیم اور تاخیر کر دے تو کیا حکم ہے۔ (۱۳۳۵ھ/۱۶۲۲)۔

الجواب: تحقیق یہ ہے کہ پوری معیت ضروری نہیں ہے اور مراد بھی نہیں ہے، تھوڑے سے تقدم و تاخر میں کچھ حرج نہیں ہے۔

عقیدہ کے وقت پیدائشی بالوں کے برابر سونا چاندی صدقہ کرنا بہتر ہے

سوال: (۳۵۱) عقیدہ کا گوشت سب اعضاء و اقرباء کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کھال کا کیا حکم ہے؟ اور بالوں کے برابر سونا چاندی دینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۳ھ/۶۶۳-۳۲)

الجواب: اس گوشت کو سب اعضاء و اقرباء کھا سکتے ہیں، اور ہڈیوں کے توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور بالوں کے برابر چاندی سونا فقراء کو دینا مستحب ہے (۲) اور کھال اپنے کام میں ڈول وغیرہ کے لاسکتے ہیں (۳)

(۱) يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ثم يعق عند الحلق عقيدة إباحة على ما في الجامع المحبوبي أو تطوعا على ما في شرح الطحاوي (الشامي ۹/۴۰۷، آخر كتاب الأضحية)

(۲) خاتمة: يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أو ذهبا..... مع كسر عظمها أولا (رد المحتار ۹/۴۰۷ آخر كتاب الأضحية)

(۳) ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة و دلو إلخ (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية)

سوال: (۳۵۲)..... (الف) جب مدت کے بعد عقیقہ کیا جاتا ہے تو اس وقت تک پیدائشی بال بن چکتے ہیں تو جو بال اس وقت لڑکے کے سر پر موجود ہیں اس کو بنوا کر اس کے برابر سونا چاندی خیرات کرے یا یہ حکم پیدائشی ہی بال کے لیے ہے؟

(ب) جس لڑکے کا عقیقہ کرنا ہو تو کیا اس کے بال عقیقہ سے پہلے نہ بنوائے جاویں؟

(۱۳۳۱/۹۴۲ھ)

الجواب: (الف-ب) یہ حکم پیدائشی بالوں کے لیے ہے جس وقت پیدائشی بال اتارے جاویں ان بالوں کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کرنا بہتر ہے اور اگر نہ کیا تو کچھ حرج نہیں ہے، اور بہتر ہے کہ جس وقت عقیقہ کرے اسی وقت پیدائشی بال اتارے اور اگر بہ ضرورت بال پہلے اتار دیے جاویں اور عقیقہ بعد میں ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، مگر بہتر اور مستحب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور بال اتارے جاویں۔

نوسال کی عمر میں عقیقہ کیا تو پیدائش سے اب تک

کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۵۳) ایک شخص نے اپنے لڑکے کا عقیقہ نوسال کی عمر میں کیا ہے اور ابتداء سے اب تک کل سر کے بال جمع ہیں تو کل بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرے یا جو اس وقت سر پر سے اترے ہیں؟ (۱۳۴۰/۱۹۵۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اختیار ہے خواہ کل بالوں کے عوض صدقہ کرے یا انہیں بالوں کے عوض صدقہ کرے جو اس وقت سر پر سے اترے ہیں اس میں شرعاً کچھ زیادہ تاکید نہیں ہے، اگر کردے بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں ہے۔ فقط

بڑی عمر میں عقیقہ کرنا بھی کار ثواب ہے اور جوان

عورت عقیقہ کے وقت سر کے بال نہ منڈوائے

سوال: (۳۵۴) میری عمر ۳۰ سال اور میری بیوی کی عمر ۲۰ سال ہوگی، ہم دونوں کا قصد ادائے

عقیقہ کا ہے اس عمر میں عقیقہ مستحب ہے یا نہیں؟ اور سر کے بال منڈوانے بوقت عقیقہ اگر مستحب ہے؟ تو جب کہ عقیقہ والی مسماۃ کی عمر ۲۰ سال ہے؟ تو کیا ہونا چاہیے؟ اور بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور ایک ران ذبیحہ کی دائی کا حق مشہور ہے اس کی بابت کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۳۶۴ھ)

الجواب: عقیقہ دراصل بچے کا ساتویں دن ولادت سے یا چودھویں دن یا اکیسویں دن مستحب ہے، پھر اس کے بعد جس وقت کر دے اچھا ہے اور بڑی عمر میں عقیقہ کر دینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے بلکہ کارثواب ہے، لیکن اگر جوان بالغہ عورت کی طرف سے عقیقہ کیا جائے تو اس کے سر کے بال نہ منڈوائے جائیں کہ یہ حرام ہے، اور بالوں کے برابر چاندی دینے کا استحباب اس وقت ہے کہ بال منڈوائے جائیں اور عورت بالغہ کے چونکہ سر کے بال نہ منڈوائے جائیں گے اس لیے اس کے لیے ہم وزن بالوں کی چاندی صدقہ کرنا بھی نہیں ہے، ویسے اگر اندازہ سے کچھ صدقہ خیرات کر دے تو کچھ حرج نہیں ہے، اور دائی کو ران دینا ضروری نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۵۵) اپنی پیدائش کا دن یاد نہ ہو تو عقیقہ کس طرح کرے؟ اور عورت جب اپنا عقیقہ کرے تو سر کے بال منڈوائے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۴۵۵ھ)

الجواب: اگر پیدائش کا دن یاد نہ ہو جب چاہے عقیقہ کرے، اور عورت بال سر کے نہ منڈوائے کہ یہ اس کے لیے ممنوع ہے۔ فقط

فوت شدہ اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنا مستحب نہیں

سوال: (۳۵۶) جس عورت کے بچے ہو کر فوت ہو گئے ان پر عقیقہ کرنا کیسا ہے؟ اس کا دل کہتا ہے کہ اپنے لڑکوں کا عقیقہ کروں، اگر کرے تو اس کے واسطے کتنے بکرے ہونے چاہئیں، سات بچے ہوں تو ایک گائے کر دے؟ فقط بینوا تو جروا (۱۳۳۰-۲۹/۱۷۷ھ)

الجواب: عقیقہ کرنا اولاد کا مستحب ہے اور یہ استحباب ان کی زندگی میں ہے، بعد موت اولاد کے ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر کوئی عورت یا مرد ایسا کرے تو درست ہے اگر سات بچے ہوں تو ایک گائے کا ذبح کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۵۷) بعد فوت ہو جانے مولود کے عقیقہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۹۹۷ھ)

الجواب: عقیقہ جو مسنونہ ہے وہ بعد مرنے بچہ کے نہیں ہے یعنی اس کو عقیقہ نہ کہا جاوے گا، باقی ذبح کر دینا جانور کا اور اس کو صدقہ کرنا یا کھانا کھلانا درست ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے جس وقت کر دے درست ہے، لیکن وہ عقیقہ مسنونہ نہ کہا جاوے گا کیونکہ عقیقہ بوقت ولادت مولود یعنی ساتویں روز ولادت سے مثلاً ہوتا ہے نہ بہ وقت موت۔ قال علیہ الصلاة والسلام: من ولد له ولد فأحب

أن ينسك عنه فلينسك عن الغلام شاتین وعن الجارية شاة رواه أبو داود والنسائي (۱) فقط
سوال: (۳۵۸) زید کے دو بچے ڈھائی تین برس کے ہو کر مر گئے، لیکن عقیقہ اس نے کسی کا بھی نہیں کیا، اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۷/۸۹۰ھ)

الجواب: عقیقہ فرض و واجب نہ تھا لہذا اب اس کو کچھ نہ کرنا چاہیے۔
سوال: (۳۵۹)..... (الف) مردہ کی طرف سے عقیقہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض عالم کہتے ہیں کہ مردہ کے نام سے قربانی کرنا درست ہے، لہذا عقیقہ بھی درست ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۶۴۳ھ)
(ب) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصے لے کر ایک لڑکے کا عقیقہ کر دیا جائے تو درست ہوگا یا نہیں؟ اگر بچہ عقیقہ ہونے سے پہلے مر گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: (الف) میت کی طرف سے قربانی درست ہے عقیقہ کا حکم میت کی طرف سے نہیں ہے۔
(ب) ایک گائے میں چند لڑکوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے، اگر دو دو حصے فی لڑکا اور ایک حصہ فی لڑکی کا کرنا چاہے تو پوری گائے میں تین لڑکوں کا اور ایک لڑکی کا عقیقہ ہو جائے گا، اور اگر ایک یا دو یا تین لڑکوں کے عقیقہ میں پوری گائے کریں یہ بھی درست ہے، اور گائے کے دو حصوں میں لڑکے کا عقیقہ ہو سکتا ہے اور جو بچہ مر گیا اور اس کا عقیقہ نہ ہوا تھا تو پھر اس کا عقیقہ نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۶۰) اگر کسی کا بچہ عقیقہ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کا عقیقہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۷۷۹ھ)

الجواب: بعد مرنے بچہ کے عقیقہ سنت اور مستحب نہیں رہتا، اگر کر دیا جائے تو کچھ حرج بھی نہیں ہے، لیکن استحباب اور سنیت عقیقہ کی بعد مرنے بچہ کے باقی نہیں رہتی۔

سوال: (۳۶۱) زید کی دختر پانچ سالہ مرگئی اب بعد فوت ہونے کے اس کا عقیقہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۸۷ھ)

الجواب: بچے کے مرجانے کے بعد اس کا عقیقہ مشروع نہیں ہے، لہذا مرنے کے بعد اس کا عقیقہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، اور جو کیفیت اور طریقہ عقیقہ کا ہے وہ بعد مرنے کے متحقق اور متصور نہیں ہو سکتا، کیونکہ عقیقہ مشروع میں یہ حکم ہے کہ بچہ کا سر منڈوا یا جائے اور اس کے سر کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے اور اسی وقت بکر اور غیرہ ذبح کیا جائے، پس معلوم ہوا کہ عقیقہ مشروع بچے کی حیات میں ہی ہو سکتا ہے، باقی ویسے اگر کوئی شخص کوئی جانور ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

عقیقہ کے لیے سامان فراہم کرنے کے بعد

بچے کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶۲)..... (الف) ایک شخص کے لڑکا یا لڑکی تولد ہوا، اس نے عقیقہ کے لیے سامان فراہم کیا اس اثناء میں بچے کا انتقال ہو گیا اب وہ سامان عقیقہ؛ عقیقہ کے طور پر خرچ کیا جائے یا کیا؟ (ب) اس سامان کو دوسرے کار خیر میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۴-۳۳/۶۲۶ھ)

الجواب: (الف - ب) عقیقہ اس کا ساقط ہو گیا، ویسے اگر اللہ واسطے اس سامان کو صدقہ کر دیوں کچھ حرج نہیں ہے مگر ضروری نہیں ہے، اختیار ہے کہ اس سامان کو اپنے کام میں لائے یا صدقہ کر دے یا کسی کار خیر میں لگائے۔ فقط

سوال: (۳۶۳) زید نے اپنے پسر کے عقیقہ کی نیت سے ایک بکر خریدی، اب گیارہ ماہ کے بعد بچہ فوت ہو گیا، اب زید اس بکرے کی قربانی کرے یا صدقہ کرے؟ (۱۳۴۲/۲۸۹۵ھ)

الجواب: مرنے کے بعد عقیقہ تو مشروع نہیں رہا، لہذا اب اس کو اختیار ہے کہ وہ خواہ قربانی کرے یا صدقہ کرے یا اپنے تصرف میں لائے۔ فقط

مردہ بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کا عقیقہ ضروری نہیں

سوال: (۳۶۴) مردہ بچہ پیدا ہوا اس کا عقیقہ بھی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۶۳۱)
الجواب: اس کا عقیقہ نہیں ہے۔ فقط

عرس رسول ﷺ پر عقیقہ کا جانور ذبح کرنا

سوال: (۳۶۵) زید نے اپنے لڑکے کا عقیقہ کرنے کو دو گوسفند خریدی، اس اثناء میں عمر نے جو ایک جاہل عابد ہے، زید سے کہا کہ گوسفند مذکورہ مجھے دیویں کہ موقعہ عرس رسول اللہ ﷺ پر ذبح کروں گا تمہارا عقیقہ ہو جائے گا، اس طریقے سے زید کا عقیقہ درست اور ادا ہو جائے گا یا نہیں؟
(۱۳۳۳-۳۲/۱۰۹۲)

الجواب: عقیقہ جہی درست ہوگا کہ زید اپنے پسر کے عقیقہ میں ان کو ذبح کرے اور جب کہ زید نے ان ہر دو گوسفند کو عمر کو دے دیا اور عمران کو دوسری نیت سے ذبح کرے گا تو عقیقہ کیسے درست ہو جاوے گا! الحاصل اس طرح عقیقہ درست اور ادا نہ ہوگا۔

عقیقہ کے گوشت کا حکم

سوال: (۳۶۶) عقیقہ کا گوشت ماں باپ، بیٹا بیٹی، نانا نانی، دادا دادی، پوتا پوتی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۳/۶۴)

الجواب: حنیفوں کے نزدیک عقیقہ کے گوشت کا حکم مثل قربانی کے ہے جیسے قربانی کے گوشت کو سب گھر والے اور رشتہ دار کھاتے ہیں اسی طرح عقیقہ کا گوشت بھی سب کھا سکتے ہیں ماں باپ دادا، دادی وغیرہ سب کو کھانا اس کا درست ہے۔ فقط

سوال: (۳۶۷)..... (الف) اگر عقیقہ کرنے والے کے کنبہ کے لوگ کثیر ہوں اور تمام گوشت خود کھا جائیں اور بالکل تقسیم نہ کریں تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۲۷۴۴)

(ب) عقیقہ کا گوشت تمام لوگ یعنی والدین و نانا، نانی، دادا، دادی، ماموں، ممانی، چچا، چچی وغیرہ

کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۷۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) یہ بھی جائز ہے (۱)

(ب) کھا سکتے ہیں (۲) فقط

عقیقہ کا گوشت دائی کو دینا ضروری نہیں، اور کافر کو دینا جائز ہے

سوال: (۳۶۸) عقیقہ کا گوشت دائی کو دینا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مشرکہ کافر کو دے سکتے ہیں

یا نہیں؟ (۲۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: عقیقہ کے گوشت سے دائی کو دینا ضروری نہیں ہے لیکن جائز ہے، حنفیہ کے نزدیک

گوشت عقیقہ کا حکم مثل لحم اضحیہ کے ہے، اس کو ہندو مشرک کو دینا جائز ہے۔ ہکذا ہذا۔ فقط

عقیقہ کے چمڑے اور سری پائے کا حکم

سوال: (۳۶۹) عقیقہ کے جانور کا چمڑا فروخت کر کے اس کی قیمت محتاجوں کو تقسیم کی جائے

یا کہ چمڑا اور سر اور پائے زمین میں دفن کرنے چاہیے؟ (۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقیقہ کے چمڑے کو اور سری اور پائے کو دفن کر دینا زمین میں اور نفع نہ اٹھانا ان سے ناجائز

ہے، چمڑے کا یہ حکم ہے کہ یا اس سے کوئی استعمالی چیز ڈول وغیرہ بنالیوے یا اس کو فروخت کر کے اس کی

قیمت کو فقراء پر صدقہ کرے، اور سری پائے خود کھائے یا دوسروں کو کھلائے ضائع کرنا ان کا ناجائز ہے۔ فقط

(۱) فی البدائع: والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقربائه وأصدقائه ويدخر الثلث

ويستحب أن يأكل منها، لو حبس الكل لنفسه جاز (الشامي ۹/۳۹۷ کتاب الأضحية)

(۲) و أنه يستحب الأكل منها والإطعام والتصدق كما في الأضحية، فما اشتهر على السنة

العوام أن أصول المولود لا يأكلون منها لأصل له (إعلاء السنن ۷/۱۱۷ کتاب الذبائح، باب

أفضلية ذبح الشاة في العقيقة)

دارالعلوم دیوبند کی اہم مطبوعات

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱ تا ۱۵)	ألفية الحديث
دارالعلوم کا فتویٰ اور اس کی حقیقت	قصائد منتخبة من ديوان المتنبي
تاریخ دارالعلوم دیوبند (اردو، انگریزی، ۲: جلد)	الفتنة الدّجالية
علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج	الحسامي
دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش	مبادي الفلسفه
مثنوی فروغ (دارالعلوم دیوبند کی قدیم منظوم تاریخ)	تسهيل الأصول
سوانح قاسمی (مکمل، ۲: جلد)	باب الأدب من ديوان الحماسة
حیات اور کارنامے مولانا قاسم صاحبؒ	مفتاح العربية (اول، دوم)
انتصار الاسلام	علماء ديوبند اتجاههم الديني ومزاجهم
ایضاح الادلہ	دارالعلوم دیوبند (عربی)
ادلہ کاملہ	ألحديث الحسن
آب حیات	حسن غریب (مکمل، ۲: جلد)
نزول عیسیٰ ﷺ و ظہور مہدی	حسن صحیح (مکمل، ۳: جلد)
حضرت امام مہدی کا ظہور ابھی نہیں ہوا	الحالة التعليمية في الهند
خیر القرون کی درس گاہیں	حجة الإسلام (عربی، اردو)
تدوین سیر و مغازی	تفسير النصوص
اجودھیا کے اسلامی آثار	مناهل العرفان
مختصر سوانح ائمہ اربعہ	شیوخ الإمام أبي داود السجستاني
شوری کی شرعی حیثیت	علماء ديوبند خدماتهم في الحديث
اثق العری	الرأى النجیح في عدد ركعات التراويح (اردو)
احسن القری فی توضیح اثق العری	هداية المعتدي في قراءة المقتدي (اردو)

اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ
تحقیق الکفر والایمان
ختم نبوت (کامل، و خورد)
دعاوی مرزا
مسیح موعود کی پہچان
قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ
اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف
تناقضات مرزا
فلسفہ ختم نبوت
مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی وسوسے
ختم نبوت اور بزرگان ملت
قادیانی مردہ ————— قادیانی ذبیحہ
قرآنی پیشین گوئیاں
آخری اتمام حجت
مرزا طاہر کے جواب میں
کثرت رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں
قادیانی اقرار
قادیانی فیصلے ————— قادیانی مغالطے
اسلام دشمن کفریہ عقائد
قادیانیوں کو دعوت اسلام
محاضرات علمیہ (کامل)
تقریر دل پذیر

حیات اور کارنامے حضرت گنگوہیؒ
آئینہ حقیقت نما
عہد رسالت
نماز کے چند اہم مسائل کی تحقیق
اسلام اور عقلیات
علوم القرآن
فقہائے صحابہؓ
ثبوت حاضر ہیں
بریلویت طلسم فریب یا حقیقت؟
نیک پیدیاں نماز کہاں پڑھیں؟
رد مرزائیت کے زریں اصول
نظریہ دو قرآن پر ایک نظر
حکمت قاسمیہ
اشاعت اسلام
مقالات حبیب (مکمل ۳: جلد)
درر منشورہ (مکمل ۲: حصہ)
دو ضروری مسئلے
غلط فہمیوں کا ازالہ
نکاح و طلاق عقل و شرع کی روشنی میں
اسلامی عقائد اور سائنس
خواتین اسلام کی دینی علمی خدمات
تصفیۃ العقائد